سوانح

(ڈاکٹر سید احمد حسین نائب ناظم امارت شرعیہ ممبر پارلیمنٹ)

مع

روداد و تاریخ امارت شرعیہ، جمعیۃ علماء، تحریک خلافت، انڈیپنڈنٹ پارٹی (بہار)

مرتبہ

شاہ محمد عثمانی

مجلس علمی

بی ۱۲۱ ذاکر باغ، اوکھلا روڈ نئی دہلی ۲۵

پیکرِ اخلاص وعمل فدائے ملت حافظ قاضی سید احمد حسین سابق ناظم امارتِ شرعیہ بہار و اڑیسہ

وسابق ممبر پارلیمنٹ ھند کی مکمل سوانح عمری

حسنِ حیات

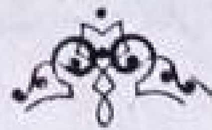


شاہ محمد عثمانی

سابق مدیر روزنامہ استقلال کلکتہ و روزنامہ الہلال پٹنہ

وسابق مدیر ھفتہ وار نقیب پھلواری شریف پٹنہ

سابق معین ناظم امارت شرعیہ



ناشر

مجلس علمی

بی ۱۲۱ ذاکر باغ، اوکھلا روڈ نئی دہلی ۲۵

سلسلہ مطبوعات (۷)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ

بار اول جنوری ۱۹۹۱ء



نام کتاب: ــــــــــ حُسنِ حیات

مولف: ــــــــــ شاہ محمد عثمانی

ناشر: ــــــــــ مجلسِ علمی

کتابت: ــــــــــ محمد الیاس مظفر پوری

قیمت: ــــــــــ لائبریری ایڈیشن ایک سو بیس روپے
پیپر بیک ایڈیشن سو روپے

ملنے کے پتے

عثمانی پبلشنگ ہاؤس، مجلس علمی بی ۱۲۱ ذاکر باغ، اوکھلا روڈ نئی دہلی ۲۵
قاسمی پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز ریج بلڈنگ، حضرت نظام الدین ویسٹ نئی دہلی ۱۳

تعارف مصنف

نام: ــــــــــ شاہ محمد عثمانی

سن پیدائش: ــــــــــ ۱۹۱۲ء

وطن: ــــــــــ سملہ، گیا، بہار

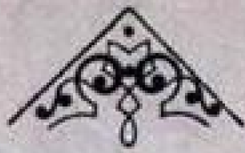
حال قیام: ــــــــــ مکہ مکرمہ

تصانیف مولف

(۱) ٹوٹے ہوئے تارے (۲) اشارے منزل کی طرف

(۳) مبادی سیاسیات (۴) محبت کا پیغام

(۵) میلاد کی کتاب۔



انتساب

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے نام

○ جنھوں نے ○

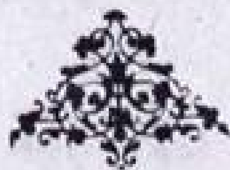
زوال حکومت کے بعد ہندوستان میں شرعی امارت
کے تحت متحد ہونے اور منظم زندگی گذارنے کا پیغام دیا

○ اور جس کا قیام ○

اقتدار میں نہ ہونے کی حالت میں بھی بالاتفاق
ازروئے شریعت واجب ہے۔

(اور)

جن کے مشن کو
قاضی احمد حسین صاحبؒ نے، اپنا مشن بنایا



هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت است بر جریده عالم دوام ما

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز
اُس کے دنوں کی تپش اُس کی شبوں کا گداز

اُس کا مقام بلند اُس کا خیال عظیم
اُس کا سرور اُس کا شوق اُس کا نیاز اُس کا ناز

اُس کی اُمیدیں قلیل اُس کے مقاصد جلیل
اُس کی ادا دل فریب اُس کی نگہ دل نواز

فہرست مضامین

پہلا باب

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا: (قاضی صاحب معاصرین کے نظروں میں)

دوسرا باب

وطن، خاندان، تعلیم و تربیت اور ابتدائی حالات

تیسرا باب

سیاسی و سماجی سرگرمیوں کا [illegible] دور

○ چوتھا باب ○

جمعیۃ العلماء کا قیام

○ پانچواں باب ○

خلافت تحریک اور کانگریس میں شمولیت۔ ملک عبدالعزیز کی مؤتمر عالم اسلامی مکہ میں شرکت۔ زلزلہ بہار ۱۹۳۴ء میں ریلیف کا کام

○ چھٹا باب ○

انتخابی سیاست میں سرگرم حصہ۔ انڈیپنڈنٹ پارٹی اور نیشنلسٹ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کا قیام۔ بہار کی مجلس قانون ساز اور پارلیمنٹ کے ممبری کا زمانہ

○ساتواں باب○

تعلیمی خدمات اسکول اور مدارس کا قیام دینی کتابوں کی تیاری

○آٹھواں باب○

مجلس احرار اسلام کی کشمیر تحریک اور یکساں سول کوڈ کا معاملہ

○نواں باب○

مسئلہ امارت اور اس کی تاریخ، نظامت کے منصب پر قاضی صاحب کی تقرری

○ بریدہ نقیب۔

○دسواں باب○

سنی مجلس اوقاف بہار کی اصلاح اور نگرانی کا کام

وقف بورڈ کے دفتر کا پہلا معائنہ ○ ضروری تبصرہ اور تجویزیں ○ منظر صاحب ○ حمید صاحب ○ دوسرا اور تیسرا معائنہ ○ شیعہ وقف بورڈ کا معائنہ ○ قاضی صاحب کی پیشکش ○ سنی مجلس اوقاف کی تجویز ○ ڈاکٹر محمود صاحب ○ اوقاف کو باطل کرنے کی کوشش ○ خاتمہ زمینداری اور اوقاف کا مسئلہ اور پرسنل لا کی حفاظت ○ تحدید اراضی کا بل اور اوقاف ○ مجلس اوقاف کیلئے طریقہ انتخاب ○ تجویز کی منظوری ○ مساجد کے ذریعہ دینی تعلیم۔

○گیارہواں باب○

دعوتی سرگرمیاں اور مولانا الیاس کی تحریک سے وابستگی ، تبلیغی جماعت کے اکابر کے خطوط قاضی صاحب کے نام

خطوط:

مولانا منظور نعمانی صاحب ○ افتخار فریدی ○ مولانا عبید اللہ صاحب بلیاوی ○ مولانا یوسف صاحب امیر جماعت تبلیغ ○ محمد حسین صاحب توفیق صاحب ○ قاضی صاحب کے نام کچھ اور خطوط ○ قاضی صاحب کے خطوط بسلسلہ تبلیغ۔

○بارہواں باب○

سفر آخرت، نمایاں، اوصاف اور خصوصیات

تبلیغی کام میں انہماک ○ دمِ واپسیں بھی اتباع سنت کا اہتمام ○ ظاہر صورت وشکل ولباس ○ عبادات، تلاوت، اذکار، اور نوافل کا اہتمام ○ امداد مستحقین اور یتیموں، بیواؤں وغیرہ کی خبر گیری طالب علموں کی اعانت ○ حق گوئی و بیباکی ○ قوت تقریر ○ غذا ○ مہمان نوازی ○ علماء دین سے روابط ○ بے نفسی اور تواضع ○ ذہانت وطباعی ○ پارٹی بازی سے نفرت ○ مطالعہ کا شوق ○ اعتدال اور توازن کا معیار۔

○تیرہواں باب○

تعزیتی خطوط اور جلسہ ہائے تعزیت

خطوط:۔۔۔۔

مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی ○ مولانا نظام الدین صاحب ○ جناب محمود عالم صاحب ○ مسلم صاحب ایڈیٹر دعوت ○ مولانا محمد یوسف صاحب امیر جماعت تبلیغ ○ مولانا سید منت اللہ صاحب امیر شریعت ○ مولانا علی میاں صاحب ناظم ندوۃ العلماء ○ مولانا شاہ امان اللہ صاحب ○ مولانا طٰہٰ کمال صاحب ○ حکیم شاہ طاہر عثمانی صاحب ○ شاہ محمد عیسٰی صاحب فردوسی ○ ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب ○ مولانا نظام الدین ناظم امارت شرعیہ ○ پروفیسر اختر قادری صاحب ○ مولانا سید محمد ندوی صاحب ○ مولانا شاہ غلام حسنین صاحب ○ سید ضمیر الدین صاحب ○ شاہ محمد عمیر صاحب ○ بابا خلیل داس ○ آغا محمد حسین صاحب ○ مولانا عبدالماجد دریابادی صاحب ○ مولانا محمد یحییٰ صاحب ○ حافظ قمرالدین صاحب ○ مولانا عبدالرؤف صاحب ○ قاضی مسعود اشرف صاحب ○ جناب عزیز الٰہی صاحب ○ مولانا محمد عثمان صاحب ○ ڈاکٹر قمرالدین صاحب ○ صوفی نذیر احمد صاحب۔

○چودہواں باب○

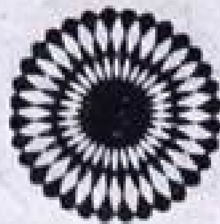
مشاہیر کے خطوط قاضی احمد حسین صاحب کے نام

علامہ سید سلیمان ندوی ○ مولانا ابوالحسن علی صاحب ندوی ○ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد ○ مولانا محمد میاں ناظم جمعیۃ علماء ہند ○ جناب محمد عبدالغنی ام ال سی ○ بابا خلیل داس ○ مولانا ریاض احمد صاحب ○ مولانا محمد حسین صاحب ○ سید محمد قاضی الاسلام صاحب ○ ڈاکٹر سید محمود صاحب ○ مولانا محفوظ الرحمٰن نامی ○ ڈاکٹر راجندر پرشاد صاحب ○ مولانا ابوالکلام آزاد ○ محمد اجمل خاں صاحب ○ جناب ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء ○ سری کرشن سنہا وزیر اعلیٰ بہار ○ محمد نورالحسن صاحب ○ آغا محمد حسین صاحب ○ اکبر منیر صاحب ○ مولانا منت اللہ صاحب رحمانی امیر شریعت۔

○پندرہواں باب○

مکاتیب جناب قاضی احمد حسین صاحب

بنام:۔۔۔۔



غبارِ خاطرم

یہ وہ غبارِ خاطر نہیں جو احمد آباد جیل میں مولانا ابوالکلام آزاد کے قلم سے خطوط کی شکل میں نکلے ۔
بلکہ یہ اپنے جی کا غبار ہے جسے آج صفحۂ قرطاس پر پھیلا رہا ہوں ۔ میں نے قاضی احمد حسینؒ صاحب (جنھیں عرفِ عام میں صرف قاضی صاحب کہا جاتا تھا اور اس کتاب میں بھی اکثر و بیشتر یہی نام ملے گا) کی سوانح عمری لکھنے کا عزم ان کے انتقال کے بعد فوراً ہی کرلیا تھا لیکن بعض الجھنوں اور خانگی افکار کی وجہ سے میں اس کام کو فوراً شروع نہ کرسکا حالانکہ تمام ضروری کاغذات ان کے چھوٹے بھائی نے فوراً میرے حوالہ کردیے تھے ۔

جب اللہ تعالیٰ مجھے مکۂ معظمہ لے آیا تو کچھ عرصہ کے بعد میں اس قابل ہوگیا تھا کہ میں سوانح نگاری کا سفر جس کا ارادہ کیے ہوئے تھا شروع کروں لیکن میں یہاں مکۂ معظمہ میں تھا اور کاغذات پٹنہ میں ۔ سال دو سال پر جب پٹنہ جانا ہوتا تو کاغذات اس "حفاظت" سے رکھ دیے گئے ہوتے کہ مجھ کو نہ ملتے اور مجبوراً میں خالی ہاتھ واپس آجاتا ۔ یہاں تک ۸۵ء میں میرے لڑکے محسن عثمانی سلمہٗ نے جو ندوہ مدرسہ عالیہ کلکتہ دارالعلوم دیوبند میں تعلیم پانے کے بعد اور ام اے اور پی ایچ ڈی کرنے کے بعد جواہر لال نہرو یونیورسٹی دہلی میں معلم ہیں اور ماہنامہ دعوت و عزیمت کے ایڈیٹر ہیں، مجھ کو لکھا کہ "کاغذات مل گئے ہیں اور میں ان کو دہلی لے آیا ہوں"

چنانچہ اس کے بعد میں نے کتاب میں ہاتھ لگایا ۔ لکھنے لگا تو معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کے احکام کے رجسٹر کی ضرورت پیش آئے گی لیکن اس رجسٹر کا دفترِ امارتِ شرعیہ میں پتہ نہ تھا اور نہ وہ رجسٹر کہیں اور مل سکا نیز کچھ اور کاغذات کی ضرورت تھی لیکن وہ گم شدہ کاغذات کہاں سے لاتا جو اس انقلابی، محبِ وطن، فدائے رسول شیدائی اسلام سماجی کارکن کے شایانِ شان سوانح عمری لکھنے میں مدد کرتے ۔ نہ وقت تھا نہ موقعہ ۔ میں مکۂ معظمہ سے زیادہ عرصہ غیر حاضر رہ کر ہندوستان کے طول و عرض میں گھوم نہیں سکتا تھا مجبوراً جو کاغذات دستیاب تھے انہی پر قناعت کرکے میں نے یہ کتاب مرتب کردی ہے ۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے ۔ مجھ کو

احساس ہے کہ جتنا بہتر تذکرہ ہونا چاہئے تھا اتنا بہتر تذکرہ نہ ہو سکا۔ میں نے کوئی سوانح عمری اس سے پہلے نہیں لکھی ہے اور سوانح عمریاں پڑھی بھی کم ہیں سرسید کی "حیات جاوید" نواب وقار الملک کی "وقار حیات" سید صاحب کی "حیات شبلی" جواہر لال کی "میری کہانی" گاندھی جی کی "تلاش حق" "سیرۃ سید احمد شہید" اور ممکن ہے دو چار سوانح عمریاں اور پڑھی ہوں۔ پیغمبر و صحابہ پر لکھی ہوئی کتابیں بھی پڑھیں جیسے سیرۃ النبی علامہ شبلی اور علامہ سلیمان ندوی کی، رحمۃ للعالمین قاضی سلیمان منصور پوری کی تاریخ الامت اسلم جیراجپوری کی اصح السیر مولانا عبدالرؤف داناپوری کی سیرۃ الصدیق مولانا حبیب الرحمٰن شروانی کی صدیق اکبر مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی الفاروق علامہ شبلی کی حضرت عثمان مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی اور المرتضیٰ مولانا ابوالحسن علی ندوی کی اور صحابہ اور صحابیات کے تذکرے بھی پڑھے ہیں حیات امام ابوحنیفہ اور حیات احمد بن حنبلؒ اور حیات علامہ ابن تیمیہ بھی پڑھی ہے علامہ سید سلیمان ندوی مولانا آزاد اور جمال الدین افغانی کی سوانح عمریاں بھی پڑھی ہیں۔ علامہ شبلی نے عباسی خلفا میں سے چند کی جو سوانح عمریاں لکھی ہیں وہ بھی پڑھی ہیں۔ بالکل تازہ شیخ عبداللہ کی خود نوشت سوانح عمری آتش چنار بھی پڑھی۔ بس یہی نمونے سامنے تھے۔ میں نے جو اپنا تصنیفی کام تیار کیا وہ کیسا ہوا یہ ناظرین ہی اندازہ کر سکیں گے۔ جس نے نصف صدی تک انتہائی مشغول سیاسی اور سماجی زندگی گزاری ہو اس کا مکمل طور پر احاطہ کرنا بھی آسان نہ تھا پھر حکومت کے خلاف جد و جہد کی وجہ سے بہت سے بزرگوں سے خط و کتابت اور تعلقات صیغۂ راز ہی میں رہے اب اس سلسلہ یا مواد کا حصول آسان نہیں۔ قاضی احمد حسینؒ کی طویل قومی زندگی میں کچھ لوگوں کے دل دُکھے بھی ہیں۔ میں یہ تو یقین رکھتا ہوں کہ قاضی صاحب نے جو کچھ کیا وہ خلوص اور محبت کی بنا پر کیا لیکن اس سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ کچھ دل ہیں جو دکھے میں نے کوشش کی ہے کہ اس کتاب میں وہ تلخی آنے نہ دوں اور کسی فریق کی وکالت نہ کروں۔ ان سے دامن بچا کر ہی میں نے اس کتاب کو مکمل کیا ہے۔ جن حضرات کو تکلیف پہنچی ان حضرات کی خدمات میں میں سید محمد ندوی استھانوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ کی یہ سطریں نقل کرتا ہوں۔

"آپ ایک اصول پسند بزرگ تھے ان سے کسی کے دل کو دکھ پہنچا ہو یا آپ کی اصولی سختی سے کسی تلخی کا شائبہ ظاہر ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ مخلصوں اور عزیزوں کو معافی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین"

میرے لئے ہر فریق واجب الاحترام تھا۔ اور ہر ایک سے میں نے استفادہ کیا ہے۔ اس لئے بھی میرا قلم کسی ایک طرف ہونے سے انکار کرتا ہے۔ اب کوئی اس دنیا میں موجود نہیں اللہ تعالیٰ سب پر اپنی رحمت نازل فرمائے۔ آمین۔

ایسے لوگوں کی سوانح عمری پڑھنے سے قومی کاموں کا سلیقہ اور اداروں کو چلانے کا طریقہ آئے گا بہت سے لوگوں نے قاضی صاحب کے خلوص کی شہادت دی ہے ان کی شہادت سے یہ تحریک بھی پیدا ہوگی کہ جو کام کیا جائے خلوص سے کیا جائے جو لوگ کمزور اور بیمار ہیں قاضی صاحب کی سوانح ان کو ابھارے گی کہ اس راہ میں صحت اور جان کی پرواہ نہ کرکے ہی کام کرنا ہے۔ یہ عشق کی راہ ہے یہاں خطروں سے گذر کر ہی گوہر مقصود حاصل ہو سکتا ہے اس راہ کا مسافر بھوک اور پیاس کی شدت میں اور سخت بیماری میں بھی چلتا رہتا ہے۔ اس راہ کی ناکامی اور اس راہ میں مرجانا دوسری راہوں کی کامیابیوں سے بہتر ہے آگے جیسے جیسے میرا قلم چلتا گیا یہ کتاب واقعاتی سے زیادہ دستاویزی (DACOMENTARY) ہوتی گئی جو سرسری پڑھنے والوں پر شاق گزر سکتی ہے لیکن جو لوگ گہرائی میں جانا چاہیں گے اور اس سے کچھ حاصل کرنا چاہیں گے وہ انشاء اللہ پسند کریں گے۔

میری صحت اس طرف تیزی سے گری ہے اس مایوسی میں کہ شاید اب پوری طرح صحت مند نہیں ہو سکوں گا اور شاید میری بیماری کا تسلسل اس وقت ختم ہوگا جب میں سفر آخرت اختیار کروں گا میں نے صحت کی مکمل بحالی کا انتظار نہیں کیا اور اس کتاب کو اسی حالت میں مکمل کیا ہے۔ شاید آخر حصہ اسی وجہ سے مختصر ہو گیا ہے اور میں مرحوم کی شخصیت کے بعض حصوں پر روشنی نہیں ڈال سکا۔

یہ بات بھی واضح ہو جانی چاہئے کہ امارت شرعیہ کے دور میں قاضی صاحب نے جتنی خدمات انجام دی ہیں وہ امیر شریعت ثانیؒ اور امیر شریعت ثالثؒ کی اجازت اور تعاون سے انجام دی ہیں وہ یہ خدمات اس لئے انجام دے سکے کہ ان بزرگوں نے ان کو کام کرنے کی آزادی دی ان کی حمایت کی، اور اپنے اثرات کو کام میں لانے کا موقعہ دیا اس لئے ان کی خدمات میں ان بزرگوں کا بھی حصہ ہے۔

قاضی صاحب کے نام خطوط میں اور تعزیت ناموں میں قاضی صاحب کی متعدد خصوصیات پر روشنی پڑتی ہے اس لئے جو خطوط موجود تھے اور وہ آخر دور ہی کے خطوط تھے ان کو کتاب میں درج کر دیا گیا ہے۔ ان کی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے بہت خطوط کا محفوظ رکھنا ان کے لئے ممکن نہ تھا بہت سے خطوط تو ان کی گرفتاری کے وقت پولیس کا محکمہ اٹھا کر لے گیا تھا جو واپس نہیں کئے گئے۔

بہر حال یہ دین وملت کے ایک خدمت گذار ایک مرد مومن ایک باشعور اور صاحب بصیرت ہستی کی سوانح ہے جو سوچنے اور سمجھنے والوں کے لئے اندھیری رات میں قندیل رہبانی کا کام آسکتی ہے۔

محمد عثمانی

ایک تمنّا

(راجندر پرشاد کے نام ذہانت و دانائی سے لبریز ایک خط)

میں یقین رکھتا ہوں کہ مسلمان اگر اسلام کی حقیقی روح کو سمجھ لیں اور ہندو اپنے سناتن دھرم کی روایتی رواداری کے حامل ہو جائیں تو ہماری دنیا چین اور مسرت کی دنیا بن جائے۔

میں کانگریسی حکومتوں سے یہ اُمید رکھتا ہوں کہ وہ ہندو مسلمانوں میں اُس روح کو بیدار کریں گے جو ہندوؤں کی روایات اور مسلمانوں کے مذہب نے انھیں بخشا ہے میں اس گمشدہ چین و مسرت کو واپس لانے کا خواہشمند ہوں اگر مجھ سے یہ امید اور خواہش چھین لی جائے تو اس اُمید سے خالی زندگی میں کوئی لذت نہیں پاؤں گا۔"

(اقتباس از مکتوب قاضی احمد حسین بنام راجندر پرشاد)

پہلا باب

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

قاضی صاحب معاصرین کی نظروں میں

مہاتما گاندھی کا حسن اعتراف

احمد آباد سے گاندھی جی کا اخبار ینگ انڈیا نکلتا تھا جب ملک میں خلافت کی تحریک چل رہی تھی۔ قاضی احمد حسین اور متعدد ہندو مسلم رہنما گرفتار کرلئے گئے تو گاندھی جی نے اپنے اخبار مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۲۱ء میں لکھا۔

" جنک دھاری پرشاد وندیشوری پرشاد مظفر پور کے۔ سری کرشن زبیر تاجیشوری اور دھرم نرائن مونگیر کے کرشن پرشاد راج رنگ دت رانا شنکر قاضی احمد حسین گیا کے یہ سب رہنما شخصیتیں ڈیڑھ سو رضا کاروں کے ساتھ گرفتار کرلی گئی ہیں ________ بہار زمین غم والم ہے۔ ہندو اور مسلم دونوں میں یہ حضرات شاید پورے ہندوستان کے سب سے زیادہ بے غرض کارکن ہیں جو خاموشی سے کام کرتے ہیں اور بغیر ریا اور نمائش کے۔"

گاندھی جی کے اپنے الفاظ یہ ہیں۔

Janak Dhari Pd., Vindeshwari Pd. of Mozafferpur, Sri Krishna Sinha, Zobair, Tajeshwari, Dharma Narain of Monghyr, Krishna Prakash Rajrang Dutt, Rana Shanker, Qazi Ahmad Hussain all leading men, besides 150 volenteers arrested __________ Bihar a land of sorrow. It contains both amont its Hindus and Muslims probably the most selfless workers through out India who work silently and without bragging".

رائے برج کرشن چیرمین بہار لیجسلیٹو کانسل کا بیان

"(قاضی احمد حسین صاحب) کے انتقال سے بہار ایک سچے محب وطن ایک اچھے سماجی کارکن اور ایک قدیم پارلیمنٹیرین سے محروم ہوگیا"

مولانا حفظ الرحمٰن صاحبؒ ناظم جمعیۃ علماء ہند و ممبر پارلیمنٹ کے تاثرات

"قاضی احمد حسین ملکی اور ملی خدمات میں اس وقت سے متعارف تھے جب تقریباً چالیس سال پیشتر (مولانا کی یہ تحریر آج سے پچیس برس پہلے کی ہے۔ محمد عثمانی) آپ نے قومی رہنماوں کا ہاتھ بٹایا تھا۔ جب گیا میں کانگریس جمعیۃ علماء الھند اور خلافت کمیٹی کے تاریخی اجلاس ہوئے تھے اور ملکی سیاست کانسلوں میں داخلہ یا مقاطعہ کے عنوان سے نئی کروٹ لے رہی تھی اس زمانہ میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد سابق ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند نے بہار میں امارت شرعیہ قائم کی اس سلسلہ میں مشکلات کی دشوار گھاٹیاں جس پامردی اور ہمت مردانہ سے حضرت موصوف نے طے کیں قاضی احمد حسین صاحب ہر منزل پر بلکہ ہر قدم پر ان کے رفیق خاص اور دست راست تھے۔

"امارت شرعیہ کا ترقی پذیر دور حضرت مولانا سجاد کی حیات طیبہ کے آخر حصہ تک رہا اور قاضی احمد حسین جیسا مدبر ان کا مشیر خاص رہا۔ خدا جانے کتنی گتھیاں تھیں جن کو قاضی صاحب کے ناخن تدبیر نے سلجھایا۔ اس چالیس سال کے طویل عرصہ میں سیاسی رست خیز کے بہت دور گزرے مگر قاضی صاحب کا پائے استقامت پہاڑ کی چٹان کی طرح تھا جس نے کبھی بھی جنبش نہیں دکھائی آپ کو اللہ تعالیٰ نے اعلیٰ فہم اور تدبر کے ساتھ بیان کی نعمت بھی عطا فرمائی تھی گفتگو کے وقت معلوم ہوتا تھا کہ پھول جھڑ رہے ہیں ان تمام خوبیوں کی روح آپ کا وہ اخلاص تھا جس نے آپ کو ہر حلقہ میں واجب الاحترام بنا دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جس طرح آپ مذہبی حلقوں میں معتمد علیہ تھے تبلیغی حلقوں میں آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا اسی طرح سیاسی حلقوں میں بھی آپ کی عزت کی جاتی تھی۔ سری کرشن سنہا وزیر اعلیٰ صوبہ بہار اور صدر جمہوریہ ہند راجندر پرشاد اس طرح آپ کی عزت کرتے تھے جس طرح ایک پرانے مخلص کی عزت کی جانی چاہئے"

"اس وقت جبکہ ملک وملت کو آپ جیسے صاحب اعتماد مفکر کی سخت ضرورت ہے آپ کی وفات حسرت آیات سے ایک تارا اور غروب ہو گیا"

مولانا مفتی عتیق الرحمن صاحب بانی ندوۃ المصنفین وسابق رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ھند

ورفیق مخلص مولانا حفظ الرحمنؒ وصدر کل ھند مجلس مشاورت کے تاثرات

"قاضی صاحب کے غیر معمولی کمالات اور خصوصیات ہمیشہ زندہ رہیں گے۔ ان کی زندگی لایق تقلید تھی۔ حسن تدبیر، اصابت رائے، عزم وہمت اور جوش عمل کا پیکر تھے۔ خلوص اور حق کے لئے تڑپ ان کی حیات کا جوہر خاص تھا۔ خوش حال اور فارغ البال ہونے کے باوجود انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ریشم سے زیادہ نرم بھی تھے اور فولاد سے زیادہ سخت بھی تھے۔ جس بات کو حق سمجھتے تھے بلا جھجک کہتے تھے۔ پھر کوئی مروت اور کوئی تعلق ان کو اس راستہ سے ہٹا نہیں سکتا تھا حق وصداقت کی بے باکانہ حمایت کے لئے جیسا ولولہ میں نے مرحوم میں دیکھا کم لوگوں میں دیکھا گیا ہے۔

مرحوم کو سب سے پہلے ۱۹۲۲ء میں گیا کے تاریخی اجتماعات میں دیکھا تھا۔ وہ وقت عجیب وغریب جوش وخروش کا تھا۔ ان اجتماعات کا نظارہ اس وقت بھی آنکھوں میں گھوم رہا ہے۔ گیا میں جمعیۃ علماء، خلافت کانفرنس اور کانگریس تینوں کے اجلاس بیک وقت تھے۔ ان مہتم بالشان بلکہ شاید بے مثال جلسوں کی کامیابی مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اور قاضی صاحب مرحوم اور ان کے رفقائے خاص ہی کی غیر معمولی صلاحیت کار کی رہین منت تھی۔ ب ۱۹۲۲ء سے وقت رحلت تک مرحوم کی یہی شان قائم رہی وہ اول درجہ کے قوم پرور اور وطن دوست بھی تھے۔ قومی یکجہتی کو ملک کی ترقی اور استحکام کے لئے ناگزیر بھی سمجھتے تھے لیکن آزاد ہندوستان میں مسلمانوں کے مفاد پر فرقہ پرستی اور تعصب وتنگ خیالی کی جو ضربیں پڑتی تھیں ان کو بھی پوری طرح محسوس کرتے تھے۔ سیاسی زندگی کی مصروفیتوں کے باوصف مذہبی اور ملت کی تعمیر وترقی کے کاموں سے والہانہ شغف رکھتے تھے بڑے پاکباز اور راست گفتار انسان تھے"

جناب ابوالبرکات صاحب مرحوم عیسیٰ پور۔ پھلواری شریف کے تاثرات

"قاضی صاحب کی قومی وملی خدمات کی کہانی ہم آپ کو کیا سنائیں ع

سفینہ چاہیے اس بحر بے کراں کے لیے

صمیم قلب سے دعا ہے کہ جس طرح یہاں غم زدوں کی غم گساری بے کسوں کی سرپرستی بے یاروں کی مددگاری بیواؤں کی امداد اور یتیموں کی خبرگیری کرتے رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت سے نوازے۔ آمین"۔

حضرت مولانا شاہ امان اللہ صاحب سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ کا تعزیتی بیان

"قاضی صاحب مرحوم کے دل میں دین کا درد قوم وملت کی محبت اور دینی اور قومی خدمات کا شوق تھا. فرائض اور واجبات کے پابند تھے اور غربا اور مساکین کے ہمدرد"

حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کا تعزیتی مکتوب

"ملت کا ایک بے لوث صاحب فہم اور دیرینہ خادم اٹھ گیا... دل میں ان کی بڑی عزت تھی اور ان کو اپنا بزرگ سمجھتا تھا"

حضرت مولانا سید منت اللہ صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ کے تاثرات

"ایسے مدبر باعمل اور سچے مسلمان کی موت پر غیر معمولی صدمہ ہونا فطری بات ہے۔"

ڈاکٹر ذاکر حسین سابق صدر جمہوریہ ہند

"بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے اور مجھ پر بہت شفیق"

"جناب عبدالقیوم صاحب انصاری سابق وزیر بہار"

"وہ زبردست نیشنلسٹ اور سچے کانگریسی تھے"

حضرت مولانا شاہ غلام حسنین صاحب چشتی سجادہ نشیں خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف

"ایسے دور قحط الرجال میں ایسے مخلص خادم ملت کا ہم سے جدا ہو جانا بہت ہی المناک ہے۔ ان کی وفات سے ساری ملت کو نقصان پہنچا"

حضرت مولانا یوسف امیر جماعت تبلیغ ہند ۔ دہلی

" پسماندگان کے لئے مرحوم کی سب سے عالی قدر وراثت وہ دین کا درد تھا جو مرحوم کے سینہ میں موجزن تھا اور جس کے اثرات سرزمین بہار سے باہر کے صوبوں میں ظاہر ہوئے "۔

مولانا نظام الدین صاحب موجودہ ناظم امارت شرعیہ صوبہ بہار

" قاضی صاحب نے اپنی پوری زندگی ملت اسلامیہ اور وطن عزیز کے لئے صرف کر دی اخلاص ایثار تدبر میں ان کی ذات منفرد تھی ان کی وفات سے بہار میں ایسی جگہ خالی ہوگئی ہے جو عرصہ تک پر نہ ہو سکے گی "۔

پروفیسر اختر قادری لنگٹ سنگھ کالج مظفرپور بہار

" ہم ایک سر برآوردہ اور صاحب کمال بزرگ سے محروم ہو گئے "۔

حضرت امیر شریعت اول امام امت اسلامیہ بہار مولانا شاہ بدر الدینؒ کی رائے ۔

نوٹ :۔ قاضی صاحب بہار کے لئے وقف بل تیار کر رہے تھے اس کا اعلان بھی ہو چکا تھا کہ متولی حضرات کی طرف سے اس طرح کی مساعی کی مخالفت شروع ہوئی اور حضرتؒ کے پاس خطوط آنے لگے تو جواب یہ دیا گیا جو جریدہ امارت میں شائع ہو چکا ہے۔

" قاضی صاحب مخلص آدمی ہیں ۔ اگر کوئی حصہ قابل اعتراض معلوم ہو تو ان سے مل کر اصلاح کرائی جائے "۔

حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدینؒ کا خیال ۔

" میں قاضی صاحب کو ناظم امارت شرعیہ مقرر کرتا ہوں ۔ وہ اس کی پوری صلاحیت رکھتے ہیں "۔

نوٹ : حضرت امیر شریعت کا پورا حکم نامہ امارت شرعیہ کے عنوان کے تحت مع فوٹو آئے گا ۔

امیر شریعت ثالث مولانا شاہ قمر الدینؒ کا اعتراف

نوٹ :۔ جب قاضی صاحب دہلی میں پارلیمنٹ کی مشغولیت ، شدید گرمی اور

انتہائی خرابی صحت کے باوجود ہر آن امارت کی خبر لیتے رہتے تھے تو اس سے متاثر ہو کر حضرت امیر شریعت ثالث نے ان کو لکھا:

" واللہ عندہٗ اجرٌ عظیم۔ شدید گرمی۔ خرابی صحت۔ کاموں کا ہجوم اور ذاتی غرض کچھ نہیں۔"

مولانا نظام الدین صاحب صدر جمعیۃ علماء رانچی۔ بہار کے تاثرات

" ان کا ایثار و قربانی، قوم و ملت کے لئے درد، اصابت رائے۔ محنت شاقہ۔ پرخلوص محبت۔ انکسار طبع۔ جرأت مندانہ خودی۔ پیرانہ سالی اور عزم جواں۔ ضعف کی حالت میں جوانوں کو شرما دینے والی جد وجہد مدلل بحث۔ سنجیدہ ظرافت۔ امارت کے روح رواں۔ جمعیۃ علماء کے حامی۔ مبلغ اسلام۔ ملت کے ہمدرد۔ ...... جس کے لئے مئی اور جون کی گرمی میں گیا (جہاں ہندوستان میں سب سے زیادہ گرمی پڑتی ہے) کے دیہاتوں کی خاک چھانتے پھرتے۔ اپنے دولت کدہ کی عشرت اور پارلیمنٹ کی خدمت ترک کرکے مسجدوں میں قیام کرتے پھرتے .... ہجوم مخالفت اور اپنوں کے طعن و تشنیع سے بھی کسی وقت مرعوب نہ ہوئے۔"

حسن الٰہی خاں صاحب حسن پور مرادآباد کی رائے

" ملت اسلامیہ کے اس جلیل القدر فرزند میں کیا کیا خوبیاں تھیں۔ سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر۔ کیا بصیرت تھی۔ کیا فراست تھی۔ دینی حمیت اور ملی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی۔ چھوٹوں پر شفقت۔ اہل حاجت کی حاجتیں پوری کرنا۔ شدائد کے دوران بھی فرائض دینیہ کی انجام دہی پر مستعد۔"

بابا خلیل داس بنارس کے تاثرات

" قاضی صاحب...... بڑے کام کے انسان تھے۔ ان میں ایک خاص جوہر یہ تھا کہ وہ جس کام پر تل جاتے اس کو نہایت جانفشانی اور مستعدی سے انجام دیتے ان میں ایک خاص خوبی یہ بھی تھی کہ وہ اس انداز سے گفتگو کرتے تھے کہ سننے والے کے دل میں ان کی باتوں کا بہت جلد اثر ہو جاتا تھا۔"

" اول اول جناب قاضی صاحب مرحوم کے ساتھ میری ملاقات شہر گیا میں ہوئی تھی جبکہ میں کام چھوڑ کر تحریک ترک موالات میں شریک ہوا تھا۔ اس سیاسی راہ میں میری رہنمائی جناب قاضی صاحب مرحوم نے بہت زیادہ کی اور کچھ تھوڑی سی رہنمائی ہمارے ملک کے محترم صدر جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کی۔ قاضی صاحب اس تحریک کے سلسلہ میں میرے جیل کے ساتھی بھی تھے۔ وہ چار ماہ تک میرے ساتھ

گیا جیل میں رہے اور جب میں بکسر جیل بھیج دیا گیا تو جناب قاضی صاحب کا ساتھ چھوٹ گیا"۔

"موصوف اسلام کے اور اپنے ملک کے بہت خیر خواہ تھے اور ان سے جو کچھ بھی ہو سکا ان دونوں کی ترقی کے لئے عمر بھر کوشش کرتے رہے"۔

ڈاکٹر قمر الدینؒ ام بی بی ایس گیاوی کا تاثر

"قاضی احمد حسین خلوص و محبت اور بے نفسی کا مرقع تھے۔ خواہ ذاتی معاملات ہوں یا سیاسی اور مذہبی۔ وہ ایک ایسا مجاہد تھا کہ باوجود اس کے کہ وہ تنفس کے شدید مرض میں گرفتار رہتا تھا لیکن اپنی خودی کو بھول کر صرف قوم و ملت پر ہر آن و ہر لمحہ نثار رہتا تھا۔۔۔۔"

"ان کی محبت اور خلوص کی وجہ سے قمر الدین ڈاکٹر قمر الدین ہوگیا۔ فرشتے سن لیں اور ان کے نامۂ اعمال میں ان کی مہربانیاں محبت سخاوت اور امانتوں کو لکھ لیں"۔

نوٹ :۔ ڈاکٹر صاحب مولانا ابوالکلام آزاد کی بہت ابتدائی سیاسی زندگی میں رفاقت فرما چکے ہیں۔ قاضی صاحب کا تعارف مولانا سے انہی نے کرایا تھا۔ خلافت تحریک میں قاضی صاحب کے رفیق رہے اور گیا ضلع انجمن ہلال احمر کے انچارج تھے۔ بعد میں مسلم لیگی ہوگئے تھے اس لئے کراچی چلے گئے۔ قاضی صاحب کے انتقال کے بہت بعد ان کا انتقال ہوا"۔

صوفی نذیر احمد صاحبؒ اپنے تعزیتی مکتوب میں

"غور کرتا ہوں تو قاضی صاحب کی موت بالکل بر وقت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ جو حالات یوماً فیوماً پیدا ہوتے جا رہے ہیں جو تمکنت و وقار و ثقاہت کے بجائے ابن الوقتی سے گذر کر مادر پدر آزاد آزادی کے داعی ہیں ان میں ایسے ثقہ و یک رنگ لوگوں کی کہاں گنجائش"۔

حضرت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت بہار و اڑیسہ سابق کی رائے

"قاضی صاحب امارت شرعیہ کے پرانے مخلص خادم تھے۔ ان کا امارت سے صحیح معنوں میں صحیح تعلق تھا۔ ان کے دل میں امارت کا درد تھا۔ وہ امارت کے مفاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ عملاً ان سے جتنا ہو سکتا تھا بے دریغ کام کرتے تھے بلکہ بعض اوقات جان پر کھیل کر کام کرتے تھے۔ بلکہ مبالغہ نہ ہوگا کہ مسئلہ امارت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ وہ خلوت میں اسی کو سوچتے رہتے تھے۔ اسی کو بولتے رہتے تھے

اسی کی افادیت دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے۔ اس کی ترقی کے خواہاں تھے سچی بات یہ ہے کہ وہ امارت کے ایسے مخلص تھے کہ اب ان کا بدل نہیں ہے۔"

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں۔ امارت شرعیہ کے ہر برے وقت میں جو ڈھال بن کر کھڑا ہوجاتا تھا وہ دلیر سپاہی چلا گیا۔ دین سیکھو سکھاؤ کا داعی چلا گیا۔ دفتر کی رونق چلی گئی۔ اس کا وزن چلا گیا۔ کیا کیا بتاؤں کیا کیا چلا گیا۔ مدتوں تم کو ہم یاد رکھیں گے ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو

رونا ہے یہ ہنسی نہیں ہے

قاضی احمد حسینؒ سابق وائس چیرمین گیا ڈسٹرکٹ بورڈ و بن ادن خورد قاضی احمد حسین کے تاثرات

"قاضی احمد حسین کی سیاسی زندگی پہلی جنگ عظیم میں اینی بسنٹ کی ہوم رول تحریک کی شرکت سے شروع ہوئی۔ وہ کل ہند کانگریس کمیٹی کے ۱۹۲۶ء سے ۱۹۳۰ء تک فعال ممبر رہے۔ ۱۹۲۳ء میں بہار مجلس قانون ساز کے ممبر منتخب ہوئے اپنی رکنیت کے دور میں سوراج پارٹی کی پرزور حمایت کرتے رہے جس کے لیڈر سری کرشن سنہا تھے ۱۹۳۴ء کے بہار زلزلہ میں راجندر پرشاد نے سنٹرل ریلیف کمیٹی بنائی تھی قاضی صاحب اس کے فعال ممبر رہے۔

بہار کے فسادات ۱۹۴۶ء میں جو مسلمان بے گھر ہوگئے تھے ان کی امداد واعانت کا کام کرتے رہے اس سلسلہ میں گاندھی جی کو انھوں نے اپنا پورا تعاون دیا۔

مولانا سجادؒ کے انتقال کے بعد انڈی پنڈنٹ پارٹی کے صدر منتخب ہوئے نیشنلسٹ مسلم پارلیمنٹری بورڈ بہار کے صدر کی حیثیت سے انھوں نے رجعت پسندوں کا مقابلہ کیا ترقی پسندوں کو اپنے گرد جمع کیا اور

کانگریسی مسلمان امیدوار ڈاکٹر سید محمود اور عبدالقیوم انصاری کو کامیاب بنایا۔

راجیہ سبھا کے یکے بعد دیگرے دو ٹرم کے لئے ممبر منتخب ہوئے۔

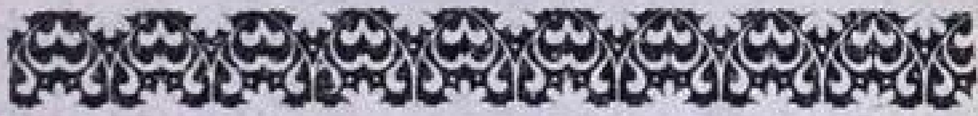
مسلمانوں میں تبلیغ واصلاح کی غرض سے دور دور دیہاتوں کے دشوار گزار راستوں کو طے کر کے صوبہ اور بیرون صوبہ کا دورہ کرتے رہے۔

ہر جگہ عام مسلمان ان سے محبت کرتے تھے۔"

قدیم صحافی مولانا سید محمد ندوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ استھانواں پٹنہ کا اظہار خیال

"مرحوم کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی کتنی محبت و تڑپ تھی۔ وطنی خدمات کے لئے کیا جوش و ولولہ تھا، کون ہے جو الفاظ کی مدد سے بیان کر سکے وہ حضرت مولانا سجاد کے مخلص مشیر وطن کے سچے جانباز پیکرِ اخلاص وایثار اور امارت شرعیہ کے ستون اعظم تھے۔ مرحوم سراپا محبت و اخلاص تھے۔"

"ان کی نیکیاں، افکار دینی، احساس ملی، دردبھری تقریریں ہم کبھی نہ بھولیں گے۔ آپ کی یاد تڑپاتی رہے گی۔ آپ ایک اصول پسند بزرگ تھے۔ ان سے کسی کے دل کو دکھ پہنچا ہو ں آپ کی اصولی سختی سے کسی تلخی کا شائبہ ظاہر ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ مخلصوں اور عزیزوں کو معافی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔



دوسرا باب

وطن، خاندان، تعلیم وتربیت اور ابتدائی حالات

قاضی صاحب کا وطن

جن لوگوں کے فکر وعمل میں آفاقیت ہوتی ہے ان کا کوئی محدود وطن نہیں ہوتا۔ قاضی احمد حسین صاحب دنیا کے لئے تھے اور ساری دنیا کو اپنا وطن سمجھتے تھے۔ لیکن پیدائش کے اعتبار سے ایک گمنام چھوٹی سی بستی ان کا وطن تھا اس کا نام کونی بر تھا پتہ ڈاکخانہ نرہٹ تھانہ ھسوا ضلع گیا ریاست بہار۔

اب یہ علاقہ گیا سے کٹ کر نوادہ ضلع میں شامل ہو گیا ہے۔ یہ علاقہ گیا اور بہار شریف کے راستہ میں پڑتا ہے۔ ملکہ وکٹوریہ سے پہلے نوادہ اور بہار شریف دونوں گیا ہی کے حدود میں تھے۔ بعد میں بہار شریف پٹنہ میں شامل کر دیا گیا اب یہ نالندہ ضلع ہے اور بہت عرصہ کے بعد نوادہ کو علٰحدہ ضلع بنا دیا گیا۔

۱۸۵۷ء کی بغاوت میں نوادہ کے بھی بعض ہندو مسلمانوں نے حصہ لیا تھا۔ جس کو انگریزی فوج نے محلہ سرداد بہار شریف کے شرفا کی مدد سے فرد کیا تھا۔

قاضی صاحب کے خاندان کی اس بغاوت میں شرکت کے کوئی آثار نہیں ملتے ہیں لیکن جب کمپنی بہادر کو اتنی دور مرداد کے شرفار کی مدد لینی پڑی تو گمان غالب ہے کہ قاضی صاحب کے خاندان نے انگریزوں کی کوئی مدد نہیں کی ہوگی یا وہ بھی درپردہ باغیوں کے ساتھ ہوں گے۔ اور اسی کا اثر قاضی صاحب کی زندگی پر پڑا ہوگا۔

قاضی صاحب کا خاندان

قاضی صاحب کا خاندان سادات میں سے تھا اور بڑے زمینداروں میں شمار ہوتا تھا۔ اس خاندان میں قضار کا محکمہ کئی پشت تک رہا ہے اسی لئے قاضی

کا لفظ ان کے خاندان والوں کے نام کا جزو ہو گیا۔

قاضی صاحب کا جدی نسب نامہ یہ ہے:۔

قاضی احمد حسین بن قاضی سید عبداللطیف بن قاضی افضال حسین بن منشی اقبال بن واجد علی بن نظر علی بن محمد اسلم بن محمد روشن بن طیب بن شاہ محمد بن احمد بن مبارک ثانی بن محمود ثانی بن عیسیٰ بن حسین بن ابوالحسن بن قاضی فیض اللہ بن قاضی داؤد بن قاضی فیروز بن قاضی باقر بن قاضی احمد بن قاضی مبارک محمود بن احمد بن اسمٰعیل بن محمد بن جلال الدین بن جمال الدین بن بہاء الدین بن رکن الدین جہاں گشت بن حسن بن درویش بن شاہ محمد بن قطب الدین فتح جنگ ساکن حصار بن جہاں گیر بن باقر بن عالم بن فتح اللہ بن شمس الدین بن مبارک بن نصیر الدین بن محمد بن کمال الدین بن ابوالفرح بن احمد بن ظہیر الدین بن یوسف بن سیف الدین جعفر بن محمد دیباج بن جعفر صادق بن امام باقر بن امام زین العابدین بن امام حسین بن خلیفۂ چہارم حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ۔

قاضی صاحب کا ننہال عثمانی پیرزادوں میں تھا۔ ننہال کا نسب نامہ درج ذیل ہے۔

بی بی رحمت بنت شاہ عبدالعلی بن منشی محمد علی بن شاہ غلام امام بن شاہ جاراللہ بن محمد اعظم بن احمد المعروف بملا کبیر بن شاہ معروف بن شاہ منصور بن مخدوم برہان الدین بن خواجہ برخوردار بن خواجہ اسحاق بن خواجہ داؤد بن خواجہ سلیمان بن خواجہ عبدالقدوس بن خواجہ شبلی بن خواجہ محمد الملقب بہ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی بن خواجہ محمود بن خواجہ یعقوب بن خواجہ عیسیٰ بن خواجہ اسمٰعیل بن خواجہ محمد بن خواجہ ابوبکر بن خواجہ علی بن خواجہ عثمان بن خواجہ عبداللہ بن خواجہ شہاب الدین بن خواجہ عبدالرحمٰن گازرونی بن خواجہ عبدالعزیز سرخسی بن خواجہ خالد بن خواجہ بن ولید بن خواجہ عبدالعزیز بن خواجہ عبدالرحمٰن بن عبداللہ ثانی بن عبداللہ کبیر بن عبدالعزیز بن امیر عمرو بن سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہٗ۔

خواجہ محمد الملقب بہ جلال الدین کبیر الاولیا پانی پتی کے پر پوتے سلیمان بن عبدالقدوس اور ان کے لڑکے داؤد بن سلیمان تحصیل علم ظاہری و باطنی کے لئے بہار تشریف لائے کیونکہ بہار اس وقت مخدوم شرف الدین یحیٰ منیری اور ان کے خلفاء کی وجہ سے مشہور اور مرجع خلائق بن گیا تھا۔ ان دونوں حضرات کی قبریں محلہ بیگن آباد قصبہ بہار شریف میں ہیں۔ حضرت داؤد کی شادی بہار شریف کے ایک سید گھرانے میں ہوئی ان سے ایک لڑکے شاہ اسحٰق ہوئے۔ یہ کمسنی میں یتیم ہو گئے تھے اور مخدوم شعیب بن جلیل الدین کی تربیت میں رہے تھے۔ شیخ جلیل الدین مخدوم شیخ شرف الدین یحیٰ منیری کے بھائی تھے۔ شاہ اسحٰق نے مخدوم شعیب سے سلسلہ

فردوسی (جو سہروردیہ کی ایک شاخ ہے) کی اجازت وخلافت حاصل کی۔ شاہ اسحٰق کے پوتے مخدوم برہان الدین کی شادی گیا شہر سے تین میل دور بیتھو نامی مقام پر حضرت مخدوم شاہ درویش کی صاحبزادی سے ہوئی جو سید اشرف جہاں گیر سمنانی کچھوچھوی کی بہن کی اولاد سے تھیں۔ مخدوم برہان الدین کی قبر دیورہ ضلع گیا میں ہے اور ان کی اولاد گیا کی چار بستیوں دیورہ سملہ پیر بگہ اور مکارم چک میں آباد ہے۔

سملہ ضلع گیا میں شاہی جاگیر مل جانے کی وجہ سے بعض سجادگان واولاد سجادگان خانقاہ برہانیہ کا قیام اکثر سملہ میں رہتا تھا۔ انہی میں حضرت مولانا شاہ منشی محمد علیؒ تھے۔ ان کی قبر بھی سملہ میں ہے۔ انھوں نے ایسٹ انڈیا کمپنی میں ابتداءً ملازمت کرلی تھی لیکن ۱۸۵۷ء کی بغاوت کی تیاریاں ہونے لگیں تو انھوں نے ملازمت ترک کردی اور بار بار بلانے پر بھی نہیں گئے۔ ان کے چھوٹے لڑکے شاہ ابوالحسنؒ نے تو اس سے بھی آگے بڑھ کر اپنے علاقہ میں مریدوں سے جہاد کی بیعت لینا شروع کردی ان کے بڑے بھائی شاہ عبدالعلیؒ نے سجادگی قبول نہیں کی اپنی اولاد اور بیوہ بہن کی خدمت کے علاوہ اپنی مسجد میں نمازیں پڑھاتے اور شب بیداری اور عبادت میں مشغول رہتے۔

شاہ عبدالعلیؒ نے چار بیٹیاں اور دو بیٹے چھوڑ کر داعی اجل کو لبیک کہا ان سبھوں کی نگرانی اور شادی وغیرہ کے فرائض ان کے چچا شاہ ابوالحسنؒ نے انجام دیئے جو خانقاہ برہانیہ کے سجادہ نشیں تھے۔[1]

---

[1] شاہ عبدالعلیؒ کے اولاد میں بڑے الحاج خواجہ محمد خلیل تھے۔ جو عرصہ تک اپنی بہن زوجہ مرزا وصالی کے کرڈا اسٹیٹ کے نگراں رہے۔ حسن انتظام اور علمی ذوق میں اپنا جواب نہیں رکھتے تھے۔ حساب کتاب میں بہت صاف تھے۔ ایک بڑا کتب خانہ ان کے پاس تھا اخبار ورسائل منگاتے رہتے تھے۔ مشاہیر علماء سے پڑھا تھا اور دینی علوم پر حاوی تھے ان خوبیوں کے ساتھ ساتھ فرائض وواجبات ونوافل کی پوری پابندی تھی اپنے علاقہ کے عوام میں مقبول تھے اہل حاجت کو کبھی خالی ہاتھ واپس نہیں کیا۔ جب حکومت انگریزی نے لوکل بورڈوں کو انتخابی ادارہ بنادیا تو اس کے اولین انتخاب میں یہ امیدوار تھے لیکن اپنے حریف کے یہ کہنے پر کہ حضور کیلئے یہ دنیاوی ادارے مناسب نہیں ہیں اس حقیر کو جانے دیجئے اگر آپ اپنا نام واپس نہیں لیں گے تو میں اپنا نام واپس لوں گا میں اللہ والوں سے لڑنا نہیں چاہتا ہوں لیکن اللہ والوں کی یہ جگہ نہیں ہے انھوں نے اپنا نام واپس لے لیا اور اس کے بعد پھر کبھی سیاست میں حصہ نہیں لیا بجز ان کے کہ ووٹ اس امیدوار کو دیتے رہے جس کی حمایت امارت شرعیہ اور جمعیۃ علماء کی۔ شاہ عبدالعلی صاحب کے دوسرے بیٹے شاہ شریف تھے۔ مذہبی تعلیم حاصل کرنے کے علاوہ انگریزی بھی پڑھی تھی تصوف

بی بی رحمت شاہ عبدالعلیؒ کی منجھلی بیٹی تھیں بشروع سے عبادات وریاضت کی طرف میلان تھا۔ یہ ذوق شادی کے بعد اور بڑھا روحانی طور پر خوب ترقی کی اور کثرت سے مکاشفات ہونے لگے۔ جب ان کے شوہر قاضی عبداللطیف کا انتقال ہوگیا تو عبادات میں ان کی مشغولی اور زیادہ ہوگئی۔ جن اذکار کی اجازت ان کو تھی ان کی اجازت انھوں نے راقم کے بڑے بھائی مرحوم شاہ عیسیٰ صاحب عثمانی کو دے دی تھی۔

قاضی صاحب کی پیدائش اور ابتدائی سرگرمیاں

قاضی عبداللطیفؒ کے دو لڑکے تھے ایک قاضی احمد حسین دوسرے قاضی محمد حسین۔ قاضی احمد حسین کی پیدائش ۱۸۸۸ء میں ہوئی تھی۔ یہ بڑے بھائی تھے۔ ان کی ۱۴ برس کی عمر تھی کہ ان کے والد کا انتقال ہوگیا۔ قاضی عبداللطیف صاحب نے بہت بڑی جایداد چھوڑی تھی اس کا دیکھنے والا کوئی نہ تھا۔ قاضی احمد حسین صاحب نے باوجود کمسنی جایداد کی دیکھ بھال شروع کی اور اپنے چھوٹے بھائی کو علی گڈھ تعلیم کے لئے بھیج دیا۔

اپنے والد کے انتقال تک یعنی ۱۴ سال کی عمر میں قاضی صاحب نے قرآن حفظ کرلیا تھا اور اردو فارسی کی کتابیں پڑھی تھیں اس سے آگے ان کی کوئی باقاعدہ تعلیم نہیں ہوئی۔ لیکن مسلسل مطالعہ اور جدید وقدیم علماء کی صحبت نے ان کے علم میں جلا پیدا کردی تھی اور ذہن رسا نے بڑے بڑے مسائل کو سمجھنے اور بڑی بڑی گتھیوں کو حل کرنے کی ان میں طاقت وصلاحیت پیدا کردی تھی۔ یہ ذہن رسا اور فکر ارجمند انھیں مبدأ فیض سے ودلیت ہوا تھا۔

بی بی رحمت کے چچا شاہ ابوالحسنؒ جنھوں نے بی بی رحمت اور ان کے سب بھائی بہنوں کی شادی کی تھی جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا خانقاہ برہانیہ دیورہ کے سجادہ نشیں تھے اور خانقاہی ذمہ داریوں کے ساتھ ساتھ لوگوں سے بیعت جہاد بھی لیتے رہتے تھے ان کی بار بار کی زیارت نے ان کے اندر تصوف سے دلچسپی پیدا کردی تھی اور انگریزوں کی مخالفت کا شوق بھی۔

قاضی صاحب کے سنجھلے خالو میر ابوصالح صاحب مرحوم گیا ضلع کے سب سے بڑے نواب تھے اور مذہبی آدمی بھی تھے۔ شہر کے تمام علماء دین ایک خاص وقت میں روزانہ ان کے یہاں جمع ہوتے تھے اور مذہبی امور پر

مم کا رنگ غالب تھا۔ تقریباً اپنی چالیس برس کی عمر کے بعد انھوں نے ایسے کام نہیں کئے جو بعض صوفیا کے یہاں رائج ہیں اور جن کو لوگ بدعت کہتے ہیں لیکن ذکر وفکر ان کا محبوب مشغلہ تھا۔

تبادلۂ خیال ہوتا تھا۔ قاضی صاحب شاہ ابوالحسن کے بہت معتقد تھے اس اعتقاد کی وجہ سے وہ اپنے نانیہال کے لوگوں سے زیادہ قریب ہوگئے تھے کہا کرتے تھے کہ سملہ کے لوگوں سے بہت خیر پھیلا ہے۔

بیعتِ ارادت

اپنی جایداد سنبھالنے کے بعد قاضی صاحب کے دل میں اپنے تزکیۂ نفس اور اس کے لئے سالک طریقت کے ہاتھ پر بیعت ہونے کا جذبہ پیدا ہوا لیکن اہل سملہ سے عقیدت ومحبت کے باوجود انھوں نے اپنے مرحوم باپ کی محبت میں چاہا کہ جہاں ان کے والدین مرید ہوئے تھے وہاں مرید ہوں۔ لیکن ان کے والد کے پیر شاہ شاہد حسینؒ کا انتقال ہوچکا تھا۔ اس لئے انھوں نے پتہ چلایا کہ ایسے کون بزرگ زندہ ہیں جن کا سلسلہ بیعت شاہ شاہد حسینؒ کے سلسلۂ بیعت سے قریب ہو ان کو معلوم ہوا کہ مولانا عبدالعلیم آسی اسی سلسلہ کے بزرگ ہیں چنانچہ جون پور جاکر ان سے بیعت ہوئے لیکن تصوف کی تعلیم انھوں نے زیادہ تر اپنی والدہ اور اپنے نانیہال والوں سے حاصل کی۔

سماجی اور ملّی سرگرمیوں کا آغاز

جب قاضی صاحب اپنی جایداد دیکھ رہے تھے ان کو بہت چھوٹے پیمانہ پر پبلک کاموں کا شوق ہوا کارکردگی کی قوت تو ہر آدمی میں ہوتی ہی ہے یہ اللہ کی توفیق ہے کہ یہ قوت صحیح راہ میں استعمال ہو۔ قاضی صاحب میں کارکردگی کی قوت بدرجۂ غایت موجود تھی چنانچہ انھوں نے اپنی اس قوت کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے عامتہ الناس کو علم کی روشنی پہنچانے کی طرف صرف کیا اور اپنی بستی میں "تعلیم بالغان" کی تحریک کی ابتدا کی اس وقت ہندوستان میں لوگ اس اصطلاح سے آشنا نہ تھے۔ یہ قاضی صاحب کی ذہانت اور ذوق خدمت کی دلیل ہے کہ اس وقت وہ کچھ دوستوں کی مدد سے لوگوں کو لکھنا پڑھنا سکھانے لگے۔ ہندوستان میں تعلیم بالغان کا کام بلکہ اس کا تصور بہت بعد میں پیدا ہوا۔ مجھ سے آغا محمد حسین مرحوم نے جو قاضی صاحب کے دوستوں اور ہم عمروں اور ہم وطنوں میں تھے کہتے تھے کہ ایک وقت ایسا آگیا تھا کہ ان کی بستی میں کوئی ان پڑھ نہیں رہا تھا۔ سب حروف آشنا اور اکثر لکھنے پڑھنے کے قابل ہوگئے تھے۔

چھوٹے بھائی کی شادی

جب قاضی محمد حسین صاحب علی گڑھ سے واپس تشریف لائے تو قاضی احمد حسین صاحب نے ان کی شادی اپنی بڑی خالہ کی لڑکی سے کردی جن کا نام امینہ تھا۔

قاضی صاحب کی بڑی خالہ کی شادی ان کے چچازاد بھائی یعنی شاہ ابوالحسنؒ کے بڑے صاحبزادہ حکیم شاہ

مجیب الحق صاحب سے ہوئی تھی جو سلہ میں ہی رہتے تھے اس طرح قاضی محمد حسین صاحب کی اہلیہ ماں اور باپ دونوں طرف سے عثمانی خاندان سے تعلق رکھتی تھیں چھوٹے بھائی کی شادی پہلے کر دینے کی وجہ یہ تھی کہ خود قاضی احمد حسین صاحب انقلابی سرگرمیوں میں شریک ہو گئے تھے اور اس لئے اپنی شادی کرنا نہیں چاہتے تھے۔



تیسرا باب

سیاسی وسماجی سرگرمیوں کا ابتدائی دور

عنفوانِ شباب کا زمانہ تھا۔ قاضی صاحب کے کئی دوست کلکتہ میں پڑھ رہے تھے۔ قاضی صاحب ان سے ملنے اکثر کلکتہ جاتے تھے۔ جہاں طلبہ میں سیاسی شعور بیدار تھا اور مزاج میں انقلابیت تھی۔ انگریزی حکومت کے خلاف گرم گرم ہوائیں چلتی رہتی تھیں۔ حکام پر متشددانہ حملے ہوتے رہتے تھے۔ آزادی کا نشہ مسلمان نوجوانوں پر تو کم لیکن ہندو نوجوانوں پر بہت تیزی سے چڑھ رہا تھا۔ قاضی صاحب کا انقلاب پسند طلبہ سے ملنا جلنا ہوا بعض طلبہ اپنی دہشت انگیز خفیہ تنظیم بھی قائم کئے ہوئے تھے۔ اور مسز اینی بسنٹ کی ہوم رول میں بھی شریک تھے۔ قاضی صاحب بھی دونوں قسم کی تحریکات سے وابستہ ہوئے۔ یہ زمانہ ۱۹۰۶ء کا تھا جبکہ قاضی صاحب کی رگوں میں شباب کا خون دوڑ رہا تھا بعض جوانوں کو اس عمر میں رنگ رلیوں کا شوق ہوتا ہے سینما کا شوق ہوتا ہے عہدے اور حکومت کا شوق ہوتا ہے آرام وراحت کا شوق ہوتا ہے قاضی صاحب عام نوجوانوں میں نہ تھے وہ ان نوجوانوں کے گروہ سے تعلق رکھتے تھے جو مرنے کا شوق رکھتے تھے تباہ وبرباد ہونے کا شوق رکھتے تھے خدا کے غریب بندوں کی خدمت کے لئے اور ملک کی آزادی وحریت کے لئے ان کا خونِ گرم ان کو انقلاب پر اکسا رہا تھا۔ بے غیرتوں اور کاسہ لیسانِ حکومت کی راہ چھوڑ کر غیرت وحمیت کی راہ پر چلنے کو کہہ رہا تھا چنانچہ قاضی صاحب نے ہندوستان کے مختلف صوبوں کا دورہ کیا اور جو نوجوان

دہشت انگیز تحریک میں شرکت پر راضی ہوتے ان کو پستول اور دیگر ہتھیار حاصل کرکے دیتے رہے۔

اینی بسنٹ قاضی صاحب کی صلاحیت اور ذوقِ عمل سے بہت متاثر ہوگئی تھیں ڈاکٹر قمرالدین صاحب

نے جو خود بھی ہوم رول میں شریک تھے اور جن کا مولانا آزاد سے بھی ملنا جلنا تھا یہ بتایا کہ اینی بسنٹ نے ان سے کہا کہ ۔

" قاضی صاحب کے چہرے اور بات چیت سے بہت ذہانت ٹپکتی ہے ابھی تو یہ بہت کمسن ہیں لیکن میں سمجھتی ہوں کہ اگر ان کی سرگرمیاں اسی طرح جاری رہیں اور وہ حکام کی زد سے بچتے رہے تو آئندہ چل کر ملک کے مفاد میں وہ بڑے بڑے کام کریں گے "۔

مسٹر مظہر الحق مرحوم سے ربط

اینی بسنٹ "ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ" کے تحت گرفتار کرلی گئیں تو قاضی صاحب کا ربط مسٹر مظہر الحق سے زیادہ بڑھا کیونکہ وہ بھی ہوم رول کے حامی تھے۔

مظہر الحق مرحوم بہار کے ممتاز بیرسٹر تھے گاندھی جی کے لندن کے ساتھی تھے ان سے بہت ہندو مسلمان کارکنوں نے تربیت حاصل کی تھی انہی میں ڈاکٹر راجندر پرشاد اور پروفیسر عبدالباری بھی ہیں۔ جب مسجد کانپور کی حفاظت میں کانپور کے مسلمان اٹھ کھڑے ہوئے اور شہید زخمی اور بہت بڑی تعداد میں گرفتار ہوئے تو یہی مظہر الحق تھے جنھوں نے مسلمانوں کا کیس اپنے ہاتھوں میں لیا اور ہندوستان بھر کے ممتاز مسلمان وکلا نے ان کی قیادت میں مسلمان ماخوذین کی حمایت کی اور ان کو رہا کرایا۔

مظہر الحق صاحب صداقت آشرم پٹنہ جہاں آج صوبہ بہار کی کانگریس کا دفتر ہے اور نیشنل کالج پٹنہ کے بانی تھے اور ڈاکٹر محمود مرحوم سابق کانگریسی وزیر کے سسر ہوتے تھے ان کے کالج میں پڑھانے کی وجہ سے عبدالباری مرحوم پروفیسر عبدالباری ہوئے خلافت تحریک کے دوسرے لیڈروں کی طرح مظہر الحق صاحب نے بھی اپنا لباس بدل لیا تھا۔ وہ پہلے سوٹ پہنتے ٹائی لگاتے اور داڑھی مونڈتے تھے خلافت تحریک میں آئے تو بڑی سی داڑھی رکھ لی اور کھادی کا کرتا پیجامہ پہننے لگے۔

ترک مجاہدین کے حامیوں کی رہائی کا مسئلہ اور قاضی صاحب

اینی بسنٹ اس الزام میں گرفتار ہوئی تھیں کہ وہ ہوم رول کے مطالبہ کی حمایت میں ایجی ٹیشن کرتی ہیں، ان کے علاوہ بہت سے مسلمان رہنما بھی ترکوں کی حمایت کے الزام میں گرفتار ہوئے مولانا محمد علی جوہر شوکت علی ظفر علی خاں مولانا ابوالکلام آزاد بھی گرفتار کئے گئے اس زمانہ میں مظہر الحق صاحب امپیریل کانسل کے ممبر تھے۔ جناح صاحب بھی امپیریل کانسل کے ممبر تھے لیکن جناح صاحب نے نہ تو خلافت تحریک سے کوئی دلچسپی لی اور نہ علی برادران وغیرہ کی گرفتاری کے خلاف کوئی احتجاج کیا کیونکہ وہ ہر ایسی تحریک

کے خلاف تھے جس میں سرکار برطانیہ کے خلاف تشدد کی ذرا بھی بو آئے اور مولانا محمد علی جوہر پر الزام تھا کہ انھوں نے شاہ افغانستان کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی ہے اور مولانا ابوالکلام آزاد پر یہ الزام تھا کہ وہ بنگال میں اور بنگال کے باہر تشدد پسند انقلابیوں سے ربط رکھتے ہیں جن کا مقصد بغاوت کرنا ہے وہ ان حضرات کی رہائی کا مطالبہ کیوں کر کر سکتے تھے۔ وہ دستور کے اندر رہ کر ہندوستان کی اندرونی خود مختاری کے مطالبہ کے قابل تھے۔ مکمل آزادی کو قابل عمل نہیں سمجھتے تھے۔ یہ خیال ان کا آخر وقت تک رہا انھوں نے آزاد پاکستان کا مطالبہ بھی اس بنا پر کیا کہ انگریز آخر کار ہندوستان چھوڑ کر جانے کو سوچنے لگے اور جناح صاحب کانگریس کی عوامی حکومت کے تصور کو اپنا نہیں سکے تھے۔ بہر حال اینی بسنٹ کی شخصیت جناح کی نظروں میں قابل ہمدردی تھی کیونکہ وہ صرف ہوم رول کا مطالبہ کر رہی تھیں اور انگریزی حکومت نے بھی ان کے جرم کو علی برادران اور مولانا ابوالکلام آزاد کے جرم کے مقابلہ میں ہلکا بتایا تھا۔ چنانچہ انھوں نے امپیریل کانسل کے جلسہ میں صرف ان کی رہائی کے بارے میں دریافت کیا کہ ان کو رہا کرنے کی رائے ہے یا نہیں اور حکومت کے نمائیدہ نے بتایا کہ حکومت اس پر غور کر رہی ہے اور پھر وہ رہا کر دی گئیں۔ اسی امپیریل کانسل کے جلسہ میں مظہرالحق مرحوم نے علی برادران وغیرہ کی حمایت میں درج ذیل تقریر کی۔

"بعض مقامی حکومتوں نے ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے سلسلہ میں جو طریقہ اختیار کیا ہے میں پوری قوت سے اس کی مخالفت کرتا ہوں۔ با اثر حضرات، وہ حضرات جن سے تمام فرقوں کے لوگ محبت کرتے ہیں ایک صبح کو پولیس کے ہاتھوں پکڑے گئے اور فوراً نظر بند کر دئے گئے۔ کوئی نہیں جانتا کہ ان کا کیا قصور ہے۔ اگر لوگ جانتے کہ ان کا کیا قصور ہے تو شاید وہ مطمئن اور خاموش رہتے۔ اگر لوگ جانتے کہ ان کو نظر بند تو کر دیا گیا ہے لیکن ایک ذمہ دار افسران کے معاملہ میں پوری احتیاط سے غور کر رہا ہے ایسا افسر جس پر عوام کو بھروسہ ہو تو ان میں حکومت کے خلاف بیزاری نہ ہوتی۔ جناب والا! ہمارا فرقے کے لوگ یعنی مسلمان اس ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کی گرفت میں زیادہ آئے ہیں۔ وہ مسلمان رہنما نظر بند کردئے گئے ہیں جن سے ملک کے تمام مسلمان محبت کرتے ہیں اور پوری مسلمان ملت ناواقف ہے کہ ان کو کیوں گرفتار کیا گیا اور ان کا کیا قصور ہے۔ اگر ہم ان کا قصور جانتے اگر ہم کو معلوم ہوتا کہ ان کے مقدمات کی جانچ ذمہ دار افسر کر رہے ہیں تو ہم کوئی اعتراض نہ کرتے۔ ہم کو صدمہ تو ہوتا لیکن ہم

مخالفت نہیں کرتے۔ یہ بات ذمہ داری کے خلاف ہوگی اگر میں خاموش رہوں اور حکومت کو یہ نہیں بتاؤں کہ مولانا محمد علی مولانا شوکت علی مولانا ظفر علی خاں اور مولانا ابوالکلام آزاد وغیرہ کی گرفتاری پر پورے ہندوستان کے مسلمان افسردہ اور مغموم ہیں مسلمانوں میں ان حضرات کی بڑی عزت ہے اور ان کو بدقسمتی سے یہ نہیں معلوم ہے کہ ان نظربندوں کا کیا قصور ہے اگر ان کا کوئی قصور ہے تو ان کو نظربند رکھئے ہم سب حکومت کا ساتھ دیں گے لیکن خدا کا واسطہ! ان کا قصور بتایئے۔ بتایئے کہ یہ کیوں نظربند کئے گئے ہیں۔ اگر کوئی مشاورتی (Advisory) مجلس ہے جس کی تجویز دادا بھائی اور مسٹر چندا نے رکھی تھی اور اس مجلس نے یہ بتایا ہے کہ یہ لوگ قصوروار ہیں تو ٹھیک ہے کم سے کم مسلمانوں کو معلوم ہونا چاہئے کہ ان لوگوں کے خلاف شہادتیں موجود ہیں اور شبہات کے قوی اسباب نظر آتے ہیں"۔

(گزٹ آف انڈیا حصہ ششم مورخہ ۳ مارچ ۱۹۱۶ء صفحات ۲۲۰-۲۱۲)

وزیر امن و قانون نے اسی وقت مظہرالحق صاحب کو جواب دیا اور کہا کہ "جو لوگ کھلے عام حکومت برطانیہ کے خلاف لکھتے اور بولتے رہے ہیں ان کے لئے اس کی ضرورت نہیں ہے کہ کوئی افسران کے مقدمات پر نظرثانی کرے ان کی باتیں تو ہر شخص جانتا ہے اور جن پر یہ الزام ہے کہ وہ حکومت برطانیہ کے خلاف سازش کر رہے تھے بغاوت کے لئے ہتھیار حاصل کر رہے تھے اور تقسیم کر رہے تھے ان کے مقدمات پر نظرثانی کرنے کے لئے حکومت ہند نے مقامی حکومتوں سے سفارش کی تھی تاکہ کوئی شخص اگر واقعی مجرم نہیں ہے تو وہ سختی کی زد میں نہ آئے لیکن بنگال کی حکومت نے یہ بتایا کہ جو لوگ امن و قانون کے ذمہ دار ہیں ان سے باہر کسی کے سامنے یہ صیغۂ راز کے کاغذات نہیں رکھے جاسکتے اور نہ ایسے مجرموں کے نام بتائے جاسکتے ہیں" سرکاری نمائندے کے اس بیان میں جیسا کہ لوگوں نے قیاس کیا پہلی قسم سے مراد مولانا محمد علی جوہر تھے چونکہ ان پر سے شاہ افغانستان کو دعوت دینے کے الزام کو واپس لے لیا گیا تھا۔ دعوت نامہ اتنا جعلی اور فرضی تھا کہ حکومت اس الزام پر زور نہیں دے سکتی تھی۔ محمد علی جوہر کے وکیل نے اس الزام کو پوری قوت سے چیلنج کیا تھا وکیل موصوف نے دوسری بات یہ کہی تھی کہ کامریڈ اخبار ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے نفاذ سے پہلے ہی بند کر دیا گیا تھا اس لئے اس ایکٹ کے تحت اس الزام میں گرفتار نہیں کیا جاسکتا کہ انھوں نے اپنے اخبار میں ترکوں سے ہمدردی کا اظہار کیا تھا لیکن حکومت نے ان کے اس دوسرے استدلال کو نہیں مانا اسی لئے محمد علی جوہر کو اس قسم میں رکھا جو حکومت

کے خلاف کھلے عام لکھتے اور بولتے رہتے ہیں۔

دوسری قسم سے مراد مولانا ابوالکلام آزاد تھے۔ اسی لئے بنگال کی حکومت کی رائے کو اہمیت دی گئی۔

جب مظہر الحق صاحب پٹنہ تشریف لائے تو قاضی صاحب ان سے ملے اور اُنھوں نے مسلمانوں کی حمایت میں جو تقریر کی اسے سراہا اور انھوں نے علی برادران اور مولانا ابوالکلام آزاد کی نظر بندی کے خلاف جس بیزاری کا برملا اظہار کیا اس پر ان کو مبارکباد دی۔ قاضی صاحب نے یہ بھی کہا کہ محمد علی جناح نے جو روش اختیار کی اس سے مسلمانوں میں ناراضی ہے۔ انھوں نے مسلمان نظر بندوں کی حمایت میں زبان نہیں کھولی۔ مظہر الحق نے جواباً کہا کہ ان کے ددھیال کے لوگ ہندو ہیں۔ انھوں نے شادی پارسی گھرانے میں کی۔ ان کے مذہب کے سب سے بڑے آدمی آغا خاں علی الاعلان ترکوں کی مخالفت اور برطانیہ کی حمایت کر رہے ہیں اس لئے ان کا ماحول مختلف ہے اور قدرتی طور پر ان کا نقطہ نظر مختلف ہے۔

رہا ہونے کے بعد اینی بسنٹ نے اپنے بیان میں حکومت کی اس کارروائی کو ناجائز قرار دیا جس بنا پر اتنے سارے مسلمان نظر بند ہیں۔ انھوں نے بیان دیا کہ علی برادران نے تاج برطانیہ کی مخالفت میں نہیں بلکہ ترکی خلافت کی ہمدردی میں تشویش کا اظہار کیا تھا جو ان کا اور مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ تھا۔ حکومت کا فرض تھا کہ وہ ان کو اور مسلمانوں کو مطمئن کرتی" اینی بسنٹ نے تجویز رکھی کہ ان نظر بندوں کی رہائی کے لئے عدالت میں چارہ جوئی کی جائے اس غرض سے انھوں نے اینی بسنٹ فنڈ کے نام سے فنڈ قائم کیا تاکہ سرمایہ جمع کر کے مقدمہ لڑا جائے۔ والدۂ محمد علی نے جن کو بی اماں کہا جاتا تھا اپنے مکتوب مورخہ ۱۱ر دسمبر ۱۹۱۷ء میں اس کی تائید کی۔ فنڈ جمع کرنے کی غرض سے ایک ادارہ قائم کیا گیا جس کا نام سنٹرل بیورو برائے نظر بندان مسلمین رکھا گیا۔ ڈاکٹر انصاری اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن اس کے سکریٹری ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب نے بی اماں اور اینی بسنٹ کے خطوط اور علی برادران کی تصاویر کتابی شکل میں اس غرض سے شائع کیں کہ ان کی آمدنی اینی بسنٹ فنڈ میں جمع کی جائے اس کتاب پر فتحپوری مارچ ۱۹۱۸ء درج ہے۔

اینی بسنٹ وائسرائے سے بھی ملیں اور ان سے کہا کہ "جس طرح ان کو یعنی اینی بسنٹ کو رہا کر دیا گیا ہے اسی طرح علی برادران کو بھی رہا کر دیا جائے" لیکن وائسرائے نے جواب دیا کہ اینی بسنٹ کا مسئلہ اور علی برادران کا مسئلہ ایک نہیں ہے۔ اینی بسنٹ ہوم رول کا مطالبہ کرتی ہیں جس کا مطلب دستور کی اصلاح ہے اور محمد علی تاج برطانیہ کے دشمن ترکوں کی حمایت کرتے ہیں۔ اینی بسنٹ نے کہا کہ وہ علی برادران کو محب وطن سمجھتی ہیں۔ علی برادران ہندستان

کے مفاد کے خلاف ہرگز کسی مسلمان ملک کی حمایت نہیں کر سکتے

ابوالکلام آزاد کا معاملہ گفتگو میں سامنے نہیں آیا کیونکہ ان پر الزام تھا کہ وہ ہندوستان سے باہر بھاگے ہوئے باغیوں سے ربط رکھتے ہیں اور تشدد پسند بنگالیوں کا ساتھ دیتے ہیں۔ سوائے مظہرالحق صاحب کے کسی نے بھی حکومت کے سامنے ان کا نام لینے کی ہمت نہیں کی۔

اینی بسنت نے اپنے ایک بیان میں کہا تھا اتنی بڑی تعداد میں مسلمان بغیر وجہ بتائے گرفتار کئے گئے ہیں اور نظر بند ہیں۔ یہ ایک قابل اصلاح امر ہے اور اصلاح جب ہی ہو سکتی ہے جبکہ موجودہ حکومت ختم ہو اور ہوم رول کا مطالبہ منظور ہو جب ایسی حکومت بنے گی جو عوام کے سامنے ذمہ دار ہو تو اسے عوام کے جذبات کا خیال کرنا پڑے گا۔" کانگریس نے بھی اس طرح کی تجویز منظور کر لی تھی۔ تلک کی تحریر پر اور جنا داس (بمبئی) سیبہ مورتی (مدراس) پنڈت گوکارن ناتھ (لکھنؤ) عبدالمجید خواجہ (علی گڑھ) کی تائید سے نظر بندوں کی حمایت میں کانگریس نے حسب ذیل تجویز منظور کی تھی۔

"یہ کانگریس حکومت پر زور دیتی ہے کہ محمد علی شوکت علی کو جو اکتوبر ۱۹۱۵ء سے گرفتار ہیں (یہ تجویز ۱۹۱۷ء کی ہے) فوراً رہا کر دیا جائے۔ یہ لوگ مسلمانان ہند کے عام احساسات کے ساتھ ہیں جو کسی طرح بھی تاج برطانیہ کی وفاداری کے خلاف نہیں۔"

اسی طرح مسلم لیگ نے بھی حسب ذیل تجویز منظور کی جس کی تحریک فضل الحق سابق وزیر تعلیم بنگال نے کی تھی اور تائید ظہور احمد صاحب (الہ آباد) ڈاکٹر سیف الدین کچلو (پنجاب) اور شفیع داودی صاحب (بہار) نے کی تھی۔

"مسلم لیگ کے خیال میں مولانا محمد علی جوہر نے جو رائے ظاہر کی تھی وہ مسلمانوں کی عام رائے کی ترجمانی تھی جو خالص مذہبی بنیادوں پر تھی اور تاج برطانیہ کی مخالفت میں ذرہ برابر بھی نہیں تھی۔ محمد علی پر جو الزامات حکومت نے لگائے ہیں مسلم لیگ کا یہ جلسہ ان کو بے بنیاد سمجھتا ہے اور مسلمانان ہند کی خواہش پر محمد علی کی رہائی کے لئے قانون کے اندر رہ کر ایجی ٹیشن کرنے کا عزم کرتا ہے۔"

واضح رہے کہ یہ محمد علی جناح کی مسلم لیگ نہیں تھی۔ یہ علاحدہ مسلم لیگ تھی اور اس پر ترقی پسندوں نے قبضہ کر دیا تھا اور اس کے صدر محمد علی جوہر منتخب ہوئے تھے جو نظر بند رہنے کی وجہ سے شریک نہ ہو سکے تھے۔ محمد علی جوہر اور محمد علی جناح کبھی ایک رائے پر متفق نہیں ہوئے حتیٰ کہ جب جناح کے چودہ نکات کا ہنگامہ تھا

اس وقت محمد علی جوہر علاج کے بعد یورپ سے واپس آئے تھے اور پٹنہ میں شفیع داودی صاحب کی کوششوں سے مسلمانان ہند کی مؤتمر منعقد ہوئی تھی محمد علی جوہر اس مؤتمر کے صدر تھے انھوں نے جناح صاحب کے جداگانہ انتخاب کی حمایت نہیں کی اور یہ تجویز پیش کی کہ انتخابات میں امیدوار کو اس وقت کامیاب سمجھا جائے گا جبکہ وہ دوسرے فرقہ کے کم از کم ایک تہائی ووٹ حاصل کر سکے۔ نہرو رپورٹ کے معاملہ میں بھی محمد علی جوہر کے نقطۂ نظر میں اختلاف تھا۔ محمد علی جوہر اس کے اس لئے مخالف تھے کہ اس رپورٹ میں مکمل آزادی کا مطالبہ نہ تھا اور جناح صاحب اس کے اس لئے حامی تھے کہ اس میں برطانیہ کے ماتحت آزادی کا تصور پیش کیا گیا تھا۔ جب کانگریس نے جناح صاحب کے چودہ نکات نہیں مانے تو انھوں نے نہرو رپورٹ کی مخالفت شروع کر دی۔ قاضی صاحب محمد علی جوہر کے ساتھ تھے اور جس طرح محمد علی جوہر کا تعلق کانگریس سے برائے نام رہ گیا تھا قاضی صاحب کا تعلق بھی کانگریس سے برائے نام رہا یہاں تک کہ میکڈانلڈ نے کمیونل اوارڈ کے ذریعہ جناح کے چودہ نکات منظور کر لئے اور پھر ڈاکٹر انصاری کے زور دینے پر کانگریس نے بھی اس کو قبول کر لیا۔ اور مکمل آزادی کا مطالبہ کیا جب وجہ اختلاف ختم ہو گیا تو سنہ ۱۹۳۰ء میں جمعیۃ علماء امارت شرعیہ اور قاضی احمد حسین صاحب نے کانگریس کی تحریک آزادی کی حمایت شروع کر دی۔

بہر حال دونوں کاروائیوں سے یہ بات واضح ہو جائے گی کہ محمد علی جناح کہیں بھی نہیں ہیں دوسری بات یہ واضح ہوتی ہے کہ ان لیڈروں نے مولانا آزاد کی رہائی کے مطالبہ کی ہمت نہیں کی کیونکہ ان پر زیادہ سخت الزامات تھے اور ان الزامات کی برأت میں مولانا آزاد نے کچھ کہا بھی نہیں تھا۔ اس موقعہ پر مظہر الحق صاحب کی داد دینی پڑے گی جنھوں نے کمال جرأت سے اور مولانا آزاد سے بعض قریبی تعلق رکھنے والوں قاضی احمد حسینؒ وغیرہ کی وجہ سے مولانا آزاد کا نام حکومت کے سامنے امپریل کانسل میں لیا اور ان کی رہائی کا مطالبہ کیا۔

آرہ کا فساد اور قاضی صاحب کا مولانا محمد علی جوہر کو تار دینا

اسی زمانہ میں گیا شاہ آباد اور پٹنہ کے بعض علاقوں میں ہندو مسلم فساد پھوٹ پڑا۔ قاضی صاحب نے اس موقعہ پر ریلیف کا کام انجام دیا۔ اور لیڈروں کو بذریعہ تار اس واقعہ کی اطلاع دی انھوں نے اس طرح کا تار مولانا محمد علی جوہر کو چھندوارہ بھیجا جہاں وہ نظر بند تھے بی اماں نے قاضی احمد حسین صاحب کا یہ تار پا کر مسز اینی بسنت کو اپنے خط میں اس واقعہ کی

طرف فوراً توجہ دلائی بی اماں کے خط کا اقتباس درج ذیل ہے:

"گزشتہ بقرعید کے موقعہ پر گیا شاہ آباد اور پٹنہ کے بعض علاقوں میں جو واقعات ہوئے اس کا ہندوستان کے مسلمانوں پر گہرا اثر پڑا ہے۔ مجھ کو یقین ہے کہ آپ کو بھی اس کا اتنا ہی غم ہوگا جتنا مجھ کو غم ہوا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ مذہبی تعصبات کو کم کرنے کی ہماری کوششیں ناکافی ہیں۔ ایسے واقعات سے حکومت کو حیلہ ملے گا اور وہ کہے گی کہ ہندوستانی اپنے آپ پر حکومت کرنے کے قابل نہیں ہیں"۔

(خط بی اماں ۱۱ر دسمبر ۱۷ء)

مولانا آزاد سے تعلقات اور الہلال کے اجراء میں قاضی صاحب کا مالی تعاون

کلکتہ میں گیا کے ایک قمرالدین صاحب تھے جو میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے۔ جو بعد میں ڈاکٹر قمرالدین کے نام سے مشہور ہوئے۔ وہ قاضی احمد حسین صاحب کے عزیز اور دوست تھے۔ ڈاکٹر قمرالدین صاحب کا مولانا آزاد کے یہاں آنا جانا ہوتا تھا۔ انھوں نے مولانا سے قاضی صاحب کا تعارف کرایا کہ قاضی صاحب بھی آتشد دلپسندوں کی تحریک سے سرگرم تعلق رکھتے ہیں۔ چنانچہ مولانا آزاد اور قاضی احمد حسین صاحب کا ملنا جلنا شروع ہوا۔ دونوں کی رائے ہوئی کہ مسلمانوں کو متحرک کرنے کے لئے ایک اخبار نکالا جائے۔ راقم الحروف سے فضل الرحمٰن صاحب مختار مرحوم سابق ام ال سی بہار نے جو بہت پرانے سیاسی کارکن تھے کہا تھا کہ "قاضی احمد حسین کو مولانا آزاد نے اس لئے پارلیمنٹ کا ممبر بنوایا کہ وہ الہلال نکالنے کے لئے مولانا آزاد کو دس ہزار روپے دے چکے تھے"۔ ظاہر ہے اُس زمانہ کی ارزانی میں دس ہزار کی رقم بہت بڑی رقم تھی۔ مجھ سے قاضی صاحب نے کبھی باوجود ساتھ رہنے کے یہ بات نہیں کہی تھی۔ قاضی صاحب عالی ظرف انسان تھے اپنی زبان سے وہ یہ بات کیونکر کہتے۔ جب فضل الرحمٰن ام ال سی نے اس بات کا تذکرہ بہت لوگوں سے کیا اور جناب احمد نور صاحب۔ سابق نائب وزیر بہار کو بھی بتایا تو میں نے قاضی صاحب سے دریافت کیا۔ انھوں نے اثبات میں جواب دیا لیکن یہ کہا کہ وہ صاحب کم فہم ہیں بھلا مولانا مجھ کو محض مالی تعاون کی وجہ سے پارلیمنٹ کا ممبر کیوں بنواتے"۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ مولانا آزاد خلافت کے لیڈروں کو پارلیمنٹ میں لانا چاہتے تھے بیشتر ختم ہو چکے تھے یہ زندہ تھے اس لئے مولانا نے ان کو پارلیمنٹ کا ممبر بنایا۔

مولانا سجادؒ سے تعلقات اور مدرسۂ انوار العلوم کا قیام

کلکتہ سے مولانا آزاد کا "الہلال" نکلنا شروع ہو گیا تھا اور دو چار پرچے ابھی شائع ہوئے تھے کہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ الہ آباد سے آ کر گیا میں مقیم ہوئے مولانا بہار شریف کے رہنے والے تھے بہار شریف اور الہ آباد میں تعلیم پائی تھی۔ پھر بہار شریف اور الہ آباد میں مدرس رہے تھے۔ اب گیا تشریف لائے تو اس ارادہ کے ساتھ آئے کہ یہاں ایک مدرسہ کا قیام عمل میں آئے۔

گیا میں قاضی احمد حسین صاحب کی ایک خالہ نے جو نیک کاموں میں دل کھول کر روپے خرچ کرتی تھیں مخیرہ ہونے کی وجہ سے سرکار عالیہ کہلاتی تھیں ایک بڑی رقم قاضی صاحب کی سفارش پر مولانا کو مدرسہ کھولنے کے لئے دی اور سرکار عالیہ کے داماد قاضی انوار احمد صاحب کے نام پر کہ ان کو کوئی اولاد نرینہ نہ تھی مدرسۂ انوار العلوم کے نام سے مدرسہ کھولا گیا۔ یہ واقعہ ۱۹۱۰ء کا ہے۔

عقد بیوگان — ایک اہم سماجی اصلاح

ان دنوں مسلمان شرفاء کے یہاں عقد بیوگان معیوب کام سمجھا جاتا تھا جو غالباً ہندوؤں سے متاثر ہونے کا نتیجہ تھا۔ یہ خیال ہوتا تھا کہ ہندوؤں میں جن کی اکثریت تھی اس طرح کے فعل سے سبکی اور ذلت ہوگی۔ رفتہ رفتہ خود شریف مسلمانوں میں بھی یہ فعل ذلیل سمجھا جانے لگا۔ قاضی صاحب ایک انقلابی ذہن کے آدمی تھے وہ چاہتے تھے کہ اس سماجی خرابی کی اصلاح ہونی چاہئے خود ان کے شہر میں مولانا سجادؒ جیسا رفیق بھی ان کو مل گیا۔ دونوں نے عام مسلمانوں میں عقد بیوگان کی تحریک شروع کی اور اس سلسلہ میں قاضی صاحب نے خطرات کو مول لے کر خود اپنے خاندان میں عقد بیوہ کی مثال پیش کی۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

قاضی صاحب کی ایک خالہ گیا ضلع کے سب سے بڑے رئیس میر ابوصالح صاحب سے بیاہی ہوئی تھیں ان سے ایک بچی بی بی خدیجہ تھیں جن کی شادی گیا کے سب سے زیادہ با اثر رئیس قاضی فرزند احمد صاحب کے اکلوتے لڑکے قاضی انوار احمد صاحب سے ہوئی تھی۔ قاضی انوار احمد صاحب کا بہت جلد دو بچوں کو چھوڑ کر انتقال ہو گیا۔ قاضی فرزند احمد صاحب دولت میں میر ابوصالح کے برابر نہ تھے لیکن داد و دہش اور حکومت سے تعلقات کی وجہ سے میر ابوصالح صاحب سے زیادہ با اثر تھے۔ پھر میر ابوصالح صاحب کا انتقال بھی ہو گیا تھا۔ قاضی فرزند احمد صاحب کے اثر کا یہ حال تھا کہ گورنر جب کبھی گیا آتا تو ان کے یہاں ضرور جاتا۔ ان کو ایک درجن سے زیادہ بندوق رکھنے کی اجازت تھی۔ عوام میں بھی کوئی ان کے خلاف زبان نہیں کھول سکتا تھا۔

ان کا حال یہ تھا کہ دن بھر ان کے پاس انعام واکرام حاصل کرنے کے لئے لوگوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ یہ فلاں عرب صاحب ہیں۔ یہ فلاں قاری صاحب ہیں۔ اور بہت عمدہ قرآن پڑھتے ہیں یہ صاحب بہت عمدہ گاتے ہیں۔ غرض ہر فن کے لوگ اچھے اور بڑے امیدیں لے کر ان کے یہاں آتے اور کوئی خالی ہاتھ واپس نہ جاتا اپنے وسیع وعریض مکان کے سامنے بہت سے کٹرے بنا لیتے تھے اور بے گھر فقراء، اور ضرورت مندوں کو یہ کمرے بلا معاوضہ دیتے تھے۔

میر ابو صالح صاحب نے شیعوں کے علم کے جلوس کو شہر میں نکلنے نہیں دیا تو شیعوں کو مقدمہ لڑنے کے لئے قاضی فرزند احمد صاحب نے پورا خرچ دیا۔ اور جب میر ابو صالح صاحب کے انتقال کے بعد شیعہ حضرات مقدمہ جیت گئے تو یہ جلوس اس وقت تک نہیں نکلتا تھا جبتک کہ قاضی فرزند احمد صاحب اس چاندی کی کرسی پر آکر نہ بیٹھ جاتے جو ان کے لئے رکھی جاتی تھی۔

قاضی احمد حسین صاحب نے جب یہ طے کیا کہ بی بی خدیجہ کا نکاح ثانی کسی طرح کرا دیا جائے تو معلوم ہوا کہ، اعتراض ہی نہیں بلکہ سخت رد عمل کا خطرہ ہے تو انھوں نے مولانا سجاد صاحب سے مشورہ کیا۔ مولانا سجاد صاحب نے فرمایا کہ جس قدر احتیاط کر سکیں کیجئے لیکن اس کام کو کیجئے۔ فرزند احمد صاحب مسرف آدمی ہیں۔ بے ضرورت اور بہت خرچ کرتے ہیں وہ اپنی جایداد کے ساتھ ساتھ بہو کی جایداد بھی برباد کر دیں گے اس نکاح ثانی سے ایک مسلمان کی اتنی بڑی جایداد کی حفاظت بھی ہو جائے گی اور رسول کی سنت پر عمل کرنے کا ثواب بھی ہوگا۔ اور اس سنت پر عمل کرنے میں جتنے بڑے خطرے کا سامنا ہوگا اسی قدر ثواب بھی زیادہ ہوگا۔ چنانچہ قاضی صاحب نے پہلے اپنی والدہ کو کوشش کرنے پر راضی کیا اور ان کے ذریعہ سے بی بی خدیجہ مرحومہ کو تیار کیا گیا اس کے بعد لڑکے کی تلاش کا معاملہ تھا۔ مولانا سجادؒ نے مشورہ دیا کہ قاضی صاحب اپنے لئے اس رشتہ کو قبول کریں جن کی ابھی تک شادی نہیں ہوئی تھی لیکن قاضی صاحب نے ایک تو یہ سوچا کہ وہ انقلابی سرگرمیوں میں مشغول ہیں کسی وقت بھی حکومت کی پکڑ میں آ سکتے ہیں دوسرے لوگ یہ کہیں گے کہ خالہ زاد بھائی تھے آنا جانا تھا۔ چنانچہ وہ اس رشتہ پر تیار نہیں ہوئے اور یہ کہا کہ لڑکا دور کا ہونا چاہئے تاکہ لوگوں کو الزام دینے کا موقعہ نہ ملے۔ چنانچہ ان کے چھوٹے بھائی قاضی محمد حسین نے اپنے ایک دوست کو جو رودولی کے رہنے والے تھے خط لکھا کہ میری خالہ زاد بہن ہیں اور متمول ہیں بیوہ ہیں ان کے دو بچے بھی ہیں ان کے لئے رشتہ کی ضرورت ہے کوئی مناسب لڑکا ہو تو

بتاؤ۔ انھوں نے جواب دیا کہ میرے رشتہ دار کے بھائی ہیں۔ لندن کے پڑھے ہوئے ہیں ریاست بھوپال میں مہتم دفتر حضور یعنی اکاؤنٹنٹ جنرل ہیں۔ ان کی بیوی کا انتقال ہوگیا ہے اگر چاہو تو ان سے بات کروں۔ چنانچہ قاضی احمد حسین صاحب نے اپنی بڑی خالہ کے لڑکے کو خرچ دے کر بھوپال بھیجا کہ لڑکے کے اخلاق وغیرہ کا علم حاصل کر کے آئیں۔ چنانچہ وہ صاحب گئے اور واپس آکر اطلاع دی کہ سب لوگ ان کی ایمانداری اور دیانتداری کی تعریف کرتے ہیں البتہ یہ کہتے ہیں کہ بخیل آدمی ہیں۔ مولانا سجاد صاحب نے سنا تو کہا کہ یہ تو مقصود بھی ہے ـــــ بہرحال رشتہ طے گیا۔ اب سوال یہ تھا کہ نکاح کس طرح ہو۔ لوگوں نے یہ طے کیا کہ جب فرزند احمد صاحب۔ گیا سے باہر تشریف لے جائیں جب یہ کام ہو چنانچہ وہ وقت آگیا۔ لوگوں کو میلاد کے نام سے جمع کیا گیا۔ مولانا سجادؒ نے عقد ثانی کی فضیلت پر بصیرت افروز تقریر کی اس کے بعد نکاح پڑھا دیا۔ فرزند احمد صاحب کو خبر ہوئی تو تشریف لائے اور یکے بعد دیگرے اپنے دونوں پوتوں کو چھین لیا۔ ماں کی مامتا بے چین ہوگئی اور اس نے عدالت میں چارہ جوئی کی ـــ ہائی کورٹ تک فرزند احمد صاحب کے حق میں فیصلہ ہوتا رہا۔ لیکن جب مقدمہ پریوی کانسل لندن پہنچا تو وہاں ججوں نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ ماں کا کوئی حق ہی نہ ہو ججوں کا رخ دیکھ کر فرزند احمد صاحب کے وکلا مصالحت پر راضی ہوئے اور یہ طے پایا کہ ہر ہفتہ دونوں بچے ماں سے ملنے ان کے پاس جایا کریں گے۔

ردولی کے ان صاحب کا نام جن سے نکاح ہوا۔ شاہ مصطفےٰ احمد تھا انھوں نے بی بی خدیجہ مرحومہ کی جایداد کی آمدنی دوگنی کر دی۔ اور بخیل بھی نہیں ثابت ہوئے مستحق لوگوں کی امداد بھی کافی کرتے اور یہ تحقیق کر کے امداد کرتے کہ جس کو دے رہے ہیں وہ واقعی مستحق ہے۔

فرزند احمد صاحب کے چھوٹے پوتے کا بہت جلد انتقال ہوگیا لیکن بڑے لڑکے جوان ہونے کے بعد اور شادی کے بعد اپنی ماں کے پاس بے روک ٹوک جانے لگے۔ فرزند احمد صاحب اپنے پوتے کی شادی سے پہلے ہی انتقال کرگئے۔ بی بی خدیجہ مرحومہ کا عقد ثانی چونکہ پہلا واقعہ تھا اس لئے اتہامات بے بنیاد الزامات کا کچھ عرصہ سلسلہ بھی رہا۔ انشاء اللہ وہ بے انتہا اجر کی مستحق بنی ہوں گی۔

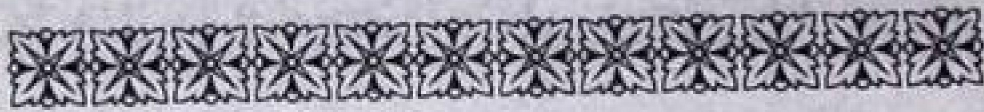
اس واقعہ کے بعد قاضی صاحب کے خاندان میں عقد ثانی کے کئی واقعات ہوئے لیکن کسی طرح کی کوئی دشواری نہیں ہوئی۔ عقد بیوگان کے سلسلہ میں قاضی صاحب کی کوششوں سے سنت نبوی کا احیاء ہوچکا تھا۔

امارت شرعیہ کے قیام کی تجویز اور قاضی صاحب کا رول

مولانا ابوالکلام آزاد نے اپنی نظر بندی کے زمانہ میں قاضی صاحب کے ذمہ پتہ چلانے کا یہ کام سپرد کیا تھا کہ اگر مسلمان انقلابیوں کی جماعت منظم کی جائے تو ملک میں ایسے کون لوگ ہیں جن کو اس میں شریک کیا جائے۔

قاضی صاحب مولانا سجاد سے اپنی انقلابی سرگرمیوں کے سلسلہ میں تعلقات بڑھا رہے تھے وہ یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح انھوں نے چند نوجوانوں کو پستول وغیرہ دے کر تشدد کی کاروائی پر امادہ کیا تھا اسی طرح ان کو ایک نوجوان اور مل گئے ہیں جن سے یہ کام لیا جا سکتا ہے لیکن قاضی صاحب نے بہت جلد محسوس کیا کہ مولانا سجادؒ معمولی لوگوں میں نہیں ہیں وہ انقلابی رجحانات تو ضرور رکھتے ہیں لیکن اپنا پروگرام رکھتے ہیں اور علم اور ذہانت قوت عمل اور جرارت کے اسلحوں سے مسلح ہیں۔ قاضی صاحب برابر کہا کرتے تھے کہ مولانا سجاد غلط قیافہ کے آدمی تھے یعنی ان کو ظاہر میں دیکھ کر کوئی یہ نہیں اندازہ کر سکتا تھا کہ وہ فکری اور ذہنی طور پر اس قدر بلند ہیں۔ قاضی صاحب کے لئے مولانا ابوالکلام آزاد مسز اینی لبسنت اور مظہر الحق کے بعد یہ چوتھے آدمی تھے جن کی رفاقت ذہن وفکر کو مزید جلا دینے میں مفید ہوئی۔ اور مولانا سجاد ان کو اس قدر پسند آئے کہ انھوں نے اپنی باقی زندگی انہی کے مشن کو کامیاب بنانے میں صرف کردی۔ قاضی صاحب نے جب مولانا آزاد کا نقطۂ نظر مولانا سجاد کے سامنے رکھا تو مولانا سجاد نے کہا کہ مولانا آزاد کو چاہئے کہ انقلاب کے لئے امارت شرعیہ کے قیام پر غور کریں۔ دنیا میں جہاں غیر مسلم تسلط ہو وہاں جمعہ وجماعت کے قیام کے لئے ایک امیر شرعی کے نصب کرنے کا حکم علماء نے ماضی میں دیا ہے اور اس طرح مسلمانوں کو منظم کرکے اگر وہ امیر شرعی کی اطاعت کے عادی ہوئے تو انقلاب بھی لایا جا سکتا ہے۔ قرآن وحدیث فقہ کی رو سے مسلمانوں پر نصب امیر واجب بھی ہے۔ ہندو ں کے بارے میں کچھ سوچنا اس لئے نہیں ہے کہ ان میں کافی نوجوان انقلاب پسند پیدا ہو گئے ہیں۔ امارت شرعیہ کے تصور میں مسلمانوں کے اتحاد اور تنظیم کا بنیادی عنصر شامل ہے اور اتحاد وتنظیم اور اطاعت امیر کے بغیر انقلاب کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ قاضی صاحب نے مولانا سجاد کا یہ نقطۂ نظر پوری قوت کے ساتھ مولانا آزاد کے سامنے رکھا اور مولانا آزاد کی خواہش پر مولانا سجادؒ کو لے جا کر ان سے ملا بھی دیا اور تینوں حضرات اس پر متفق ہو گئے کہ امارت شرعیہ کا قیام عمل میں لایا جائے۔ گویا امارت شرعیہ کے قیام میں عظیم مفکر مولانا سجاد کا تخیل مولانا آزاد کی تائید وحمایت اور جناب قاضی احمد حسین کی مساعی شامل ہیں۔

اور یہ بات اب مسلمہ حقیقت بن چکی ہے کہ مسلمانوں کی تنظیم و اتحاد کے لئے امارت شرعیہ کے تصور سے بڑھ کر کوئی شرعی طریقہ نہیں۔ امارت شرعیہ کا قیام کسی عام انجمن کا قیام نہ تھا بلکہ اس کے پیچھے شریعت پر عمل کا جذبہ اور انقلابی تصور کارفرما تھا۔ وہ انقلابی تصور جو محکومی اور عزت و اقتدار سے محرومی کے خلاف جذبہ عمل کو ابھارتا اور خودی کو جگاتا ہے اور احساس زیاں پیدا کر کے خون کو گرماتا اور قربانی پر آمادہ کرتا ہے۔ امارت شرعیہ ایسے ہی انقلاب پسند لوگوں کی کوششوں کی یادگار ہے۔ اور اس میں اس روح کو باقی رکھنا اس کے ذمہ داروں کا فریضہ منصبی ہے۔



چوتھا باب

جمعیۃ علماء کا قیام

مولانا سجاد یہ سمجھتے تھے کہ نصب امیر کے لئے علماء کا اتحاد ضروری ہے اگر علماء نے مل کر اس کی حمایت نہیں کی تو امیر کو وہ طاقت نہیں مل سکے گی جو ملنی چاہئے چنانچہ مولانا نے ابتداء میں جمعیۃ علماء کے قیام کی کوشش کی گویا جمعیۃ علماء کا قیام امارت شرعیہ کے قیام کی تمہید تھا۔ علماء ہند کی سمجھ میں یہ بات نہیں آتی تھی کہ مختلف الخیال علماء ایک پلیٹ فارم پر کس طرح جمع ہوں گے۔ یہ بریلوی یہ دیوبندی یہ اہل حدیث وغیرہ وغیرہ کس طرح ایک دوسرے سے تعاون کریں گے۔ ندوۃ العلماء کے نام سے ایک علمی جماعت کانپور میں قائم ہو گئی تھی، اور اس کے ماتحت ایک دارالعلوم بھی لکھنؤ میں وجود میں آگیا تھا علامہ شبلی نعمانی کی کوششوں سے بعد میں یہ ایک مثالی دارالعلوم بن گیا تھا۔ جس کا شہرہ عالم گیر ہو گیا۔ مولانا منیر الزماں اسلام آبادی نے بنگال میں انجمن علماء قائم کی بنگال میں تشدد پسندوں کی وجہ سے صوبائی حکومت بہت حساس تھی۔ مولانا منیر الزماں اسلام آبادی تھے تو انقلابی قسم کے آدمی، لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ سیاسی قسم کی جمعیۃ علماء بنی تو بہت سے علماء اس میں شریک ہونے سے گھبرائیں گے۔ اس لئے انہوں نے اس کا مقصد صرف تبلیغی اور اصلاحی رکھا تھا۔

پورے ہندوستان میں جمعیۃ علماء کے قیام کے لئے راہیں ہموار نہ ہو سکیں۔ مولانا سجاد کی کوششوں اور افہام و تفہیم سے ضرورت تو بہت علماء محسوس کرنے لگے تھے لیکن قابل عمل نہیں سمجھتے تھے۔ کئی چھوٹے چھوٹے اجتماعات مختلف مقامات پر ہوتے رہے لیکن ان میں بجز مفتی کفایت اللہ صاحب کے خود علماء دیوبند بھی شریک نہ ہوتے مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب واصف خلف حضرت مولانا کفایت اللہ صاحب مرحوم اپنی کتاب "جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ" میں لکھتے ہیں۔

"یہ امر خاص طور پر یاد رکھنے کے قابل ہے جس اجتماع میں جمیعۃ کی تاسیس ہوئی اس میں دیوبندی گروپ میں کوئی صاحب شامل نہیں ہوئے پھر امرتسر میں جو پہلا اجلاس حضرتِ مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی کی صدارت میں ہوا اس میں بھی حضرات دیوبند میں سے کوئی صاحب شریک نہیں ہوئے۔" (صفحہ ۴۷-۴۸)

قاضی صاحب کا رول جمیعۃ علما کی تاسیس میں

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ جمیعۃ کی تاسیس کے لئے علماء کو برابر خطوط لکھتے رہتے تھے اور دورے بھی کرتے تھے اخراجات کی ذمہ داری قاضی احمد حسین صاحب اٹھاتے تھے قاضی صاحب چونکہ اصطلاحی معنوں میں عالم دین نہیں تھے نہ وہ اپنے کو عالم دین سمجھتے تھے اس لئے وہ علماء دین کی تنظیم کی تحریک میں براہ راست شرکت پسند نہیں کرتے تھے۔ قاضی صاحب کا نہ صرف جمیعۃ علماء کی تاسیس کی کوششوں میں اہم رول ہے بلکہ جمیعۃ علماء کے قیام کے بعد بھی وہ مولانا سجاد کے رفیق و معاون کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔

ایک روز قاضی صاحب سے مولانا سجادؒ نے کہا کہ علماء ہند کو جمیعۃ علماء کے قیام پر انشراح نہیں ہے اس لئے میں چاہتا ہوں کہ گیا میں علماء بہار کا جلسہ بلاؤں قاضی صاحب نے اس سے اتفاق کیا اور اس طرح کے اجلاس کے انعقاد میں اپنا پورا تعاون دیا۔ چنانچہ اکتوبر ۱۹۱۷ء میں گیا میں جمیعۃ علماء بہار کی بنیاد پڑی اور اس کا صدر مقام انوار العلوم گیا میں قرار پایا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب علی برادران مولانا ابوالکلام آزاد اور بہت ہندو مسلم قایدین ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ کے ماتحت گرفتار اور نظر بند تھے کیونکہ اتحادیوں (انگریز اٹلی یونان امریکا فرانس) کی صف سے روس کے نکل جانے پر حکومت برطانیہ کو خطرہ ہو گیا تھا کہ ان کے دشمن ترکوں کو قوت حاصل ہو جائے گی۔

اس کے بعد مولانا سجاد نے اسی سال بہار میں جمیعۃ علماء بہار کا اجلاس عام کیا جس میں مولانا محمود الحسنؒ مولانا ابوالکلام آزاد علی برادران وغیرہ کی رہائی کا مطالبہ کیا گیا اور اوقاف بہار کی اصلاح کے سلسلہ میں اقدامات کرنے کی تجویز منظور ہوئی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب مولانا آزاد علی برادران اور بالخصوص شیخ الہند کا نام لینے سے اچھے اچھے خائف ہو جاتے تھے۔ اور ان کی حمایت کرنے سے اچھے اچھے لوگ ڈرتے تھے کہ کہیں حکومت کی سختی اور عتاب کی زد میں نہ آجائیں۔ جمیعۃ علماء بہار کے اس جرأت اندانہ کو دیکھ کر ہندوستان کے دوسرے مقامات میں بھی مطالبے شروع ہو گئے۔ اس دور کا وہی لوگ پورا اندازہ

کر سکتے ہیں جنھوں نے اسے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔

جمیعتہ علماء بہار کے قیام کے بعد مولانا سجادؒ نے قاضی احمد حسین صاحب سے کہا جو کسی غرض سے لکھنؤ جانے والے تھے کہ وہ مولانا عبدالباری فرنگی محلی سے مل کر تبادلہ خیال کریں اور جمیعتہ علماء ہند کے قیام پر زور دیں کیونکہ جب تک وہ تیار نہیں ہوتے ہیں جمیعتہ علماء ہند کا خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہو سکتا۔ مولانا نے کہا کہ انھوں نے مولانا عبدالباری صاحب کو ایک خط بھی لکھا ہے۔ قاضی صاحب لکھنؤ سے واپس ہوئے تو انھوں نے مولانا کو رپورٹ دی کہ مولانا فرنگی محلی خود جمیعتہ علماء کے قیام کے لئے بے چین ہیں لیکن ان کو تردد یہ ہے کہ وہ تمام علماء ہند کو جمع نہیں کر سکیں گے۔ قاضی صاحب نے اپنی اس گفتگو کو دہرایا جو انھوں نے مولانا فرنگی محلی کے سامنے کی تھی۔ قاضی صاحب نے ان سے کہا تھا کہ "تمام علماء کس مسئلہ پر جمع ہوتے ہیں؟ اگر سب جمع ہی ہوتے تو حنفی، مالکی، شافعی، حنبلی فرقے کیوں بنتے۔ شیعہ سنی محاذ کیوں کھلتے۔ بریلوی دیوبندی اور اہل حدیث کی صفیں کیوں بنتیں۔ ابتدائے تاریخ اسلام سے اختلافات تو ہوتے ہی رہے ہیں اور مکمل اتفاق کبھی نہیں ہوا۔ اگر اختلافات کو بنیاد بنا کر کچھ نہ کرنے کا فیصلہ کیا جائے تو مسلمانوں کا کوئی کام ہو ہی گا نہیں اور نہ سابق میں کبھی ہوتا۔ اس کا حل تو یہی ہے کہ جتنے لوگ ساتھ دے سکیں ان کو ساتھ لیا جائے" قاضی صاحب کی اس گفتگو سے مولانا عبدالباریؒ بالکل مطمئن ہو گئے تھے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا منیر الزماں اسلام آبادی چاٹ گام مولانا محمد اکرم خاں کلکتہ ایڈیٹر روزنامہ آزاد بنگلہ پہلے ہموار ہو چکے تھے۔ جمیعتہ علماء بہار نے شیخ الھند کی رہائی کا جو مطالبہ کیا تھا اس نے ان کے تلامذہ میں غیرت پیدا کر دی تھی اور مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب اس بات کے حامی ہو گئے تھے کہ جمیعتہ علماء ہند قائم کر کے اس کی طرف سے شیخ الھند کی رہائی کا مطالبہ کیا جائے جیسا کہ مولانا احمد سعید صاحبؒ کے بیان سے، جو آئندہ صفحات میں درج ہے ظاہر ہوا۔

فضا موافق پا کر مولانا عبدالباریؒ نے قدم اٹھایا اور ان کے ارادہ کی اطلاع پا کر مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے ان کو درج ذیل خط لکھا۔

از دفتر انجمن علماء بہار بمکان مدرسہ انوار العلوم شہر گیا مورخہ ۵ رجمادی اول ۱۳۳۷ھ مطابق ۱۹۱۹ء

"تجویز اجتماع علماء ہند نہایت اہم اور ضروری تجویز ہے۔ بلاریب ایسا ہی ہونا چاہیے اور اظہار صداقت میں کسی تردد کو سامنے نہ آنے دینا چاہیے۔ عرصہ ہوا کہ ایک مرتبہ اس کے متعلق جناب سے بذریعہ عریضہ میں نے عرض کیا تھا مگر اب تو اس وقت سے بڑھ کر حالت نازک ہو گئی ہے۔

غرض نہایت صدق دل سے خوشی کے ساتھ لبیک کہتا ہوں اور اجازت دیتا ہوں کہ اس ناچیز کا نام داعی کی فہرست میں درج فرمائیں لیکن مقام جلسہ بلحاظ وسط لکھنؤ زیادہ مناسب ہے تاکہ علماء بنگالہ کو بھی شرکت میں سہولت ہو اگر وائسرائے بہادر کا قیام جلسے تک دہلی میں ہو تو وفد کے فوری پیش ہونے کے لحاظ سے دہلی انسب ہے۔"

مولانا کا یہ خط مولانا حفیظ الرحمٰن واصف خلف مولانا کفایت اللہؒ کی کتاب جمعیۃ علماء ہند پر تاریخی تبصرہ میں بھی درج ہے۔

بہرحال مولانا قطب الدین عبدالوالی فرنگی محلی فرماتے ہیں۔

۱۹۱۸ء میں جبکہ لارڈ مانٹیگو ہندوستان آئے تھے انجمن موید الاسلام لکھنؤ کی طرف سے حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ نے ہندوستان کے علماء کو دعوت دی تھی تاکہ مختلف الخیال علماء کو ایک مرکز پر جمع کیا جائے اس میں حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مولانا عبدالقدیر صاحب بدایونی اور ہندوستان کے دیگر مشاہیر علماء تشریف لائے تھے۔ شیعہ علماء بھی شریک جلسہ تھے فروعی اختلافات کی وجہ سے اس جلسہ کی صدارت کے بارے میں سخت اختلاف ہوا بریلوی علماء دیوبند کی صدارت اور دیوبندی علماء بریلوی کی صدارت منظور نہیں کر سکتے تھے آخر مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا عبدالقدیر بدایونی نے مولانا عبدالباریؒ سے صدارت منظور کرنے کو کہا۔ آپ نے کہا کہ میری حیثیت داعی کی ہے اور یہ جلسہ محض ایک جلسہ مشاورت ہے اس کے لئے صدر کی ضرورت نہیں لہٰذا مجھے معذور رکھئے ... علاوہ میں ہر خدمت کے لئے حاضر ہوں۔ عرض کیا گیا آپ جامع المتفرقین ہیں اور اس جلسہ کی صدارت ... آئیں گے ورنہ اندیشہ ہے کہ جلسہ ناکام ہو جائے غرض بڑے اصرار کے بعد آپ نے جلسہ کی صدارت فر... (از جمعیۃ علماء ہند پر ایک تاریخی تبصرہ)

جب اس جلسہ میں جمعیۃ علماء ہند کی ... ہو گئی اور ۱۹۱۹ء میں دہلی میں خلافت کانفرنس کا انعقاد ہونے لگا اور یہ توقع ہوئی کہ مختلف الخیال علماء بھی اس میں ضرور شریک ہوں گے تو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے توجہ دلانے پر مولانا عبدالباری فرنگی محلیؒ نے ڈاکٹر انصاری مرحوم کو حسب ذیل خط لکھا۔

۴ فروری ۱۹۱۹ء

مکرم دام مجدہ السلام علیکم

"مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مجھے لکھا ہے کہ موجودہ حالات کے لحاظ سے ضروری ہے کہ علماء کا

ایک خاص جلسہ دہلی میں ہو جس میں ہم لوگ اور علمار دیوبند اور دیگر علمار بھی شریک ہوں تاکہ نہایت خلوص اور اتفاق سے اس وقت مناسب رائے مسلمانوں کے لئے قائم کی جائے۔ ایسے وقت جلسہ کا انعقاد تو شاید دشوار ہو مگر مفید ضرور ہو گا میں نے ان کو لکھا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کو میں لکھتا ہوں میرے نزدیک کوئی معتدل رائے کا ——— شخص جلسہ تجویز کرے تو امید ہے کہ علمار شریک ہوں گے ورنہ دشواری سے خالی نہیں۔"

ڈاکٹر صاحب کا کوئی جوابی خط مجھ کو نہیں ملا لیکن ان کے جواب سے حوصلہ پاکر یا خود جوش میں مولانا عبدالباریؒ جب خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے دہلی آئے تو یہ عزم لے کر آئے کہ جمعیۃ علماء ہند کی بنیاد رکھنی ہے۔ نومبر ۱۹۱۹ء کی ایک صبح کو مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے چند علمار کو درگاہ حضرت حسن رسولنما میں جمع کیا۔ ان میں مولانا منیر الزماں اسلام آبادی مولانا آزاد سبحانی اور مولانا احمد سعیدؒ بھی تھے اور ان سے حسب ذیل عہد لیا۔

"ہم سب دہلی کے مشہور و مقدس بزرگ کے مزار کے سامنے اللہ کو حاضر و ناظر جان کر یہ عہد کرتے ہیں کہ مشترک قومی و ملی مسائل میں ہم سب آپس میں متحد و متفق رہیں گے اور فروعی و اختلافی مسائل کی وجہ سے اپنے درمیان کوئی اختلاف پیدا نہیں ہونے دیں گے نیز قومی و ملی جدوجہد کے سلسلہ میں گورنمنٹ کی طرف سے ہم پر جو سختی اور تشدد ہو گا اس کو صبر و رضا کے ساتھ برداشت کریں گے۔ اور ثابت قدم رہیں گے۔ جماعت کے معاملات میں پوری رازداری اور امانت سے کام لیں گے۔"

اسی روز شام کو جمعیۃ علمار ہند کے قیام کے لئے مندرجہ ذیل علمار کا اجتماع ہوا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری[1]، مولانا عبدالباری[2] فرنگی محلی۔ مولانا سلامت اللہ[3] صاحب۔ پیر محمد امام[4] سندھی مولانا اسد اللہ[5] سندھی۔ مولانا سید محمد فاخر[6] الہ آبادی مولانا محمد انیس[7]۔ مولانا خواجہ نظام الدین[8]۔ مولانا کفایت اللہ[9]۔ مولانا محمد ابراہیم[10] سیالکوٹی۔ مولانا حافظ احمد سعید[11] دہلوی۔ مولانا سید کمال الدین[12]۔ مولانا قدیر بخش[13]۔ مولانا تاج محمد[14]۔ مولانا محمد ابراہیم[15] دربھنگہ۔ مولانا خدا بخش[16] مظفر پور۔ مولانا مولا بخش[17] امرتسری۔ مولانا عبدالحکیم[18] گیاوی۔ مولانا محمد اکرم[19] خاں کلکتہ۔ مولانا منیر الزماں[20] اسلام آبادی چاٹگام۔ مولانا محمد صادق[21]۔ مولانا سید محمد داؤد[22]۔ مولانا سید محمد اسمٰعیل[23]۔ مولانا محمد عبداللہ[24]۔ مولانا آزاد سبحانی[25]۔

مولانا حفیظ الرحمٰن واصف خلف حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ لکھتے ہیں۔

" حضرت مولانا محمد سجاد قدس سرہ المتوفی ۱۸ شوال ۱۳۵۹ھ بمقام پھلواری شریف گرچہ اس موقعہ پر دہلی تشریف نہیں لا سکے۔ مولانا عبدالحکیم گیاوی جو ان کے خاص شاگرد اور معتمد رفیق کار تھے ان کے نمائندے اور قائم مقام کی حیثیت سے خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے دہلی تشریف لائے تھے اور جمعیتہ کی تاسیس والے اجتماع میں بھی شریک ہوئے تھے لیکن ابتدائی تخیل میں مولانا سجاد کا عظیم الشان کردار ہے۔"

حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب کا بھی اس سلسلہ میں جو کردار رہا وہ مولانا احمد سعیدؒ کے مندرجہ ذیل بیان سے معلوم ہوگا۔

حضرت مفتی صاحب نے مجھ کو حکم دیا تھا کہ میں علماء سے ملوں اور ایک مشاورتی اجتماع کی دعوت دے دوں۔ حضرت مفتی صاحب مولانا عبدالباری اور مولانا ثناء اللہ کو اس معاملہ میں اپنا ہم خیال بنا چکے تھے کہ علماء کو علٰحدہ اپنی تنظیم قائم کرنی چاہئے اور ایک وسیع تر جماعت بنانی چاہئے۔ مفتی صاحب کی یہ رائے اس وقت سے تھی جبکہ وہ ۱۹۱۸ء میں حضرت شیخ الہند کے حالات پر ایک کتاب تصنیف فرما رہے تھے۔"[1]

مولانا احمد سعیدؒ اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں۔

" اس کتاب کی تصنیف کا مقصد یہ تھا کہ حضرت شیخ الہند کی اور ان کے رفقا کی بیگناہی ظاہر ہو جائے اور گورنمنٹ پر یہ واضح ہو جائے کہ مسلمانوں کے دلوں میں حضرت کی کس قدر عظمت و عقیدت ہے اور ان کی نظر بندی سے کس قدر مضطرب ہیں۔ لہٰذا حکومت ان کو رہا کر کے مسلمانوں کے مجروح جذبات کے لئے تسکین کا سامان بہم پہنچائے۔ مفتی صاحب فرماتے تھے کہ

نوٹ[1]: مولانا سے بیان کرنے میں تسامح ہوا ہے یہ فرمانا کہ ۱۹۱۸ء سے مفتی صاحب کا یہ خیال تھا کہ علماء کی علٰحدہ اپنی تنظیم قائم کرنی چاہئے اور پھر یہ کہنا کہ انھوں نے اس غرض سے مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا ثناء اللہؒ کو اپنا ہم خیال بنایا متضاد باتیں ہیں۔ صفحات گزشتہ میں یہ بات واضح ہو چکی ہے کہ مولانا عبدالباری ۱۹۱۸ء کے پہلے سے جمعیتہ علماء ہند کے قیام کے بارے میں سوچ رہے تھے۔

——— مولف ———

حضرت کی رہائی کے لئے علماء کی طرف سے متفقہ مطالبہ ہونا چاہئے اور ایسی ہی ضروریات کے لئے تمام علماء کو اپنی ایک علحدہ تنظیم قائم کرنی چاہئے۔ یہ خیال ۱۹۱۸ء سے مفتی صاحب کے دماغ میں موجزن تھا اور اکثر احباب سے اس کا تذکرہ فرمایا کرتے تھے۔ آخر نومبر ۱۹۱۹ء کو آپ کی آرزو بر آنے کا وقت آگیا۔ آپ نے محسوس کیا کہ موجودہ سیاسی حالات میں دینی و ملی حیثیت سے مسلمانوں کی رہنمائی کی شدید ضرورت ہے کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی سیاسی لیڈرشپ ایسے لوگوں کے ہاتھ میں تھی جو اصول شرعیہ اور امور دینیہ سے ناواقف تھے (اور بعد میں ایسے ہی لوگوں کے ہاتھوں میں رہی۔ مولف) اگرچہ علماء دوسری سیاسی جماعتوں میں انفرادی طور پر شریک تھے لیکن ان کی حیثیت عام ممبروں جیسی تھی مفتی صاحب نے محسوس کیا کہ علماء کی آواز میں قوت اور وزن پیدا کرنے کے لئے جماعتی تنظیم ضروری ہے۔ مفتی صاحب نے مجھے اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی نے مولانا آزاد سبحانی کو حکم دیا کہ تمام علماء سے مل کر چپکے چپکے ایک مشاورتی جلسہ کی دعوت دے آئیں۔ چنانچہ اکثر تو میں اور مولانا آزاد سبحانی ساتھ ساتھ جاکر بات چیت کرتے تھے مگر چونکہ وقت کم تھا اور سب سے ملنا ضروری تھا اس لئے کہیں ہم دونوں الگ الگ بھی ملاقات کرنے کے لئے گئے دہلی میں اس وقت خلافت کانفرنس کی شرکت کے لئے اگرچہ بہت علماء آئے تھے مگر ہماری میٹنگ میں صرف اتنے ہی علماء شریک ہوئے جتنے رپورٹ مطبوعہ میں درج ہیں۔ یہ سب کارروائی زبانی اور پرائیوٹ تھی کوئی تحری دعوت نامہ نہیں تھا۔"

بہرحال اس جلسہ میں طے پایا کہ جمعیۃ علماء ہند قائم کر دی جائے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب عارضی صدر بنائے جائیں اور مولانا احمد سعید صاحب عارضی ناظم۔ نیز مفتی کفایت اللہ صاحب اور مولانا محمد اکرم خاں کلکتہ کے ذمہ جمعیۃ کا دستور اساسی بنانے کا کام سپرد کیا گیا۔ طے پایا کہ اسی سال امرتسر میں جمعیۃ کا اجلاس ہو اور اس کی صدارت

نوٹ: مفتی صاحب اور شیخ الہند کے دوسرے تلامذہ کو یہ خیال اس لئے بھی پیدا ہوا ہوگا کہ کانگریس اور مسلم لیگ نے علی برادران وغیرہ کی رہائی کا مطالبہ کیا تھا لیکن شیخ الہند کا نام نہیں لیا تھا انھوں نے سوچا ہوگا کہ مولویوں کی اپنی تنظیم ہوتی تو وہ اپنے گروہ کے ایک فرد کی نظربندی کے خلاف احتجاج کرتی جیسا کہ جمعیۃ علماء بہار نے ۱۹۱۷ء میں ہی شیخ الہند کی نظربندی کے خلاف احتجاج کیا تھا۔ (مولف)

مولانا عبدالباری فرمائیں اور اس جلسہ میں جمیعۃ کا دستور اساسی پیش کیا جائے۔

چنانچہ امرتسر میں جلسہ ہوا جس کی دعوت مولانا ثناءاللہ صاحب لے دی تھی اور اس جلسہ میں جمیعۃ کا دستور اساسی پیش کیا گیا۔ طے پایا کہ علماء کی عام رائے معلوم کرنے کے لئے اس کو شائع کر دیا جائے اور آئندہ سال دہلی میں اجلاس ہو اور اس میں لوگوں کی رائے کے ساتھ یہ دستور پیش کیا جائے۔ جمیعۃ کی ایک مجلس منتظمہ کی تشکیل ہوئی جو درج ذیل ہے۔

دھلی سے۔ مفتی کفایت اللہ۔ مولانا احمد سعید۔ حکیم اجمل خاں

یو۔پی سے۔ مولانا عبدالماجد بدایونی۔ مولانا سید محمد فاخر الہ آبادی۔ مولانا سلامت اللہ۔ مولانا حسرت موہانی۔ مولوی منظہر الدین۔

بنگال سے۔ مولانا محمد اکرم خاں کلکتہ۔ مولانا منیر الزماں اسلام آبادی (چاٹگام)

بہار سے۔ مولانا محمد سجاد۔ مولانا رکن الدین۔ مولوی خدابخش۔

سندھ سے۔ پیر تراب علی۔ مولوی عبداللہ۔ مولوی محمد صادق۔

پنجاب سے۔ مولانا ثناءاللہ۔ مولوی سید داؤد۔ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی۔

بمبئی سے۔ مولوی عبداللہ۔ مولوی عبدالنعم۔ مولوی سیف الدین۔ حکیم یوسف اصفہانی

۶ ستمبر ۱۹۲۰ء کو کلکتہ میں خاص اجلاس بصدارت حضرت مولانا تاج محمود صاحب سندھی منعقد ہوا اس میں دو سو علمانے شرکت کی تھی۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ شیخ الھند مولانا محمود الحسن رح جو ۱۹۱۵ء میں ہندوستان چھوڑنے کے بعد اور کئی سال مالٹا میں نظر بند رہنے کے بعد واپس آ گئے تھے مسلمانان ہند میں بالعموم ان کے تلامذہ میں بالخصوص خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی بمبئی میں ان کا شاندار استقبال بھی ہوا تھا لیکن وہ بہت بیمار لوٹے تھے سیاسی کاموں میں زیادہ حصہ نہیں لے سکتے تھے۔ انھوں نے سنا کہ علماء ہند نے جمیعۃ علماء ہند کی بنیاد رکھی ہے تو مسرت کا اظہار کیا اور تلامذہ کو ہدایت کی وہ اس جماعت میں شریک ہوں۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ کے تلامذہ میں مولانا سید مرتضےٰ احسن صاحب اور مولانا عزیز گل صاحب کلکتہ کے اس جلسہ میں شریک ہوئے۔ اس سے پہلے حضرت کے تلامذہ میں بجز مفتی صاحب جمیعۃ کے جلسوں میں کوئی شریک نہیں ہوتا تھا۔

اس اجلاس میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ترک موالات کی حمایت میں تجویز پیش کی جو منظور ہوئی۔

ترک موالات کا منشا یہ تھا کہ سرکاری تقریبات میں حصہ نہ لیا جائے۔ سرکاری ملازمتیں قبول نہ کی جائیں خطابات واپس کر دیئے جائیں سرکاری اسکول اور کالج چھوڑ دیئے جائیں اور اپنے قومی اسکول اور کالج میں تعلیم حاصل کی جائے۔ برطانوی مالوں کا بایکاٹ کیا جائے اور کوئی چیز انگریزی استعمال نہ کی جائے۔

اس سے پہلے خلافت کانفرنس میں مفتی کفایت اللہ صاحب نے سرکاری جشن فتح کے مقاطعہ کی تجویز پیش کی تھی اور اس کی تائید مولانا شاہ ولایت حسین حاجی موسیٰ خان شروانی مولانا محمد داؤد امرتسری محمد حسین بیرسٹر میرٹھ مولانا سید محمد فاخر الہ آبادی سیٹھ چھوٹانی بمبئی قاری عباس حسین ایڈیٹر قوم اور مہاتما گاندھی نے کی تھی۔

جشن فتح کے بائکاٹ کے لئے ایک فتویٰ بھی شائع کیا گیا تھا جس پر مولانا احمد سعید محمد انیس نگرامی خواجہ غلام نظام الدین قادری مفتی بدایونی مولانا سید فاخر الہ آبادی سید کمال الدین احمد جعفری الہ آبادی محمد قدیر بخش مولوی تاج محمد امروت محمد ابراہیم انجمن اسلامیہ دربھنگہ خدا بخش مظفر پوری محمد سلامت اللہ فرنگی محلی محمد امام صاحب جھنڈو پیر صاحب العلم سندھ اسد اللہ حسینی سندھی مولانا بخش مدرسہ تقویۃ الاسلام امرتسر ابراہیم سیالکوٹی عبد الحکیم مدرس دوم مدرسہ انوار العلوم گیا محمد صادق کراچوی سید محمد داؤد غزنوی سید محمد اسمٰعیل غزنوی امرتسر مولانا ثناء اللہ امرتسری اور محمد عبد اللہ بمبئی نے دستخط کئے تھے۔

جب کلکتہ کانفرنس میں مولانا آزاد کی مکمل ترک موالات کی تجویز منظور ہوئی تو اس کی حمایت میں مولانا سجادؒ نے فتویٰ دیا اور اس پر ہندوستان کے پانچ سو علماء کے دستخط کرائے۔ مولانا حفیظ الرحمٰن صاحب واصف خلف مولانا کفایت اللہؒ لکھتے ہیں۔

> پانچ سو علماء کے دستخط سے ترک موالات کا فتویٰ شائع ہوا۔ یہ فتویٰ یعنی جواب استفتا حضرت مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نائب امیر شریعت صوبہ بہار نے تحریر فرمایا تھا۔
>
> (جمعیۃ علماء پر ایک تاریخی تبصرہ)

یہ ایک مشہور حقیقت ہے اس زمانے کے فرنگی محل کے علماء نے کبھی اس کا دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت مولانا عبد الباریؒ نے یہ فتویٰ تحریر کیا تھا۔ بعد کے لوگوں نے لاعلمی کی وجہ سے یہ بات لکھ دی ہے۔

کلکتہ کانفرنس کی دوسری تجویز یہ تھی کہ اسی سال دہلی میں جمعیۃ علماء کا جو دوسرا سالانہ اجلاس ہو رہا ہے اس کی صدارت شیخ الہند مولانا محمود الحسن فرمائیں۔

چنانچہ جمعیۃ علماء ہند کا دوسرا سالانہ اجلاس ۱۹ تا ۲۱ نومبر ۱۹۲۰ء بمقام دہلی زیر صدارت شیخ الھند مولانا محمود الحسنؒ منعقد ہوا۔ شیخ الھند اس زمانہ میں مرض الموت میں مبتلا تھے اور ڈاکٹر انصاری کی کوٹھی میں مقیم تھے۔ جلسہ میں تشریف نہیں لاسکے۔ اس لئے ان کی صدارت برائے نام تھی ان کا خطبہ مولانا کفایت اللہ صاحب نے لکھا تھا اور انھوں نے ہی جلسہ میں پڑھ کر سنایا اور جلسہ کی صدارت بھی کی اس اجلاس کے صدر استقبالیہ حکیم اجمل خان صاحب تھے۔ حضرت مولانا حسین احمدؒ نے لکھا ہے کہ خطبۂ صدارت مولانا شبیر احمد صاحب نے پڑھ کر سنایا لیکن مولانا حفیظ الرحمٰن واصف لکھتے ہیں کہ

"مفصل کارروائی اجلاس دوم جمعیۃ علماء ہند سے اس کی تصدیق نہیں ہوتی حضرت شیخ سے تسامح ہوا ہے مولانا شبیر احمد صاحب نے ترک موالات پر ایک طویل مضمون پڑھ کر سنایا تھا۔"

بہر حال یہ کوئی اہم بات نہیں ہے کسی نے بھی سنایا ہو حضرت شیخ نے بہر حال یہ لکھ دیا ہے کہ خطبہ صدارت آپ کے حکم سے مولانا کفایت اللہ صاحب نے تحریر فرمایا تھا (نقش حیات جلد دوم) اجلاس میں پانچ سو سے زیادہ علماء شریک تھے۔ جلسہ میں طے پایا کہ شیخ الھند جمعیۃ کے مستقل صدر ہوں گے اور مفتی کفایت اللہ نائب صدر اور مولانا احمد سعید مستقل ناظم۔ لیکن شیخ الھند کا ۳۰ نومبر ۱۹۲۰ء کو انتقال ہوگیا اور مفتی صاحب قائم مقام صدر کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ۶ ستمبر ۱۹۲۱ء کو لکھنؤ میں تیسرے سالانہ اجلاس تک کے لئے مجلس منتظمہ نے آپ کو صدر مقرر کردیا پھر تیسرے سالانہ اجلاس بمقام لاہور منعقدہ ۱۸ تا ۲۰ نومبر ۱۹۲۱ء کو آئندہ کے لئے بھی آپ کی کی توسیع کردی گئی اور آپ ۱۹۴۰ء تک جمعیۃ علماء ہند کے مسلسل صدر رہے۔ سالانہ اجلاس کے صدر دوسرے لوگ ہوتے رہے جون ۱۹۴۰ء سے تاحیات جمعیۃ علماء ہند کے صدر اور اجلاس کے صدر بھی، مولانا حسین احمدؒ ہوتے رہے۔

قاضی احمد حسین صاحب جمعیۃ علماء بہار کی مجلس عاملہ کے تو ابتدائے تاسیس سے تاحیات رکن رہے اور جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کی رکنیت بھی احیاناً مولانا سجادؒ کی خواہش پر قبول فرمالیتے تھے۔ صوبہ بہار کا کوئی معاملہ ہوتا تو ممبر نہ رہتے ہوئے بھی ان کی رائے معلوم کرنے کے لئے ان کو جمعیۃ علماء ہند کے جلسوں میں مدعو کیا جاتا تھا۔ چنانچہ بہار کے ۱۹۴۶ء کے فساد کے موقعہ پر ان کو مدعو کیا گیا اور انہی کی مرتب کردہ تجویز جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ نے منظور کی تھی۔ مولانا سجاد کی مسلسل رفاقت کی وجہ سے بھی جمعیۃ علماء کے تمام معاملات میں کبھی مشیر اور کبھی سرگرم کارکن کی حیثیت سے کام کرتے اور لوگ ان کی اصابت رائے اور سیاسی سوجھ بوجھ کا فائدہ اٹھاتے تھے۔

پانچواں باب

خلافت تحریک اور کانگریس میں شمولیت

ملک عبدالعزیز کی مؤتمر عالم اسلامی مکہ میں شرکت، زلزلہ بہار ۱۹۳۴ء میں ریلیف کا کام

ترکوں کی عظیم الشان سلطنت ایشیا افریقہ اور یورپ میں پھیلی ہوئی تھی۔ یورپ و امریکا کی عیسائی سلطنتیں اس صورت حال سے سخت کبیدہ تھیں۔ مسلمانوں کی سربلندی ان کو ایک آنکھ نہیں بھاتی تھی۔ وہ اس کوشش میں تھیں کہ ترکی سلطنت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آپس میں تقسیم کرلیں اور صفحہ یورپ سے ترک کا نام مٹا دیا جائے۔ انھوں نے آپس میں خفیہ معاہدہ کیا کہ ترک مقبوضات پر قبضہ کر کے روس برطانیہ فرانس اور اٹلی کی حکومتوں کو دے دیا جائے اور خود ترکی کے بھی حصے کر دیئے جائیں۔ ایک حصہ سمرنا کا یونان کو دے دیا جائے اور دوسرا حصہ قسطنطنیہ کا اٹلی کو۔ کیوں کہ ترکوں سے پہلے عیسائی نظام کے دو حصے تھے ایک حصہ مغربی روم کے ماتحت تھا اور دوسرا حصہ مشرقی قسطنطنیہ کے ماتحت۔ ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے مشرقی نظام کا خاتمہ کر دیا تھا۔ اس لئے زار روس برطانیہ فرانس اٹلی امریکا جن کو اتحادی کہا جاتا تھا کی خواہش تھی کہ یہ نظام مشرقی پھر قائم ہو۔

یہ بات واضح رہے کہ امریکا اور برطانیہ میں صرف زمین کا فاصلہ ہے ورنہ نسل زبان تہذیب مذہب کے اعتبار سے اور مقاصد مشوٗمہ کے اعتبار سے دونوں ایک ہیں امریکا کا مطالبہ تھا جب وہ برطانیہ کے ماتحت تھا کہ برطانوی پارلیمنٹ میں اس کا نمائندہ لیا جائے اس وقت کے وزیر اعظم برطانیہ نے اس مطالبہ کو نہیں مانا اس لئے امریکہ والوں نے اپنی علٰحدہ سلطنت بنالی لیکن دونوں ملکوں کے تعلقات خوشگوار ہی رہے دونوں نے ہمیشہ یہ سمجھا کہ ہم ایک نسل کے لوگ ہیں اس لئے بین الاقوامی پالیسی بھی دونوں

کی ایک رہی۔ جو امریکا کو مل گیا اس سے برطانیہ مطمئن رہا اور جو برطانیہ کو مل گیا اس سے امریکا مطمئن رہا۔ دونوں جنگ عظیم میں امریکا برطانیہ کی پشت پر تھا۔ چنانچہ اس سازش میں امریکا نے اپنے لئے کوئی مطالبہ نہیں رکھا تھا اس کو اس سے تشفی ہوگئی تھی کہ ترکی مقبوضات اینگلو سیکسن گروپ کو مل جائیں گے جس گروپ سے اس کا اپنا تعلق ہے لیکن اس نے امداد کی شرط یہ رکھی تھی کہ فلسطین کو یہودیوں کا وطن بنا دیا جائے۔

امریکا کی تجارت آزاد تھی حکومت کے قبضہ میں نہیں تھی اس پر یہودیوں کا قبضہ تھا اور ہے۔ یہودیوں کی خوشحالی امریکا کی خوشحالی سمجھی جاتی رہی ہے۔ یہودی اپنی تجارت اور دولت کے ذریعہ امریکا کے انتخابات پر اثر انداز ہوتے رہے ہیں۔ اس لئے امریکا کی صدارت پر قبضہ کرنے کے لئے یہودیوں کی خوشامد ہوتی رہی ہے اور ان کے مطالبات کو بہت اہمیت دی جاتی ہے یہودیوں کے مفاد کو امریکا کا مفاد سمجھا جاتا ہے چنانچہ انگریزوں نے اس شرط کو قبول کر لیا۔ اور لارڈ بلفور نے یہ اعلان کیا کہ فلسطین اس وقت تک انگریزوں کے زیر نگرانی رہے گا جبتک کہ وہ یہودی وطن نہ بن جائے۔ یہ بات دلچسپ ہے کہ پہلی جنگ عظیم سے ابتک امریکا، یہودی اور انگریز ہم پیالہ اور ہم نوالہ رہے ہیں۔

اندرونی بات تو وہ تھی، جو اوپر پیش کی گئی لیکن ظاہری بات یہ ہوئی کہ اتحادیوں نے اعلان کیا کہ وہ چھوٹی قوموں کی آزادی کی حمایت کرتے ہیں اور ان کو یہ حق دلانا چاہتے ہیں کہ وہ جس طرح چاہیں اپنی حکومت بنائیں اس اعلان کو بنیاد بنا کر عربوں کو اور یورپ کی ان قوموں کو جو ترکوں کے زیر نگیں تھیں بغاوت پر اکسایا گیا۔ مشرق کے مقبوضات میں مذہبی غیرت بھی پیدا کی گئی۔ قومیت کے پر فریب تصور کے پس پردہ مغرب کا سازشی ذہن کار فرما تھا۔

ترکی کافی تعداد میں جرمنی میں رہتے آرہے تھے ترکی مزدور جرمنی میں کام کر کے زر مبادلہ بھیجتے رہتے اس لئے ترک جرمنی سے زیادہ قریب تھے۔ آج بھی جرمنی کی تعمیر نو میں ترکوں کا بڑا ہاتھ رہے۔ دوسری جنگ عظیم کی تباہی کے بعد امریکا نے تو اس لئے سرمایہ دیا کہ امریکا کے ہاتھوں جرمنی کی جو تباہی ہوئی اس کی کدورت دور ہو جائے اور جرمنوں کو روس کے مقابلہ میں لاکھڑا کیا جائے لیکن ترک مزدوروں نے اس لئے ہاتھ بٹایا کہ ان کا اور جرمنی کا رات دن کا ساتھ ہے۔ جرمنی کی موجودہ خوشحالی میں ترک مزدوروں کے مخلصانہ قوت بازو نے بھی کام کیا ہے۔

بہرحال کہنا یہ ہے کہ جرمنی کی پہلی جنگ عظیم میں اتحادیوں سے ٹکر ہوئی تو ترک جرمنی کے ساتھ تھے۔

ایک تو اس لئے کہ اتحادی ترک مقبوضات اور عالم اسلام میں سازش کا جال پھیلا رہے تھے دوسرے اس لئے ترک اپنا مفاد اور جرمنی کا مفاد ایک سمجھتے تھے اور ایک دوسرے کے درمیان مفاہمت اور تعلقات کی بنیاد پہلے سے بھی تھی۔

عرب ملکوں کے رؤسا اور حکمراں تو برطانوی امریکی سازش میں آگئے لیکن مسلمان عوام پورے ایشیا اور افریقہ میں ترکوں کی حمایت میں تڑپ اٹھے۔ ہندوستان میں بھی ہر مسلمان سوگوار تھا۔ کچھ لوگ خایف تھے لیکن ان کے دلوں میں برطانیہ کے خلاف نفرت کا جذبہ پرورش پا رہا تھا۔ کچھ لوگ خوف کا جامہ اتار کر کچھ نہ کچھ کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ تقسیم بنگالہ کے بعد ہندوؤں کی ایک جماعت بھی انگریزوں کے اخراج کے لئے جدوجہد کر رہی تھی۔ مقامی حکام کی زیادتیوں سے تنگ آکر کچھ معتدل ہندو برطانیہ کی حکومت کے زیر سایہ ہوم رول کے خواہشمند تھے ان حالات میں مولانا ابوالکلام آزاد کے الہلال نے اور مولانا محمد علی جوہر کے انگریزی اخبار کامریڈ نے جلتے پر تیل کا کام کیا اور انگریزوں کے خلاف نفرت کا صور پھونک دیا مولانا محمود الحسنؒ ترکی کی امداد حاصل کر کے ہندوستان سے انگریزوں کو نکالنے کا منصوبہ بنانے لگے اور وہ اس غرض سے حجاز چلے گئے، وہاں شریف حسین نے ان کو گرفتار کر کے انگریزوں کے حوالہ کر دیا۔ اور انگریزوں نے مولانا اور ان کے ساتھیوں کو مالٹا میں اسیر اور نظر بند رکھا۔ مولانا عبیداللہ سندھی افغان حکومت کی امداد حاصل کرنے کے لئے افغانستان چلے گئے۔ انگریز مولانا سندھی کو تو پکڑ نہیں سکے لیکن ان کے رفقا و تلامذہ، مولانا احمد علی امیر انجمن خدام الدین لاہور اور مولانا خواجہ عبدالحیٰ فاروقی وغیرہ پر پابندیاں لگا دیں۔ دیوبند اور علماء دیوبند کی نگرانی ہونے لگی مولانا آزاد ایک طرف ہندو بنگالیوں کی انقلابی کوششوں میں مدد کر رہے تھے اور دوسری طرف مولانا عبیداللہ سندھی وغیرہ سے رابطہ قائم کئے ہوئے تھے۔ ان موخر الذکر حضرات کے پشت پناہ ڈاکٹر انصاری اور حکیم اجمل خاں تھے۔ لکھنؤ میں مولانا عبدالباری فرنگی محلی پٹنہ میں مولانا مظہرالحق گیا میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اور قاضی احمد حسین کرد اور مرد پر تلے ہوئے تھے اور جذبہ سرفروشی سے سرشار تھے۔ قاضی صاحب تو اس سے پہلے تشدد پسند تحریک میں شریک ہو چکے تھے جیسے جیسے انگریزوں کو ترکوں کے مقابلہ میں کامیابی ہو رہی تھی ویسے ویسے مسلمانوں کا جوش ہندوستان میں بڑھتا جا رہا تھا۔ ڈاکٹر انصاری اور سیٹھ چھوٹانی ایک بار برطانیہ اور فرانس کا دورہ کر کے آئے جہاں وہ بتانے گئے تھے کہ مسلمانوں کے دلوں پر کیا گزر رہی

ہے اور وہ کس طرح ماہی بے آب کی طرح تڑپ رہے ہیں۔ ہندوستان میں جگہ جگہ ترکوں کی حمایت میں جلسے ہونے لگے۔ حکومت ان ہنگاموں سے متاثر ہوکر ڈاکٹر انصاری کے طبی دورہ کو روک نہ سکی اور وہ ۱۹۱۲ء میں ڈاکٹر کرنل عبدالرحمٰن بہاری جو بعد میں بھوپال کے چیف میڈیکل افسر ہوئے اور ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری جو مولانا حفظ الرحمٰن کے عزیز ہوتے تھے اور شعیب قریشی جو بعد میں مولانا محمد علی جوہر کے داماد ہوئے، کی معیت میں ترک مجروحین کی مرہم پٹی اور طبی امداد کے لئے ترکی پہنچ گئے۔

اسی اثنا میں مشیر حسین صاحب قدوائی نے جو اس وقت لندن میں مقیم تھے ہندوستان کے بعض حضرات کو خط لکھا کہ حکومت برطانیہ پر مسلمانوں کے شور و واویلا کا اس وقت تک اثر نہیں ہو سکتا جب تک کہ مسلمانوں کی ایسی جماعت نہ بن جائے جس کا مسلمانوں پر اثر ہو اور اس کا نمائندہ برطانوی حکومت سے بات چیت کرے۔ مولانا عبدالباری فرنگی محلی اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نے اس خط کی معقولیت کو تسلیم کیا اور پہلے لکھنؤ ہی میں خلافت کمیٹی کی طرح ڈال دی۔ مولانا ابوالکلام آزاد کے دستخط سے کلکتہ کے ایک جلسہ کی خبر "مسلم آؤٹ لک لندن" میں ۱۱؍مارچ سنہ ۲۰ء میں شائع ہوئی ہے اس میں مولانا نے خلافت کمیٹی کے جلسوں کی خبروں کا ذکر جس ترتیب سے کیا ہے اس سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ خلافت کمیٹی کا پہلا جلسہ لکھنؤ میں ہوا تھا اس کے بعد دہلی امرتسر اور پھر بمبئی میں۔ بہرحال بمبئی میں یہ جماعت مضبوط بنیادوں پر کھڑی ہوگئی اور سیٹھ چھوٹانی اس کے صدر ہوئے اور مولانا محمد علی جوہر نے اس کی قیادت اپنے ہاتھوں میں لی اور اس تحریک کو چار چاند لگا دیا مشیر حسین صاحب قدوائی کا خط اور اس بنیاد پر خلافت کمیٹی کے قائم ہونے کا قصہ خود مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نے گیا مدرسہ انوارالعلوم میں کچھ لوگوں کے سامنے بیان کیا تھا اس مجلس میں راقم الحروف بھی موجود تھا۔

خلافت کی تحریک میں قاضی صاحب کی سرگرم شرکت

مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت ثانی صوبہ بہار و رکن مجلس عاملہ جمعیۃ علماء ہند نے "تاریخ امارت" میں لکھا ہے۔

" خلافت کمیٹی کی بنیاد کی پہلی اینٹ جو بمبئی میں رکھی گئی اس میں حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد اور حضرت مولانا عبدالباری فرنگی محلی لکھنؤ کا ہاتھ تھا اس کے بعد جب مولانا بمبئی سے واپس ہوئے تو ہندوستان میں اس کی سب سے پہلی شاخ گیا میں مولانا کے ہاتھوں قائم ہوئی"

اور قاضی احمد حسین" کی بدولت کل ہند خلافت کیمٹی کی شاخوں میں سب سے زیادہ سرگرم خلافت کمیٹی ثابت ہوئی"۔

جب اتحادی فوجیں ہر طرف کامیاب و بامراد بڑھ رہی تھیں اس وقت ان کو ایک صدمہ سے دوچار ہونا پڑا اور وہ یہ کہ اتحادیوں کا سب سے زیادہ مضبوط بازو ٹوٹ گیا۔ یعنی روس میں کیمونسٹ انقلاب آگیا اور روس کے کیمونسٹ لیڈر لینن نے اعلان کیا کہ روس اتحادیوں سے اپنا رشتہ منقطع کرتا ہے اور مسلمانوں کی شکایات دور کرنے کو تیار ہے۔ صرف اعلان ہی نہیں روس نے ترکی میں مصطفےٰ کمال سے اور افغانستان میں وہاں کے بادشاہ سے اور کاکیشیا کے مسلمانوں سے بات چیت شروع کر دی یہ وہ وقت تھا جب یونانی سمرنا میں اور اطالوی قسطنطنیہ میں داخل ہو گئے تھے اور عرب ممالک برطانیہ فرانس وغیرہ کے قبضہ میں جا چکے تھے وزیر خارجہ برطانیہ "بلفور" نے فلسطین کے یہودی وطن ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ سمرنا میں اور قسطنطنیہ میں مسلمانوں کا قتل عام ہونے لگا تھا صرف سمرنا میں ایک روز میں ایک ہزار مسلمان قتل کئے گئے تھے جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے۔

اب انگریز سوچنے لگے کہ جیتی ہوئی بازی ہار نہ جائے۔ مسلمانوں کے ایجی ٹیشن کو روکنے کے لئے ہندوستان میں ڈیفنس آف انڈیا ایکٹ نافذ ہوا مولانا محمد علی شوکت علی مولانا آزاد وغیرہ گرفتار کر لئے گئے علی برادران کو چھندوارہ میں نظر بند کر دیا گیا اور وہ کئی سال تک وہاں نظر بند رہے۔ ان کے سلسلہ میں مظہر الحق کی تقریر اور اینی بسنت کی مساعی کا ذکر اوپر آچکا ہے جب حکومت نے دیکھا کہ ایجی ٹیشن اور بڑھ رہا ہے اور جو پہلے ڈرتے تھے اب وہ بھی بولنے لگے ہیں تو علی برادران چھوڑ دئے گئے اور پھر انھوں نے خلافت کمیٹی کی زمام ہاتھوں میں لی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

نومبر ۱۹۱۹ء میں برطانوی پارلیمنٹ میں مباحثہ ہوا۔ سر آبرے ہربرٹ وغیرہ نے تقریر کرتے ہوئے کہا کہ۔

"ہمارے نوجوان مختلف محاذوں پر کام آئے ہیں ہمارے مزدوروں نے جنگ کو کامیاب بنانے میں بڑی مشقتیں اٹھائی ہیں۔ صرف ایک محاذ پر اب بھی بیس ہزار پاؤنڈ ماہانہ کا خرچ ہے اور ایسے بہت سارے محاذ موجود ہیں۔ ہماری قوم تھک چکی ہے اس لئے ہم کیمونسٹ روس کی نئی پالیسی کو نظر انداز نہیں کر سکتے۔ اس کے پاس بیس لاکھ فوج ہے

اور وہ ہمارے دشمنوں کی مدد کرنے کو تیار ہے۔ تاج برطانیہ کے ماتحت جو مسلمان ہیں بالخصوص مصر و ہندوستان کے، انھوں نے ہماری اس جنگ میں مدد کی ہے۔ ان کے سپاہی ہمارے ساتھ قسطنطنیہ تک بڑھ کر گئے ہیں۔ یہ امید نہیں کہ مصر ترکوں کی ماتحتی میں پھر داخل ہو جانے پر راضی ہو گا لیکن ہمیں یہ بھی نہیں بھولنا چاہئے کہ مصر اور تاج برطانیہ کی مسلمان رعایا ہر جگہ ہم سے بیزار ہے۔ ہم جو پالیسی بھی بنائیں اس میں اس امر کو فراموش نہ کریں۔ پھر یہ پالیسی بھی ہمیں صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ ایک طرف تو ہم چھوٹی قوموں کو حق خود اختیاری دلانے کے لئے جنگ کریں اور دوسری طرف ترکوں کو جو خود ایک چھوٹا ملک ہے اپنے ملک میں جینے کا حق نہ دیں۔ مسئلہ خلافت مسلمانوں کا مذہبی مسئلہ ہے اگر ہم نے اس کو ختم کیا تو مسلمانوں کو روس بہکانے میں کامیاب ہو جائے گا۔"

(مسلم آوٹ لک لندن نومبر ۱۹۱۹ء)

فاضل مقرر کا مطلب یہ تھا کہ جب ترکوں کی عظیم سلطنت ختم ہو چکی ہے اور خطرہ ہے کہ روس ترکوں کی مدد کر کے لڑائی کو از سر نو جاری کرا سکتا ہے تو ترکوں کے ساتھ نرم رویہ اختیار کر کے اس کو روس کی مدد لینے سے روکنا چاہئے۔

وزیر خارجہ نے اس بحث کا جواب دیتے ہوئے جس میں ترک اور مسلمانوں کو مغالطہ دینے کی کوشش کی گئی ہے یہ بتایا ہے کہ برطانیہ ترک کے ساتھ ہمدردی رکھتا ہے لیکن حلیف ملکوں کی رائے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھا سکتا ہے اور اس کو اتنی مہلت ملنی چاہئے۔ وزیر خارجہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں

"ترک ایک عظیم قوم ہے۔ اس کے پیچھے ایک عظیم تاریخ ہے اس کو صفحہ یورپ سے مٹایا نہیں جا سکتا برطانوی حکومت کو امید ہے کہ ترک اپنے ملک میں اپنی مضبوط سلطنت بنانے میں کامیاب ہو جائیں گے لیکن برطانیہ نے اپنے حلیف ملکوں کے ساتھ جو معاہدہ کیا ہے اس بارے میں کوئی یک طرفہ فیصلہ نہیں کر سکتا۔"

اس کے بعد لائیڈ جارج نے اعلان کیا کہ برطانیہ کے خیال میں ترکوں کو یہ حق ہے کہ وہ اپنے ملک کی قسمت جس طرح چاہیں بنائیں۔"

یعنی وہ آگے بڑھنے کی کوشش نہیں کریں تو اطالوی اور یونانی ترک سے ہٹ جائیں گے۔

اس فضا میں خلافت کمیٹی نے طے کیا کہ ایک وفد لندن جائے۔ مولانا محمد علی جوہر۔ ڈاکٹر سید حسین فضل بھائی اور مولانا سید سلیمان ندوی اس کے ارکان منتخب ہوئے۔ یہ وفد یکم فروری ۱۹۲۰ء کو لندن پہنچا۔

دوسری طرف مصطفےٰ کمال نے روسی فوجوں کی مدد سے یونانیوں اور اطالویوں کو حدود ترکیہ سے نکال باہر کیا۔ اس سے پہلے ہی ٹھل کے میدان میں روسی اسلحوں کی مدد سے افغانستان کے نادر شاہ نے برطانیہ کو زبردست شکست دے دی تھی۔ فتح سمرنا کی خبر نے مسلمانان ہند میں خوشی کی لہر دوڑا دی ہر جگہ بڑے بڑے جلسے ہوئے مکانات پر روشنی کے قمقمے لگائے گئے۔

قاضی احمد حسین صاحب کی گاندھی جی سے ملاقات اور گرفتاری

چونکہ گاندھی جی مسلمانوں کے ساتھ ہمدردی کر رہے تھے اور ترکوں کی حمایت اور اس بنا پر برطانوی حکومت سے ترک موالات کا مشورہ بھی دیا تھا اس سے حوصلہ پاکر قاضی احمد حسین صاحب ان سے ملے اور ان سے کہا کہ افغانستان میں اتنی طاقت تو نہیں ہے کہ وہ تنہا برطانیہ سے لڑ کر اس کو ہندوستان سے نکالے اور اس ملک کو آزاد کرائے چونکہ روس افغانستان کی مدد کرنے کو تیار ہے اور وہ برطانیہ کے خلاف ہو گیا ہے اس لئے امید ہے کہ اگر افغانستان کو ہندوستان پر حملہ کرنے کی دعوت دی جائے تو وہ روس کی مدد سے برطانیہ کو ہندوستان سے نکال سکتا ہے۔

گاندھی جی نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور کہا کہ جو آزادی دوسروں کے سہارے آئے گی وہ دوسروں کے رحم و کرم پر رہے گی۔ ہندوستان میں خود اتنی طاقت ہونی چاہئے کہ وہ بلا بیرونی مدد کے آزاد ہو اور تب وہ اپنی آزادی کی حفاظت بھی کر سکے گا۔

قاضی صاحب وہاں سے لوٹے تو حکومت کو اس ملاقات کی اطلاع مل چکی تھی۔ ان کے ساتھ پہلا والا معاملہ نہیں تھا اب وہ حکومت کی مخالفت میں بہت نمایاں لوگوں میں تھے۔ برطانوی جاسوس ہر جگہ ان کا پیچھا کر رہے تھے۔ چنانچہ حکومت نے طے کیا کہ ان کو گرفتار کر لیا جائے۔ ایک رات ۱۹۲۱ء میں خلافت کانفرنس گیا کے دفتر پر پولیس نے چھاپا مارا اور قاضی صاحب کو گرفتار کر کے لے گئے۔ خلافت کانفرنس کے جو کاغذات تھے وہ بھی ضبط کر لیے گئے اس موقعہ پر پورے صوبہ میں گرفتاریاں ہوئی تھیں۔ مسٹر زبیر بیرسٹر گرفتار ہوئے جو قاضی صاحب کے عزیز ہی ہوتے تھے اور گیا ہی کے رہنے

تھے لیکن اپنے سسرال مونگیر میں سکونت اختیار کر لی تھی مونگیر ڈسٹرکٹ بورڈ کے چیرمین اور بعد میں کانسل آف اسٹیٹ کے ممبر ہوگئے تھے اور سری کرشن سنہا گرفتار ہوئے جو بعد میں بہار کے وزیر اعلیٰ ہوئے اور دوسرے حضرات بھی گرفتار ہوئے تھے۔ گاندھی جی نے ان سب کو ہندوستان کا سب سے زیادہ بے غرض کارکن قرار دیا تھا گاندھی جی کے اپنے الفاظ اس کتاب کے شروع میں پہلے باب کے اندر درج ہیں۔

قاضی صاحب کو دفعہ ۱۲۴ الف بغاوت کے الزام میں چھ ماہ کی سزائے قید بامشقت دی گئی تھی وہ جب گرفتار ہوئے تو شہر میں دکانیں احتجاج کے طور پر بند ہوگئیں۔ اسکول بند کر دئے گئے۔ سرکاری دفاتر میں بھی بہت سے لوگ نہیں گئے تھے۔ جب وہ رہا ہوئے تو اسٹیشن پر ان کے استقبال کو آدمیوں کا ہجوم جمع تھا پلیٹ فارم اور اسٹیشن کا کپاؤنڈ اور اس سے باہر سڑکوں پر لوگ جمع تھے اور نعرے لگا رہے تھے۔ قاضی صاحب کی سرگرمیاں خلافت کمیٹی جمعیۃ علماء اور کانگریس میں جس درجہ میں رہیں اور ان کی جو مقبولیت تھی اس کا اندازہ ان جماعتوں کے گیا کے اجتماعات سے لگ سکتا ہے جو ۱۹۲۲ء میں منعقد ہوئے۔ ان جلسوں کو دیکھنے والی آنکھیں تو اب نہیں رہی ہیں لیکن اس سلسلہ میں مفتی عتیق الرحمٰن صاحب اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے تعزیت ناموں کے مندرجہ ذیل اقتباسات سے ہلکا سا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

مفتی صاحب نے اپنے تعزیت نامہ میں لکھا ہے۔

"مرحوم کو سب سے پہلے ۱۹۲۲ء میں گیا کے تاریخی اجتماعات میں دیکھا تھا۔ وہ وقت عجیب وغریب جوش وخروش کا تھا۔ ان اجتماعات کا نظارہ اس وقت بھی آنکھوں میں گھوم رہا ہے گیا میں خلافت کمیٹی جمعیۃ علماء اور کانگریس تینوں کے اجلاس بیک وقت تھے۔ ان مہتم بالشان بلکہ شاید بے مثال جلسوں کی کامیابی مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد، قاضی صاحب مرحوم اور ان کے رفقاء خاص ہی کی غیر معمولی صلاحیت کار کی رہین منت تھی۔"

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب لکھتے ہیں۔

"قاضی احمد حسین صاحب ملکی و ملی خدمات میں اس وقت سے متعارف تھے جب تقریباً چالیس سال قبل (یہ تعزیت نامہ آج سے تقریباً پچیس برس پہلے لکھا گیا ہے۔ مولف) آپ نے قومی رہنماؤں کا ہاتھ بٹایا تھا جب گیا میں کانگریس جمعیۃ علماء ہند اور خلافت کمیٹی کے تاریخی اجلاس ہوئے تھے۔"

قاضی صاحب کی کانگریس میں شرکت

قاضی صاحب نے مجھ سے کہا تھا کہ ایک بار میں نے گاندھی جی کی تقریر سنی جو عدم تشدد کی حمایت میں تھی جب سے انہوں نے تشدد پسند جماعت کو چھوڑا اور کانگریس میں شریک ہو گئے وہ ۱۹۲۶ء میں آل انڈیا کانگریس کے ممبر منتخب ہوئے اور ۱۹۳۰ء تک اس کے فعال ممبر رہے۔

قاضی صاحب نے یہ ممبری اس لئے قبول کی تاکہ کانگریس میں جو لوگ نہرو رپورٹ کے خلاف ہیں ان کو طاقت پہنچائیں۔ کانگریس والوں کی نظروں میں قاضی صاحب کیا تھے اس کا اندازہ خود گاندھی جی کی اس تحریر سے کیا جا سکتا ہے جو اس کتاب کے شروع میں درج ہے اسی مقبولیت کی وجہ سے گیا میں جمعیۃ علماء خلافت کمیٹی اور کانگریس تینوں اجتماعات کی ذمہ داری ان پر سونپی گئی تھی۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے ذمہ جمعیۃ وخلافت میں ارکان ومہمان کو مدعو کرنا تجاویز مرتب کرنا کرانا اور منظور کرانا تھا باقی انتظامات کے تمام کام قاضی صاحب کے ذمہ تھے۔ کانگریس میں بھی یہی صورت تھی اس کے تمام انتظامات کی ذمہ داری قاضی صاحب پر تھی۔

اس موقعہ پر قاضی صاحب کے رفقا بھی قابل ذکر ہیں اس لئے بھی کہ تسبیح کے یہ دانے بعد میں بکھر گئے اور بجز مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ ان میں سے کسی کی رفاقت باقی نہیں رہی۔

قاضی صاحب کے ماتحت خلافت کمیٹی گیا کے تین قابل ذکر شعبے تھے ایک تعلیمی دوسرے طبی تیسرے رضا کاروں کا شعبہ۔

خلافت کمیٹی کا تعلیمی شعبہ اور ہائی اسکول کا قیام

گاندھی جی نے جب اعلان کیا کہ لوگ سرکاری اسکول وکالج کو ترک کر کے اپنے اپنے قائم کردہ تعلیمی اداروں میں پڑھیں تو قاضی صاحب نے بھی گیا میں گاندھی قومی ہائی اسکول قائم کیا اس کے ہیڈ ماسٹر ان کے دوست اور عزیز حاجی وراثت رسول صاحب تھے۔ یہ ایک بڑے کاشتکار تھے۔ علی گڑھ سے گریجویٹ کیا تھا۔ چہرے پر بڑی لمبی داڑھی تھی اور سر پر چھوٹا سا کھادی کا عمامہ اس طرح لپیٹتے تھے جس طرح دیہات کے بعض کسان لپیٹتے ہیں بدن پر لمبا کھادی کا کرتا۔ اور کھادی کی لنگی جو ٹخنے سے اوپر ہوتی ایک بڑا سا رومال کندھے پر۔ کپڑے سفید اور خوب صاف شفاف دیہاتی جوتا پاؤں میں مطالعہ وسیع تھا پڑھانے اور انتظام کی صلاحیت بدرجہ اتم۔ حاجی صاحب خلافت تحریک ختم ہونے کے بعد پھر اپنی کاشتکاری میں لگ گئے یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا۔

اس اسکول میں حاجی صاحب کے ساتھ ایک بزرگ سید فضل الرحمن بلال بھی معلم تھے۔ ان کو اذان دینے کے جرم میں کالج ہاسٹل سے نکال دیا گیا تھا۔ اسی لئے ان کو بلال کا لقب دیا گیا تھا بعد میں وہ خلافت تحریک میں شریک رہے۔ جب خلافت کا خاتمہ ہوگیا تو حکیم اجمل خاں کے طبیہ کالج دہلی میں داخل ہوگئے اور وہاں سے کامل الطب والجراحت کی ڈگری لی گیا میں مطب کرتے تھے۔ کشمیر تحریک کے زمانہ میں مجلس احرار گیا کی بنیاد رکھی تھی۔ بہت اچھے شاعر تھے مذہبی اخلاقی اور سیاسی نظمیں لکھتے تھے۔ ان کے والد ایموپیتھک ڈاکٹر بھی تھے اور یونانی طبیب بھی۔ ان کی والدہ نے بھی اپنے شوہر سے گھر پر ہی علم طب کی تعلیم حاصل کی تھی ان کے دو بھائی ندوی تھے۔ چھوٹے بھائی مولانا طٰہٰ ندوی مدرسہ شمس الہدیٰ میں مدرس رہے۔ حکومت ہند کی طرف سے عربی زبان وادب کی خدمات کا انعام بھی انھیں دیا گیا تھا۔

قاضی صاحب نے اس اسکول میں علمی نصاب کے ساتھ دست کاری کی تعلیم کا بھی انتظام کیا تھا۔ بڑھی کا کام، سوت کاتنے اور کپڑے بُننے کا کام، اور جوتے بنانے کا کام سکھایا جاتا تھا علمی نصاب میں ان تمام مضامین کے ساتھ جو سرکاری اسکولوں میں پڑھائے جاتے تھے۔ مذہبی تعلیم کا بھی نظم تھا۔ ہندو بچوں کو اسلام کی بنیادی باتیں اور مسلمان بچوں کو ہندو مذہب کی بنیادی باتیں بھی بتادی جاتی تھیں۔ تاکہ ایک دوسرے کی تہذیب کا تعارف ہو۔

خلافت تحریک سے متاثر ہوکر ہندوستان میں اس طرح کے ادارے متعدد کھلے تھے لیکن اس تحریک کے خاتمہ کے بعد مسلمانوں کے اداروں میں بجز جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کوئی بھی باقی نہیں رہا گیا کا یہ اسکول بھی باقی نہیں رہا لوگوں کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی کہ جب سرکاری اسکولوں میں پڑھ کر گاندھی جی نہرو پٹیل راجندر پرشاد ذاکر حسین ڈاکٹر محمود اور مظہر الحق صاحب پیدا ہو سکتے ہیں تو سرکاری اسکولوں میں کیا قباحت ہے؟

خلافت کمیٹی کا طبی شعبہ "ہلال احمر"

دوسرا شعبہ ہلال احمر کا تھا۔ ترکوں نے صلیب احمر کے مقابلہ میں قائم کیا تھا۔ ترکوں کی ہمدردی اور صلیب احمر کے مقابلہ میں یہ نظام بھی جا بجا مسلمانوں نے بنایا تھا۔ ہندوستان میں تو اب کہیں ہلال احمر نہیں ہے لیکن مسلمان ملکوں میں نیم سرکاری سطح پر کہیں کہیں یہ نظام ہے۔ سعودی عرب میں بھی ہے گیا میں اس جماعت کے انچارج ڈاکٹر قمرالدین صاحب تھے۔ یہ بھی قاضی صاحب کے دوست اور عزیز تھے۔ بنگال کی انقلابی جماعت سے تعلق تھا۔ مولانا آزاد سے راہ ورسم تھی جب یہ کلکتہ میڈیکل کالج میں پڑھتے تھے۔ تو انہی نے قاضی صاحب کو مولانا سے ملایا تھا۔ جب

بب ترک موالات کی تحریک شروع ہوئی تو انھوں نے پڑھنا چھوڑ دیا۔

گیا کی انجمن ہلال احمر شہر میں طبی امداد کا کام کرتی تھی۔ جمیعۃ علمار خلافت کمیٹی اور کانگریس کے اجتماعات کے دفعہ پر جو ۲۲ء میں ہوا تھا اس کی خدمات شاندار رہیں۔

خلافت تحریک ختم ہونے کے بعد قاضی صاحب نے مشورہ دیا کہ یہ اپنی ڈاکٹری کی تعلیم مکمل کریں۔ صرف مشورہ ہی نہیں دیا بلکہ خرچ بھی دیا جس کا ذکر ڈاکٹر صاحب کے تعزیت نامہ میں موجود ہے۔

مسلم لیگ کا زور ہوا تو یہ مسلم لیگ میں شامل ہو گئے اور پاکستان بننے کے بعد پاکستان چلے گئے۔ قاضی صاحب کے رفقا میں یہی واحد آدمی تھے جو مسلم لیگی ہو گئے تھے ورنہ قاضی صاحب کے تمام ساتھی خواہ ابتدائی دور کے ہوں یا آخر دور کے کسی نے بھی مسلم لیگ کی حمایت نہیں کی۔

خلافت کمیٹی کا رضاکاروں کا شعبہ

قاضی صاحب نے یہ شعبہ شاہ قاسم صاحبؒ کے سپرد کیا تھا جنھوں نے اس نظام کو بہت اہمیت کے ساتھ چلایا۔ پولیس نظام کے متوازی خلافت کے رضاکاروں کا یہ نظام پورے ضلع میں پھیلا ہوا تھا۔ رضاکاروں نے خلافت جمیعۃ اور کانگریس کے ۲۲ء کے جلسوں کا عظیم الشان کام ہی نہیں کیا بلکہ آزادی کا پیغام گیا ضلع کے ہر گھر تک پہنچایا۔ اس کے اخراجات مٹھیا کے نظام کے ذریعہ چلتے تھے جو ہر مسلمان بڑی خوشی سے دیتا تھا۔

شاہ قاسم صاحب شروع شروع مولانا آزاد کے الھلال میں کام کرتے رہے اس کے بعد انھوں نے اپنی خانقاہ سنبھالی۔ آخر عمر میں صاحب دل اہل تصوف میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ بہت کثرت سے لوگوں نے ان کے ہاتھوں پر بیعت کی۔ مسلم لیگ کے شباب کے زمانہ میں وہ گیا ضلع جمیعۃ علمار کے صدر رہے تھے۔ ان کی خدمات ہیں۔ جب آزادی کا سورج طلوع ہو رہا تھا تو ان کا انتقال ہو گیا۔

قاضی محمد حسین صاحب

قاضی صاحب کے رفقار اہل کار میں ان کے چھوٹے بھائی قاضی محمد حسین صاحب بھی تھے۔ جو انگریزی خطوط و رسائل اور اخبارات قاضی صاحب کو سناتے تھے کسی کو انگریزی میں جواب دینا ہوتا تو وہ لکھ دیتے تھے۔ قاضی محمد حسین صاحب نے گیا شہر سے لے کر اپنے قریہ کونی بر تک اپنی سرگرمی محدود رکھی۔ وہ تعمیری قسم کا ذوق رکھتے تھے۔ گیا ضلع ڈسٹرکٹ بورڈ کے وائس چیرمین بھی ہوئے۔ ہاشمی اسکول گیا کے سکریٹری رہے نرہٹ اور کونی بر میں اسکول قائم کیا جس میں ہندو اور مسلمان دونوں پڑھتے ہیں انھوں نے معاشیات پر متعدد چھوٹی چھوٹی کتابیں بھی

لکھیں۔ جے سی کمارپا کی کتاب مالیات عامہ کا ترجمہ کیا اور پہلی بار خود اس کو اپنے اہتمام سے چھپوایا اور پھر اس کا حق اشاعت جامعہ ملیہ اسلامیہ کو دے دیا۔ جامعہ ملیہ اسلامیہ کی تحریک سے بھی دلچسپی رکھتے تھے اور اس کی تقویت کے لئے کوشاں رہتے تھے۔ ان کے بڑے لڑکے قاضی محمود مرحوم جامعہ ملیہ ہی کے طالب علم تھے اور زمانہ طالب علمی میں ہاسٹل میں ان کا انتقال ہوا۔

مولانا شوکت علی اور پھر مولانا سجاد کی رفاقت

جمعیتہ علماء کے اجلاس کے بعد گاندھی جی نے غالباً الہ آباد کانگریس میں یہ اعلان کیا کہ ان کو ایسے لوگوں کی ضرورت ہے جن کو اگر کہا جائے کہ سولی پر چڑھ جاؤ تو سولی پر چڑھ جائیں۔ مجھ سے قاضی صاحب نے خود یہ واقعہ بیان کیا تھا۔ پھر ان کے انتقال کے بعد مولانا شاہ غلام حسنین صاحب نے بھی اس کا ذکر کیا انھوں نے کہا کہ وہ اس جلسہ میں شریک تھے اور انہوں نے دیکھا کہ گاندھی جی کے اعلان پر پورے اجلاس میں صرف قاضی صاحب تھے جنھوں نے اپنا نام پیش کیا۔ اس کے بعد قاضی صاحب وطن لوٹے اپنی جائداد اپنے چھوٹے بھائی کے نام لکھی پھر گاندھی جی کو لکھا کہ وہ کیا حکم دیتے ہیں۔ گاندھی جی نے جواب دیا کہ مولانا شوکت علی کو آل انڈیا خلافت کمیٹی کے دفتر بمبئی میں ایک مخلص آدمی کی ضرورت ہے آپ وہاں چلے جائیں قاضی صاحب کی انتظامی صلاحیت کا اندازہ گیا کانگریس میں ہو چکا تھا۔ اس لئے ہو سکتا ہے کہ مولانا شوکت علی نے خود ہی گاندھی جی سے کہا ہو کہ قاضی صاحب کو ان کی معاونت کے لئے بھیجا جائے۔ قاضی صاحب مولانا شوکت علی کے یہاں جانا نہیں چاہتے تھے لیکن وہ تو اپنی خدمات گاندھی جی کی مرضی پر چھوڑ چکے تھے اس لئے وہ بمبئی چلے گئے اور مولانا شوکت علی نے قاضی صاحب کے ذمہ دفتر کی انتظامی ذمہ داریاں سپرد کیں اور مولانا شوکت علی کو موقعہ مل گیا کہ وہ اطمینان سے ملک کے دورے کریں۔ لیکن بہار کا بالخصوص گیا کا کام سرد پڑنے لگا۔ قاضی صاحب کے پاس خطوط گئے کہ آپ آجائیے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ گاندھی یا مولانا شوکت علی کہیں گے جب ہی میں آسکتا ہوں۔ چنانچہ گاندھی جی اور مولانا شوکت علی کے پاس تار جانے لگے۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نے بھی گاندھی کو خط لکھا۔ چنانچہ گاندھی جی نے مولانا شوکت علی کو خط لکھا کہ وہ قاضی صاحب کو چھوڑ دیں بہار کے لوگ ان کو بلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ مولانا شوکت علی نے قاضی صاحب کو بلا کر کہا کہ آپ نے جس لگن سے کام کیا ہے کوئی دوسرا آدمی نہیں کر سکتا ہے لیکن چونکہ بہار کے لوگ آپ کے خواہشمند ہیں اس لئے آپ جائیے۔ کسی طرح کام چلایا جائے گا۔ چنانچہ قاضی صاحب گیا واپس آئے۔ لیکن اس سے

گیا والوں کو فائدہ نہیں پہنچا۔ مولانا سجاد صاحب نے فرمایا کہ دفتر امارت میں تم جیسے تجربہ کار آدمی کی ضرورت ہے تاکہ میں اطمینان سے بہار اور بہار کے باہر کا دورہ کرسکوں اس لئے تم پھلواری چلے آؤ اور دیکھو کہ میرے پیچھے میں دفتری نظم ونسق ٹھیک ٹھیک چلتا رہے۔ مولانا سجادؒ نے یہ خواہش امیر شریعت اول اور ان کے صاحبزادہ مولانا شاہ محی الدینؒ کی تائید کی بنیاد پر کی تھی۔

قاضی صاحب کی شادی اور پھر اہلیہ کا انتقال

قاضی صاحب نے اپنی انقلابی سرگرمیوں کی وجہ سے اب تک شادی نہیں کی تھی۔ مولانا سجادؒ نے سوچا کہ ان کی شادی مولانا نورالحسن صاحب قاضی شریعت بہار متوطن پھلواری شریف کی لڑکی سے کرا دی جائے اس طرح قاضی صاحب پھلواری میں وطن کی بوباس محسوس کرنے لگیں گے اور زیادہ اطمینان سے یہاں رہ کر امارت کے کاموں کی نگرانی کریں گے۔ چنانچہ تحریک کی گئی اور رشتہ ہو گیا۔ قاضی صاحب کی شادی شعبان ۱۳۴۱ھ روز یکشنبہ کو ہوئی۔ قاضی صاحب دلہن کے لئے کھادی کا جوڑہ لے گئے خود بھی کھادی میں تھے۔ دین مہر پانچ ہزار مقرر ہوا۔ قاضی صاحب کے بڑے ماموں خواجہ محمد خلیل صاحب جو ذی علم صوفی باصفا اور گیا کے رئیسوں میں سمجھے جاتے تھے اور کسی اہل حاجت کو اپنے دروازہ سے نامراد واپس نہیں کرتے تھے بارات کے رئیس اور نگراں تھے۔ اس موقعہ پر یہ لطیفہ بھی قابل ذکر ہے کہ دلہن کے کھادی کے کپڑے کو دیکھ کر بعض عورتیں مغموم ہوئیں۔ اتنے میں مولانا نورالحسنؒ کی ایک خادمہ قاضی صاحب کو دیکھ کر اندر گئی اور اس نے کہا بی بی! دلہا بہت خوبصورت ہے کپڑے موٹے اور معمولی ہیں تو کوئی بات نہیں۔"

۴۶ء میں جب بہار فرقہ وارانہ فسادات کی لپیٹ میں آیا ہوا تھا قاضی صاحب کی اہلیہ کافی بیمار پڑیں یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا مرحومہ میں حسن انتظام کی صلاحیت تو بدرجہ اتم تھی ہی لیکن ان کی دو خوبیاں ایسی تھیں جو کم عورتوں میں ہوتی ہیں اور جس کا ذکر قاضی صاحب اکثر کرتے تھے۔ ایک یہ کہ جھوٹ بالکل نہیں بولتی تھیں اور کوئی جھوٹ بولے تو خواہ وہ ان کا کتنا ہی عزیز قریب ہو ان کو اس سے نفرت ہو جاتی تھی۔ دوسری خوبی یہ تھی کہ وہ کبھی کسی کی غیبت اور شکوہ و شکایت نہیں کرتی تھیں اور نہ سننا پسند کرتی تھیں۔

مرحومہ سے قاضی صاحب کی اولاد نہیں ہوئی۔ اور قاضی صاحب نے اس کے بعد پھر شادی نہیں کی۔

قاضی صاحب کا سفر حج اور مؤتمر عالم اسلامی میں شرکت

جب ملک عبدالعزیز بن سعود نے حجاز پر قبضہ کیا تو انھوں نے عالم اسلام کی ایک مؤتمر ۱۹۲۶ء میں مکہ میں بلائی جس میں عالم اسلام کے ساٹھ اعیان ومشاہیر شریک ہوئے۔ صرف ہندوستان سے تیرہ علماء وقائدین تھے جمعیۃ علماء کی قیادت مولانا مفتی کفایت اللہ کر رہے تھے اور خلافت کمیٹی کی قیادت مولانا محمد علی جوہر۔ مولانا سید سلیمان ندوی پورے ہندوستانی وفد کے نائب صدر منتخب ہوئے تھے۔ جمعیۃ کے وفد میں مفتی صاحب کے علاوہ مولانا عبدالحلیم صدیقی بھی تھے چونکہ یہ جدید عربی بولنے پر قادر تھے اس لئے اکابر جمعیۃ کے مترجم کی حیثیت سے کام کر رہے تھے۔ ان کے علاوہ اس وفد میں قاضی شریعت بہار مولانا نورالحسنؒ تھے۔ خلافت کے وفد میں مولانا محمد علی جوہر علامہ سید سلیمان ندوی اور قاضی احمد حسین صاحب بھی تھے اور لوگوں کے نام یاد نہیں۔ شفیع داؤدی صاحب بھی شاید تھے خلافت کمیٹی کی ترجمانی کا کام علامہ سید سلیمان ندوی صاحب کر رہے تھے جو عربی زبان وادب کے بھی ماہر تھے۔ خان عبدالغفار خاں اس مؤتمر میں ذاتی حیثیت سے شریک ہوئے تھے۔ اس وقت تک مولانا محمد علی جوہر عبدالعزیز کے قبضہ حجاز کے حامی تھے۔ حالانکہ ان کے پیر ومرشد مولانا عبدالباری فرنگی محلی بانی کل ہند خلافت کمیٹی اس کے خلاف تھے اس لئے انہوں نے اس وفد میں شرکت بھی نہیں کی تھی۔

ہندوستانی وفود نے مؤتمر میں سعودی حکومت کی اس کاروائی کی سخت مذمت کی کہ صحابہ کرام امہات المؤمنین اور بنات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مزارات پر جو قبے تھے ان کو توڑ دیا گیا ہے، انہی کو نہیں بلکہ ان قبروں کو بھی توڑا گیا جو پختہ تھیں۔ کتبات جو لگے ہوئے تھے ان کو بھی ختم کر دیا گیا سعودی حکومت کا یہ کہنا تھا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارات کو پختہ بنانے اور ان پر عمارات بنانے سے منع کیا ہے اور صحابہ تابعین اور تبع تابعین کسی عہد میں حضور کے ارشاد کے خلاف عمل نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ترکوں کی حکومت میں فسق وفجور پھیلا تب ان قبروں کو پختہ بنایا گیا اور ان پر عمارتیں کھڑی کی گئیں اور کتبات لگائے گئے۔ مولانا عبدالحلیم صاحب نے ہندوستانی وفد کی طرف سے کہا کہ بلاشبہ حضور نے ایسا کرنے سے منع کیا ہے لیکن حضور نے یہ نہیں فرمایا کہ قبریں پختہ ہوں قبے بنائے گئے ہوں تو ان کو توڑ بھی دیا جائے اس پر ہندوستانی وفد اور حافظ وہبہ کے درمیان سخت جھڑپ ہوئی۔ ہندوستانی وفد کا دوسرا اعتراض حنفی شافعی مالکی اور حنبلی مصلوں کو ختم کر دینے پر تھا۔ ہندوستانی وفد کا کہنا تھا کہ فقہی اختلافات کی وجہ سے نماز کی صورتوں میں فرق ہو جاتا ہے اس کا جواب سعودی حکومت کی طرف سے یہ دیا گیا کہ حرم میں ہر فرقہ کی علٰحدہ علٰحدہ

جماعتیں قائم کرنا اسلام کی توہین ہے بہر حال حکومت نے یہ وعدہ کیا کہ وہ دوسرے فرقوں کے فقہی مسالک کا حتی الامکان لحاظ رکھے گی۔ مولانا محمد علی جوہر نے یہ تجویز بھی رکھی کہ مکہ معظمہ اور مدینہ منورہ کا انتظام مسلمانوں کی کسی بین الاقوامی جماعت کی نگرانی میں دیا جائے۔ سعودی حکومت نے اس کو قابل عمل نہیں سمجھا اور اس لئے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ مولانا محمد علی جوہر ہندوستان لوٹے تو وہ سعودی حکومت کی مخالفت کرنے لگے، قاضی احمد حسین صاحب کا رویہ اس وقت بھی معتدل رہا جب وہ خلافت وفد میں شریک تھے اور اس وقت بھی معتدل رہا جب وہ سفر حج سے واپس آگئے تھے۔ وہ ہندوستان میں سعودی حکومت کے کسی مسئلہ کو ہندوستانی مسلمانوں کا مسئلہ بنانا پسند نہیں کرتے تھے۔ ان کے نزدیک ہندوستانی مسلمانوں کی اصلاح اسلام کی اشاعت، ہندوستان کے مختلف فرقوں میں خیر سگالی، انگریزی حکومت کے ہندوستان سے خاتمہ کے لئے سعی اور جدوجہد زیادہ ضروری کام تھے۔ مفتی کفایت اللہ صاحب سید سلیمان ندوی اور مولانا نور الحسن صاحب کا بھی یہی خیال تھا۔

زلزلہ بہار ۱۹۳۴ء

۱۹۳۴ء میں بہار میں زبردست اور قیامت خیز زلزلہ آیا مونگیر اور مظفر پور کے علاقے بہت زیادہ متاثر ہوئے۔ ان دنوں کانگریس کے بہت سے لیڈر آزادی کی تحریک کے سلسلہ میں جیلوں میں بند تھے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد نے جیل سے گورنر بہار کو خط لکھا کہ اگر ان کو رہا کر دیا جائے تو وہ ریلیف کا کام کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ گورنر نے ان کو رہا کر دیا۔ انہوں نے جو ریلیف کمیٹی بنائی اس میں انھوں نے قاضی احمد حسین صاحب کو بھی رکھا۔ لیکن قاضی صاحب بہت پہلے سے مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ کے ساتھ ریلیف کا کام کر رہے تھے۔ اب قاضی احمد حسین صاحب مولانا ابو المحاسن محمد سجاد ڈاکٹر راجندر پرشاد اور پنڈت جواہر لال نہرو سبھوں نے ریلیف کا کام کیا اور اپنے اپنے سروں پر ملبہ اٹھا کر پھینکا۔ جواہر لال کی یہ خبر تو اخباروں میں بھی آگئی تھی لیکن جواہر لال دراصل حالات کا جائزہ لینے آئے تھے اس لئے وہ بہت جلد واپس چلے گئے۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد اور قاضی احمد حسین صاحب اس لحاظ سے قابل تعریف تھے کہ انھوں نے اپنی صحت کی پرواہ نہیں کی۔ قاضی صاحب تو بہت زیادہ بیمار تھے لیکن انھوں نے اپنی جان پر کھیل کر کام کیا جوان کا طرۂ امتیاز تھا۔ وہ مجاہدانہ جوش و ولولہ کے آدمی تھے مولانا سجاد کی قربانی سب سے زیادہ رہی۔ ان کا اکلوتا بیٹا تھا حسن سجاد۔ دیوبند سے نیا نیا فارغ ہو کر آیا تھا۔ وہ بیمار پڑا۔ حالت نازک ہوئی مولانا کو تار پر تار بھیجے گئے لیکن مولانا کام چھوڑ کر نہیں آسکے اللہ کی مخلوق کی خدمت اور دستگیری

بہت بڑی عبادت. ان کی نظر میں تھی ان کی نظروں میں سب ان کے اہل وعیال تھے جس کے گھر میں چراغ نہیں جلا مولانا نے سمجھا کہ ان کا اپنا گھر بے چراغ ہوا. زلزلہ کے حادثہ میں جو مرے مولانا نے سمجھا کہ ان کے گھر کے لوگ مرے. مولانا اپنی اتنی ساری اولاد کے ریلیف کا کام کر رہے تھے. ان کو چھوڑ کر صرف ایک بیٹے کے لئے جلد بازی سے کام نہیں لے سکتے تھے. رفقا کے اصرار پر مولانا اس وقت پہنچے جب بیٹا داعیٔ اجل کو لبیک کہہ چکا تھا. اس نے یہ کہتے ہوئے آنکھیں بند کرلی تھیں کہ ابا اب آخرت میں ملاقات ہوگی. مولانا پہنچے تو بیٹے کو آخری آرام گاہ میں پایا بس اس کے لئے دعائے مغفرت ہی کر سکے. باپ کی دعائے مغفرت کا تحفہ اس کے حق میں سب سے بڑا قیمتی تحفہ ثابت ہوا ہوگا۔ مولانا نے اس کے بعد کیا کیا؟ فوراً اس کام پر چلے گئے جس کو چھوڑ کر آئے تھے۔ اب مولانا کا یہ کام فرض کی ادائگی بھی تھا اور غم غلط کرنے کا ذریعہ بھی. آصف علی کی بیوی ارونا کو آصف علی کے انتقال کے بعد مولانا آزاد نے ایک قصہ سنایا تھا وہ یہ کہ ایک بوڑھے کسان کا جوان بیٹا مرگیا وہ آدھی رات کو ہل بیل لے کر کھیت میں اتر گیا لوگوں نے کہا یہ وقت کھیتی کا ہے؟ بوڑھے کسان نے کہا کھیتی سے کس کو غرض ہے میں تو غم غلط کرنے آیا ہوں مولانا آزاد نے کہا غم غلط کرنے کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ آدمی کسی کام میں مشغول ہو جائے.

اللہ تعالیٰ مولانا سجاد کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے انھوں نے پرخلوص قومی خدمت کی اور صبر وشکر کی وہ مثال پیش کی ہے جس کی نقل کرنے میں اچھے اچھوں کے پاؤں ڈگمگانے لگیں گے اور ہمت جواب دے جائے گی۔

چھٹا باب

انتخابی سیاست میں سرگرم حصہ، انڈپنڈنٹ پارٹی اور نیشنلسٹ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کا قیام،

بہار کی مجلس قانون ساز اور پارلیمنٹ کی ممبری کا زمانہ

جب مانٹیگو چیمسفورڈ کی سفارش پر ہندوستان کے لئے نیا دستور نافذ ہوا، جس کے ذریعہ کانسلوں میں منتخب ہندو مسلمان آسکتے تھے تو موتی لال اور گاندھی جی میں یہ اختلاف ہوا کہ کانسلوں میں کانگریس کی شرکت مناسب بھی ہے یا نہیں۔ گاندھی جی اسکے خلاف تھے اور موتی لال حامی۔ بہرحال طے ہوا کہ جو کانگریسی کانسلوں میں جانا چاہیں جائیں اور جو نہ جانا چاہیں نہ جائیں۔ موتی لال نے سوراج پارٹی بنا کر انتخابات میں حصہ لیا، اور ان کے نمائندے مرکز اور صوبہ کی قانون ساز مجالس کے انتخابات میں شریک ہوئے۔ بہار میں سری کرشن سنہا کی قیادت میں پارٹی بنی۔ اور اس کے نمائندے کامیاب ہو کر کانسلوں میں گئے۔ قاضی احمد حسین صاحب بھی اس موقعہ پر امیدوار ہوئے لیکن چونکہ کانگریس نے سرکاری طور پر امیدوار نہیں کھڑا کیا تھا بلکہ اس کے لوگوں نے پارٹی بنا کر حصہ لیا تھا کانگریس کا اس پر کنٹرول نہ تھا اس لئے قاضی صاحب آزاد امیدوار کی حیثیت سے کھڑے ہوئے اور شاندار طور پر الکشن میں کامیاب ہوئے ایوان میں سوراج پارٹی کو کانگریس کا بازو سمجھا گیا اور قاضی احمد حسین صاحب بھی دو ایک مسلموں کے سوا ایوان میں سوراج پارٹی کی حمایت کرتے رہے اور ان کو بھی کانگریس کا ہی آدمی سمجھا گیا۔

قاضی صاحب کے انتخاب کا یہ لطیفہ بھی قابل ذکر ہے کہ قاضی صاحب نے اپنے انتخابی نشان کا رنگ سیاہ پسند کیا تھا۔ مخالفوں نے چرچا کیا کہ یہ منحوس رنگ ہے۔ قاضی صاحب کے حامیوں نے جواب دیا کہ یہ کعبہ کا رنگ ہے۔ چونکہ انتخابات جداگانہ تھے مسلمان مسلمان امیدوار ہی کو ووٹ دے سکتے تھے اس لئے قاضی صاحب کے مخالف امیدوار کے خلاف اس سے غم وغصہ پیدا ہو گیا کہ انھوں نے

کعبہ کے رنگ کو منحوس کہا ہے۔

ان دنوں قانون ساز کے ممبر عموماً بڑے لوگ اور اہل ثروت و وجاہت ہوتے تھے معاشی اور تعلیمی بنیادوں پر ہی ووٹ دینے کا حق تھا۔ یہ بڑے لوگ ایوان قانون ساز تک موٹروں پر جاتے تھے۔ قاضی صاحب خوشحال گھرانے کے آدمی تھے لیکن سادگی اور خود اعتمادی ان کا شعار تھی پٹنہ اسٹیشن سے ایوان قانون ساز تک ٹمٹم پر جاتے تھے اور اپنا ٹمٹم سب سے آگے کھڑا کرتے تھے۔ یہ بات دوسرے ممبروں کو بری لگتی تھی بعض لوگوں نے ان کو ٹوکا کہ انھیں کانسل ہاؤس کے شایان شان رہنا چاہیئے۔ قاضی صاحب کا لباس بھی عام کانگریسیوں کی طرح تھا، کھادی کا کرتا پاجامہ بدن پر اور کھادی کی ٹوپی سر پر۔ قاضی صاحب جواب دیتے تھے کہ جو سود خوار مثلوں سے قرض لیکر محل بنواتے ہیں ان کو کیا معلوم کہ سادگی میں کیا راحت ہے اور عیش و عشرت و نام و نمود کی زندگی کے کیا نقصانات ہیں۔

قاضی صاحب کو کانسل کی ممبری ملی اور قومی مقاصد کے لیئے ہوئی تھی بعض مقاصد اوقاف سے متعلق تھے کچھ امن و امان سے متعلق کچھ تعلیم سے متعلق۔ قاضی صاحب کی خواہش تھی کہ تعلیم گاہوں میں ہندو اور مسلمان بچوں کو ایک دوسرے کے مذہب سے واقف کرایا جائے۔ گیا قومی ہائی اسکول میں قاضی صاحب نے اس طرح کا نصاب بنوایا بھی تھا۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ منتہی طلبہ اپنی چھٹیوں کا کچھ وقت بالغ متبدیوں کی تعلیم کے لئے دیں۔ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ سرکاری اسکولوں میں دست کاری کا انتظام کیا جائے بچوں کو سوت کاتنا کپڑے بننا جوتے بنانا اور دوسرے کام سکھائے جائیں تاکہ بچے فارغ ہونے کے بعد سرکاری نوکریوں کے سہارے نہ رہیں۔ یہ باتیں اس وقت معمولی معلوم ہوں گی لیکن انگریزوں کے زمانہ میں ان انقلابی خیالات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ اس وقت طلبہ اسکولوں اور کالجوں میں صرف انگریزی زبان میں اچھی استعداد پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے تاکہ انگریزی نظام میں فٹ ہو سکیں اور ہمیشہ حکومت کے محتاج رہیں اور انگریز بھی یہی چاہتے تھے کہ ان کی حکومت کے کاموں میں مدد کرنے کے لئے انگریزی جاننے والے ہندوستانی مل جائیں۔ پسماندہ طبقات کی تعلیم کی کسی کو فکر نہیں تھی۔ سوائے عیسائی مشنریوں کے، وہ پسماندہ طبقہ میں عیسائی مذہب کی اشاعت چاہتی تھیں۔ قاضی صاحب کانسل کے ذریعہ اپنے مقاصد میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکے۔ نظام ہی ایسا تھا کہ کانسل کے ممبر بجز گرم گرم تقریر کر لینے کے اور کچھ نہیں کر سکتے تھے۔

ذبیحہ ہر شہری کا حق

قاضی صاحب نے بعض سوالات اٹھا کر کے انگریزی حکومت کی بعض خام کاریوں کی طرف توجہ دلائی مثلاً ذی الحجہ کے موقعہ پر حکومت نے یہ پالیسی بنائی تھی کہ جہاں گائے کا ذبیحہ ہوتا ہے وہاں پولیس اپنی نگرانی میں ذبیحہ کرائے اور جہاں نہیں ہوتا ہے وہاں ذبیحہ نہیں ہونے دے۔ قاضی صاحب نے پوچھا کہ ذبیحہ تو ایک شہری کا حق ہے جب اور جہاں وہ چاہے گا ذبح کرے گا۔ رواج کی قید اس کے لئے کیوں لگائی گئی ہے حکومت نے جواب دیا کہ بیک وقت اگر ہر جگہ ذبیحہ ہوگا اور ہر جگہ مزاحمت بھی ہوگی تو حکومت نظم نہیں کر سکے گی اور امن وامان کا قائم کرنا مشکل ہوگا۔ قاضی صاحب نے دوسرا سوال کیا کہ اگر ہر جگہ ذبیحہ کا رواج ہوتا تو حکومت کیا کرتی؟ اس کے جواب میں سرکاری نمائندہ نے کہا کہ یہ سوال فرضی ہے اس لئے اس کے جواب کی ضرورت نہیں۔

انگریزوں کے زمانے میں گائے کے ذبیحہ کا مسئلہ آہستہ آہستہ ہندو مسلم بن گیا۔ اور اس سلسلہ میں دنگے ہونے لگے۔ حکومت نے جو پالیسی بنائی تھی وہ اس لیے نہیں چلی کہ مسلمان پولیس والے لکھتے کہ اس علاقہ میں ذبیحہ ہوتا ہے اور ہندو پولیس والے لکھتے کہ نہیں ہوتا ہے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ہندؤں اور مسلمانوں میں پولیس حکام کی طرف سے اعتماد اٹھ گیا۔

عیسائی مشنری کا کام اور قاضی صاحبؒ کی اسلامی غیرت

چوتر واسلمنٹ کا واقعہ بھی قابل ذکر ہے۔ صوبہ کے خانہ بدوش قبائل کو جرائم پیشہ قبائل سمجھا جاتا تھا۔ حکومت نے بعض ایسے قبائل کے لیے خاص علاقہ قرار دے کر ان کی نگرانی کا کام عیسائی مشنریوں کے ذمہ کر دیا تھا۔ انہی میں چوتر واسلمنٹ بھی تھا۔ یہاں کے قبائلی مسلمان تھے۔ ان کو انجیل کے اقتباسات سنائے جاتے تھے اور عیسائی عبادت میں ان کی شرکت لازمی تھی۔ ان کو نماز وغیرہ پڑھنے کی اجازت نہیں تھی۔ امارت شرعیہ میں اطلاع آئی تو قاضی صاحب خود تحقیق حال کے لئے گئے مقامی اور قبائلی باشندوں سے ملے اور اپنی رپورٹ مرتب کر کے شائع کی۔ انہوں نے مجلس قانون ساز میں اس مسئلہ کو اٹھایا۔ اور مطالبہ کیا کہ ان لوگوں کو کسی مسلمان ادارے کی نگرانی میں دیا جائے۔ لیکن حکومت نے جواب دیا کہ حکومت جرائم پیشہ قبائل کو ایسے ادارے کے سپرد کرنا چاہتی ہے جو بین الاقوامی طور پر معروف ہو پھر قاضی صاحب نے مطالبہ کیا کہ ان لوگوں کو نماز پڑھنے کی اجازت ملنی چاہیئے اور عیسائی مشنری کسی مسلمان امام کو اس خدمت پر مامور کر دے اس سلسلہ میں امارت شرعیہ اس کی مدد کرنے کو تیار ہے

کہ معقول امام مل جائے۔ اور وہ پانچ وقت ان کو نماز پڑھا دیا کرے لیکن حکومت نے اس مطالبہ کو بھی قبول نہیں کیا صرف یہ کہا کہ آنریبل ممبر کی اس رائے کو حکومت مشن متعلقہ تک پہنچا دے گی۔ قاضی صاحب مشن والوں سے بھی ملے لیکن وہ اس کے لئے تیار نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم کسی امام کو نہیں جانتے ہیں آپ کا ادارہ جو امام دے گا ممکن ہے وہ ہم کو پسند نہ آئے (سوٹ نہ کرے)

اسکولوں میں دست کاری وغیرہ کا نظم

قاضی صاحب نے محکمہ تعلیم کی توجہ اس طرف دلائی کہ اسکولوں میں دست کاری وغیرہ کا نظم ہونا چاہیے وزیر تعلیم نے کہا کہ حکومت کے بجٹ میں اس کی گنجائش نہیں ہے اور جن کے بچے پڑھتے ہیں وہ عموماً اس سے دلچسپی نہیں رکھتے ہیں اور نہ ان کو اس کی ضرورت ہے۔

فرقہ وارانہ اتحاد اور خوشگوار تعلقات کیلئے قاضی صاحب کی تجویز

قاضی صاحب نے یہ تجویز بھی رکھی کہ فرقہ وارانہ اتحاد و اعتماد کے لئے اسکولوں میں ہندؤں کو مسلمانوں کے مذہب سے اور مسلمانوں کو ہندؤں کے مذہب سے واقف کرایا جائے اور نصاب ایسا ہو جس سے رواداری پیدا ہو۔ اس نقطہ نظر سے تاریخی کتابیں بھی مرتب کی جائیں۔ قاضی صاحب نے کہا کہ دارالمصنفین اور جامعہ ملیہ وغیرہ جیسے اداروں سے ایسی کتابوں کے مرتب کرنے میں مدد لی جائے۔

سرکاری نمائندہ نے پہلی بات کا تو یہ جواب دیا کہ ہندؤں اور مسلمانوں کے لئے ان کے مذہبی مدارس اور پاٹھ شالائیں موجود ہیں جو مذہبی تعلیم حاصل کرنا چاہیں ان کے لئے وہ مدارس کھلے ہوئے ہیں یہ سرکاری اسکول اور کالج تو ان لوگوں کے لئے ہیں جو مذہبی تعلیم حاصل کرنا نہیں چاہتے اور اس کے باوجود کہ مذہبی مدارس میں مفت تعلیم ہوتی ہے یہ لوگ سرکاری مدارس میں مہنگی فیس دے کر سیکولر تعلیم حاصل کرتے ہیں۔ دوسری بات کا جواب حکومت نے یہ دیا کہ حکومت کے خیال میں جو لوگ تاریخ مرتب کرتے ہیں وہ اس کے اہل ہیں اور بغیر کسی تعصب کے واقعات اور تاریخ لکھتے ہیں خواہ وہ تاریخ کسی فرقہ کے خلاف ہو۔ کسی فرقہ کی رعایت سے واقعات کو چھپایا نہیں جا سکتا۔

ہندوستان کی تاریخ میں اوقاف کا مسودۂ قانون اور اس کا انجام

قاضی صاحب نے عبدالغنی صاحب ایم ال سی کی مدد سے ایک وقف

بل پیش کیا تاکہ اوقاف کو خورد برد سے بچایا جائے۔ اور واقفین کی منشاء کے مطابق ہی ان کا خرچ ہو۔ یہ ہندوستان میں سب سے پہلا وقف بل تھا۔ اُس زمانہ میں متولی حضرات عام زمینداروں کی طرح صوبہ میں بہت طاقتور تھے۔ ان کے خلاف کوئی قدم اٹھانا بہت ہمت کی بات تھی۔ چنانچہ ہنگامہ ہوا حضرت امیر شریعت کے پاس بھی خطوط آنے لگے۔ امیر شریعت نے بیان دیا کہ قاضی احمد حسین صاحب مخلص اور سمجھدار آدمی ہیں ان سے مل کر لوگ وقف بل میں ترمیم کرالیں بشرطیکہ ترمیم کی معقول ضرورت محسوس کی جاتی ہو۔ بہرحال حکومت نے دستور کے مطابق رائے عامہ معلوم کرنے کے لئے اس بل کو شائع کر دیا۔ اس کے بعد حکومت نے بتایا کہ رائے عامہ اس کے خلاف ہے اب قاضی صاحب کا اعتماد کانسلوں پر سے اٹھنے لگا۔ انھوں نے دیکھا کہ اصلاح حال کے لئے نہ نجی طور پر مشورہ دینے کا کوئی اثر ہوتا ہے۔ نہ سوالات ہی کے ذریعہ حکومت کی کوئی توجہ ہوتی ہے اور نہ بل ہی کوئی اصلاحی قسم کا کرایا جا سکتا ہے۔ حکومت معاملات کو جوں کا توں STATUSQUO برقرار رکھنے کی حامی ہے۔ جبتک رائے عامہ کو مضبوط اور بیدار نہیں کیا جائے گا اس وقت تک کسی تبدیلی کی کوئی اُمید نہیں ہے۔ قاضی صاحب کا خیال اس سلسلہ میں اتنا مضبوط ہوگیا تھا کہ انہوں نے آئندہ کسی انتخاب میں حصہ لینا پسند نہیں کیا۔ نہ لوکل بورڈ میں نہ صوبائی نہ مرکزی قانون ساز اداروں میں مولانا سجاد صاحب نے انڈی پنڈنٹ پارٹی بنائی تو انھوں نے چاہا کہ قاضی صاحب اس ٹکٹ پر کھڑے ہوں لیکن قاضی صاحب راضی نہیں ہوئے۔ مولانا نے کہا کہ ہم چاہتے ہیں کہ ہماری پارٹی کامیاب ہو تو اس کا پارٹی لیڈر ہمارا خاص آدمی ہو جس کو پارلیمنٹری تجربہ بھی ہو اس لئے بھی ہم آپ کو کھڑا کرنا چاہتے ہیں لیکن قاضی صاحب اس پر بھی راضی نہیں ہوئے قانون ساز اداروں کی ممبری قاضی صاحب کے لیے دستار کی کلغی یا قبائے عزت نہ تھی بلکہ وہ خدمت کا ذریعہ تھی اور اگر خدمت ممکن نہ ہو تو ان کے لئے ممبری بیکار تھی۔

امارت کی مجلس انتخابات

مولانا سجاد اور قاضی احمد حسین صاحب کے تعلقات بہت قریبی اور گہرے تھے۔ امارت شرعیہ کا کام بھی قاضی صاحب کو جان و دل سے زیادہ عزیز تھا اس کے لئے وہ اپنی صحت کی پرواہ نہیں کرتے تھے تنفس کے شدید عارضہ میں مبتلا ہونے کے باوجود کام کرتے تھے تنفس کی تکلیف سے ہانپتے تھے لیکن کاموں میں مشغول اور منہمک رہتے۔ جب امارت کی مجلس شوریٰ نے ایک سب کمیٹی مجلس انتخابات کے نام سے بنائی تاکہ بے دین خود غرض اور مفاد پرست لوگوں کو قانون ساز اداروں میں جانے نہ دیا جائے اور بہتر اور مخلص لوگوں کو بھیجا

جائے تو قاضی صاحب نے اس کا سکریٹری بننا منظور کیا۔ پوری مجلس انتخابات اس طرح تھی:۔

صدر :۔ مولانا لطف اللہ صاحبؒ سجادہ نشیں خانقاہ رحمانی مونگیر

نائب صدر:۔ مولانا شاہ محمد قمرالدینؒ (جو بعد میں امیر شریعت ثالث ہوئے)

سکریٹری :۔ قاضی احمد حسین صاحب۔

جوائنٹ سکریٹری:۔ (۱) مولانا سید منت اللہ صاحب جو بعد میں امیر شریعت رابع ہوئے۔

(۲) شرف الدین صاحبؒ رئیس باڑھ (۳) سید الحق صاحب وکیل دربھنگہ

ارکان :۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ، مولوی مجتبیٰ صاحب وکیل مظفرپور۔ محمد اسمٰعیل صاحب وکیل چھپرا۔

مولانا عبدالوہاب صاحب صدر جمعیۃ علماء بہار، مولانا نورالحسن صاحب قاضی شریعت بہار، مولانا حافظ محمد ثانی صاحب صدر النقیب بتیا چمپارن، شیخ عدالت حسین صاحب رئیس النقباء دیوراج۔

مولانا عثمان غنیؒ صاحب امارت شرعیہ۔

اس مجلس انتخابات نے حسب ذیل حضرات کو مرکزی اسمبلی کے انتخابات کے لئے نامزد کیا تھا۔

(۱) مولوی بدیع الزماں صاحب وکیل کشنگنج (۲) مولوی عبدالحمید صاحب۔ وکیل دربھنگہ (۳) مولوی محمد نعمان صاحب پٹنہ ڈویژن۔

حضرت امیر شریعت دوم نے ان نامزدگیوں پر حسب ذیل نوٹ لکھا تھا:

"جن لوگوں کو اسمبلی کے لئے منتخب کیا گیا ہے ان کا انتخاب مناسب ہے۔ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس دعوت حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ میں اجازت دیتا ہوں کہ مجلس کی طرف سے اس اعلان کو شائع کیا جائے۔"

دستخط محمد محی الدین پھلواری امیر شریعت ثانی

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ قاضی صاحب کی شخصیت کو کس قدر ناگزیر اور ضروری سمجھتے تھے اس کا اندازہ مولانا کے ان خطوں سے ہوگا جو انھوں نے قاضی صاحب کو انڈی پنڈنٹ پارٹی کے زمانہ میں لکھے تھے، انڈی پنڈنٹ پارٹی کی طرف سے انتخابات کی تیاریوں کے وقت قاضی صاحب کافی بیمار ہوگئے تھے،

اور گیا میں مقیم تھے۔ مولانا برابر خطوط کے ذریعہ قاضی صاحب کو حالات کی اطلاع دیتے رہتے تھے ان میں بعض خطوط کتاب کے آخر میں درج ہیں۔ ایک خط میں لکھتے ہیں کہ "اگر آپ کی طبیعت ٹھیک ہوتی تو میں آپ سے کہتا کہ الیکشن تک آپ پھلواری میں رہیں یا پٹنہ میں" حالانکہ نہ قاضی صاحب امیدوار تھے اور نہ پارٹی کے کوئی عہدہ دار انھوں نے پارٹی لیڈر بنائے جانے کی مولانا کی تجویز پر بھی رضامندی نہیں دی تھی۔ کانسل کی ممبری کے زمانہ میں قومی اور ملی کاوشوں کے انجام کے بعد وہ دوبارہ قانون ساز ادارے میں آنا نہیں چاہتے تھے۔ کتنا فرق ہے قاضی صاحب اور ان لوگوں میں جو اسمبلی اور پارلیمنٹ کی ممبری کو زندگی کا سب سے بڑا مقصد اور اعزاز سمجھتے ہیں۔

انڈی پنڈنٹ پارٹی کا قیام

امارت کی طرف سے مجلس انتخابات کی تشکیل ہو چکی تھی۔ لیکن کچھ لوگوں کی صوبہ میں یہ رائے ہوئی کہ ایک پارلیمنٹری پارٹی علحدہ سے بنے اور وہ انتخابات میں حصہ لے اور اس کے نمائندے وعدہ کریں کہ وہ امارت کی مذہبی ہدایات پر عمل کریں گے اور اس پارلیمنٹری پارٹی میں امارت کی موثر نمائندگی ہو۔

غرض یہ تھی کہ جو لوگ امارت شرعیہ کی دینی قیادت و امارت سے انکار کرتے ہیں ان کو یہ اندازہ ہو جائے کہ امارت کی جڑیں کتنی گہری اور اس کے اثرات کتنے وسیع ہیں اور ان کو مجبور کر دیا جائے کہ وہ ایک امیر کے گرد جمع ہو کر شرعی زندگی گزاریں دوسرا مقصد یہ بھی تھا کہ سیاسی حکومت سے مسلمانوں کی قیادت چھین لی جائے۔ اس طرح انڈیپنڈنٹ پارٹی کے دو بنیادی مقاصد تھے ایک ملک کی مکمل آزادی کی حمایت کرنا دوسرے دینی امور میں امیر شریعت کی ہدایات کو قبول کرنا اور ان کی اطاعت کرنا اور اسے پھیلانا۔ مکمل آزادی کو مولانا سجادؒ نے اتنی اہمیت دی تھی کہ جب کچھ لوگ بیچ میں پڑ کر مسٹر عزیز بیرسٹر وزیر تعلیم بہار اور مولانا سجادؒ کے درمیان مصالحت کرانے لگے تو یہ مصالحت اس لئے نہ ہو سکی کہ مسٹر عزیز مکمل آزادی کی حمایت پر راضی نہیں ہوئے۔ انھوں نے کہا کہ ہم امارت شرعیہ کی دینی قیادت قبول کرنے کو تیار ہیں لیکن مکمل آزادی کے مطالبہ کو لغو اور مضر سمجھتے ہیں۔ مولانا سجاد کے خیال میں مکمل آزادی کا مطالبہ بھی اتنا ہی ضروری تھا جتنا کہ امارت شرعیہ کی دینی قیادت کو قبول کرنا ضروری تھا۔

انڈی پنڈنٹ پارٹی کی بنیاد ۲۵ / اگست ۱۹۳۵ء کو پڑی تھی۔ سال بھر تک اس کے جلسے ہوتے رہے اور عزیز بیرسٹر اور شفیع داؤدی صاحب سے بے سود مصالحت کی باتیں ہوتی رہیں اس تمام

عرصہ میں قاضی صاحب انڈی پنڈنٹ پارٹی کے کسی جلسہ میں شریک نہیں ہوئے حتیٰ کہ ۱۳ ستمبر ۳۶ء کو انڈی پنڈنٹ پارٹی کا بہت بڑا خصوصی جلسہ ہوا۔ بہار کے کونے کونے سے اعیان واکابر شریک ہوئے اس جلسہ میں بھی قاضی صاحب نہیں شریک ہوئے۔ اس جلسہ میں پارٹی کے صدر و سکریٹری کے اور مجلس عاملہ کے باقاعدہ انتخابات ہوئے۔ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ صدر اور سید محمود بیرسٹر سکریٹری اور مولانا عبدالصمد رحمانی آفس سکریٹری۔ مولانا منت اللہ صاحب پروپگنڈا سکریٹری اور خلیل احمد صاحب وکیل خازن ہوئے اس جلسہ میں باوجود اس کے کہ قاضی صاحب نے دلچسپی نہیں لی تھی اور شریک بھی نہیں ہوئے تھے مولانا سجادؒ نے مجلس عاملہ کا ان کو رکن بنوایا۔ اور جلسہ کے بعد بہت مشکل سے ان کو راضی کیا۔ قاضی صاحب نے یہ وضاحت کر دی تھی کہ وہ مجلس عاملہ کے ممبر اس لئے رہیں گے کہ مولانا سجادؒ کی خواہش ہے لیکن وہ کوئی عہدہ نہیں لیں گے اور نہ انتخابات میں کھڑے ہوں گے اس کے بعد سے تین اہم نقوش قاضی صاحب کے انڈی پنڈنٹ پارٹی میں ملتے ہیں۔ پہلا نقش پارٹی کا منشور ہے جسے قاضی صاحب نے مرتب کیا۔ ملاحظہ ہو کارروائی مجلس عاملہ انڈی پنڈنٹ پارٹی۔

> "آج بتاریخ ۱۷ ستمبر ۳۶ء بوقت ساڑھے گیارہ بجے دن بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے دفتر واقع مرادپور بانکی پور پٹنہ مجلس عاملہ کا اجلاس مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی صدارت میں منعقد ہوا۔ حسب ذیل اراکین عاملہ شریک تھے۔
>
> (۱) مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد (۲) حاجی شرف الدین حسن باڑھ (۳) مسٹر محمد محمود بیرسٹر (۴) ڈاکٹر سید عبدالحفیظ فردوسی (۵) مسٹر محمد یونس بیرسٹر (۶) مولوی خلیل احمد وکیل (۷) قاضی احمد حسین (۸) تجمل حسین بیرسٹر (۹) مولانا سید منت اللہ (۱۰) حافظ محمد ثانی (۱۱) مولانا محمد یٰسین (۱۲) مولانا محمد عثمان غنی (۱۳) مولانا عبدالصمد رحمانی (۱۴) مولوی محمد حفیظ ایڈوکیٹ۔"

مجلس کے سامنے مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ اور قاضی احمد حسین صاحب کا مرتب کردہ مینی فیسٹو پیش ہوا۔ کامل تین گھنٹوں تک اس پر بحث وتمحیص اور غور وخوض ہوتا رہا اس کے تمام اطراف وجہات منقح ہو جانے کے بعد حسب ذیل تجویز بالاتفاق منظور ہوئیں بعد ازاں ایک عہد نامہ مرتب ہوا۔

تجویزیں:

تجویز ۱ مجلس عاملہ کا یہ جلسہ حسب ذیل حضرات کی ایک کمیٹی بناتا ہے اور اس کو اختیار دیتا ہے کہ وہ مینی فیسٹو کو ان اہم الفاظ کی روشنی میں جن کو مجلس عاملہ نے بحث کر کے ضبط کیا ہے پھر سے مرتب کر کے مجلس عاملہ کی طرف سے شائع کر دے۔

ارکان کمیٹی برائے مرتب کردن منشور انتخابات

(۱) مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد (۲) قاضی احمد حسین (۳) مولوی خلیل احمد وکیل (۴) مولانا عبدالصمد رحمانی۔

تجویز ۲ مجلس عاملہ کا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ انتخابی اعلان اُردو اور انگریزی اخبار میں شائع کر دیا جائے۔ اور مستقلاً بھی رسالہ کی شکل میں شائع کیا جائے۔

تجویز ۳ مجلس عاملہ کا یہ جلسہ عہدنامہ درخواست امیدواران کو منظور کرتا ہے اور فیس امیدواری اسمبلی کے لئے مبلغ ۲۵ روپے کانسل کے لئے مبلغ پچاس روپے اور کانسل آف اسٹیٹ کے لئے ایک سو روپے پارٹی فنڈ کے لئے مقرر کرتا ہے۔

تجویز ۴ مجلس عاملہ کا یہ جلسہ درخواست امیدواری کی آخری تاریخ ۲۰ اکتوبر مقرر کرتا ہے اور طے کرتا ہے کہ تمام درخواستیں جنرل سکریٹری مسٹر محمد محمود بیرسٹر کے نام صدر دفتر بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی مرادپور پٹنہ کے پتہ پر بھیجی جائیں اور حسب ذیل حضرات کی کمیٹی بناتا ہے اور انھیں ہدایت کرتا ہے کہ وہ ضلع اور حلقوں کی کمیٹیوں سے مشورہ کر کے لائق شخص کو نامزد کریں۔

(۱) مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد (۲) مولوی خلیل احمد صاحب وکیل (۳) ڈاکٹر عبدالحفیظ فردوسی (۴) حکیم نوراللہ صاحب (۵) مولوی محمد اسمٰعیل خاں صاحب (۶) مولانا عبدالودود صاحب (۷) مولانا محمد عثمان غنی صاحب۔

تجویز ۵ مجلس عاملہ کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ ڈویژن کانفرنس کے لئے ضلع کمیٹی سے خط و کتابت کی جائے۔

تجویز ۶ مجلس عاملہ کا یہ جلسہ تجویز کرتا ہے کہ چاروں ڈویژن کے کاموں کی نگرانی اور پارٹی کی پالیسی کو مقبول عام بنانے کے لئے چار مقرر کا تقرر کیا جائے اور اس کا بار

نمائندوں پر ڈالا جائے۔

عہد نامہ درخواست امیدواری

(۱) میں انڈی پنڈنٹ پارٹی کے دستور اساسی کے اغراض و مقاصد سے کامل اتفاق کرتے ہوئے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ کانفرنس کی تجاویز کو تسلیم کرتا ہوں۔

۲۔ اگر مجھ کو اس پارٹی کی طرف سے لیجسلیٹو یا بہار کانسل یا کانسل آف اسٹیٹ میں منتخب کیا گیا تو میں پارٹی کی پالیسی کی اتباع کروں گا اور پارٹی ڈسپلن کو برابر قائم رکھوں گا۔

۳۔ اگر پارٹی نے مجھ کو امیدواری کے لئے نامزد نہیں کیا تو اس پارٹی کے نامزد امیدوار کا مقابلہ نہیں کروں گا۔

۴۔ مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی مجلس عاملہ کی شرایط امیدواری کو تسلیم کرتا ہوں اور اپنے کو اس کا اہل سمجھتے ہوئے مبلغ ..... فیس امیدواری جنرل سکریٹری بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے پاس روانہ کرتا ہوں جو پارٹی فنڈ میں داخل ہوگا اور میں ..... مسلم حلقہ ..... ڈویژن سے امیدوار ہوں مجھ کو اور میرے احباب کو اس حلقہ سے مسلم انڈ پنڈنٹ پارٹی کے ٹکٹ پر کامیابی کی پوری توقع ہے۔

قاضی صاحب کا مرتب کیا ہوا منشور اس کتاب کے آخر میں درج ہے"۔

دستخط صدر ابوالمحاسن محمد سجاد

دوسرا نقش انڈی پنڈنٹ پارٹی میں وہ تجویز ہے جس کی رو سے یونس صاحب کو وزارت مرتب کرنے کی اجازت دی گئی تھی۔ یہ تجویز بھی قاضی صاحب نے مرتب کی تھی اور اس کو مجلس عاملہ کے جلسہ میں پیش کی تھی۔ انڈی پنڈنٹ پارٹی کی شاندار کامیابی اور مخالف مسلمان پارٹیوں کی واضح شکست کے بعد صرف دو پارٹیاں اسمبلی میں تھیں ایک کانگریس دوسری انڈی پنڈنٹ پارٹی جب کانگریس نے وزارت قبول کرنے سے انکار کر دیا اور انڈی پنڈ پارٹی کو وزارت بنانے کو کہا گیا تو ممبروں میں اختلاف تھا کہ وزارت قبول کی جائے یا نہیں۔ ایک جماعت دوسری پارٹیوں سے کانگریس کی لاپروائی اور بے اعتنائی کی بنا پر مشتعل تھی اور کہتی تھی کہ وزارت ضرور قبول کی جائے۔ دوسری جماعت اس کے خلاف تھی اس کا کہنا تھا کہ اسمبلی میں کانگریس پارٹی کی اکثریت ہے گورنر دستور کی رو سے زیادہ سے

زیادہ چھ ماہ میں اسمبلی کا اجلاس بلانے پر مجبور ہے اس لئے چھ ماہ کے بعد یہ وزارت ضرور ٹوٹ جائے گی کیونکہ اس کو اکثریت کا اعتماد حاصل نہ ہوگا کانگریس بے اعتمادی کی تجویز بآسانی منظور کرائے گی۔ انڈی پنڈنٹ پارٹی نے کانگریس کی کامیابی پر اس کو مبارکباد بھی دی تھی اس لئے اس کے خلاف اس طرح کی روش اختیار نہیں کرنی چاہیئے۔

قاضی صاحب کی طرف سے وزارت قبول کرنے کی حمایت پھر مخالفت

قاضی صاحب کا خیال تھا کہ کانگریس کو یہ تجربہ کرنا چاہیئے کہ عوام کی مرضی اور عوام کے مفاد میں اس کی وزارت کام کر سکے گی یا نہیں۔ اگر ایسا ممکن نہیں ہوا اور گورنروں نے وزارت کے کاموں میں مداخلت کی تو اس کے لئے راہ کھلی ہوئی ہے وہ اس وقت وزارتوں سے استعفیٰ دے سکتی ہے لیکن جبکہ کانگریس نے اس خطرہ کی بنا پر کہ گورنر مداخلت کریں گے وزارت قبول کرنے سے انکار کر دیا ہے تو کانگریس کی حامی جماعتوں کو وزارت قبول کر کے یہ تجربہ کرنا چاہیئے کہ گورنر وزیروں کے کاموں میں مداخلت سے پرہیز کرتے ہیں یا نہیں، کانگریس کو سوچنے کا وقت اور موقعہ دینا چاہیئے اور برطانیہ نواز حلقوں کو اس کا موقعہ نہیں دینا چاہیئے کہ وہ حکومت کی کرسیوں پر قبضہ کر لیں۔ قاضی صاحب کو امید تھی کہ کانگریس اور گورنر کے درمیان جو رسہ کشی ہے وہ ختم ہو جائے گی اور کانگریس وزارتوں کی ذمہ داریاں اٹھائے گی اور اسے اٹھا لینا چاہیئے۔ وہ ہندوستان میں جنگ آزادی کی سب سے بڑی طاقت ہے اور وزارتوں پر قابض ہو کر اس جنگ آزادی کو وہ مضبوط تر کر سکے گی۔

بہر حال مجلس عاملہ کی مکمل کارروائی درج ذیل ہے۔

۳۱ مارچ ۳۷ء کو مجلس عاملہ انڈی پنڈنٹ پارٹی کی ملتوی شدہ میٹنگ کی دوسری نشست مسٹر محمد محمود صاحب کی کوٹھی میں ہوئی۔ حضرات ذیل شریک تھے:

(۱) مولانا ابو المحاسن محمد سجاد صدر (۲) حافظ محمد ثانی (۳) حاجی اختر حسین خاں (۴) مولانا سید منت اللہ (۵) مسٹر محمد محمود (۶) مسٹر تجمل حسین (۷) حاجی شرف الدین حسن (۸) مولوی سید محمد حفیظ ایڈووکیٹ (۹) قاضی احمد حسین (۱۰) مولانا محمد یٰسین (۱۱) مولانا عبد الودود (۱۲) مولوی خلیل احمد وکیل (۱۳) مولوی جعفر امام صاحب۔

سب سے پہلے مسٹر یونس نے بتایا کہ ہندو ممبران اسمبلی کی کافی تعداد ان کی حمایت کرے گی۔

خلیل احمد صاحب نے بتایا کہ ہندو ہرگز ساتھ نہیں دیں گے یہ مسٹر یونس کا صرف ایک خیال ہے۔ اس کے بعد بحث شروع ہوئی۔ آخر میں قاضی احمد حسین صاحب نے حسب ذیل تجویز پیش کی :

قاضی صاحب کی تجویز

"کانگریس کے انکار وزارت اور ملک وملت کے مفاد اور اس پارٹی کے کریڈ اور پروگرام وغیرہ کو پیش نظر رکھ کر اور تمام احوال پر غور کر کے مجلس عاملہ اس نتیجہ پر پہنچی ہے کہ :

الف۔ کانگریس کے لیڈر، اور گورنر کا باہم متفق نہ ہونا غالباً غلط فہمی پر مبنی ہے جس سے خطرہ پیدا ہو گیا ہے کہ عوام کے منتخب نمائندگان اگر آفس قبول کرنے سے انکار کر دیں تو یقیناً بحالت موجودہ ہم گورنر کو اس کا موقعہ دیں گے کہ وہ شخصی حکمراں ہونے کی حیثیت خود اختیار کر لیں جس سے ملک وعوام کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔ بلکہ اندیشہ ہے کہ نقصان پہنچے۔ اس کے ساتھ وہ مقصد بھی کلیتاً مفقود ہو جاتا ہے جس کے لئے کانگریس آفس قبول کرنے کو تیار تھی۔

(ب) اور یہ طے کرتی ہے کہ آفس قبول کیا جائے تاکہ قوم پرورانہ پروگرام کو حتی الوسع کامیاب بنانے کی کوشش کی جائے۔ اور اسمبلی کے ذریعہ غریب کسانوں مزدوروں دیسی کاریگروں اور تاجروں کو جو کچھ نفع پہنچانا ممکن ہو اس کی راہ پیدا کی جائے۔

مجلس عاملہ کو امید ہے کہ کانسٹی ٹیوشن کے اندر قوم پرورانہ پروگرام کے لئے جو کچھ کام ہو سکتا ہے عام حالات میں گورنر اپنے خصوصی اختیارات کو استعمال کر کے رکاوٹ پیدا نہ کریں گے اور ایسی صورت میں تجربہ کے بعد امید کی جا سکتی ہے کہ وہ غلط فہمی دور ہو جائے گی جو کانگریس اور گورنر کے مابین پیدا ہو گئی ہے اور وہ وقت ملک کے لئے نہایت خوش آیند ہو گا۔"

اس کے بعد جلسہ دوسرے روز کے لئے ملتوی ہونے والا تھا کہ مسٹر یونس جو صدر جلسہ سے اجازت لے کر گورنر سے ملنے گئے تھے واپس آئے اور انھوں نے بتایا کہ گورنر نے کہا ہے کہ نواب عبدالوہاب صاحب اور گور سہائے لال کو وزارت میں ضرور رکھا جائے ورنہ وہ کسی دوسرے صاحب کے ذمہ وزارت بنانے کا کام کریں گے۔ اس چیز سے قاضی احمد حسین صاحب اور بعض دوسرے ممبران مجلس

عاملہ میں گورنر کے خلاف ناراضی پیدا ہوئی دوسری طرف یہ واقعہ بھی ہو گیا کہ پٹنہ کے کچھ نوجوانوں نے انگریزی حکومت کے خلاف کوئی جلوس نکالا تھا غالباً یوم جلیانوالہ باغ کے سلسلہ میں تھا ان کو گرفتار کر لیا گیا اور انڈی پنڈنٹ پارٹی کی سفارش کے باوجود ان کو رہا نہیں کیا گیا۔ اس طرح یہ بات صاف ہو گئی کہ گورنر وزارت کو آزادانہ کام نہیں کرنے دیں گے اس طرح کانگریس کا اندیشہ صحیح ثابت ہوا اور کانگریس کے ذمہ داروں کو یہ تجربہ کرنے دینے کی بات ختم ہو گئی کہ کانگریس وزارتوں کے کاموں میں گورنر حائل نہیں ہوں گے اس لئے جب ۴ اپریل ۱۹۳۷ء کو پارٹی کی مجلس عاملہ اور نمایندگان اسمبلی و کانسل کا مشترکہ جلسہ ۹ بجے دن کو پارٹی کے دفتر میں منعقد ہوا تو قاضی صاحب نے وزارت قبول کرنے کی مخالفت کی اس جلسہ میں ارکان عاملہ کے علاوہ حسب ذیل حضرات نے شرکت کی تھی:

(۱) مسٹر سید نقی امام صاحب (۲) چودھری شرافت حسین صاحب (۳) مولوی اسلام الدین صاحب (۴) مولوی محمد طاہر صاحب (۵) مولوی عبدالجلیل صاحب (۶) مولوی ابوالاحد محمد نور صاحب (۷) مولوی عبدالمجید صاحب (۸) مولوی محمد یعقوب صاحب (۹) مولوی رفیع الدین رضوی ڈپٹی لیڈر انڈی پنڈنٹ پارٹی (۱۰) چودھری نظیرالحسن صاحب (۱۱) مولوی شفیق الحق صاحب۔ اس موقعہ پر مسٹر محمد محمود صاحب نے وہ تجویز پیش کی جو قاضی احمد حسین نے مرتب کی تھی اور مجلس عاملہ میں پیش کی تھی اور مندرجہ بالا اسباب کی بنا پر جس کے وہ مخالف ہو چکے تھے۔ مولانا عثمان غنی صاحب نے اس تجویز کی تائید کی لیکن رفیع الدین رضوی اور قاضی احمد حسین صاحب کی تقریریں سننے کے بعد مولانا عثمان غنی صاحب غیر جانبدار ہو گئے۔

رفیع الدین صاحب رضوی نے تجویز کے خلاف ایک طویل تقریر کی انھوں نے کہا کہ عہدہ قبول کرنا غیر دانشمندانہ ہو گا۔ قاضی احمد حسین نے کہا:

> "مجلس عاملہ میں میں نے رائے دی تھی کہ عہدہ قبول کرنا چاہئے مگر اس چند روز کے تجربہ نے ہمیں بتایا کہ ہماری کابینہ قطعاً بے بس ہو گی۔ یکم اپریل ۱۹۳۷ء کو گرفتاریاں ہوئیں مگر آج تک ان کو رہا نہیں کیا گیا دوسرے گورنر کو اس پر بھی اصرار ہے کہ ان کا کوئی آدمی بھی کابینہ میں رہے گا وہ دھمکی دیتے ہیں کہ اگر مسٹر یونس نے ان کے آدمی کو قبول نہیں کیا تو وہ وزارت کی تشکیل کی ذمہ داری دوسرے لوگوں کے سپرد کریں گے اس لئے میں اب اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ عہدہ قبول نہ کیا جائے جس کی ابتدا یہ ہے اس

کی انتہا نہ پوچھو۔"

اس کے بعد اور لوگوں نے بھی تقریریں کیں۔

جب رائے شماری ہوئی تو ایک ووٹ کی اکثریت سے وزارت قبول کرنے کا فیصلہ کیا گیا تجویز کی حمایت میں حسب ذیل حضرات تھے:

(۱) مسٹر محمد محمود بیرسٹر جنرل سکریٹری (۲) چودھری شرافت حسین (۳) ابوالاحد محمد نور (۴) مولوی اسلام الدین (۵) مولوی عبدالجلیل (۶) چودھری نظیرالحسن (۷) مولوی شفیق الحق (۸) مولوی طاہر (۹) نواب تجمل حسین (۱۰) مسٹر محمد یونس (۱۱) مولوی جعفرامام (۱۲) مولوی تدیرالحسن۔

مندرجہ ذیل حضرات نے وزارت قبول کرنے کی مخالفت کی:

(۱) حافظ محمد ثانی صاحب (۲) قاضی احمد حسین صاحب (۳) سید نقی امام صاحب (۴) خلیل احمد صاحب (۵) بدرالحسن صاحب وکیل (۶) مولوی اسمٰعیل خاں صاحب (۷) مولوی شرف الدین صاحب باڑھ (۸) مولوی رفیع الدین صاحب رضوی ڈپٹی لیڈر انڈی پنڈنٹ پارٹی (۹) مولوی محمد یعقوب صاحب (۱۰) سید محمد حفیظ صاحب وکیل (۱۱) مولوی عبدالمجید صاحب۔

مولانا عثمان غنی صاحب اور مولانا یٰسین صاحب غیر جانبدار رہے۔ مولانا منت اللہ صاحب جلسہ میں موجود نہیں تھے۔ اس طرح یہ بات واضح ہوگئی کہ امارت کے کسی کارکن نے اس موقعہ پر وزارت قبول کرنے کی حمایت نہیں کی۔ پھر بھی چونکہ حاضرین کی ایک ووٹ کی اکثریت سے وزارت قبول کرنے کی اجازت دے دی گئی تھی اس لئے امارت کے کارکنوں نے وزارت کو کامیاب بنانے میں مسٹر یونس کی پوری امداد کی۔

۲۴ر اپریل ۳۷ء کو پارٹی دفتر میں بصدارت مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد پارٹی کی مجلس عاملہ کا اجلاس ہوا۔ شرکا میں جناب صدر کے علاوہ قاضی احمد حسین صاحب ڈاکٹر عبدالحفیظ صاحب فردوسی مولوی خلیل احمد وکیل جو بعد میں بیرسٹر جج اور وزیر ہوئے مولانا عبدالصمد رحمانی۔ مولوی عبدالقدوس وکیل اور تجمل حسین صاحب تھے۔

کانگریس کی حمایت

اس جلسہ میں ایک لمبی تجویز منظور کی گئی جس میں کہا گیا کہ دوسری جنگ عظیم میں ہندوستان کی شرکت کا بلا مشورہ عوامی نمایندگان جو اعلان کیا گیا اس کے خلاف کانگریسی

وزیروں کا احتجاج اور استعفیٰ دانشمندانہ اور بہادرانہ ہے مسلم لیگ نے اس موقعہ پر پاکستان کا جو مطالبہ پیش کردیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ تجویز میں یہ بھی کہا گیا کہ ملک کا دستور وحدانی نہیں ہو بلکہ وفاقی ہو اور مرکز کو کم سے کم اختیارات ہوں۔

یہ تجویز بالاتفاق منظور ہوئی اس طرح انڈیپنڈنٹ پارٹی نے ثابت کر دیا کہ انگریزوں کی مخالفت میں پارٹی کانگریس سے پیچھے نہیں بلکہ اس کے ساتھ ہے۔ چونکہ اس جلسہ میں قاضی صاحب موجود تھے اور تجویز بالاتفاق منظور ہوئی اس سے قاضی صاحب کی رائے بھی معلوم ہوگئی۔

شیعہ سنی قضیہ

اس موقعہ پر یہ لطیفہ بھی لکھنا مناسب ہوگا کہ جب پارٹی کی طرف سے الکشن کی تیاری ہو رہی تھی تو سر سلطان احمد مرحوم نے کہا کہ جب پارٹی مذہبی امور میں امارت شرعیہ کی ہدایات کی پابند ہے جو ایک سنی ادارہ ہے تو شیعوں پر اس کی پابندی کیسے لازمی ہوگی اس پر مولانا سجادؒ نے یقین دلایا کہ ایسے تمام امور میں جو شیعہ مذہب پر اثر انداز ہوں امارت شرعیہ شیعہ مجتہدین کی رائے لے کر فیصلہ کرے گی لیکن سر سلطان احمد کو اس سے اطمینان نہیں ہوا۔ ان کے طرز عمل سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ شیعہ سنی ووٹوں کو تقسیم کرنا چاہتے ہیں ان کے متبنیٰ نجمو صاحب الکشن میں آزاد کھڑے ہوئے تھے۔ ان دنوں قاضی صاحب گیا میں بیمار تھے۔ جب ان کو مولانا سجادؒ نے اطلاع دی کہ شیعہ ووٹوں کو علٰحدہ کرنے کی کوششیں ہو رہی ہیں تو قاضی صاحب نے کہا کہ جب شیعہ سنی ووٹ علٰحدہ کئے جا رہے ہیں تو شیعہ امیدوار کو سنی ووٹ مانگنے کا کیا حق ہے چنانچہ انہوں نے ڈاکٹر اعظم صاحب کو نجمو صاحب کے مقابلہ میں کھڑا کر دیا۔ جب سر سلطان احمد مرحوم کو دشواریاں ہوئیں تو وہ مولانا سجادؒ کے پاس تشریف لائے نجمو صاحب نے امارت شرعیہ کے فارم پر دستخط کیا اور ڈاکٹر اعظم صاحب بیٹھ گئے۔ ڈاکٹر صاحب کا جو خرچ ہوا تھا وہ سر سلطان نے ان کو دے دیا۔ اس سلسلہ میں مولانا سجادؒ کا خط آخر کتاب میں موجود ہے مولانا عثمان غنی صاحب نے بھی قاضی صاحب کو خط لکھا کہ "ڈاکٹر اعظم کو کھڑا کرنے کا بہت فائدہ ہوا اس کی تفصیل ملاقات ہونے پر بیان کر دوں گا۔"

مولانا سجادؒ کے انتقال کے بعد انڈیپنڈنٹ پارٹی کی صدارت

مولانا سجادؒ کا انتقال ہوا تو انڈیپنڈنٹ

پارٹی کی صدارت کا سوال پیدا ہوا۔ چنانچہ ۱۲ر جون سنہ ۴۲ء کو بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی مجلس عاملہ کا جلسہ زیر صدارت نواب تجمل حسین صاحب بار ایٹ لا پھلواری شریف میں منعقد ہوا۔ حسب ذیل حضرات شریک جلسہ تھے:

(۱) مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی (۲) نواب تجمل حسین صاحب (۳) مسٹر یونس بیرسٹر (۴) مولانا سید منت اللہ صاحب (۵) مولانا خلیل احمد صاحب ایڈووکیٹ (۶) قاضی احمد حسین صاحب (۷) مولانا یٰسین صاحب (۸) عبدالباری صاحب فاطمی (۹) زکریا صاحب فاطمی۔

گزشتہ جلسہ کی کاروائی کی منظوری کے بعد اور مولانا سجادؒ کے انتقال پر تجویز تعزیت پاس کرنے کے بعد مسٹر یونس نے یہ سوال اٹھایا کہ صدر نے بعض پارٹی ممبروں سے جو مسلم لیگ سے مل گئے ہیں استعفیٰ طلب کیا اور منظور کیا وہ اصولاً صحیح تھا یا نہیں۔ صدر اجلاس نواب تجمل حسین صاحب نے رولنگ دی کہ صدر کا یہ عمل دستور پارٹی کی رو سے صحیح تھا۔ اس کے بعد خلیل احمد صاحب وکیل نے جو بعد میں بیرسٹر جج اور پھر وزیر ہوئے یہ تجویز پیش کی کہ مولانا مرحوم کی جگہ قاضی احمد حسین کو پارٹی کا صدر بنایا جائے۔ مولانا سید منت اللہ صاحب ام ال اے نے جو بعد میں امیر شریعت ہوئے اس کی تائید کی اور حاضرین نے بلا اختلاف قبول کیا دوسری تجویز خلیل احمد صاحب نے پیش کی کہ نواب تجمل حسین صاحب بیرسٹر کو ناظم بنایا جائے یہ تجویز بھی بلا اختلاف منظور ہوئی۔ مجلس عاملہ میں خالی جگہوں کے لئے حسب ذیل نام منظور کئے گئے۔

(۱) مولانا معین الدین صاحب (۲) خواجہ سید وزیر حسن صاحب شاہ کی املی (۳) ڈاکٹر منیر حسن صاحب کھگول (۴) ناصری ایڈیٹر نقیب۔

قاضی صاحب نے کہا کہ وہ کونسلوں کے ذریعہ مسلمانوں کے کسی فایدہ کی امید نہیں رکھتے ہیں وہ تو مولانا سجادؒ کے اصرار سے پارٹی میں شریک تھے اور دلچسپی لیتے تھے اس لئے پارٹی کا صدر مولانا منت اللہ صاحب کو بنایا جائے لیکن ارکان عاملہ نے موجود تھے اس کو نہیں مانا۔ اس جلسہ میں مولانا عثمان غنی صاحب کسی وجہ سے موجود نہیں تھے بعد میں مولانا عثمان غنی صاحب نے کہا کہ مولانا منت اللہ صاحب کو صدر بنانا حضرت مولانا مرحوم کی رائے کے خلاف ہوگا کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ صدر ایسا آدمی ہو جو اسمبلی کا نسل کا ممبر نہ بنے۔ قاضی صاحب کی فائیل میں مولانا عثمان غنی صاحبؒ کی یہ

رائے تحریری طور پر موجود ہے۔ بہرحال اس وقت حال یہ تھا کہ مسلم لیگ کی مقبولیت کی وجہ سے انڈی پنڈنٹ پارٹی کے کمزور ممبر بچھڑ رہے تھے۔ اور پارٹی چھوڑ رہے تھے۔ دوسری جنگ عظیم چھڑ چکی تھی۔ کانگریس حکومت سے پنجہ آزمائی کی تیاریاں کر رہی تھی نتیجہ یہ ہوا کہ پارٹی عملاً ختم ہوگئی کانگریس پارٹی کے تمام ہندوستان میں مستعفی ہوجانے کے باوجود ہندوستان میں کسی جگہ دوسری پارٹی نے وزارت قبول نہیں کی۔ امارت شرعیہ اور جمعیۃ علمار کے لوگ تو جنگ آزادی میں کود جانے کے حامی تھے اور وہ کود گئے۔ جہاد حریت میں شرکت محض قومی نظریہ نہیں بلکہ اسلامی مفادات کا تقاضہ تھا۔

قاضی صاحب کی فائیل میں ایک رپورٹ کا مسودہ ملا جس سے پتہ چلتا ہے کہ حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے انتقال کے بعد انتخابات کا زمانہ آیا اس وقت مسلم لیگ کا زور تھا تو انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ان ممبروں کی طرف سے جو مسلم لیگ سے متاثر ہو چکے تھے اس بات کی کوشش شروع ہوئی کہ امارت شرعیہ کی انڈی پنڈنٹ پارٹی اور مسلم لیگ میں مصالحت ہوجائے۔ ابتداءً خلیل صاحب بیرسٹر نے جعفر امام صاحب وغیرہ سے انڈی پنڈنٹ پارٹی کی طرف سے بات کی اس وقت حسین امام صاحب گیا صدر کانسل آف اسٹیٹ صوبہ مسلم لیگ کے صدر اور کل ہند مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر تھے۔ جعفر امام صاحب بعد میں ان کی جگہ صوبہ مسلم لیگ کے صدر ہوئے۔ اس سے پہلے وہ انڈی پنڈنٹ پارٹی میں تھے۔ اور خانقاہ پھلواری شریف کے معتقد اور مرید تھے۔ پھر یہ لوگ قاضی احمد حسین صاحب سے ملے۔ قاضی صاحب نے کہا کہ وہ اپنے لوگوں سے بات چیت کرلیں گے تب کوئی جواب دے سکتے ہیں چنانچہ قاضی صاحب نے امیر شریعت مولانا شاہ محی الدینؒ ناظم بیت المال مولانا شاہ قمرالدینؒ جو بعد میں امیر شریعت ہوئے اور نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی سے بات چیت کی اس کے بعد انھوں نے جعفر امام صاحب وغیرہ کو بتایا کہ امارت شرعیہ مندرجہ ذیل تین شرطوں کی منظوری کے بعد مسلم لیگ سے اشتراک کر سکتی ہے:

(۱) مسلم لیگ مذہبی معاملات میں امیر شریعت کی ہدایت پر عمل کرے گی۔

(۲) مسلم لیگ کی مجلس عاملہ میں امارت کے تین آدمی رہیں گے۔

(۳) امارت شرعیہ پاکستان کے مطالبہ کو مسلمانان ہند اور ملک کے لئے مضر سمجھتی ہے لیکن چونکہ مسلمانان ہند کی اکثریت اس کی حمایت کر رہی ہے اور لوگوں کو امارت کی رائے بھی معلوم ہو چکی ہے اس لئے

اس بارے میں وہ مسلم لیگ کی مخالفت نہیں کرے گی بشرطیکہ امارت شرعیہ اور اس کی حلیف جماعتیں انگریزی حکومت کے خلاف جو کچھ کریں گی لکھیں اور بولیں گی ان کی مخالفت مسلم لیگ نہیں کرے گی

اس کے بعد مسلم لیگ کے لوگ امیر شریعت سے ملے انھوں نے فرمایا کہ مصالحت کی کوشش بہتر ہے اگر آپ حضرات مسلم لیگ سے مصالحت کی مذکورہ دفعات منظور کرالیں تو میں بھی اپنی شوریٰ کا اجلاس بلاؤں گا اور اس کی منظوری کے بعد ہی صلح نامہ قطعی شکل اختیار کرے گا۔

مسلم لیگ صوبہ کے اکثر حضرات کو صلح نامہ کی دفعات منظور تھیں معاملہ سید حسین امام صاحب پھر ٹھہرا تھا لیکن انھوں نے غالباً مرکزی مسلم لیگ سے استمزاج کر کے ان دفعات کو قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

قاضی صاحب نے دونوں شرطیں رکھ کر مسلم لیگ کی پالیسی کے بارے میں دو غلط فہمیوں پرسے پردہ اٹھا دیا۔ ایک تو یہ کہ بعض مسلم لیگی حضرات پاکستان کا مقصد اسلامی حکومت قائم کرنا بتاتے تھے قاضی صاحب نے واضح کر دیا کہ اسلامی حکومت قائم کرنے کے لئے جو لوگ اسلام سے واقف ہیں ان کی ہدایت کی پابندی ضروری ہے ورنہ ایسی ہی بات ہوگی جیسے انگریزی حکومت چلانے کے لئے ایسے مولویوں کو مقرر کر دیا جاتا جو نہ تو انگریزی جانتے ہوتے اور نہ انگریزی نظام حکومت سے واقف ہوتے۔ مسلم لیگی لیڈروں نے اس شرط کو قبول نہ کر کے یہ ثابت کر دیا کہ ان کا ارادہ اسلامی حکومت قائم کرنے کا نہیں ہے وہ پاکستان میں سیکولر حکومت ہی بنانے کے حق میں ہیں جیسا کہ پاکستان بننے کے بعد پاکستان دستور ساز اسمبلی میں جناح صاحب نے اعلان کر دیا تھا۔

دوسری بات یہ واضح ہوئی کہ مسلم لیگ کے لیڈر برصغیر کی آزادی بھی نہیں چاہتے تھے کیونکہ جب قاضی صاحب نے یہ کہا کہ پاکستان کے بارے میں یہ بات معروف ہو چکی ہے کہ ہم اس کو پسند نہیں کرتے اس لئے اگر مسلم لیگ جنگ آزادی کے سلسلہ میں امارت شرعیہ اور اس کی حلیف جماعتوں کی مساعی کو برداشت کرے اور اس کی مخالفت نہ کرے تو ہم بھی پاکستان کے بارے میں رائے عامہ کا احترام کرتے ہوئے خاموشی اختیار کریں گے اب مسلم لیگ اور پاکستان کے حامیوں کو کہنا چاہئے تھا کہ ٹھیک ہے آپ انگریزوں سے لڑتے اس سے تو پاکستان کو فایدہ پہنچے گا کیونکہ پاکستان جب ہی بن سکے گا جب انگریز برصغیر چھوڑ کر چلے جائیں گے پھر آپ ہم کو (مسلم لیگ کو)

تو لڑنے کو کہتے نہیں ہیں آپ خود لڑنا چاہتے ہیں اور ہم کو کہتے ہیں کہ امارت شرعیہ اور اس کی حلیف جماعتیں انگریزوں سے لڑیں تو اس کی مخالفت نہ کی جائے۔ اس سے بہتر کیا صورت ہوگی لیکن مسلم لیگ نے اس کو بھی پسند نہیں کیا کہ امارت شرعیہ وغیرہ انگریزوں سے پنجہ آزمائی کریں اور قاضی صاحب کی اس شرط کو بھی نہیں مانا حالانکہ قاضی صاحب وعدہ کر رہے تھے کہ مسلم لیگ انگریزوں کے خلاف لڑائی کو برداشت کرے گی تو ہم بھی مطالبہ پاکستان پر سکوت اختیار کریں گے اس کے باوجود کہ ہم اس کو مضر سمجھتے ہیں اور یہ بات ہر شخص جانتا ہے۔

بہار نیشنلسٹ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کی صدارت اور مذہبی تعلیم کا مسئلہ

جب دوسری جنگ عظیم کے بعد کانگریس پارٹی کے لوگ رہا ہوگئے۔ اور انگریزی عہد کے آخری انتخابات ہونے لگے تو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے تمام غیر مسلم لیگی حضرات کے نمائندوں کو دہلی میں جمع کیا اور نیشنلسٹ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کی تشکیل ہوئی قاضی صاحب اس کی شاخ بہار کے صدر ہوئے۔ اس بار اس کا مقصد مسلم لیگ کی واحد نمائندگی کو غلط بتانا تھا چونکہ کانگریس سے بعض ضروری باتیں منوانا بھی تھا اس لئے قاضی صاحب نے اس کی صدارت قبول کی۔ قاضی صاحب نے کہا کہ ہماری پارٹی کے امیدواروں کو وعدہ کرنا ہوگا کہ کامیاب ہونے پر وہ مسلمان بچوں کی لازمی مذہبی تعلیم کا نظم حکومت سے منوائیں گے اور جو لوگ ہمارے پارٹی ٹکٹ پر نہیں کھڑے ہوں گے صرف مومن کانفرنس یا کانگریس ٹکٹ پر کھڑے ہوں گے ور ہماری حمایت چاہیں گے ان کو بھی اس کا وعدہ کرنا ہوگا اس سلسلہ میں قاضی صاحب کی ڈاکٹر راجندر پرشاد سے خط وکتابت ہوئی کیونکہ ڈاکٹر محمود صاحب اور شاہ عزیر صاحب منعمی صرف کانگریس ٹکٹ پر کھڑے تھے اور کانگریس نے اس بارے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا۔ یہ خط وکتابت کے آخر میں درج ہے۔ معاملہ مولانا آزاد تک پہنچا۔ مولانا نے قاضی صاحب کو بلایا اور کہا کہ اس وقت اس مسئلہ پر زور دینا مناسب نہیں ہے اس کا جو موقعہ اور محل ہوگا میں خود اس کے لئے کوشش کروں گا۔ اس وعدہ پر قاضی صاحب نے شرط واپس لے لی اور کانگریسی امیدواروں کی تائید کر دی گئی۔ ڈاکٹر محمود صاحب خالص امارت کے حلقہ اثر سے کھڑے ہوئے تھے چنانچہ وہ کامیاب ہوگئے۔ عبدالقیوم صاحب انصاری نے نیشنلسٹ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے عہدنامہ پر دستخط کر دیا تھا اور بورڈ کی تائید سے وہ بھی کامیاب ہوگئے۔

مولانا آزاد کا ایفائے عہد

جب آزادی کا سورج طلوع ہوا تو پہلی آل انڈیا ایجوکیشنل ایڈوائزری کانسل کے اجلاس میں مولانا آزاد نے اس سوال کو اٹھایا۔ وہ خود وزیر تعلیم تھے انھوں نے کہا کہ بنیادی مذہبی تعلیم ہندو مسلم بچوں کو کم پڑھے لکھے لوگ دیتے ہیں اور وہ مذہبی تعصب اور منافرت بچوں میں پیدا کرتے ہیں اس لئے حکومت کو ابتدائی مذہبی تعلیم کا نظم اپنے ہاتھوں میں لینا چاہئے۔ لیکن اس وقت مولانا اپنی بات منوا نہ سکے۔ گاندھی جی جواہر لال رادھا کرشنن حتی کہ ڈاکٹر ذاکر حسین سبھوں نے مولانا آزاد کی اس رائے سے اختلاف کیا۔ ذاکر صاحب تو تمام ہی قسم کی تعلیم کو حکومت کے اثر سے آزاد رکھنے کے حامی تھے لیکن اس بات پر زور نہیں دیتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس سلسلہ میں ان کی بات نہیں مانی جائے گی۔ مولانا آزاد کے انتقال کے بعد ذاکر صاحب نے جب وہ گورنر بہار تھے مجھ سے فرمایا تھا کہ " میں مذہبی تعلیم کو حکومت کے ہاتھوں میں دیے جانے کا مخالف ہوں اور اس کو مسلمانوں کے لئے مضر سمجھتا ہوں لیکن اب بھی حکومت میں ایسی تحریک چل رہی ہے کہ مذہبی تعلیم کا نظم بچوں کے لئے لازمی طور پر ہو دعا کیجئے کہ ایسا نہ ہو۔"

ذاکر صاحب کی گفتگو سے میں یہ سمجھا کہ یا تو مولانا آزاد نے ہار نہ مانی اور وہ اس کے لئے کوشاں رہے یا طلبہ کی روز افزوں بے راہ روی دیکھ کر ہندو ذمہ داران تعلیم کو از خود خیال ہوا ہو کہ مذہبی و اخلاقی تعلیم کا نظم ہونا چاہیئے۔

بہت زمانہ کے بعد میں نے حکومت ہند کا ایک سرکلر دیکھا کہ جو یونیورسٹیاں مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم کا اور غیر مسلموں کے لئے اخلاقی تعلیم کا نظم کرنا چاہتی ہیں وہ ایسا کر سکتی ہیں لیکن یہ مولانا آزاد اور قاضی صاحب کے بہت بعد کی بات ہے۔

بہرحال مولانا آزاد نے مسلمانوں کو یہ بھی مشورہ دیا کہ وہ حکومت کے بھروسہ پر نہ بیٹھے رہیں اور اپنے طور پر ابتدائی مذہبی تعلیم کا جال پورے ملک میں پھیلا دیں چنانچہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے بمبئی میں دینی تعلیمی کنونشن بلائی جس میں جماعت اسلامی کے سوا تمام جماعتیں شریک ہوئیں اور طے پایا کہ ہر جگہ دینی تعلیمی ادارے قائم کئے جائیں۔ مسلمان بچوں کے لئے نصاب تیار ہوا اساتذہ کی تربیت ہوئی اور ہر جگہ تو نہیں لیکن کافی مقامات پر دینی تعلیم کے لئے مکاتب اور مدارس قائم ہوئے۔

مولانا سجاد صاحب اور قاضی صاحب کا کہنا یہ تھا کہ مذہبی تعلیم کا نظم حکومت کے ہاتھوں میں ہونا اچھا تو نہیں ہے لیکن اس کو کیا کیا جائے کہ اکثر مسلمان اپنے بچوں کو غیر مذہبی تعلیم دینے کے لئے اسکولوں میں داخل کرتے ہیں نہ اس سے پہلے مذہبی تعلیم دیتے ہیں اور نہ بعد میں دیتے ہیں، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہائی اسکول کے ایسے منتہی طلبہ ملتے ہیں جو یہ نہیں جانتے کہ عیسیٰ علیہ السلام مسلمانوں کے پیغمبروں کی فہرست میں بھی ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ قرآن کس کی کتاب ہے۔ شاید کالج میں بھی ایسے لڑکے مل جائیں اس مطالبہ کی مخالفت میں یہ بات بھی کہی جاتی تھی کہ مسلمانوں میں مذہبی اختلافات بہت ہیں اس لئے کتنی طرح کی مذہبی تعلیم دی جائے گی؟ مولانا سجادؒ نے اس کا جواب یہ دیا تھا کہ وہ ایسے نصاب کی تیاری کی ذمہ داری لیتے ہیں جو مسلمانوں کے ہر فرقہ کے نزدیک قابل قبول ہو۔

قاضی صاحب کو کانسل کا ممبر بنانے کیلئے راجندر پرشاد کی کوشش

جب برطانوی دور کا آخری انتخاب ہو رہا تھا اور قاضی صاحب نیشنلسٹ پارلیمانی بورڈ کی صدارت کر رہے تھے تو راجندر پرشاد کے ذہن میں یہ بات تھی جس کا اظہار انھوں نے اپنے بعض قریبی رفقاء کار سے کیا بھی تھا کہ وہ ایک مسلمان وزیر کانگریس سے ایک جمعیۃ علماء سے اور ایک مومن کانفرنس سے بہار کی صوبائی حکومت میں لیں گے۔ انتخاب میں جمعیۃ علماء کا امیدوار ہار گیا اس لئے ان کو چھوڑ کر ڈاکٹر محمود صاحب (کانگریس) اور عبدالقیوم صاحب انصاری (مومن کانفرنس) کو وزیر بنایا گیا۔ اب کانگریس کو بہار اسمبلی سے کچھ ممبر کانسل کے لئے منتخب کرنا تھا۔ ڈاکٹر راجندر پرشاد کی خواہش ہوئی کہ ایک ممبر قاضی احمد حسین صاحب کو بنایا جائے اس طرح جمعیۃ علماء اور امارت شرعیہ کی نمائندگی بھی ہو جائے گی اور کانسل کو ایک تجربہ کار مسلم پارلیمنٹیرین بھی مل جائے گا جس کی کانگریس کے ساتھ ایک لمبی تاریخ ہے۔ انھوں نے ایک نشست کا انتخاب بہت دنوں تک اس طرح ملتوی رکھا کہ ظہیر قاسم صاحب کو ممبر بنا دیا گیا اور ان سے ایک استعفیٰ نامہ بغیر تاریخ کے لے کر رکھ دیا گیا تاکہ قاضی صاحب راضی ہو جائیں تو ظہیر قاسم صاحب کا استعفیٰ نامہ پیش کر دیا جائے لیکن قاضی صاحب کہاں راضی ہونے والے تھے جب دوستوں نے اصرار کرتے ہوئے ان سے کہا کہ اگر کانسلیں بیکار ہیں آپ ان میں جانا پسند نہیں کرتے تو پارلیمنٹری بورڈ کی صدارت کیوں کرتے ہیں تو انھوں نے مزاحاً جواب دیا کہ الکشن لڑانے میں جو مزا ہے وہ الکشن لڑنے میں نہیں ہے۔

جب قاضی صاحب راضی نہیں ہوئے تو وہ جگہ شاہ عزیر صاحب منعمی کو دی گئی اور پھر وہ وزیر بھی ہو گئے۔ قاضی صاحب اپنے لئے ابھی تک قانون ساز اداروں میں آنا پسند نہیں کرتے تھے۔ کانسل کی سابقہ ممبری اور اس میں کوششوں کی ناکامی کے بعد ان کا یہی خیال تھا۔ بعد میں اپنی ملی سرگرمیوں کے لئے پارلیمنٹ کی رکنیت کے وہ خواہش مند ہوئے اور ان کے خیال میں تبدیلی آئی۔

پارلیمنٹ میں قاضی صاحب کی رکنیت

جب راقم الحروف تمام پبلک کاموں سے علٰحدہ ہو کر اپنے دیہات چلا گیا تھا اور وہاں کاشتکاری شروع کر دی تو ایک روز دیکھا کہ قاضی صاحب ٹمٹم سے اتر رہے ہیں۔ میں اپنے کھیت سے واپس آرہا تھا لیکن ان کے پاس پہنچا سلام کے بعد وہ بولے میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ راجیہ سبھا کا انتخاب ہونے والا ہے تم دہلی جاؤ اور میرے لئے مولانا آزاد سے کہو۔ میں نے فوراً سوال کیا کہ آپ نے اب تک کانسلوں میں جانا پسند نہیں کیا اور گاندھی جی کی طرح اس خیال پر یقین رکھا کہ عوام میں کام کرنا چاہیے عوام ہی کے دباؤ سے حکومت کی اصلاح بھی ہو گی اور سماجی اصلاحات کے مواقع نکلیں گے۔ عوام میں اگر بیداری نہیں ہے تو کانسلیں کیا کریں گی۔ حکومت اور استحصال کرنے والا طبقہ کوئی تعمیری کام کرنے نہیں دے گا اب آپ کیسے راضی ہو گئے؟ انھوں نے جواب دیا کہ میں تبلیغی جماعت لے کر دیہاتوں میں جاتا ہوں تو پولیس مجھ کو تنگ کرتی ہے کوئی کہتا ہے کہ تم مسلم لیگ نیشنل گارڈ کے آدمی ہو کوئی کہتا ہے کہ تم اتحاد المسلمین کے آدمی ہو میں سوچتا ہوں کہ میرے نام کے ساتھ ام پی کا لفظ لگ جائے گا تو پولیس والوں کی مجال نہیں ہو گی کہ تنگ کریں قاضی صاحب نے یہ بھی کہا کہ معلوم ہوا کہ ان کے خلاف پٹنہ سکریٹریٹ میں بھی سی آئی ڈی کے لوگوں نے مخالفانہ رپورٹ پیش کی ہے چنانچہ وہ سری کرشن سنہا منسٹر بہار سے بھی ملے تھے اور ان سے کہا تھا:

> "میں چاہتا ہوں کہ آپ پتہ چلاتے رہیں کہ میں کدھر جا رہا ہوں پھر آپ اچانک وہاں پہنچ جائیں اور دیکھیں کہ میں کیا کر رہا ہوں۔ یا میں اپنا پروگرام آپ کو بھیج دیا کروں اور آپ اس موقعہ پر آکر دیکھیں میں کیا کر رہا ہوں"۔ سری کرشن نے کہا قاضی صاحب! ہمارا سی آئی ڈی کا عملہ انگریزوں کے زمانہ کا ہے اس کا ذہن نہیں بدلا ہے بس وہ اتنا جانتا ہے کہ کوئی عوامی سرگرمی یا تحریک اگر حکومت کی طرف سے نہیں ہے تو

وہ یقیناً حکومت کی مخالفت میں ہوگی۔ جن لوگوں کا نام وہ اخبار میں پڑھ لیتے ہیں کہ وہ گاندھی جی کے آدمی ہیں ان کو معاف کر دیتے ہیں باقی لوگوں کے خلاف الٹی سیدھی رپورٹ دیا کرتے ہیں اگر کسی نے کسی وزیر کے خلاف کچھ کہہ دیا تو اس کے خلاف ضرور کوئی رپورٹ دے دیں گے میں ان رپورٹوں پر اعتماد نہیں کرتا اگر ان پر اعتماد کرتا تو آپ سب جیلوں میں ہوتے۔"

راقم الحروف نے پھر کہا کہ آپ اس کام کے لئے مولانا آزاد کو خود لکھ سکتے ہیں قاضی صاحب نے جواب دیا کہ میں اپنے لئے مولانا آزاد کو نہیں لکھ سکتا۔ بہر حال میں ان کی خواہش پر مولانا آزاد کے پاس دہلی گیا۔ اجمل خاں جو ان کے سکریٹری تھے مجھ کو دیکھتے ہی بولے۔ جب لڈو بٹ رہے تھے تو آپ کہاں تھے؟ میں نے کہا میں لڈو لینے نہیں آیا ہوں میں تو قاضی صاحب کے لئے آیا ہوں، وہ راجیہ سبھا کے ممبر بننا چاہتے ہیں۔ مولانا آزاد کی موٹر ان کو سکریٹریٹ لے جانے کے لئے کھڑی تھی۔ اجمل خاں یہ سن کر فوراً اندر چلے گئے اور مولانا آزاد کے ساتھ باہر نکلے میں نے سلام کیا تو مولانا آزاد نے کہا کہ "مجھ کو اجمل خاں سے معلوم ہو گیا کہ آپ کس لئے آئے ہیں قاضی صاحب کو میرا سلام کہئے گا اور کہئے گا جو اس کا موقعہ اور محل ہوگا میں اس وقت اس کا خیال رکھوں گا۔"

جب قاضی صاحب کے نام کی سفارش بہار کانگریس سے نہیں گئی تو چونکہ ابھی کوشش کا وقت تھا راقم الحروف دہلی چلا گیا اور مولانا آزاد سے ملاقات کی۔ انھوں نے پوچھا کہ قاضی صاحب کے نام کی سفارش کیوں نہیں آئی؟ میں نے جواب دیا کہ صوبائی کانگریس کے صدر نے کہا "میں قاضی احمد حسین صاحب کو نہیں جانتا ہوں۔" مولانا آزاد برجستہ بولے صوبہ کانگریس کا صدر اتنے پرانے کارکن کو نہیں جانتا ہے تو یہ اس کا نقص ہے۔ میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے ساتھ راجندر پرشاد سے بھی ملا۔ وہ تو خود ہی زمانہ سے خواہشمند تھے کہ قاضی صاحب پارلیمانی سرگرمیوں میں حصہ لیں۔ قاضی صاحب خود ہی دامن بچا رہے تھے انھوں نے کہا مولانا آزاد خود چاہتے ہیں ویسے میں بھی ان سے بات کروں گا۔" انھوں نے جواہر لال کی شکایت کی کہ "وہ بہار کے بارے میں بھی مجھ سے کوئی مشورہ نہیں لیتے۔"

میں دہلی کے ایک ہوٹل میں کچھ لوگوں سے باتیں کر رہا تھا معلوم ہوا مولانا آزاد نے کانگریس کی مجلس عاملہ میں قاضی صاحب کا نام پیش کیا اور بغیر کسی نام کو کم کئے جس کی سفارش بہار کانگریس سے آئی تھی ان کا نام منظور کرالیا۔ معلوم ہوا کہ قاضی صاحب کے نام کی مخالفت ڈاکٹر محمود صاحب نے کی

لیکن میں سمجھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب نے کسی بدنیتی کی بنا پر یہ مخالفت نہیں کی تھی۔ انھوں نے کہا تھا کہ قاضی صاحب امارت شرعیہ اور وقف بورڈ کی نگرانی کرتے ہیں اور وقف بورڈ کے ممبروں میں وہ واحد آدمی ہیں جو بورڈ کے کاموں سے دلچسپی لیتے ہیں ان کے دہلی چلے آنے سے ان اداروں کو نقصان پہنچے گا۔ (ڈاکٹر صاحب کا ایک خط کتاب کے آخر میں درج ہے جس سے ڈاکٹر صاحب کے جذبات کا اندازہ ہوتا ہے یہ خط بورڈ کے سلسلہ میں ہے) لیکن سری کرشن نے ان کو زیادہ بولنے سے منع کر دیا۔

قاضی صاحب بحیثیت ممبر پارلیمنٹ

قاضی صاحب پارلیمنٹ کے ممبر ہوئے اور دہلی گئے تو ان کی قیام گاہ تمام پارٹی لیڈروں اور کارکنوں کا مرجع بن گئی۔ سوشلسٹ کیمونسٹ کانگریسی مسلمان سوشلسٹ سماج ڈراویڈ کاژگم مسلم لیگ جمیعۃ علماء جماعت تبلیغ جماعت اسلامی تمام جماعتوں کے لوگ آتے رہتے جامعہ ملیہ کے سید انصاری صاحب بھی آتے مشہور انقلابی لیڈر راجہ مہندر پرتاپ بھی روزانہ حاضری دیتے۔ صوفی نذیر احمد اور دعوت کے سابق ایڈیٹر محمد مسلم صاحب مرحوم برابر ملاقات اور تبادلۂ خیال اور مسلم مسائل پر گفتگو کے لئے آتے۔ قاضی صاحب سے بکثرت ملنے والوں میں کانگریسی مسلمان تو ہوتے لیکن کانگریسی ہندوؤں کو میں نے ان کے یہاں نہیں دیکھا۔ میں نے قاضی صاحب سے وجہ پوچھی تو کہنے لگے شروع شروع وہ مجھ کو مبارک باد دینے آتے تھے۔ بے وقت آتے تھے۔ اس لئے میں نے کہا کہ آپ حضرات کو وقت لے کر ملنا چاہئے۔ میں مریض ہوں ایسے وقت نہیں آنا چاہئے جو میرے آرام کا وقت ہو۔ پھر یہ لوگ نہیں آئے۔ میں نے ان کی ہمت افزائی نہیں کی سلسلہ جاری رکھتے ہوئے قاضی صاحب نے کہا کہ میں ان سے تو ملنا چاہتا ہوں جو مظلوم ہیں۔ جو لوگ وزارت کے گرد چکر لگاتے رہتے ہیں اور عہدوں کی ہوس میں جواہر لال اور پنت کی نگاہوں کو بھانپتے پھرتے ہیں اور حکومت سے قریب ہونے کے لئے آپس میں لڑتے ہیں ان سے مل کر کیا کروں گا قاضی صاحب نے کہا کہ ایسے لوگ یعنی کاسہ لیسان حکومت مسلمانوں میں بھی ہیں لیکن ان کا ایک پہلو اور بھی ہے وہ یہ کہ مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ عام مسلمانوں کے مستقبل کے لئے پریشان بھی ہوتے ہیں وہ ایک پریشان فرقہ کے رکن ہیں اس لئے ان کے لئے اپنا دروازہ بند نہیں کر سکتا۔

اوقاف کا ایک مرکزی نظام

یہ رائے ہو رہی تھی کہ ہندوستان بھر کے وقف بورڈوں کو ایک مرکزی نظام کے ماتحت کر دیا جائے حافظ ابراہیم صاحب

مرحوم نے مشورہ کے لئے ایک نمائندہ اجلاس بھی بلایا تھا۔ قاضی صاحب نے اس تجویز کی اجلاس میں مخالفت کی اور کہا کہ ہم نے اس ملک میں یہ فیصلہ کیا ہے کہ ہندوستان کا نظام وفاقی ہوگا مرکز کو کم سے کم اختیارات دئے جائیں گے۔ حکومت ہند نے ویسے ہی بہت زیادہ اختیارات اپنے قبضہ میں کر رکھے ہیں۔ اب آپ ان اختیارات میں اضافہ نہ کیجئے۔

ہندو کوڈ بل اور قاضی صاحب کی صاف گوئی

ہندو کوڈ بل کے سلسلہ میں بعض دفعات ایسی ہیں جن کی زد مسلمانوں پر بھی پڑتی ہے جعفر امام صاحب سابق صدر مسلم لیگ اور سابق وزیر بہار اس وقت راجیہ سبھا کے ممبر تھے اور بعض دوسرے مسلمانوں نے اس کی مخالفت کی تھی لیکن بعض دوسرے مسلمان ایسے بھی تھے جنھوں نے تائید میں تقریر کی۔ قاضی صاحب کی باری آئی تو وہ بولے۔

"ہم میں جن مسلمانوں نے زیر بحث دفعات کی حمایت کی ہے ان سے حکومت کو غلط فہمی میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے۔ ہم یہ سوچ کر حمایت کرتے ہیں کہ اگر ہم نے مخالفت کی تو دوسری بار ہم کو پارلیمنٹ کا ٹکٹ نہیں ملے گا اس لئے حمایت کرنے والوں کے استدلال کو نظر انداز کر کے حکومت کو چاہئے کہ مخالفت کرنے والوں کی تقریر کو اہمیت دے اور ان کی باتوں پر غور کرے۔"

قاضی صاحب کی تقریر کے بعد جعفر امام صاحب وغیرہ نے تو خوشی کا اظہار کیا اور ایک صاحب جو راجیہ سبھا کے ممبر تھے اور گیا میں رہ گئے تھے اور انھوں نے حمایت میں تقریر کی تھی دوسرے روز قاضی صاحب سے ملے اور اقرار کیا کہ ہم لوگوں میں یہ کمزوری ہے۔ اسی روز کانگریس کے چیف وہپ نے کہا کہ "قاضی صاحب! آپ کی تقریر بہت ناپسند کی گئی"۔ قاضی صاحب نے فوراً جواب دیا آپ کو ناپسند ہوئی ہوگی مجھ سے تو کئی ممبروں نے آکر کہا کہ آپ بہت صحیح بولے" یہ پوری روداد میں نے قاضی صاحب سے سن کر لکھی ہے ورنہ مجھ کو موقعہ نہیں ملا کہ میں پارلیمنٹ کی ان تقریروں کی نقلیں لیتا۔

ایک واقعہ

ایک پارلیمنٹ ممبر سے قاضی صاحب کی بات ہوئی۔ وہ خالصتان کی مخالفت کر رہے تھے قاضی صاحب نے ممبر پارلیمنٹ کے جواب میں جو کچھ کہا اس سے ان کی دیدہ وری اور ذہانت کا اندازہ ہوتا ہے۔ انھوں نے کہا،

"میں اس دن کے انتظار میں ہوں جب آپ اپنے جوشیلے نوجوانوں کو سمجھانے میں کامیاب ہوجائیں گے۔ وہ غریب تو سوچتے ہوں گے کہ مسلمانوں کو پاکستان مل گیا تو سکھوں کو خالصتان کیوں نہ ملے حالانکہ مسلمانوں کو پاکستان نہیں ملا ہے جو مسلمان ہندوستان میں ہیں ان کا کوئی اختیار پاکستان پر نہیں ہے ان کو تو پاکستان کا ویزا بھی مشکل سے ملتا ہے پاکستان آزاد سلطنت کی حیثیت سے پاکستان کے باشندوں کو ملا ہے جس میں ہندوستانی مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہے جس طرح دنیا کے دوسرے ملکوں افغانستان انڈونیشیا ملایشیا لنکا وغیرہ کے مسلمانوں کا اس میں کوئی حصہ نہیں ہے۔"

قاضی صاحب کا جواب سن کر یہ ممبر پارلیمنٹ کچھ بولے تو نہیں لیکن خوشی سے چہرا چمک اٹھا۔

شادی اور طلاق بل اور قاضی صاحب کی ملی غیرت

ہندو شادی اور طلاق بل کے سلسلہ میں قاضی صاحب نے ایک گشتی مراسلہ اخبارات کو بھیجا تھا جو درج ذیل ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ کانگریس کی ممبری کے لئے قاضی صاحب نے اعلائے کلمۃ الحق کا خون کبھی نہیں کیا انھوں نے اس سلسلہ میں رائے عامہ کو بیدار کرنے کی کوشش کی۔

قاضی احمد حسین

مکرمی تسلیم

پارلیمنٹ میں ہندو شادی اور طلاق کا بل پیش ہے جس کا نام ہندو میرج اور ڈایوورس بل ۱۹۵۲ء ہے سلکٹ کمیٹی میں بھیجنے کی تجویز راجیہ سبھا سے پاس ہوچکی ہے۔ چونکہ اس مسودۂ قانون کا تعلق ہندوؤں سے تھا اس لئے رائے عامہ کی طلبی کے وقت مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہیں کی۔ مسودۂ قانون دانستہ یا نادانستہ ایسا ہوگیا ہے کہ اگر اسی صورت میں پاس ہوگیا تو اس قانون کا اطلاق کروڑوں مسلمانوں پر ہوجائے گا اور اس قانون کے معنی میں بہت سارے مسلمان عیسائی پارسی اور یہودی بھی ہندو تصور کیے جائیں گے۔

ظاہر ہے اس صورت میں مسلمانوں کی حقیقی رائے کا اندازہ ممبران سلکٹ کمیٹی اور

پارلیمنٹ کو کس طرح ہو گا۔ سوائے اس کے کوئی چارہ نہیں ہے کہ آپ جو رائے عامہ کے ترجمان ہیں اپنے معزز جریدہ میں رائے عامہ کو ملحوظ رکھ کر اظہار خیال فرمائیں تاکہ مسلمانوں کی رائے عامہ محترم ممبران پارلیمنٹ اور سرکار والا تبار کو معلوم ہو جائے۔ جس پرچہ میں اظہار رائے ہو اس کی ایک کاپی بھی مندرجہ بالا پتہ پر میرے نام سے روانہ فرمائیں تاکہ میں ممبران سلکٹ کمیٹی اور حکومت تک آپ کے جریدہ کے واسطہ سے مسلمانوں کی رائے عامہ پہنچا سکوں ذیل میں ضروری دفعات کا فہیدہ ترجمہ بھی درج ہے جن کا اثر اقلیت پر پڑتا ہے" دفعہ ۲ (۱) یہ بل عاید ہو گا (سی) ہر اس شخص پر جو ہندستان کا باشندہ ہے۔ اگر وہ مسلمان عیسائی پارسی یہودی ہے تو اس پر لاگو نہ ہوگا بشرطیکہ ہندو قانون یا کسی ہندو رواج یا کسی ہندو رسم کا پابند نہ ہو یعنی اگر پابند ہو گا تو یہ قانون لازم ہو گا ——— وضاحت اس قانون کی رو سے مندرجہ ذیل اشخاص مذہبا ہندو سمجھے جائیں گے۔

(بی) وہ شخص جو تبدیلی مذہب سے ہندو ہو گیا ہو یا دوبارہ تبدیلی مذہب سے ہندو ہو گیا ہو۔

(۲) اس ایکٹ کے مطابق اس شخص کو بھی ہندو تصور کیا جائے گا جو مذہبًا ہندو نہ ہو مگر ذیلی دفعہ (۱) پوری کرتا ہو۔

نوٹ: ذیلی دفعہ کا مطلب اس قانون کی دفعہ ۲ مع وضاحت ہے جو آپ پڑھ چکے۔
دفعہ ۱۴ تبدیلی مذہب کی صورت میں علٰحدگی کی درخواست کا حق اس فریق کو ہو گا جو ہندو ہو۔

مندرجہ بالا دفعات کو دیکھ کر اس کے وسیع اثرات کا اندازہ آپ کو ہو گا اس پر آپ اپنے مؤقر جریدہ میں رائے عامہ کی ترجمانی فرما کر عنداللہ ماجور ہوں گے۔

والسلام

قاضی احمد حسین ممبر کانسل آف اسٹیٹ

جامعہ ملیہ اسلامیہ

مولانا آزاد کے انتقال کے بعد جو وزیر تعلیم بنے انھوں نے جامعہ ملیہ والوں سے کہا کہ آپ جامعہ کے نام سے اسلامیہ کا لفظ نکال دیں تب ہی حکومت اس کو یونیورسٹی کا درجہ دے سکے گی۔ مجیب صاحب اس پر راضی ہو گئے تھے لیکن حافظ فیاض احمد صاحب اور سعید انصاری صاحب وغیرہ نے اس کی مخالفت کی۔

اصل میں انگریزی حکومت کی مخالفت کی تحریک دو بنیادوں پر چلی تھی۔ ایک مذہبی دوسری وطنی۔ چنانچہ اس میں دونوں طرح کے کارکن اور لیڈر شریک ہو گئے تھے بعض دونوں کا خوبصورت امتزاج تھے۔ مولانا محمد علی جوہر حسرت موہانی گاندھی جی ڈاکٹر بھگوان داس اور بے شمار علماء اسلام بیک وقت مذہب اور وطن دونوں کی ترقی کے خواہاں تھے آزادی کے بعد یہ نشہ پرانے کارکنوں میں تیز تر ہی ہو گیا تھا فیاض احمد صاحب اور سعید انصاری صاحب انہی لوگوں میں تھے۔

لیکن کانگریس میں ایسے لوگ بھی تھے جو شروع سے مذہب کے مخالف تھے اور یہ لوگ اونچے عہدوں پر آ گئے تھے۔ کچھ فرقہ پرست ہندوان کی آواز میں آواز ملا کر سب کے خلاف تو نہیں لیکن مسلم اداروں سے اسلام کا لفظ نکالنے پر تلے ہوتے تھے چنانچہ اسی سلسلہ میں فضل حق کے قائم کردہ اسلامیہ کالج کلکتہ کا نام بدل کر سنٹرل کالج رکھا گیا تھا اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے مسلم ہونے سے انکار کیا جا رہا تھا اسی جذبہ کے ماتحت یہ فرمائش کی گئی کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ سے لفظ اسلامیہ نکال دیا جائے یہ جنون حکومت کے حلقہ میں بڑھتا ہی رہا یہاں تک کہ چھاگلہ صاحب کے ایماء سے ایک بل مسلم یونیورسٹی کی اسلامی حیثیت کو ختم کرنے کے تے اور دوسرا بل ہندو یونیورسٹی کی ہندو حیثیت کو ختم کرنے کے لئے پارلیمنٹ میں لایا جانے لگا فرقہ پرست ہندو اس کے تو حامی تھے کہ مسلم یونیورسٹی کی اسلامی حیثیت کو ختم کر دیا جائے لیکن اس کے حامی نہیں تھے کہ ہندو یونیورسٹی کی ہندو حیثیت کو ختم کر دیا جائے اس لئے وہ ناراض ہوتے۔ چھاگلہ صاحب ہندو یونیورسٹی کے طلبہ کے سخت غیض و غضب کا شکار ہوتے اور انھیں وزارت سے استعفیٰ دینا پڑا ان کے لئے مجبوری یہ تھی کہ صرف مسلم یونیورسٹی سے لفظ مسلم خارج کرتے تو لوگوں کے اس طعنہ کا جواب نہیں دے سکتے تھے کہ یہ مسلم فرقہ پرستی کے خلاف ضرورت سے زیادہ دلیر ہیں لیکن ہندو فرقہ پرستی کے مقابلہ کی ان میں ہمت نہیں ہے۔ یہاں تک کہ اندرا گاندھی کا دوسرا دور آیا تو اس نے دیکھا کہ فرقہ پرستی کی مخالفت کا حد سے زیادہ بے معنی نعرہ

ہندؤں کے خلاف تو چلتا نہیں مسلمان الگ مخالف ہوتے جارہے ہیں اس لئے انھوں نے وعدہ کیا کہ مسلم یونیورسٹی کی مسلم حیثیت کو تسلیم کرلیا جائے گا اور اس وعدہ کو انھوں نے پورا کیا۔ اسی طرح مولانا آزاد کے انتقال کے بعد اسلامیہ کالج کلکتہ کا نام جسے سنٹرل کالج کیا گیا تھا مولانا آزاد کالج کردیا گیا۔

جامعہ ملیہ اسلامیہ ان لوگوں نے قائم کیا تھا جو نشۂ آزادی سے سرشار تھے گاندھی جی کے اعلان پر کہ سرکاری تعلیم گاہوں میں مت پڑھو اور قومی آزاد تعلیم گاہوں میں تعلیم حاصل کرو علی گڑھ یونیورسٹی کے کچھ طلبہ نے یونیورسٹی کو چھوڑ دیا جن میں ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب بھی تھے ان طلبہ کو اس سے نکالنے والے مولانا محمد علی جوہر سابق صدر کانگریس تھے۔ اس کی تاسیس شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ کے ہاتھوں سے ہوئی تھی جو برسوں برطانیہ کی مخالفت کے جرم میں مالٹا میں نظر بند رہے تھے اس کے چانسلر حکیم اجمل خاں سابق صدر آل انڈیا کانگریس ڈاکٹر مختار احمد انصاری سابق صدر و سکریٹری آل انڈیا کانگریس اور عبدالمجید خواجہ سابق خلافت و کانگریس لیڈر یکے بعد دیگرے ہوئے تھے۔ ذاکر صاحب جو بعد میں صدر جمہوریہ ہوئے اس کے پرنسپل تھے اس کے بعض اساتذہ تقریباً کانگریس کی ہر تحریک میں جیل جاچکے تھے اس لئے جب جامعہ سے ایسی فرمائش کی گئی تو اس کا ردعمل ہوا۔ مجیب صاحب پرنسپل تھے وہ خود بے حد سیکولر قسم کے آدمی تھے دوسرے آزادی کے بعد کی فضا سے مرعوب و متاثر بھی ہوگئے تھے اس لئے انھوں نے یہ بیجا مطالبہ منظور کرلیا لیکن جامعہ کے ارکان اساسی میں برہمی محسوس کی جانے لگی اور فیاض احمد صاحب اور سعید انصاری صاحب تو میدان میں مخالفت کے لئے نکل آئے۔

قاضی احمد حسین صاحب بھی انہی مجاہدین آزادی میں تھے جو دین و مذہب کا دامن کسی حال میں چھوڑ نہیں سکتے تھے اور جو پوری غیرت ایمانی کے ساتھ ملک و ملت کی خدمت کرتے تھے ان کے ڈاکٹر ذاکر صاحب اور سعید انصاری صاحب وغیرہ سے بہت اچھے تعلقات بھی تھے وہ دہلی میں پارلیمنٹ میں رہ کر اس صورت حال کو نظر انداز نہیں کرسکتے تھے۔ اور خاموش رہنا ان کے لئے ممکن نہ تھا۔

مفتی عتیق الرحمٰن صاحب صدر مجلس مشاورت اپنے تعزیت نامہ میں قاضی صاحب کے متعلق لکھتے ہیں:

"ریشم سے زیادہ نرم بھی تھے اور فولاد سے زیادہ سخت بھی جس بات کو حق سمجھتے تھے بلا جھجھک کہتے تھے۔ پھر کوئی مروت اور کوئی تعلق ان کو راستہ سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ حق و صداقت کی بے باکانہ حمایت کے لئے جیسا ولولہ میں نے مرحوم میں دیکھا کم لوگوں میں دیکھا گیا ہے"۔

چنانچہ قاضی صاحب نے وزیر تعلیم اور مجیب صاحب کی شدید مخالفت شروع کر دی انھوں نے بہت شدت سے اس بات کی مخالفت کی کہ اسلامیہ کا لفظ جامعہ ملیہ سے نکالا جائے۔ قاضی صاحب کی مخالفت زبانی ہی نہیں رہی بلکہ وہ علی گڑھ جاکر عبدالمجید خواجہ مرحوم سے ملے جو اس وقت جامعہ کے چانسلر تھے اور ڈاکٹر انصاری کے بعد چانسلر بنائے گئے تھے۔ لیکن کبھی جامعہ کے کام میں دخل نہیں دیتے تھے۔ قاضی صاحب نے ان سے کہا کہ:

"وقت آگیا ہے کہ ہم مرتے زندگی کا ثبوت دیں۔ ہم نے ترکوں کے خلاف انگریزوں کی جنگ کو برداشت نہیں کیا ہم اسلام کے خلاف سیکولرزم کے ان مجنونوں کو کیسے برداشت کریں گے ہندوستان ایک مذہبی ملک ہے اور مذہبی ملک رہے گا ــــــ انگریزوں نے فرقہ پرستی کی جو آگ سلگائی ہے اس سے متاثر ہندو سیکولرزم کے مجنونوں سے مل کر مسلمان کے آثار کو مٹانا چاہتے ہیں۔ حتیٰ کہ سنہ ۲۱ء کے ہندو مسلم اتحاد کے خوشگوار دور کے آثار کو بھی باقی رکھنا نہیں چاہتے ہیں اگر آپ اس موقعہ پر آگے نہیں بڑھے تو آپ حضرات نے ملک اور مسلمانوں کے لئے جو قربانیاں دی ہیں ان کا کہیں تذکرہ نہیں ملے گا۔ مسلمانوں کو فرقہ پرست ملک دشمن ہندوؤں کے باوجود اپنی انفرادیت کو باقی رکھنا ہے وہ ملک کی جو بھی خدمت کریں دنیا کو معلوم ہو کہ یہ خدمت مسلمانوں نے کی ہے۔ محمد علی جوہر ڈاکٹر انصاری حکیم اجمل خاں سب اسی خیال کے تھے آپ کا مطمح نظر بھی یہی ہے اس لئے آپ آگے بڑھئے اور جامعہ کو بچائیے یعنی اس کی اسلامیت کو باقی رکھئے۔ یہ بے وقوف فرقہ پرست ہندو اور سیکیولر مجنون اتنا بھی نہیں سمجھتے ہیں کہ غیر ملک سے سرکاری مہمان اور دوسرے لوگ ہندوستان آتے ہیں وہ ان مسلم اداروں کو پھلتا پھولتا دیکھ کر ہندوستان کی جمہوریت کے بارے میں اچھی رائے قائم کرتے ہیں"۔

عبدالمجید خواجہ صاحب نے کہا کہ "میں بھی یہی سمجھتا ہوں کہ اسلامیہ کا لفظ رہنا چاہیے لیکن میں نے جامعہ کے کسی کام میں کبھی دخل نہیں دیا ہے اس لئے جھجکتا ہوں" جب قاضی صاحب نے مزید غیظ وغضب سے بھری ہوئی گفتگو کی تو خواجہ صاحب بولے "قاضی صاحب! آپ کو دیکھ کر غیرت آرہی ہے۔ آپ سے چلا نہیں جا رہا ہے۔ سانس اس زور سے چل رہی ہے تنفس کا عارضہ ہے پھر بھی اصلاح کے لئے دہلی سے علی گڑھ آگئے۔ اور مسلسل تقریر کر رہے ہیں آپ کے جوش ملی کا یہ عالم ہے۔ اس لئے چلتے میں چلتا ہوں جو کچھ ہوگا کر دوں گا" چنانچہ عبدالمجید خواجہ دہلی آئے۔ مجیب صاحب پرنسپل جامعہ اور وزیر تعلیم سے اور جواہر لال سے ملے اور ان سے کہا کہ "میں جامعہ کا چانسلر ہوں جامعہ کی طرف سے بولنے کا حق رکھتا ہوں۔ جامعہ کے اساسی ممبروں کی اکثریت کو اس بات سے تکلیف پہنچی ہے کہ جامعہ ملیہ اسلامیہ کے نام سے اسلامیہ کا لفظ نکالنے کو کہا گیا ہے۔ اسلامیہ کا لفظ نکال کر آپ یہ تاثر دیں گے کہ ہندوستان کی تعمیر میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ مسلمانوں نے ہندوستان کے لئے کچھ نہیں کیا ہے اسلام کی نمائندگی صرف فرقہ پرست کرتے ہیں۔ حکیم اجمل خاں ڈاکٹر انصاری مولانا ابوالکلام آزاد کوئی بھی اسلام کے نمائندہ نہیں۔ شاید ان لوگوں کا نام بھی بدلنے کو کہا جائے گا۔ جب بنارس یونیورسٹی میں ہندو کا لفظ رہ سکتا ہے جو پنڈت مالویہ کی یادگار ہے تو جامعہ ملیہ اسلامیہ میں اسلامیہ کا لفظ کیوں نہیں رہ سکتا جو مسلمان مجاہدین آزادی کی یادگار ہے اور ہندوستان کا کون سا دستور مانع ہے کیا ہندوستان کے دستور میں مسلمانوں کو اپنے ادارے کھولنے کی اجازت نہیں دی گئی یہ وعدہ نہیں کیا گیا کہ حکومت ان اداروں کی امداد کرے گی اور ان کو تسلیم کرے گی؟"

قاضی صاحب کو اس سلسلہ میں اس قدر جوش تھا کہ دہلی کے سیاسی حلقوں میں کہا جاتا تھا کہ قاضی صاحب کی اسلامی غیرت ناقابل فتح ہے۔ چنانچہ قاضی صاحب کی کوششیں کامیاب ہوئیں اور وزیر تعلیم نے اپنی شرط واپس لی اور آج جامعہ ملیہ اسلامیہ کے دستور العمل میں یہ عبارت درج ہے۔

> سنہ ۱۹۵۶ء کے یو جی سی ایکٹ کے دفعہ ۳ کے تحت اس کو حکومت ہند نے ڈیمڈ یونیورسٹی کا مرتبہ دیا اور اس ادارے کے میمورنڈم آف اسوسی ایشن کی رو سے اس بات کو بھی تسلیم کیا کہ جامعہ کی تعلیمی آزادی کا احترام کیا جائے گا۔ حکومت نے

اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ جامعہ کے قیام کی غرض و غایت یہ ہے کہ ہندوستانیوں بالخصوص مسلمانوں میں ایسی دینی اور دنیاوی تعلیم کو عام کیا جائے جو قومی اور ملی ضرورتوں کے مطابق صحیح اصول تعلیم پر مبنی ہو حکومت نے اس کا یہ اصول بھی مان لیا ہے کہ اپنے دستور و قواعد و ضوابط اور نصاب تعلیم کے معاملہ میں کسی مداخلت کو گوارہ نہ کرے گی جو اس کے بنیادی اصول یا مقاصد کے منافی ہو اور نہ کوئی ایسی امداد قبول کرے گی جس سے اس کے بنیادی اصول یا مقاصد کو نقصان پہنچے"۔

اس کامیابی کا سہرا سعید انصاری صاحب قاضی احمد حسین صاحب اور عبدالمجید خواجہ کے سر ہے۔ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اخفاء حق کر کے اور تملق کے ذریعہ حکومت کی خوشنودی حاصل کی جا سکتی ہے لیکن قاضی صاحب نے اپنے عمل سے بتا دیا کہ اعلاء کلمۃ الحق کے ذریعہ اور جرأت و بیباکی کے ساتھ اپنی شخصیت منوائی جا سکتی ہے، یعنی حکومت ایسے اشخاص کی اہمیت کو فراموش نہیں کر سکتی۔ دوسری بار بھی قاضی صاحب کی ممبری کے انتخاب کے لئے مولانا آزاد نے سری کرشن سنہا کو توجہ دلائی اور کہا کہ قاضی صاحب کو پھر آنا چاہیے۔ انتخاب کا وقت آیا تو مولانا آزاد کا انتقال ہو چکا تھا لیکن صوبائی کانگریس نے جو نام مرکز میں منظوری کے لئے بھیجے ان میں قاضی صاحب کے بارے میں یہ سفارش تھی کہ یہ نام کسی صورت میں بدلا نہیں جا سکتا۔ اس کے بعد کانگریس کے چیف وہپ نے پارٹی ممبروں کو یہ حکم دیا کر پولنگ (ووٹ دینے) میں قاضی صاحب کو فرسٹ پریفرنس (پہلی ترجیح) دیں قاضی صاحب کے نام کی تحریک کمیونٹی پروجیکٹ کے مشہور لیڈر تیاگی جی، نول پرشاد وہپ احد محمد نور ڈپٹی وزیر اور سید محمد عقیل بہار شریف نائب وزیر حکومت بہار کی طرف سے کی گئی۔ اور جب قاضی صاحب کا انتقال ہوا تو صدر کانسل بہار نے اپنی تعزیت میں لکھا۔

"بہار ایک سچے محب وطن ایک اچھے سماجی کارکن اور ایک قدیم پارلیمنٹرین سے محروم ہو گیا"۔

اس طرح قاضی صاحب نے وہ نقش چھوڑا جو دوسروں کے لئے نمونہ ہے اب جامعہ ملیہ کا نیا مسئلہ اٹھ چکا ہے۔ یہ اس کے اقلیتی یا اسلامی کردار کی حفاظت اور قانونی تحفظ کا مسئلہ ہے ۱۹۸۹ء میں اسے مکمل یونیورسٹی کا درجہ مل گیا ہے لیکن نئے بل میں اس کے اقلیتی یا اسلامی کردار کی حفاظت کی ضمانت نہیں دی ہے۔

قاضی صاحب بقید حیات ہوتے تو اس کام کے لئے سرفروشانہ سامنے آتے ۔ قاضی صاحب کو سید فضل الرحمن مختار سابق ام ال سی بہار نے ایک خط لکھا تھا جب وہ پارلیمنٹ کے ممبر ہوئے تھے جس کی عبارت درج ذیل ہے :۔

"آپ کو کانسل آف اسٹیٹ کی ممبری اللہ تعالیٰ نے تہجد کی نمازوں کو قبول کر کے اور آپ کے انفاق سبیل اللہ کو قبول کر کے عطا فرمائی ہے آپ یہ نہ سمجھیں کہ آپ کو یہ ممبری سری بابو چیف منسٹر بہار اور مولانا آزاد نے دلائی ہے۔"

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ

مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسلامی کردار کی بحالی میں بھی قاضی صاحب کا اہم رول ہے۔ انھوں نے علی گڑھ والوں کی غیرت کو للکارا تھا۔ اور کہا تھا کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ مسلمانوں کا ادارہ ہے حکومت ہند نے علی گڑھ کالج کو یونیورسٹی کا درجہ دینے کے لئے ایک بڑی رقم جمع کرنے کی شرط رکھی تھی تو یہ رقم مسلمانوں نے مہیا کی تھی کسی غیر مسلم نے یہ رقم مہیا نہیں کی تھی"۔

قاضی صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی قاضی محمد حسین صاحب کو علی گڑھ تعلیم کے لئے بھیجا تھا۔ قاضی صاحب اس ملی ادارہ کے مسائل سے باخبر رہتے تھے انھوں نے اس ادارہ کو یونیورسٹی بنانے کیلئے چندوں کی مہم میں بھی حصہ لیا تھا۔ قاضی صاحب نے اس کا حوالہ دیتے ہوئے کہا:

"میں خود چندوں کی کوشش کرنے والوں میں تھا اگرچہ میری کوشش بہت حقیر کوشش تھی لیکن مجھ جیسے مسلمانوں نے جو کوشش کی تھی وہ یہ سمجھ کر کی تھی کہ یہ ادارہ اقلیتی (مسلمانوں کا) ادارہ ہوگا قاضی صاحب نے ان علی گڑھ کے لوگوں کو کہا کہ آپ ہرگز حکومت ہند میں چند گھس بیٹھے فرقہ پرستوں کے دام میں نہ آئیں، دستور کی رو سے اقلیتوں کو اپنا ادارہ رکھنے کا حق ہے اور حکومت ہند اس کے خلاف نہیں ہے اور نہ ہو سکتی ہے"۔

قاضی صاحب نے علی گڑھ کے لئے اس سے زاید کچھ نہیں کہا لیکن وہاں کے جاندار نوجوانوں نے اور مفتی عتیق الرحمن صاحب وغیرہ نے اور حالات نے حکومت ہند کو جھکا لیا اور اندرا گاندھی کے عہد میں اس کے اقلیتی کردار کی بحالی کا بل پاس ہو گیا۔

علی گڑھ کے بارے میں قاضی صاحب کا ایک خط

قاضی صاحب نے کورٹ کے ارکان کے نام جو خط لکھا تھا وہ درج ذیل ہے۔

"سرسید اور ان کے رفقا نے مسلمانوں کی مذہبی، تہذیبی اور لسانی ترقی اور تحفظ اور مسلمانوں کی گرتی ہوئی حالت کو سنبھالنے کے لئے علی گڑھ کالج کی بنیاد رکھی سرسید کے نزدیک اس کی اتنی اہمیت تھی کہ مسلمانوں کی سیاسی دلچسپی کو انھوں نے بہتر نہ سمجھا اور مسلم ایجوکیشنل کانفرنس قائم کر کے تمام تر توجہ تعلیم کی طرف پھیر دی۔ علی گڑھ کالج قائم کر کے اس کو مسلمانوں کے لئے دارالعلوم بنانے کا جو خواب دیکھا جو نواب وقارالملک کے زمانہ میں پورا ہوا دگرچہ نواب وقارالملک جن شرائط پر یونیورسٹی ملی ان سے مطمئن نہ تھے"۔

ہندوستان کی تحریک آزادی کے زمانہ میں اس وقت کے مسلمان سیاست پیشہ لوگوں نے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پر اثر ڈالا اور اس کو سیاسی مقاصد کے لئے استعمال کیا جس سے ایک طبقہ میں علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کے لئے مخالفانہ ذہن پیدا ہو گیا۔ مصلحین نے اس صورت حال کو بدلا اور یہ تشکر کا مقام ہے کہ علی گڑھ کے طالب علم اپنے اخلاقی کردار کے لحاظ سے نمونہ بن گئے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہندوستان کی مذہبی اکثریت کا وہ طبقہ جس کے نزدیک ہندوستان میں مسلمانوں کا وجود قابل برداشت نہیں علی گڑھ کی تخریب کے درپے رہا۔ اور طرح طرح کی تہمت تراشیوں اور جھوٹی خبروں کی اشاعت کر کے بدنام کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ اس کے جواب میں علی گڑھ کے کچھ ذمہ دار حضرات نے بجائے تدبر ہمت اور حوصلہ سے کام لینے کے اپنے اندر بزدلی اور خوف پیدا کر لیا اور بجائے اس کے کہ علی گڑھ کی صحیح حیثیت لوگوں کے سامنے رکھتے تہمت تراشی اور جھوٹے پروپگنڈے سے گھبرا کر سیکولرزم کے ایک ایسے تصور پر جو حقیقی نہیں بلکہ ان کا اپنا خیالی تصور تھا قانع ہو گئے اور ایسی ترکیبیں اختیار کیں کہ جن مقاصد کے لئے مسلم یونیورسٹی قائم کی گئی تھی ٹھیک اس کے مخالف سمت کی طرف اس کے انتظام کی باگ کو موڑ دیا نتیجتاً اس کے مہلک اثرات اب ظاہر ہو رہے ہیں اور وہ روز بروز غلط در غلط سمت جا رہے ہیں۔ اس غلطی کی اصلاح کی صورت میری سمجھ میں یہ ہے کہ ہندوستان کے کانسٹی ٹیوشن نے مذہبی تہذیبی

اور لسانی اقلیتوں کو جو حق دیا ہے اس کو دھیان میں رکھ کر جائز حق کا مطالبہ کیا جائے اور جو غلط قدم اٹھ چکا ہے اس کے اصلاح کی کوشش کی جائے۔

انہی غلطیوں میں سے ایک غلطی تحقیقاتی کمیٹی کی تشکیل کا مسئلہ ہے۔ یہ کمیٹی جسطرح بنی جن لوگوں سے بنی اور اب جس قدر وسیع اختیارات کے وہ طالب ہیں یہ اختیار ان کو دینا مناسب ہوگا یا نہیں یہ سوچنے کی بات ہے۔ اگر اتنے وسیع اختیارات کی کمیٹی بنانی تھی تو کسی ہائی کورٹ جج کے تحت بنی مناسب تھی پھر یہ بنائی ہوئی کمیٹی بھی عجیب ہے اور وائس چانسلر کا نام ہے اور شری مالی کا کام۔

یہ بھی کہا جاتا ہے کہ وزیٹر کمیٹی بنانے کی اجازت وزیر تعلیم راشٹر پتی سے لے چکے تھے آخر کمیٹی تو بنتی۔ ہر چند کہ میں اس پر اظہار خیال کا اہل نہیں ہوں پھر بھی یہ عرض کروں گا کہ علی گڑھ یونیورسٹی کے وزیٹر کو جو کام کرنا ہو وہ یونیورسٹی کے ذریعہ ہونا چاہئے نہ کہ حکومت کے ذریعہ بہرحال بنیادی طور پر یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یونیورسٹی مسلمانوں کے اقلیتی فرقہ کے مذہبی لسانی اور تہذیبی تعلیم اور ترقی کی محافظ ہے اور آپ اس کے ٹرسٹی ہیں۔

کچھ لوگوں میں یہ تردد ہے کہ اقلیت کی بات اٹھائی گئی تو حکومت امداد نہ دے گی آپ یقین کیجئے کہ حکومت امداد دے گی۔ کانسٹی ٹیوشن میں کوئی روک نہیں ہے اور حکومت دے بھی رہی ہے پھر بھی دھیان میں رکھئے کہ جب تک جواہر لال پرائم منسٹر ہیں مجھے یقین ہے کہ کسی صورت میں حکومت ہند میں اتنی بڑی کھلی بے انصافی ہوجائے یہ ناممکن ہے۔

علی گڑھ میں کچھ لوگ ہیں جو سمجھتے ہیں کہ حکومت کی مالی امداد کے بغیر یونیورسٹی چل نہیں سکتی۔ ان کا خیال ہے آزادی کے بعد دس سال کے اندر (اپر اور لوئر) مڈل کلاس بالکل تباہ ہو چکا ہے اور یہی کلاس مالی مدد کر سکتا تھا۔ میں اسے مانتا ہوں لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ مسلمان قوم جبتک مشکلات میں پھنس نہیں جاتی بیدار نہیں ہوتی۔ میں یقین کرتا ہوں ملک کے حساس اور جواں ہمت اساتذہ پورے

ایثار سے علی گڑھ یونیورسٹی کی ذمہ داری اٹھالیں گے اگر بفرض محال ایسا تسلیم نہ کیا جائے تو پھر دنیا کی علم دوست قوموں پر بھروسہ کر کے کوشش کی جائے۔ ہندوستان انگلستان اور امریکا اور مغرب کی علم دوست قومیں مدد کریں گی اور علی گڑھ یونیورسٹی چل جائے گی۔ آخری بات یہ ہے کہ جس مقصد کے لئے علی گڑھ مسلم یونیورسٹی بنی تھی اگر اس کے چلانے کی بات سمجھ میں نہیں آتی تو عام مسلمانوں کو کہہ کر دیکھیں جن کے آپ نمائندہ کی حیثیت میں ہیں۔ آپ ان کی جانب سے یونیورسٹی کے امین ہیں۔ یہ بات کہ یونیورسٹی میں خرابیاں ہیں تو میں اس کو نہیں کہہ سکتا کہ نہ ہوں گی۔ ہو سکتا ہے خرابیاں ہوں اور بہت ہوں ان کی اصلاح ضرور ہونی چاہیے۔ آج حکومت کے ہر محکمہ کے تئے جس میں تعلیمی محکمہ بھی شامل ہے اگر کوئی انکوائری وسیع اختیارات کی کمیٹی بٹھائی جائے تو یقین کے ساتھ پیشینگوئی کی جاسکتی ہے کہ جو بے قاعدگی اور خرابی ہوگی وہ علی گڑھ سے کم نہ ہوگی۔

بہر حال میری گزارش ہے کہ آپ جو کچھ کریں اس میں اس بات کو پیش نظر رکھیں کہ یہ یونیورسٹی مسلمان اقلیت کی مذہبی تہذیبی لسانی تحفظ کی ذمہ دار ہے اور آپ اس کے ٹرسٹی ہیں۔

میں نے یہ خط لکھنے کی ہمت اس لئے کی کہ دوسرے عام مسلمانوں کی طرح مسلم یونیورسٹی کے قیام کی کوششوں میں حقیر ہی اپنا بھی ہاتھ رہا ہے اور اسی جذبہ کے ماتحت رہا ہے جس کا تذکرہ اوپر کیا گیا لہٰذا میرا فرض ہے کہ اور کچھ نہیں کر سکتا تو آپ کو بتاؤں کہ آپ تنہا نہیں ہیں ؎

دیدہ و دل سعدیا ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا میروی"

اس سے پہلے قاضی صاحب کو مولانا عبدالماجد دریابادی مرحوم کا حسب ذیل "گشتی مراسلہ" ملا تھا وہ مندرجہ بالا طویل خط کا محرک ہوا۔

۲۷ مارچ ۱۹۶۵ء ـــــــــــــــ دریاباد ضلع بارہ بنکی

مکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

معاملات علی گڑھ پر مولوی عتیق الرحمٰن سلمہٗ (صاحب الفرقان) اور ڈاکٹر اشتیاق حسین قریشی (علیگ) کا تیار کیا ہوا مسودۂ بیان حاضر خدمت ہے ماشاء اللہ ہر اعتبار سے جامع اور مصلحانہ ہے۔ ایسی جان دار تحریر ضروری ہے کہ کورٹ اور اگزیکیوٹو کمیٹی کے سامنے جب پیش ہو تو آپ کی سی ذمہ دار اور باوقعت ہستیوں کے تائیدی دستخطوں کے ساتھ۔

اُمید ہے کہ ایسی اہم دینی دستاویز کی تائید کا اجر آپ ضرور ہی حاصل فرمائیں گے

والسلام

دُعا گو

(دستخط) ۔ عبد الماجد

قاضی صاحب نے اس کا فوراً جو جواب دیا تھا وہ درج ذیل ھے۔

۱۰۱ اسا وتھ اوے نیو نئی دھلی

۳۱ مارچ ۱۹۵۱ء

مکرمی السلام علیکم

آپ کا رسالہ دستخط کے ساتھ واپس کر رہا ہوں۔ اللہ کا شکر ہے کہ آپ حضرات نے ادھر توجہ کی اللہ آپ کو کامیاب فرمائے۔ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی اقلیتی ادارے ہیں۔ کانسٹی ٹیوشن میں اقلیتی اداروں کو کافی آزادی ہے۔ قانونی طرح پر اعانت میں کوئی امتیاز نہیں ہے۔ دیکھئے کانسٹی ٹیوشن دفعہ ۳۰ (۱) بدقسمتی سے ان اداروں پر جن لوگوں کا قبضہ ہے ان کو اپنے اوپر اعتماد نہیں ہے نہ وہ اپنا قبضہ کسی قیمت پر چھوڑنے کو تیار ہیں۔ ان کو حکومت پر یہ بے اعتمادی ہے کہ وہ عملاً امتیاز برتے گی۔ نہرو کی حکومت میں ان کا پسندیدہ کانسٹی ٹیوشن بیکار ہو جائے۔ یہ عجیب بات ہو گی۔ ایسی صورت میں مسلمان اپنے ایثار سے حکومت کا مقابلہ کر سکتے ہیں لیکن ایثار کا معاملہ ان کی سمجھ سے باہر ہے۔

آپ پورے عزم کے ساتھ اس کام کو چلائیں۔ انشاءاللہ کامیابی یقینی ہے۔ میں اس راہ میں انشاءاللہ آپ کی رفاقت سے گریز نہیں کروں گا۔

والسلام

احمد حسین

ام پی

مولانا آزاد کا عقیدہ

مولانا آزاد ان مظلوم علماء میں ہیں جن کے عقیدہ وعمل کے بارے میں بہتانوں کا سلسلہ آج تک بند نہیں ہوا۔ ان کے انتقال کے بعد قاضی صاحب ان کے بعض خطوط کی فوٹو کاپی کراکے جس میں انھوں نے اپنے عقاید کی وضاحت کی تھی اور بعض غلط فہمیوں کو رفع کرنے کی کوشش کی تھی "میرا عقیدہ" کے نام سے کتابی شکل میں اپنے خرچ سے شائع کیا۔

ممبران پارلیمنٹ کے درمیان اسلام کا تعارف

اسلام کے بارے میں غیر مسلموں میں ہمیشہ غلط فہمیاں پھیلائی جاتی رہی ہیں اور ان کو مشتعل کیا جاتا رہا ہے۔ قاضی صاحب کو اس کی فکر تھی کہ پارلیمنٹ کے ہندو ممبروں کو اسلام کی بنیادی باتیں بتائیں اور ان کے درمیان جس حد تک ممکن ہو دعوت کا فریضہ انجام دیا جائے غیر مسلم اپنے تہواروں دیوالی وغیرہ میں تمام ممبران پارلیمنٹ کو بلا استثنار مبارکباد اور تہنیت کے کارڈ بھیجتے تھے۔ قاضی صاحب نے اس رسم سے فائدہ اٹھایا اور انگریزی میں ایک کتابچہ تیار کرایا جس میں اسلام کی بنیادی باتیں بتائی گئی تھیں اور ۱۲ ربیع الاول یوم میلاد النبی کے موقعہ پر غیر مسلم ممبروں میں کتابچہ تقسیم کرایا مضمون قاضی صاحب نے اُردو میں لکھا تھا اور ترجمہ غالباً غالب صاحب سے کرایا تھا جو اکثر ان کے انگریزی کے کام کرتے تھے۔

ہندوستان کی قدیم اقوام ڈراویڈنیس کا مسئلہ

قاضی صاحب کو اپنی آخری زندگی میں ہندوستان کی قدیم اقوام کی بہت فکر ہو گئی تھی مدراس سے ڈراویڈ کا زگم کے کارکن ان کے پاس کثرت سے آتے اور ان کو اپنا لٹریچر دیتے اور ان سے تبادلہ خیال کرتے قاضی صاحب ان کی کتابوں کا ترجمہ کراکے سنتے تھے سوشٹ (SOSHIT) سماج کے لوگ بھی ان سے ملتے قاضی صاحب ان کے مرکز آگرہ بھی گئے تھے۔ ہر ہندوستانی کی طرح قاضی صاحب کو اس کا پہلے ہی سے اندازہ تھا کہ نئے آنے والے آریہ نسل کے لوگوں نے ان قدیم اقوام کے ساتھ انصاف

نہیں کیا ہے جنگلوں آبادیوں شہروں دیہاتوں سڑکوں گھروں ہر جگہ اس بے انصافی کے مظاہرے دیکھنے میں آتے تھے ان کو اچھوت سمجھنا ان سے بچنا ان سے چھوٹا کام لینا کم تر پیشوں میں لگانا ایسی باتیں تھیں جن کو ہر شخص ہر جگہ دیکھ سکتا تھا۔ آریہ نسل کے لوگ اپنے کو ہندوستان کا اصلی باشندہ سمجھتے اور جو ان سے پہلے سے تھے ان کے ساتھ آدمیت کا سلوک بھی کرنے کو تیار نہیں تھے اور جو ان کے بعد آئے ان کو ہندوستانی ہی نہیں مانتے اپنی تہذیب کے بارے میں ان کا دعویٰ ہے کہ وہی ہندوستان کی اصلی تہذیب ہے پڑھے لکھے لوگوں کو اس کا بھی احساس ہے کہ ان قدیم اقوام کی تاریخ بھی مسخ کی گئی بلکہ بڑی حد تک مٹا دی گئی ہے اور قصّوں کہانیوں میں ان کو راکھشس کہا گیا ہے قاضی صاحب کا خیال تھا کہ اس سلسلہ میں بہت کام کرنے کی ضرورت ہے اور مسلمانوں کو آگے بڑھ کر انسانی حقوق حاصل کرنے میں اچھوتوں اور قدیم اقوام کی مدد کرنی چاہیئے۔

قاضی صاحب کہتے تھے کہ جواہر لال وغیرہ کچھ ستھرے خیال کے ہندو ہیں ان کے رعب اور اثر سے ان ہریجنوں اور قدیم اقوام کو اٹھانے کی کوشش ہو رہی ہے ان کے بعد صورتِ حال بدل جائے گی اور ان کو دبانے کی کوشش کی جائے گی۔ بہار میں ہریجنوں پر جو حملے ہو رہے ہیں جن کی بنا پر بعض سیاسی پارٹیوں نے ان کو اسلحے دینے کی تجویز رکھی تھی وہ قاضی صاحب کی دور اندیشی کی شہادت دیتے ہیں۔

قاضی صاحب چاہتے تھے کہ ایک اکاڈمی قائم کی جائے جو تحقیق کر کے ایسے رسالے شائع کرے جس میں تاریخ میں اچھوتوں پر زیادتیوں اور ان کے اثرات کو بتایا جائے اور ہندؤں کے اونچے ذات کے لوگوں کے ضمیر سے اپیل کی جائے کہ وہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کریں اور ہریجنوں اور قدیم اقوام کو انسانی حقوق دینے سے انکار نہ کریں۔ قاضی صاحب اس کی تحقیق بھی چاہتے تھے کہ غیر ملکی داعیوں نے اس مسئلہ کو کس طرح حل کیا تاکہ اسی نقشہ پر ہندوستان میں کام کیا جائے اور ملک میں صحیح اور ستھرے معاشرہ کی بنیاد رکھی جائے قاضی صاحب کہتے تھے غیر ملکی داعیوں سے استفادے کے لئے تعصب کو حائل نہیں ہونا چاہیئے ایسے لوگ کسی ملک میں محدود نہیں ہوتے۔ وہ کہیں بھی پیدا ہوئے ہوں ان کا وطن پورا کرہ ارض ہوتا ہے۔ مہاتما بدھ ہندوستان میں پیدا ہوئے تھے لیکن ان کی دعوت چین جاپان، برما، انڈونیشیا، ملائیشیا، افغانستان تمام پھیلی حضرت عیسٰی علیہ السلام شام وفلسطین اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم عرب میں پیدا ہوئے لیکن ان کے ماننے والے ساری دنیا میں ہیں اصل چیز انسانیت ہے۔ اس کی جو بھی دعوت دے اگر وہ صحیح ہے تو اس کو بلا تعصب ملک و نسل قبول کرنا چاہیئے جس طرح

سورج اپنی کرنیں کرۂ ارض میں ہر جگہ پہنچاتا ہے اور زمین کا کوئی آدمی اس تعصب میں کہ یہ روشنی باہر سے آرہی ہے قبول کرنے سے انکار نہیں کرتا اسی طرح دعوت حق کی کرنوں کو بھی اپنی چیز سمجھ کر قبول کرنا چاہیئے۔

قاضی صاحب کہتے تھے کہ قدیم اقوام کو ان زیادتیوں سے ناواقف رکھنے کا جو اُن پر ہوئیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اپنی گذشتہ تاریخ سے ان کو واقف ہونا چاہیئے۔

اس سلسلہ میں وہ بہت لوگوں سے ملے اور بہت لوگوں کو آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ اس کام کو آگے بڑھائیں — وہ مسلم اور غیر مسلم دونوں سے ملے معلومات جمع کیں لیکن ان کا وقت آخر آگیا تھا یہاں تک کہ دوسروں کے لئے یہ انقلابی کام چھوڑ کر چلے گئے۔ اب مسلم اور دلت اتحاد کی کوششیں بھی شروع ہوئی ہیں اور اچھوتوں کی تاریخ بھی لکھی جانے لگی ہے۔ لیکن ابھی قدیم اقوام کو ان کی گذشتہ تاریخ بتانے اور ان کو ذلت وحقارت کے گرداب سے نکالنے اور سلامتی اور عدل کا راستہ دکھانے اور اس کے لئے بڑے پیمانہ پر کام کرنے کی مہم کا آغاز نہیں ہوا ہے اور زمانہ منتظر ہے کہ "مردے از غیب بروں آید و کارے بکند۔

راجہ مہندر پرتاپ

اوپر ذکر آچکا ہے کہ قاضی صاحب کے یہاں راجہ مہندر پرتاپ روزانہ تشریف لاتے تھے۔ یہ مولانا عبیداللہ سندھی کے رفقائے کار میں تھے اور ہندوستان کی عارضی انقلابی حکومت کے صدر تھے۔ اور مولانا ہی کی طرح برسوں ملکوں ملکوں کی خاک چھاننے کے بعد جب آزادی کا سورج طلوع ہوا تو ہندوستان واپس آئے اور راجیہ سبھا کے ممبر ہوئے۔ اپنا ایک اخبار بھی نکالتے تھے جس میں ان کی تحریک تھی کہ مشرق وسطیٰ اور افریقہ کی ایک سلطنت ہونی چاہیئے اور ایران سے لے کر برما تک ایک سلطنت بننی چاہیئے۔ مولانا آزاد کے انتقال پر انھوں نے اپنی تعزیتی تقریر میں کہا تھا کہ مولانا ہماری انقلابی جماعت سے برابر تعلقات قائم کئے رہے۔

ظاہر ہے اس محب وطن کی جایداد کو انگریزی حکومت نہیں چھوڑ سکتی تھی اس نے ضبط کر لیا تھا۔ ہماری آزاد حکومت ان کی جایداد کی واپسی کے سلسلہ میں مہندر پرتاپ کی خواہش کے مطابق کام نہیں کر رہی تھی۔ قاضی صاحب نے اس سلسلہ میں حکومت کو ایک نوٹ بھیجا تھا جو درج ذیل ہے۔

" راجہ مہندر پرتاپ، برکت اللہ بھوپالی مولانا عبیداللہ سندھی تارک ناتھ داس اور ان کے علاوہ بہت لوگ ہندوستان کو آزاد کرانے کی کوشش میں ملک سے باہر گئے اور اس راہ میں بڑی تکلیفیں اٹھائیں۔ ان حضرات کے کارناموں کو ۱۶ء میں مولانا ابوالکلام آزاد نے ایک موقعہ پر تفصیل سے مجھے بتایا تھا اور ان کے کارناموں سے ہمارے اندر ملک کی محبت کا جوش اور قربانیوں کے لئے بڑی ہمت ہوئی۔

ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ بارہ سال پہلے ہی راجہ صاحب کی جایداد جب وہ ہندوستان لوٹے تو ان کو واپس مل جانی چاہیئے تھی لیکن کسی وجہ سے نہ مل سکی۔

بل پر پہلی نظر میں میں نے سمجھا تھا کہ اس کے ذریعہ ان کی جایداد ان کو واپس دلائی جائے گی لیکن ایسا نہیں ہوا۔ اس موقعہ پر اپنی حکومت سے یہ کہنا ہے کہ جلد از جلد ایسی کوئی صورت نکالی جائے کہ راجہ صاحب کی شہری جایداد ان کو مل جائے اور دیہاتی جایداد جو ان کے قبضہ میں نہیں ہے اس کا معاوضہ ان کو دیا جائے۔

راجہ صاحب کی جائداد ان کے واسطہ سے ان کے پوتے کرم داس کو ملنی چاہیئے ہمیں اُمید ہے حکومت اس پر ہمدردانہ غور کرے گی۔ یہ اس کی قدر دانی کی بہتر مثال ہوگی۔

ساتواں باب

تعلیمی خدمات، اسکول اور مدارس کا قیام، دینی کتابوں کی تیاری

قاضی صاحب کی تعلیمی سرگرمیوں کی ابتدا اس وقت سے ہوئی جب وہ اپنے چھوٹے بھائی کو علی گڑھ بھیج کر اپنی زمینداری دیکھ رہے تھے۔ پچھلے صفحات میں اس کا ذکر آچکا ہے کہ اس وقت انھوں نے اپنی بستی میں تعلیم بالغان کی مہم چلائی تھی اور یہ مہم کامیاب بھی ہوئی، اپنی بستی کو چھوڑ کر جب وہ بڑے سیاسی انقلابی کام میں لگ گئے تو یہ مہم سرد پڑ گئی کیونکہ اپنی جگہ پر کسی کو اس کام پر مامور نہیں کیا تھا اور مسلمانوں میں ویسے بھی تعمیری کاموں کے ذوق کا فقدان ہے۔ مسلمان وقتی جوش کے تحت آندھی طوفان کی طرح اٹھتے ہیں لیکن صبر کے ساتھ طویل تعمیری کام نہیں کر سکتے۔ چھوٹے بھائی نے گاؤں میں ان کی جگہ ضرور لی، لیکن ان کا ذوق تعلیم بالغان سے زیادہ تعلیم اطفال کی طرف تھا چنانچہ انھوں نے کئی اسکول قائم کئے۔

پھر جب وہ گیا میں خلافت تحریک کے روح رواں تھے تو انھوں نے گاندھی جی کی تحریک پر گیا میں گاندھی قومی ہائی اسکول کھولا۔ ان کو نہایت اہم آدمی اس کام کے لئے مل گئے تھے۔ لیکن خلافت تحریک کے ختم ہونے پر آزاد قومی اسکول بھی ملک میں ہر جگہ بند ہو گئے سوائے جامعہ ملیہ اسلامیہ کے۔ چنانچہ یہ اسکول بھی تحریک خلافت کے بعد ختم ہو گیا۔

اک دھوپ تھی کہ ساتھ گئی آفتاب کے

مدرسہ انوار العلوم گیا مدرسہ انوار العلوم گیا کا ذکر بھی گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ مولانا سجادؒ گیا تشریف لائے تو قاضی احمد حسین کی سفارش پر ان کی ایک خالہ نے جو رئیس اور زمین دار اور مخیر ہونے کی وجہ سے سرکار عالیہ کہلاتی تھیں گیا میں اعلیٰ تعلیم کے مدرسہ کے کھولنے کے لئے ایک بڑی رقم ان کو دی اور انہی کے داماد کے نام پر کہ کوئی اولاد نرینہ سرکار عالیہ کو نہ تھی، اس مدرسہ کا نام انوار العلوم رکھا گیا۔ اسی مدرسہ میں ابتدأ

جمیتہ علمار صوبہ بہار کا دفتر بھی تھا۔ مولانا کے زمانہ میں اس کے نائب ناظم مولانا عبدالحکیم صاحب تھے جنھوں نے جمیتہ علماء کے تاسیسی جلسہ میں مولانا سجادؒ کی نیابت کی تھی۔ جب دونوں صاحبوں کا انتقال ہو گیا تو قاضی صاحب نے اس مدرسہ کی نظامت ہاتھوں میں لی۔ قاضی صاحب چاہتے تھے کہ اس مدرسہ کو مثالی مدرسہ بنا دیا جائے وہ اعلیٰ درجہ کے اساتذہ کی تلاش میں لگے مولانا مظاہر امام صاحب کو بھی انھوں نے بلالیا جو شیر گھاٹی گیا کے رہنے والے تھے اور قدیم درسیات میں بڑی اچھی استعداد رکھتے تھے۔ بہار شریف میں کافی عرصہ تک پڑھا بھی چکے تھے راقم الحروف سے علامہ سید سلیمان ندویؒ نے ان کی استعداد کی بڑی تعریف کی تھی اور کہا تھا کہ وہ انگریزی میں دستخط بھی نہیں کر سکتے ورنہ مدرسہ شمس الھدیٰ کے وہی پرنسپل ہوتے کیونکہ اچھی لیاقت اور استعداد رکھنے کے ساتھ ساتھ وہ جمیتہ علمار اور کانگریس کے حامی بھی تھے۔

اتفاق سے یہی تعلق مسلم لیگ والوں کو ناگوار ہوا۔ اس زمانہ میں مسلمانوں میں مسلم لیگ کا زور تھا اس کے مقامی لیڈروں نے اس پر قبضہ کر لیا۔ قاضی صاحب تو پھلواری شریف میں رہتے تھے ان کو تار دیا گیا۔ وہ گیا تشریف لائے اور چاہتے تھے کہ مقدمہ کی کاروائی کریں، لیکن ان کے چھوٹے بھائی نے مشورہ دیا کہ لڑائی نہ کی جائے۔ انھوں نے کہا کہ مدرسوں کی کیا اہمیت ہے ملک میں ہزاروں مدرسے ہیں اور ان کو علمار دین جو جمیتہ علماء سے وابستہ ہیں چلا رہے ہیں۔ ایک مدرسہ نہ سہی۔ مولانا سجادؒ کی یادگار صرف یہی مدرسہ تو نہیں۔ ان کی یادگار جمیتہ علماء اور امارت شرعیہ بھی تو ہے ان کو چلایا جائے۔ چنانچہ قاضی صاحب نے لڑنے کا ارادہ ترک کر دیا اور پھلواری شریف واپس تشریف لے گئے۔

اس کے بعد یہ مدرسہ مختلف دوروں سے گزرتا رہا۔ مولانا ابو محمد صاحب مرحوم اور مولانا اصغر خاں نے اس کے لئے بہت بڑی جایداد بھی حاصل کی پھر اس کا انتظام ان لوگوں کے قبضہ میں چلا گیا جن کا مزاج عربی مدارس کے چلانے کا نہ تھا وہ کوئی اسکول البتہ اچھی طرح چلا سکتے ہیں۔ گیا کے مولانا اصغر خاں صاحب نے اس مدرسہ سے کچھ دلچسپی لی اور چلانے کی کوشش کی اب یہ مدرسہ اعلیٰ عربی تعلیم کا مدرسہ نہیں ہے بلکہ حفظ قرآن اور ابتدائی تعلیم کا مدرسہ ہے بدقسمتی سے اس وقت گیا شہر میں کوئی مدرسہ بھی اعلیٰ عربی تعلیم کا باقی نہیں ہے۔

ہاشمی ہائی اسکول گیا

یہ اسکول ہادی صاحب جہتی نے قائم کیا تھا۔ قاضی صاحب کے بھائی محمد حسین صاحب سکریٹری ہوئے تو انھوں نے حکومت سے اس اسکول کو تسلیم کرانے کے لئے اپنے بھائی قاضی احمد حسین صاحب سے مدد لی اور انھوں نے اپنے اثرات کو استعمال کرکے اس مسلم اسکول کو حکومت سے تسلیم کرایا۔ قاضی صاحب ایک عرصہ تک اس کے سکریٹری اور ممبر رہے اور انھوں نے اس کو مضبوط بنیادوں پر کھڑا کرکے مسلمانان گیا کے حوالہ کیا۔

مدرسہ اسلامیہ تبیا

بعض دینی ابتدائی مدارس بہار میں امارت شرعیہ کے ماتحت ہیں۔ ان میں سب سے قدیم اور اچھا مدرسہ مدرسہ اسلامیہ تبیا ضلع چمپارن ہے جو بعد میں امارت شرعیہ کے ماتحت ہوا۔ یہاں پہلے درس نظامیہ کا پرانا نصاب رائج تھا۔ مولانا ریاض احمدؒ اور دوسرے مشہور علمار نے اس مدرسہ میں پڑھا تھا۔ اور اس میں مدرسی کے فرائض بھی انجام دیئے تھے۔ قاضی صاحب کو خیال ہوا کہ پرانے نصاب کے مدارس تو ملک میں بہت ہیں' دارالعلوم ندوۃ العلمار، کو ملک میں جو مقبولیت حاصل ہے اس بنا پر مناسب یہ ہوگا کہ ملک میں دو چار مدارس اس کے نصاب کے مطابق بھی ہوں۔ ندوہ کا نصاب تعلیم بھی حقیقت پسندی پر مبنی تھا اور قدیم وجدید کے امتزاج پر اس کی بنیاد تھی اس کے لئے انھوں نے صوبہ بہار میں اسی مدرسہ کو چنا اور مولانا ریاض احمد صاحب کی حمایت حاصل کرکے انھوں نے اس مدرسہ میں ندوہ کے درجہ چہارم تک کا نصاب جاری کر دیا۔ مولانا عزیزالرحمٰن ندوی اس کے صدر مدرس ہوئے۔ انھوں نے بہت محنت سے اس مدرسہ میں کام کیا اور جو لڑکے یہاں سے فارغ ہوئے ان کو ندوہ بھیج دیا گیا اور یہ لڑکے ندوہ میں بھی اچھے رہے۔ یہ زمانہ امیر شریعت ثالث مولانا شاہ قمرالدینؒ کا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا اور مولانا سید منت اللہ رحمانی امیر شریعت ہوئے تو ان کو یہ نصاب پسند نہیں ہوا۔ انھوں نے راقم الحروف کو لکھا کہ حدیث کی کتاب ریاض الصالحین پڑھائی جاتی ہے جبکہ لڑکے منطق کچھ بھی نہیں جانتے امیر شریعت رابع کو صدر مدرس بھی پسند نہیں آئے کیونکہ ان کا تعلق جماعت اسلامی سے تھا اور امیر شریعت رابع جماعت اسلامی کے بارے میں اپنے پیشرو امیر شریعت کے مقابلہ میں زیادہ سخت رویہ رکھتے تھے۔ لیکن رویہ کی سختی بعد میں باقی نہیں رہی بہرحال اس وقت

مولانا منت اللہ صاحب کا رجحان مخالفانہ تھا۔ قاضی احمد حسین صاحب کو جب اطلاع ملی تو انھوں نے مجھ کو دہلی سے لکھا کہ میں امیر شریعت کی مخالفت کرنا نہیں چاہتا۔ ان کی امارت ہے جس طرح چاہیں چلائیں شاید انھوں نے مولانا ریاض احمد صاحب کو بھی کوئی خط لکھا تھا۔ مولانا عزیز الرحمٰن صاحب مولانا ریاض احمد صاحبؒ کے عزیز قریب ہوتے تھے اور ان کے تقویٰ اور دینداری کی وجہ سے ان کو مانتے بھی تھے لیکن سخت امارتی تھے امیر شریعت کی اطاعت کو واجب سمجھتے تھے ان کو تکلیف تو ہوئی لیکن انھوں نے مولانا عزیز الرحمٰن صاحب سے کہا کہ تم مدرسہ چھوڑ دو امیر شریعت نہیں چاہتے ہیں چنانچہ انھوں نے مدرسہ سے استعفا دے دیا۔

قاضی صاحب نے ندوہ کے نصاب کے بارے میں دوسرے اہل مدارس کو بھی توجہ دلائی تھی چنانچہ مولانا ظفر الدین صاحب نے ساتھ ضلع مونگیر سے حسب ذیل جواب دیا تھا۔

دائرہ تعلیمات اسلام کے سلسلہ کے متعلق اپنا تجربہ یہی ہے کہ بڑوں کے لئے بے حد مفید ہے باقی بچوں کے لئے کوئی تجربہ نہیں۔ انشاء اللہ چند ذہین طلبہ پر آیندہ سال سے تجربہ کرونگا۔ ندوہ کا نصاب اب پہلے سے بھی مختصر ہے۔ اگر غور کرنے کے بعد اطمینان کی شکل نظر آئی تو شروع کر دوں گا۔ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ دور کے مناسب ہے۔ مگر استاذ نے توجہ میں کوتاہی کی تو نحوی صرفی خامی کے رہ جانے کا اندیشہ ہے ذاتی طور پر مجھے ندوہ کا نصاب بہت پسند ہے۔ ابتدائی نصاب آپ نے بھیجا ہے وہ بھی مناسب معلوم ہوتا ہے انشاء اللہ آپ کے قابل قدر مشوروں پر عمل کیا جائے گا

(مولانا ظفر الدین صاحب کے مندرجہ بالا خط کا بقیہ حصہ فسادات کے عنوان کے تحت درج ہے۔)

زنانہ مدرسہ قائم کرنے کی کوشش

قاضی صاحب نے ایک کوشش عورتوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کے لئے بھی کی تھی لیکن قاضی کو اس کوشش میں کامیابی نہیں ملی اس کی وجہ مسلمانوں میں عورتوں کے لئے اعلیٰ دینی تعلیم کے ذوق کی کمی ہے، پٹنہ سیٹی میں ایک خاتون محمدی جان کا وقف ہے اس کی طرف سے ایک مسجد اور مدرسہ بھی ہے۔ قاضی صاحب کا خیال تھا کہ لڑکوں کے لئے مدارس بہت ہیں لیکن لڑکیوں کے لئے کوئی مدرسہ نہیں ہے جس میں اعلیٰ دینی تعلیم کا نظم ہو چونکہ یہ وقف ایک خاتون کا کیا ہوا تھا اس لئے اس مناسبت

سے اچھا رہے گا کہ اس مدرسہ کو لڑکیوں کا مدرسہ بنا دیا جائے۔

اس کے لئے قاضی صاحب نے پہلی بات تو یہ سوچی کہ ایسا ضابطہ بنایا جائے کہ ادارہ زندہ اور فعال لوگوں کے ہاتھوں میں ہو تمام کام ذمہ داری اور ایمانداری سے انجام پائیں چنانچہ انھوں نے رائے دی کہ محمدی جان اسٹیٹ کمیٹی پٹنہ سیٹی (ح ا ا ح) کے نام سے ایک جماعت تشکیل دی جائے انھوں نے اس کمیٹی کا جو ضابطہ بنایا وہ درج ذیل ہے۔

دفعہ ۱ نام محمدی جان اسٹیٹ کمیٹی پٹنہ سیٹی

دفعہ ۲ محمدی جان اسٹیٹ کمیٹی کی جایداد منقولہ اور غیر منقولہ مدرسہ اور مسجد کی اصلاح اور ترقی حفاظت نگرانی اور دیکھ بھال اس کمیٹی کا مقصد ہوگا وہ اپنے نام سے مقدمات دائر کرے گی صفائی پیش کر سکے گی اس کا مستقل دفتر ہوگا اپنی مہر ہوگی اس کا سائن بورڈ (تختہ جس پر کمیٹی کا نام ہوگا) اس کے دفتر پر ہوگا۔ دفتر سنی مجلس اوقاف کو اس کی اطلاع دینی ہوگی۔

دفعہ ۳ مدرسہ میں مسلمان بچیوں اور عورتوں کی تعلیم کا نظم پہلے کیا جائے گا اس لئے کہ مسلمان عورتوں کی تعلیم مذہبی یعنی علم قرآن و تفسیر و حدیث و فرائض وغیرہ کا کوئی نظم صوبہ میں نہیں ہے اور پٹنہ اور اس کے نواح میں صوبہ اور بیرون صوبہ میں مردوں کی اعلیٰ تعلیم کا نظم مانگ سے زیادہ ہے۔ جب مسلمان عورتوں کی دینی تعلیم و تربیت کا نظم مکمل ہو جائے گا تو مردوں کی تعلیم کا نظم بھی اگر ضرورت ہو کیا جائے گا۔

متولی کے علاوہ اس کمیٹی کے سولہ ممبر ہوں گے

اسکیم کے نافذ ہونے کی تاریخ کے گزرنے کے بعد پہلی کمیٹی کے ممبران کا تقرر چھ ماہ کے اندر سنی مجلس اوقاف بہار کرے گی۔

دفعہ ۴ میعاد ممبری ہر ممبر کی چار سال ہوگی

دفعہ ۵ حسب دفعہ ۴ مقرر شدہ ارکان اپنی مجلس میں ایک صدر چنیں گے۔

دفعہ ۶ اس کمیٹی کو تمام وہ اختیارات حاصل ہوں گے جو وثیقہ مرقومہ تاریخ دس مارچ ۱۸۹۷ء تتمہ تاریخ ۱۲ فروری ۱۹۱۶ء کی رو سے کمیٹی کو حاصل ہیں سوائے ان ترمیمات کے جو اسکیم میں ہو گئی ہیں۔

دفعہ ۹ پہلے انتخاب کے بعد ایک سال کے اندر ناظر اوقاف ایک تاریخ مقرر کر کے قرعہ کے ذریعہ نام نکال کر اس کا اعلان کر دیں گے کہ پہلے سال اور دوسرے سال اور تیسرے اور چوتھے سال کن کن ممبروں کی میعاد ممبری ختم ہو گی۔

دفعہ ۱۰ ہر سال جن چار ممبروں کی جگہ حسب دفعہ ۹ خالی ہو گی ان کے ناموں کا انتخاب بذریعہ ممبران کمیٹی محمدی جان اسٹیٹ کر کے سنی مجلس اوقاف میں بھیج دیں گے ابہار سنی مجلس اوقاف ممبران کے انتخاب کے وقت ان ناموں کو مناسب وزن دے گی۔

دفعہ ۱۱ اگر محمدی جان وقف اسٹیٹ کمیٹی مقررہ وقت پر نام نہیں بھیجے گی تو بہار سوبائی سنی مجلس اوقاف کو اس کا حق ہو گا کہ اپنی رائے سے خالی جگہوں کے لئے ممبروں کا نام چن کر اعلان کر دے۔

دفعہ ۱۴ انتخابِ ممبران کے بعد ممبران ہی صدر چنیں گے اور بہار سنی مجلس اوقاف اس کی تصدیق کرے گی۔

دفعہ ۱۵ جب تک نیا انتخاب کسی شخص یا اشخاص کا نہ ہو گا بقیہ ممبران کام کرتے رہیں گے اور انتخاب کی تاخیر کا کوئی اثر کاموں پر نہ ہو گا اور نہ اس کی وجہ سے کوئی کام بے قاعدہ سمجھا جائے گا۔

دفعہ ۱۶ اپنے کاموں کے لئے جو ضابطہ اور اصول کمیٹی بنائے گی اس پر سنی مجلس اوقاف سے یا اس کے اختیار پائے ہوئے شخص کی منظوری لینا ضروری ہو گا۔

دفعہ ۱۷ صدر کا فرض ہو گا کہ جلسہ کی صدارت کے علاوہ سال میں دو جلسہ ضرور بلانے کا نظم کرے جس میں جایداد مسجد مدرسہ مسافر خانہ اور اس کے متعلق ضروریات پیش ہوں اور اس امر کی نگرانی کریں کہ متولی کمیٹی کی ہدایات کے مطابق کام کرتے ہیں یا نہیں اور اگر کمیٹی کی ہدایت کے خلاف کوئی ہدایت پائیں تو اس کو کمیٹی میں پیش کریں۔

متولی کی جگہ خالی ہو تو انتخاب جدید کی کارروائی جلد از جلد عمل میں لائی جائے اگر صدر اس میں کوتاہی کریں تو حسب دفعہ ۱۶ وثیقہ اقرار نامہ واقعہ ۲ر فروری ۱۹۵۶ء ممبران بھی نوٹس جاری کر سکتے ہیں۔ متولی کے انتخاب کے جلسہ میں کارروائی کی نگرانی کے لئے صدر سنی مجلس اوقاف

سے ایک شخص کو متقرر کرنا ہوگا جو مجلس میں کارروائی کا معائنہ کرے گا اور اس کی رپورٹ مجلس کو دے گا اگر کوئی بے ضابطگی ہوگی تو صدر یا مجلس دوبارہ انتخاب متولی کی ہدایت کرے گا۔

دفعہ ۱۸ سکریٹری کے تمام فرائض متولی حسب مشورہ صدر انجام دیں گے اگر متولی سکریٹری کے فرائض مناسب طرح انجام نہ دیں تو صدر کو اختیار ہوگا کہ کمیٹی کے عام جلسہ میں یا اسپیشل میٹنگ بلاکر ممبران کے سامنے اس امر کو رکھیں۔

دفعہ ۱۹ زنانہ مدرسہ کو چلانے اور نگرانی کے لئے خصوصیت سے ایک زنانہ تعلیمی کمیٹی بنائی جائے گی جس کے ارکین کے صدر سکریٹری پانچ سے زیادہ نہ ہوں گے، ان سب کمیٹی کے لئے ضوابط وقتاً فوقتاً ان سب کمیٹی کے مشورہ سے جنرل کمیٹی بنائے گی اور تعلیم و تربیت کا نظم اس کمیٹی کے ذریعہ اور نگرانی میں ہوگا۔

دفعہ ۲۰ تمام امور کا فیصلہ اکثریت کی رائے سے ہوگا اور متولی کمیٹی کی رائے کا پابند ہوگا اگر متولی اس کی پابندی نہ کرے تو سمجھا جائے گا کہ اس نے قانون بہار وقف ایکٹ ۸ ۱۹۴۷ء کی خلاف ورزی کی ہے اور کمیٹی یا کسی ممبر کو حق ہوگا کہ سنی مجلس اوقاف میں اس کی اطلاع دے اور مناسب کارروائی کرے۔

دفعہ ۲۱ متولی کے لئے پٹنہ میں رہنا لازم ہوگا تا کہ کام انجام دے سکے اگر متولی بیماری یا حج وزیارت یا اور ایسی اہم ضرورت سے دو ماہ سے زیادہ باہر رہنا چاہے تو کمیٹی کی اجازت ضروری ہوگی ایک سال سے زیادہ کے لئے کمیٹی اور متولی کو صدر سنی مجلس اوقاف سے اجازت لینی ہوگی۔

لیکن قاضی صاحب اپنی یہ بات منوا نہیں سکے۔ اصل میں بہار کے دینی حلقہ میں عورتوں کی دینی تعلیم کے لئے کوئی جوش نہیں تھا کتنے لوگ تو اس کو بے ضرورت سمجھتے تھے کتنے اس کے خلاف تھے۔ بس وہ ضروری ابتدائی دینی تعلیم کو کافی سمجھتے تھے البتہ انگریزی پڑھے لکھے لوگوں میں عورتوں کی اعلیٰ انگریزی تعلیم کا شوق محسوس کیا جاتا تھا چنانچہ پٹنہ میں اور صوبہ بہار کے متعدد شہروں میں عورتوں کے اسکول اور کالج موجود ہیں اور خود قاضی صاحب کے بعد پھلواری شریف میں مولانا عثمان غنی صاحبؒ کے منجھلے صاحبزادہ جناب عرفان غنی نے عورتوں کی انگریزی اور جدید تعلیم کے لئے ہائی اسکول کھول دیا اور وہاں مذہبی وغیر مذہبی مسلمان عورتوں نے تعلیم حاصل کی، اور بہت سے لوگ ان کے اس بارے

میں ممنون ہیں۔

لارڈ میکالے کی تعلیمی رپورٹ اس موقعہ پر یاد رکھنے کے قابل ہے۔ جب انگریزی حکومت کے سامنے یہ مسئلہ آیا کہ ہندوستانی بچوں کو ان کے مذہب کی تعلیم دی جائے یا سیکولر انگریزی تعلیم تو اس نے ایک کمیشن لارڈ میکالے کی صدارت میں منعقد کیا تاکہ وہ تحقیق حال کر کے اپنی رپورٹ رائے دے۔ اس کمیشن نے رپورٹ دی کہ ہندوستان میں مسلمانوں کے جو مذہبی مدارس ہیں ان میں تعلیم مفت ہوتی ہے پھر بھی لڑکے وہاں نہیں پڑھنا نہیں چاہتے ہیں اور مغربی طرز کے اسکولوں میں فیس دے کر بچے پڑھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ مغربی طرز کی تعلیم زیادہ مقبول ہے۔ دوسرے اس تعلیم کے ذریعہ اچھے کلرک ہی ہم کو نہیں ملیں گے بلکہ رنگ ونسل کے اعتبار سے نہ سہی لیکن زبان اور تہذیب کے اعتبار سے وہ انگریز ضرور ہو جائیں گے، اس رپورٹ کو زمانہ بیت گیا۔ آج بھی اس کی صحت کی شہادت ملتی ہے۔ اور مردوں کے لئے ہی نہیں بلکہ عورتوں کے لئے بھی دینی تعلیم کی جگہ انگریزی تعلیم مقبول ہے، قاضی صاحب کی مثال ایک انار صد بیمار کی تھی، وہ کون کون سے ادارے چلاتے اور کس کس تحریک کو کامیاب بناتے، بہت حسرتیں ان کے دل میں رہ گئیں، دل میں ایک یہ حسرت بھی تھی، بہار سے باہر دو ایک مدرسوں کے سوا کہیں مسلمان بچیوں کی اعلیٰ دینی تعلیم کا نظم نہیں ہے۔

بچوں کے لئے ابتدائی دینی کتابیں

صوبہ میں متعدد مکاتب تھے جن کو امارت کی طرف سے امداد ملتی تھی قاضی صاحب نے ان بچوں کے لئے ایمان کی کتاب (عقاید پر) اور عبادت کی کتاب (طہارت وعبادت پر) اور اخلاق کی کتاب (حقوق باہمی پر) بہت آسان زبان میں لکھی جو امارت کی طرف سے شائع ہوئی، ایمان کی کتاب کا ہندی ترجمہ بھی میری خواہش پر لیاقت علی سلمہٗ نے کیا تھا، یہ سب کتابیں امارت شرعیہ کی طرف سے چھپی ہیں یہ کتابیں بہت مختصر ہیں جو بچوں کے حافظہ میں محفوظ رہ سکتی ہیں۔ ان کے مختصر ہونے کی وجہ سے یہ ممکن ہوا کہ انھیں کتاب کے آخر میں شامل کر لیا جائے۔ تاکہ قاضی صاحب کے حالات زندگی کے ساتھ ان کے نقوش قلم بھی یکجا ہو جائیں۔

مدرسہ اگزامنیشن بورڈ میں ہندی

مدرسہ اگزامنیشن بورڈ کے ماتحت صوبہ بہار میں عربی دینی مدارس کا ایک نظام بھی حکومت بہار کے ماتحت ہے۔

آزادی کے بعد اس میں بہت ترقی ہوئی ہے اور اس کا صوبہ میں ایک وسیع جال پھیل گیا ہے۔ اس میں انگریزی بھی میٹرک تک پڑھائی جاتی ہے۔ چونکہ تحریک چل رہی تھی کہ انگریزی کی جگہ ہندی لے لے اور انگریزی زبان کو ملک بدر کر دیا جائے۔ بہار اور یوپی کی سرکاری زبان ہندی ہو بھی گئی مرکز میں بھی ایک ووٹ کی اکثریت سے ہندی زبان کو منظور کر لیا گیا اور بہت حد تک مرکز میں بھی ہندی شروع گئی اگرچہ جنوبی ہند کی مخالفت کی وجہ سے مرکز کا کام تیز نہ ہو سکا۔ قاضی صاحب نے سوچا کہ اگر انگریزی کی جگہ ہندی لے لی اور اگر مدرسہ اگزامینشن بورڈ میں ہندی نہ ہوئی بلکہ حسب معمول انگریزی زبان ہی میٹرک تک رہی تو مسلمان بچے سرکاری کاموں میں دقت محسوس کریں گے اس لئے انھوں نے وزیر تعلیم صوبہ بہار ڈائرکٹر آف ایجوکیشن صوبہ بہار اور مولانا آزاد وزیر تعلیم ہند کو مراسلے بھیجے جس میں انھوں نے لکھا کہ "مدارس عربیہ جو اگزامینشن بورڈ سے متعلق ہیں ان میں انگریزی تعلیم کا موجودہ معیار میٹرک کے برابر ہے اس سے مقصود یہ ہے کہ مدرسہ کے لڑکے ادب انگریزی میں چاہیں تو کالج میں جاکر بی اے اور ایم اے کی سند لے سکیں اور ادب انگریزی کی صلاحیت میں ہندوستان کی موجودہ یونیورسٹیوں سے کم نہ رہ جائیں۔ اب جبکہ یونیورسٹیوں میں انگریزی کی جگہ کچھ ہندی لے رہی ہے مناسب یہ ہے کہ مدرسہ کے نصاب میں بھی تبدیلی ہو اور جس رفتار سے یونیورسٹی میں انگریزی کو ہندی سے بدلا جارہا ہے اسی رفتار سے مدرسہ میں بھی انگریزی کو ہندی سے بدلا جائے تاکہ مدرسہ کے لڑکوں کو آئندہ یونیورسٹی کے امتحانات میں شریک ہونے کی وہ سہولت باقی رہے جو ابھی انہیں حاصل ہے البتہ اس کا خیال رہے کہ اردو عربی کا جو پیمانہ ہے اس کو نہ بدلا جائے نہ کم کیا جائے"۔

قاضی صاحب نے یہ مراسلہ جیسا کہ رجسٹری کی رسید سے معلوم ہوتا ہے جنوری ۱۹۴۹ء کو بھیجا تھا جہاں تک اردو اور عربی کے معیار کا تعلق ہے خوشی کی بات ہے کہ صرف مدرسہ اگزامینشن بورڈ کے ماتحت مدارس میں کوئی فرق نہیں ہوا بلکہ سرکاری یونیورسٹیوں کالجوں اور اسکولوں کے معیار میں بھی کوئی فرق نہیں ہوا بلکہ اب تو بہار کی دوسری سرکاری زبان بھی اردو ہو گئی ہے اس کے لئے نہ صرف تمام کانگریسی مسلمان قابل مبارکباد ہیں کہ انھوں نے اس سلسلہ میں اپنا اپنا فریضہ ادا کیا بلکہ وہ ہندو بھی قابل تعریف ہیں جنھوں نے یوپی کے ہندو وزرا کی طرح تنگ نظری سے کام نہیں لیا اور فراخ دلی کے ساتھ مسلمانوں کی خواہش پوری کی۔

یہ امر موجب مسرت ہے کہ ہندوستان کی بیشتر یونیورسٹیوں میں بشمول یوپی ایم اے کے لئے اردو عربی اور فارسی کے شعبہ جات ہیں اور مسلمان طلبہ ہی نہیں ہندو طلبہ بھی عربی پڑھ رہے ہیں۔ یہ امر بھی موجب مسرت ہے کہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسلامی کردار کی قانونی ضمانت دی گئی جو انگریزوں کے زمانہ میں نہیں تھی۔ اس کی تفصیل صفحات ماسبق میں گزر چکی ہے ——— یہ امر بھی قابل مسرت ہے کہ ملک بھر میں ایک درجن سے زیادہ طبیہ کالج موجود ہیں جن میں طب یونانی یعنی طب عربی کی تعلیم دی جاتی ہے اور وہاں کے فارغوں کے لئے ملازمت کی تنخواہ کا وہی اسکیل ہے جو ڈاکٹروں کی تنخواہ کا ہے۔ یہ تنخواہوں کا اسکیل حکومت ہند کے ایک سوشلسٹ ممبر نے نافذ کیا تھا جو وزیر صحت تھے۔

حکومت ہند کی طرف سے انڈیجنس میڈیسن (دیسی طب) کا ایک شعبہ بھی قائم ہے جس کے ماتحت طب عربی و یونانی پر تحقیقات کا کام ہوتا ہے اور ان گنت اطبائے یونانی اس میں کام کر رہے ہیں اس کے علاوہ بہار کی حکومت اور لوکل بورڈوں کی طرف سے دیہاتوں میں یونانی ڈسپنسریاں موجود ہیں اور حکیم بھی جہاں سے لوگوں کی طبی امداد ہوتی ہے۔ ان کے علاوہ پرائیوٹ طور پر ہمدرد دواخانہ نے بڑا کام کیا ہے اور وہ سرکاری طبیہ کالجوں میں طلبہ کو وظائف بھی دیتا ہے۔ جہاں تک طب عربی و یونانی کا تعلق ہے ہندوستان نے تمام مسلمان ملکوں کو پیچھے چھوڑ دیا ہے اور دوسرے ملکوں کے لئے قابل تقلید نمونہ پیش کیا ہے اس ملک میں جہاں مسلمانوں کے ساتھ کئی اعتبار سے حق تلفی ہوئی ہے وہاں کچھ قابل تعریف و تحسین کام بھی ہوا ہے۔ ان قابل تعریف کاموں میں مسلم پرسنل لا کے سلسلہ میں مسلمانوں کے بعض مطالبات کی منظوری بھی ہے۔ ان سب کا کریڈیٹ جہاں موجودہ مسلم مخلص قائدین کو اور انصاف پسند غیر مسلموں کو ملتا ہے وہاں قاضی احمد حسین صاحب اور ان کے جیسے دوسرے کانگریس اور جہاد آزادی میں شریک مسلمان قومی رہنماؤں کو بھی ملتا ہے جن کے صحیح طرز فکر و عمل اور قربانیوں کے بعد اب مسلمان پورے اعتماد کے ساتھ اپنے حقوق کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور لڑ سکتے ہیں اور یہ کہہ سکتے کہ اس ملک کی آزادی میں اور قومی جدوجہد میں ان کا حصہ کسی سے کم نہیں۔ ناانصافی کی صورت میں وہ ارباب سیاست و حکومت کا گریبان پکڑنے کا حق بھی رکھتے ہیں۔

قاضی صاحب کے نوٹ بک کا ایک صفحہ

قاضی صاحب کے نوٹ بک کا ایک صفحہ درج ذیل ہے جس سے قاضی صاحب کی تعلیمی دلچسپیوں کا اندازہ

ہوتا ہے۔ دراصل وہ جو کچھ کرنا چاہتے تھے وہ بطور یادداشت اس نوٹ بک میں درج ہے۔ یہ تحریر ۳۶ء کی لکھی ہوئی ہے۔

(۱) مدرسہ شمس الھدیٰ میں ہندی کے اختیاری مضمون رکھنے کی سفارش کرنا۔

(۲) سنسکرت کے مدارس اور پاٹ سالوں میں عربی کے مکاتب کا قیام۔

(نوٹ۔ اس سے غرض یہ تھی کہ ہندو اور مسلمان ایک دوسرے کے مذہب اور رجحانات۔ اور تاریخ سے واقف ہوں اور فرقہ پرستوں کو ایک دوسرے کے خلاف پروپگنڈا کرنے کا موقعہ نہ ملے۔ واضح رہے یہ نوٹ آزادی سے گیارہ برس پہلے لکھا گیا ہے۔ اگر دوسرے قومی اور مسلمان لیڈر اس وقت اس نہج پر سوچتے تو آج نقشہ ہی کچھ اور ہوتا۔ —— محمد عثمانی مرتب کتاب)

(۳) بورڈ کے ماتحت ٹرینڈ ٹیچر کا مشاہرہ زیادہ ہے اور تعلیم کا معیار چاہے کتنا ہی بہتر ہو اگر ٹرینڈ نہیں ہے تو اس کا مشاہرہ کم ہے۔ اس کا اثر یہ ہے کہ مکاتب کی تعلیم بیکار ہوگئی ہے اس خرابی کو درست کرنے کی کوشش کرنا۔

(۴) مدارس شبینہ کا تجربہ۔

(۵) اسکول اور کالج میں اخلاقی اور مذہبی تعلیم کا گھنٹہ مذہبی تعلیم سے مراد قرآن اور سیرت کے اسباق۔

(۶) ایجوکیشنل کوڈ میں ترمیم کہ اگر مفت یا کم مشاہرہ پر کام کرنا چاہیں یا مشاہرہ اور اسکول کی آمدنی برابر تقسیم کرلینا چاہیں تو اس کی اجازت ہو۔

(۷) جو طالب علم بلا فیس پڑھتے ہوں ان پر کوئی پابندی نہ ہو اس وقت اس پر بہت زور ہے۔

(۸) مکان کو جو اہمیت دی جاتی ہے وہ نہ دی جائے کسی اسکول کو منظور کرنے کے لئے یہ شرطیں کہ اتنی زمین ہو اور اس قسم کا مکان ہو ختم کردی جائے۔

(۹) اسکول کے قیام کے لئے سہولتیں دی جائیں۔ شرطیں اور پابندیاں لگا کر رکاوٹیں پیدا نہ کی جائیں۔

(۱۰) معیار تعلیم بلند ہو لیکن امتحانات سخت نہ ہوں یعنی امتحانات کا معیار اتنا اونچا نہ ہو کہ لڑکے بس قسمت سے پاس کرسکیں۔

(نوٹ۔ اس زمانہ میں جب یہ تحریر لکھی گئی تھی پٹنہ یونیورسٹی میں امتحانات بہت سخت ہوتے تھے شیکسپیئر کی انگریزی رٹ رٹ کر ثانوی درجہ کے لڑکے کامیاب ہو سکتے تھے۔ کامیاب طلبہ کا تناسب نو یا دس فی صدی تک آ گیا تھا۔ لڑکے پریشان ہو کر کلکتہ یونیورسٹی کی طرف بھاگنے لگے تھے جہاں لڑکے اپنی انگریزی لکھ کر کامیاب ہو سکتے تھے۔ اسکولوں میں معیار تعلیم پٹنہ یونیورسٹی سے کم نہ تھا۔ کلکتہ میں میٹرک کا طالب علم انگریزی میں تقریر بھی کر لیتا تھا۔ قاضی صاحب نے اسی سے متاثر ہو کر نوٹ ۱۱ لکھا ہے)

(۱۱) کتابیں کسی بھی موضوع پر ہوں مثلاً زراعت یا حرفت یا تجارت۔ اصول تعلیم اس طرح کا ہو کہ لڑکا جس جگہ چھوڑ دے اتنی اس میں صلاحیت موجود ہو۔

(درس نظامیہ کے عربی مدارس میں یہ شکایت رہی ہے کہ جبتک لڑکا پورا نصاب نہیں پڑھ لے اس میں کوئی استعداد پیدا نہیں ہوتی۔ انگریزی اسکولوں میں بھی چونکہ مقصد تعلیم حکومت کی ملازمت کرنا تھا اس لئے اگر لڑکے میٹرک سے پہلے تعلیم چھوڑ دیتے تو وہ کچھ کر نہیں سکتے تھے اور معاشرہ پر بار ہو جاتے تھے۔ دفعہ ۱۲ لکھتے وقت قاضی صاحب کے ذہن میں یہی باتیں ہوں گی۔)

(۱۲) اخلاقی اور مذہبی تعلیم کی طرف زیادہ توجہ ہو۔

(۱۳) اپر اور پرائمری میں ادب کا معیار نہایت پست ہے اس کو درست کیا جائے۔

(۱۴) معلم کا معیار بھی بلند کیا جائے اس طرح کہ عربی کے مدارس کے لڑکوں کو جن کی تعلیم میٹرک کے درجہ کی ہو ان کا درجہ ٹریننگ پاس یا اس کے برابر ہو میٹرک کے لڑکوں کے لئے بھی یہی صورت ہو ایسے لڑکوں کو اوپر کے امتحانات میں پرائیویٹ پڑھ کر شرکت کی اجازت ہو۔ درسی ٹریننگ کے لئے چند ہفتہ ٹریننگ اسکول میں رہیں۔

(۱۵) تاریخ اور دوسری کتابوں کی اصلاح کے لئے جامعہ ملیہ اسلامیہ اور دار المصنفین جیسے مستند اداروں کو توجہ دلائی جائے تاکہ ایسی کتابیں تیار ہو جائیں جو منافرت کو دور کریں اور فرقہ وارانہ تعلقات کو بہتر کریں لیکن تاریخ غلط بھی نہ ہو۔ صرف تاریخ ہی نہیں جغرافیہ وغیرہ کی کتابوں میں بھی نقص ہے ان کو دور کیا جائے۔

(۱۶) انجمن ترقی اردو جامعہ ملیہ اسلامیہ اور ساہتیہ پریشد کے ذریعہ سہل زبان کے لئے کوشش ہو

کی جائے۔

(۱۷) ہندی میں مسلمانوں کی مذہبی کتابیں منتقل ہوں تاکہ دوسرے فرقہ کے لوگ ہم سے مانوس ہوں۔ اسی طرح ہندوؤں کی مذہبی کتابیں اُردو میں ترجمہ کی جائیں یا لکھی اور لکھوائی جائیں۔ حکومت اخلاقی اور مالی مدد حسب ضرورت کرے۔

(۱۸) طلبہ کو ہفتہ میں صرف ایک روز فلم دیکھنے کی اجازت ہو بشرطیکہ طلبا کے لئے اخلاقی اور معلوماتی قسم کی فلم اس روز دکھائی جائے۔ یہ بات سینما ہاؤس کے ذمہ داروں سے طے کرنے کی ہوگی۔ عام بے حیائی کی فلمیں ہرگز نہ دکھائی جائیں۔

(۱۹) ایک ایجوکیشنل فوج تیار کی جائے۔ فوجیوں کی عمر (۲۰) سال سے کم نہ ہو یہ اپنے گاؤں میں تعلیم دیں۔ خدمت خلق قومی وفاداری عالم گیر اخوت کو کتابوں میں نمایاں جگہیں دی جائیں۔

(۲۰) تمام ٹریننگ اسکول میں اردو اور ہندی دونوں رسم الخط منظور کیا جائے۔

(۲۱) ایسے اسکول کا تجربہ کیا جائے جس میں تعطیل زراعتی اور صنعتی نقطۂ نظر سے ہو۔

مجلس انتظامیہ ندوۃ العلماء کے لئے ایک تجویز

قاضی صاحب کے کاغذات میں ایک تجویز کا مسودہ ملا جسے وہ دارالعلوم ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ میں پیش کرنا چاہتے تھے وہ خود دارالعلوم کی مجلس انتظامیہ کے ممبر بھی تھے چونکہ یہ تجویز بھی تعلیم سے متعلق ہے اور مسلمانوں کی تعلیم کے بارے میں ہے اس لئے یہ تعلیمی خدمات کے باب میں اسے پیش کیا جا رہا ہے۔

"ندوۃ العلماء کی مجلس منتظمہ کے ارکان قلق کے ساتھ یہ محسوس کرتے ہیں کہ:

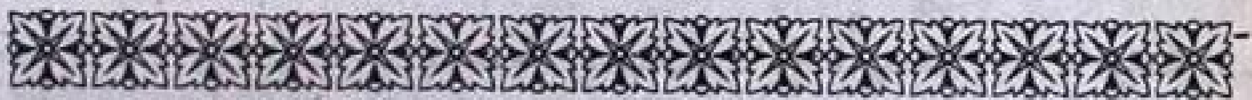
(۱) ملک میں دینی مطالعہ کا اعلیٰ مذاق موجود نہیں ہے اور جو کچھ ہے بھی وہ ختم ہو رہا ہے۔

(۲) مذہبی معاملات میں غیر ذمہ دارانہ اظہار رائے کی عام عادت پائی جاتی ہے ارکان مجلس ان حالات کو تشویش کی نظر سے دیکھ رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ دینی تعلیم کی ایسی سہولت پیدا کی جائے جو عام ہو سکے اور جس کے ذریعہ ان خرابیوں کو دور کیا جائے۔

مجلس منتظمہ کے خیال میں ایک صورت یہ ہے کہ اردو میں دینی تعلیم کا ایک جامع نصاب مرتب کیا جائے اور ایک اردو دینی تعلیمی مجلس بنائی جائے جو اردو زبان

میں دینی صلاحیت واستعداد کا امتحان لیا کرے اور کامیاب طلبہ کو سندیں عطا کرے
اس طرح امید ہے ملک میں صحیح دینی معلومات رکھنے والے مسلمانوں کا خاطر خواہ اضافہ
ہو جائے گا اور سہل صورت ہونے کی وجہ سے زیادہ تعداد میں مسلمان دینی تعلیم کی طرف
توجہ کریں گے"۔

اس طرح کا ادارہ حیدر آباد میں ہے جو اردو میں دینی تعلیم کا امتحان لیتا ہے اور اس طرح کا
ادارہ دیوبند میں بھی ہے لیکن دارالعلوم دیوبند کی طرف سے نہیں ہے قاضی صاحب چاہتے تھے کہ اس
طرح کا ادارہ بڑی دینی تعلیم گاہوں کی طرف سے ہو جس پر مسلمانوں کو اعتماد ہو۔



آٹھواں باب

مجلس احرار اسلام کی کشمیر تحریک اور یکساں سول کوڈ کا معاملہ

شیخ عبداللہ اور علامہ اقبال

نمک ستیہ گرہ کے آخر دنوں میں جو غالباً ۳۱-۳۲ء کا زمانہ تھا کہ شیخ عبداللہ نے راجہ کے خلاف کشمیر میں تحریک شروع کی۔ ان کی تائید میں قادیانیوں نے پنجاب میں کشمیر کمیٹی بنائی اس زمانہ میں شیخ عبداللہ اور ڈاکٹر اقبال کے دلوں میں قادیانیوں کے لئے نرمی تھی، وہ عام انگریزی پڑھے لکھوں کی طرح تھے اور علماء دین کی ان کے معاملہ میں سختی پسند کو نہیں کرتے تھے۔ مجلس احرار میں پنجاب کے حریت پسند علماء تھے، وہ اس کو برداشت نہیں کر سکے۔ انھوں نے محسوس کیا کہ قادیانی اس طرح مسلمانوں میں نفوذ کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ انھوں نے راجہ کے خلاف اپنی علٰحدہ تحریک چلادی۔ عطاء اللہ شاہ بخاری مولانا حبیب الرحمٰن لودھیانوی مظہر علی اظہر اور متعدد پرجوش قایدین احرار نے اپنی تقریروں سے پنجاب میں آگ لگادی رضاکار بھرتی ہوئے اور وہ چلو کشمیر کا نعرہ لگاتے ہوئے اور کشمیری فوج اور انگریزی فوج کی رکاوٹوں کو توڑتے ہوئے کشمیر میں گھس گئے۔ قادیانیوں کو تحریک میں شریک کرنے کی مخالفت احراریوں ہی نے نہیں کی بلکہ کشمیر میں جو علماء تھے اور کشمیر تحریک میں شریک تھے انھوں نے بھی کی تھی۔ شیخ عبداللہ کے قادیانیوں سے تعلقات خوشگوار ہو گئے تھے، ان کو قادیان مدعو بھی کیا گیا تھا، لیکن وہ چاہتے تھے کہ کشمیر تحریک کے موقعہ پر قادیانی اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کریں، لیکن قادیانی نہیں مانے، پھر شیخ عبداللہ پر یہ بات بھی کھلی کہ قادیانی غیر قادیانیوں کو مسلمان بھی نہیں سمجھتے ہیں، اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھاتے ہیں۔ تب شیخ عبداللہ نے اپنی مسلم کانفرنس سے اور تحریک کشمیر سے قادیانیوں کو نکال دیا۔ ڈاکٹر اقبال نے بھی قادیانی مذہب کے خلاف معرکۃ الآرا بیان دیا جس کی علمی اہمیت آج بھی مسلم ہے قادیانیوں کی وجہ سے مجلس احرار اور شیخ عبداللہ کی جماعت میں تصادم ہو گیا تھا، اور

جب احرار کے نمائندوں نے راجہ سے ملاقات کی تو شیخ عبداللہ نے ان پر الزام لگایا کہ یہ راجہ سے در پردہ ملے ہوئے ہیں اسی طرح احراریوں نے یہ پروپگنڈا کیا کہ شیخ عبداللہ قادیانی ہوگئے ہیں لیکن دونوں ہی باتیں غلط تھیں۔

بہرحال سید فضل الرحمٰن صاحب بلال آبگلوی نے گیا میں مجلس احرار اسلام قائم کی، راقم الحروف اور ہمارے دونوں بھائی ان کے معاون تھے، راقم الحروف ہی کے گھر پر اس کا دفتر تھا۔ مرکز سے تاج الدین صاحب تشریف لائے تھے تو ہمارے یہاں مقیم ہوئے تھے۔

قاضی محمد حسین صاحب کی گرفتاری اور قاضی احمد حسین صاحب کی رہنمائی

چونکہ جنگ برطانوی حکومت سے ہوگئی تھی اور کانگریس کی برطانیہ کی مخالفت میں تحریک چل رہی تھی اس سے فایدہ اٹھا کر مجلس احرار کے مرکز نے ہندوستان بھر میں برطانوی حکومت کے خلاف سول نافرمانی شروع کر دی گیا کی مجلس احرار کو ہدایت آئی کہ مجلس توڑ دی جائے اور ڈکٹیٹر مقرر کر دیا جائے اور برطانوی حکومت کے احکام کی نافرمانی شروع کر دی جائے۔ چنانچہ قاضی احمد حسین صاحب کے چھوٹے بھائی گیا مجلس احرار کے ڈکٹیٹر ہوئے انھوں نے دفعہ ۱۴۴ کی پرواہ نہ کر کے جلسہ عام کا اعلان کیا اور وہ گرفتار کر لئے گئے قاضی احمد حسین صاحب خبر سن کر پھلواری شریف سے گیا آئے اور اس وقت تک ہم سب کی رہنمائی کی جبتک کہ احرار تحریک چلتی رہی۔ گیا سے احراری رضا کاروں کا ایک دستہ بھی کشمیر گیا۔

شیخ عبداللہ کی حمایت سے قادیانیوں کے نکل جانے کے بعد مجلس احرار کو مسلم کانفرنس سے کوئی اصولی اختلاف باقی نہیں رہا تھا، لیکن دونوں میں جو خلیج پیدا ہوگئی تھی وہ پاٹی نہیں جا سکی۔

یکساں سول کوڈ

نیا دستور جب بننے لگا تو اس میں ایک دفعہ یہ بھی رکھی گئی اور منظور ہوئی کہ کسی ملت کا پرسنل لا باقی نہ رکھ کر ملک کے لئے یکساں سول کوڈ بنایا جائے گا چونکہ راقم الحروف ان دنوں دستور ساز اسمبلی کی کاروائی بہت غور سے پڑھتا تھا اور روزنامہ الہلال پٹنہ کو ایڈٹ بھی کرتا تھا اس لئے اس نے کئی مقالے اس دفعہ کے خلاف لکھے۔ یہ میں فخر کی بنا پر نہیں بلکہ تحدیث نعمت کی بنا پر لکھ رہا ہوں کہ اس وقت میری آواز تنہا آواز تھی، کسی طرف سے کوئی آواز اس کے خلاف سننے میں نہیں آئی۔ میرے اخباری مقالے دیکھ کر قاضی احمد حسین صاحب کو فکر ہوئی کہ اس سلسلہ

میں کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے۔ چنانچہ انھوں نے کچھ لوگوں کو خطوط لکھے۔ دستور ساز اسمبلی میں مولانا آزاد کے سوا کوئی کانگریسی مسلمان نہ تھا۔ صرف مسلم لیگی حضرات تھے اور وہ ہندوستان سے نکل جانے کے لئے پر تول رہے تھے، اس لئے کسی نے دستور کے سلسلہ میں کوئی دلچسپی نہیں لی بجز مولانا حسرت موہانی کے لیکن ان کی آواز اکیلی ہوتی تھی چودھری خلیق الزماں ایک بار بولے بھی تو جداگانہ انتخاب کی حمایت میں بولے۔ قاضی صاحب کو لوگوں نے کیا جواب دیا یہ معلوم نہیں لیکن ان کی فائل میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کا خط ملا۔ جس کا عکسی فوٹو اس کتاب میں موجود ہے۔ مولانا نے خط میں لکھا ہے۔

مولانا حفظ الرحمٰن کا جواب خط

مکرم ومحترم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج گرامی۔ مکتوب گرامی صادر ہوا۔ جہاں تک دستور میں عدالت کے لئے امتیاز مذہب وملت کو ختم کرنے کا تعلق ہے اس سلسلہ میں صوبہ بہار کی جمعیۃ علماء کو ایک اہم تجویز پاس کر کے پنڈت نہرو سردار پٹیل مولانا آزاد صدر ونائب صدر دستور ساز اسمبلی کی خدمت میں بھیجنی چاہئے۔ اگر جمعیۃ علماء بہار کا ایک وفد بھی اس سلسلہ میں مذکورہ بالا حضرات سے ملے تو مفید ہوگا۔

آپ کا مخلص

(مولانا) حفظ الرحمٰن

بقلم انیس الحسن

اس خط کے دوسری طرف قاضی صاحب کا نوٹ ہے جو درج ذیل ہے۔

" مولانا منت اللہ صاحب کو لکھا ہے، کہ نور اللہ صاحب جے پور جا رہے ہیں وہ آتے جاتے وفد لے جائیں اور مجلس عاملہ کی طرف سے تجویز منظور کر کے پیشگی بھیج دی جائے زبانی نور اللہ صاحب کو جے پور جاتے وقت کہہ دیا تھا کہ مولانا سے مل کر جو موقعہ ہو کریں۔

احمد حسین ۲۱ دسمبر ۱۹۴۸ء

قاضی احمد حسین صاحب اور مولانا منت اللہ صاحب جمعیۃ علماء کے کوئی عہدہ دار نہ تھے۔ مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی صدر اور مولانا نور اللہ صاحب سکریٹری تھے بعد میں نور اللہ صاحب صدر ہو گئے تھے۔ جب مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی صدر تھے تب اپنی نیکی کی وجہ سے مولانا نور اللہ صاحب کے کاموں میں دخل نہیں دیتے تھے۔ افسوس کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اور قاضی احمد حسین صاحب کے توجہ دلانے کے باوجود صوبائی جمعیۃ کی طرف سے کوئی کارروائی نہیں ہوئی۔ مولانا محمد میاں پٹنہ تشریف لائے تو انھوں نے مجھ کو بتایا کہ وہ اور مولانا حفظ الرحمٰن صاحب اس سلسلہ میں مولانا آزاد سے ملے تھے۔ مولانا آزاد کو بھی یہ دفعہ پسند نہیں آئی۔ انھوں نے کہا کہ ہندوستان کی غالب اکثریت مذہبی ہے اس پر کوئی غیر مذہبی تصور تھوپنا جمہوریت کے خلاف ہوگا لیکن دستور ساز اسمبلی کے ہندو ارکان اس کو نہیں سمجھ رہے ہیں جب ہندو پرسنل لا بدلنے کی کوشش کی جائے گی تو مزاحمتوں کا سامنا کرنا پڑے گا اگر ہندوؤں نے اس کو برداشت بھی کر لیا تو بھی ہندو پرسنل لا میں ترمیم قانون کی حد تک رہے گی وہ اس پر عمل نہیں کریں گے۔ ملک نے ہم پر جو اعتماد کیا ہے اس سے غلط فائدہ اٹھانا نہیں چاہئے۔ ایسے قانون بنانے کا فائدہ کیا جس پر عمل نہ ہو۔

مجھ کو نہیں معلوم کہ دوسرے صوبوں کی جمعیۃ علماء نے اس سلسلہ میں کچھ کیا یا نہیں میں جب نقیب کا ایڈیٹر ہوا تو اس اخبار میں بھی میں نے یکساں سول کوڈ کے خلاف مضامین لکھے لیکن مجھ کو ایسا محسوس ہوتا تھا کہ میری آواز صدا بصحرا ہے۔ جب میں مستقلاً مکہ معظمہ میں رہنے لگا تو ایک روز اخبار میں پڑھا کہ مسلم پرسنل لا بورڈ نے جس کے سکریٹری امیر شریعت مولانا سید منت اللہ ہیں یہ مطالبہ کیا کہ دستور سے اس دفعہ کو نکال دیا جائے۔ اس خبر سے بہت خوشی ہوئی اس دفعہ کے بدلنے میں اصل دشواری یہ ہے کہ ملک کی عظیم اکثریت مذہبی تو ہے لیکن غافل ہے اور اس کو فرقہ وارانہ دنگوں میں مشغول رکھا جا رہا ہے اور تھوڑے سے غیر مذہبی بلکہ مخالف مذہب لوگ اس غفلت سے فایدہ اٹھا کر حکومت پر قابض ہیں۔

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی مجبوری یہ تھی کہ ہندوستان بھر کے مسلمان اپنا دکھڑا لے کر ان کے پاس پہنچتے رہتے تھے، کسی کے رشتہ دار مارے گئے، کوئی اغوا کر لیا گیا، کسی کا مال لٹ گیا، کسی کی جائداد ضبط کر لی گئی، مولانا سب کی رپورٹ لے کر سکریٹریٹ اور وزراء کے پاس دوڑتے رہتے تھے، مولانا کا سارا وقت اس میں صرف ہو جاتا تھا، اس لئے وہ چاہتے تھے کہ صوبائی جمعیتیں

اس سلسلہ میں اقدام کریں، جن کے پاس مرکز کے مقابلہ میں کام کم تھے، اور وہ ذمہ داران ہند کو متاثر اور مجبور کریں کہ وہ یکساں سول کوڈ کا خیال چھوڑ دیں لیکن افسوس کہ مولانا کے سرکلر کا کوئی اثر نہ ہوا۔

ابھی حال میں ایک مسلمان مطلقہ عورت (شاہ بانو) کے مقدمہ کے فیصلہ کے سلسلہ میں غیر مسلم حلقوں میں اقلیت کے خلاف سرگرمی دکھائی گئی حالانکہ اکثریتی طبقہ میں عورتیں جس طرح ستائی جاتی ہیں اور خودکشی اور عورت سوزی کے جو واقعات ہوتے رہتے ہیں وہ دنیا میں کہیں بھی نہیں ہوتے۔ بہر حال مولانا منت اللہ صاحب کی دانشمندی نے اور مسلمانوں کی متحدہ آواز نے وزیر اعظم کو اس پر آمادہ کر دیا کہ سپریم کورٹ کے فیصلہ کا اثر زائل کر دیا جائے اور دستور میں ضروری ترمیم کی جائے۔

خبر ہے اختیاری سول کوڈ پارلیمنٹ میں پیش ہوگا اختیاری بل پر کچھ کہنا تو نہیں ہے آوارہ بے دین مغلوب النفس لوگ اس کوڈ سے فایدہ اٹھائیں گے لیکن خطرہ یہ ہے کہ اس بل کو بعد میں لازمی یکساں سول کوڈ نہ بنا دیا جائے۔ اس لئے ضروری ہے کہ غیر سرکاری مسلم عدالتوں کا ایک جال ہندوستان میں پھیلا دیا جائے تاکہ مسلمان اپنے غیر فوجداری مقدمات کے لئے دوسری طرف رخ ہی نہ کریں۔ مولانا منت اللہ صاحب امیر شریعت رابع صوبہ بہار کی حد تک یہ کام کر بھی رہے ہیں۔ چونکہ وہ کل ہند مسلم پرسنل لا بورڈ کے جنرل سکریٹری بھی ہیں اس لئے امید ہے کہ بہار سے باہر بھی یہ کام ہوگا۔ مسلم پرسنل لا بورڈ کے اثرات بھی مولانا ابوالحسن علی ندوی کی صدارت اور مولانا منت اللہ صاحب رحمانی کی قیادت میں ملک گیر ہوگئے ہیں۔ روس کے مشرقی حصوں میں جہاں مسلمان آباد ہیں حکومت نے سول کوڈ میرج کیلئے اپنے دفاتر کھول رکھے ہیں لیکن کوئی مسلمان ادھر رخ نہیں کرتا کاش حکومت ہند اس تجربہ سے فایدہ اٹھاتی اور اس میدان میں سرکاری خزانہ کا روپیہ برباد نہ کرتی اور اقلیت کے لئے اپنے مذہب کے مطابق قانون اور پرسنل لا پر عمل کرنے میں رکاوٹ نہ کھڑی کرتی اور کینہ پرور فرقہ پرست عناصر کا دباؤ قبول نہ کرتی۔

مسلم پرسنل لا بورڈ کی تحریک کی کامیابی کا راز مسلمانوں کے اتحاد میں چھپا ہوا ہے۔ مسلمانوں کے تمام مکاتب فکر مسلم پرسنل لا کی حفاظت کی تحریک میں شریک تھے۔ کاش کہ یہ اتحاد ہمیشہ باقی رہے اور مسلمان جماعتیں اور تنظیمیں باہمی اختلافات میں الجھ کر اپنی طاقت کو کمزور نہ کریں۔ اتحاد کا حکم نص قرانی سے ثابت ہے۔ اختلافات قوموں کو کمزور کر دیتے ہیں۔

نواں باب

مسئلۂ امارت اور اس کی تاریخ، نظامت کے منصب پر قاضی صاحب کی تقرری

جیسا کہ پہلے مولانا سجاد سے تعلقات کے عنوان کے تحت یہ ذکر آچکا ہے کہ مولانا سجادؒ مولانا آزادؒ اور قاضی احمد حسینؒ تینوں اس بات پر متفق ہو گئے تھے کہ امارت شرعیہ کا قیام عمل میں لایا جائے مولانا سجادؒ نے اس سلسلہ میں کوشش شروع کر دی تھی۔

شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا فتویٰ

مولانا سجادؒ نصب امیر الہند کو واجب سمجھتے تھے، ان کا خیال تھا کہ جمعہ و جماعت وغیرہ مذہبی امور کی انجام دہی کے لئے جہاں اسلامی حکومت نہ ہو امیر شرعی کا ہونا ضروری ہے۔ شاہ عبدالعزیز دہلویؒ کا فتویٰ اس کی تائید میں موجود تھا۔ ہندوستان میں مسلمانوں کے اقتدار کے خاتمہ پر شاہ صاحب نے یہ فتویٰ دیا تھا کہ مسلمان اپنا امیر منتخب کریں اور جن امور میں حکومت برطانیہ مداخلت نہ کرے ان امور کو جماعتی طور پر امیر کی ہدایت سے انجام دیں۔

مسئلہ امارت اور علماء ہند کا موقف

قرآن کی آیات سے اس کا واضح اشارہ ملتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر جگہ اجتماعی زندگی گزارنا چاہئے احادیث نبوی سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے اسلام کے ارکان میں نماز جماعت کے ساتھ ضروری ہے الا یہ کہ کوئی دشواری ہو۔ دوسرا رکن زکوٰۃ ہے اس کی ادائیگی بھی انفرادی نہیں ہے۔ قرآن کی آیت "خذ من اموالھم صدقۃ" سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ امیر لوگوں سے زکوٰۃ کی رقمیں وصول کرے اور تقسیم کرے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں زکوٰۃ کی رقمیں حضور کے پاس آئیں اور تقسیم ہوئیں۔ حضرت ابوبکرؓ

کے وقت میں بعض لوگوں نے امیر کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو انھوں نے ان کے خلاف جہاد کیا۔ بعد میں بھی علماء کا فتویٰ یہی رہا کہ (جیسا کہ مولانا آزاد نے عیدین کے خطبوں میں کلکتہ میں بارہا کہا) زکوٰۃ کی رقمیں امیر کو دی جائیں اگر وہ فاسق ہو تب بھی۔ اسلام کے تیسرے رکن رمضان کے روزے کے لئے بھی یہ نظم رہا کہ چاند دیکھنے کی شہادت امیر، قاضی یا کسی مامور کے پاس دی جائے اور شہادت پاکر وہ اعلان کرے کہ روزہ شروع کیا جائے یا ختم کیا جائے۔

اسلام کا چوتھا رکن حج ہے اس کے لئے بھی امیر الحج ہوتا ہے۔ تاریخ کے پورے دور میں مسلمان امیر الحج کے ماتحت ہی حج کے فرائض ادا کرتے رہے ہیں۔

علامہ سید سلیمان ندویؒ کا بھی یہی فکر تھا کتاب مسئلہ امارت اور ہندوستان میں سید صاحبؒ نے اس فکر کو تفصیل سے لکھا ہے کہ ہندوستان میں نصب امیر ضروری ہے، شیخ الہند مولانا محمود الحسنؒ جیسا کہ بعض حضرات کا بیان ہے جلد سے جلد امیر الهند کے انتخاب کے خواہشمند تھے، لیکن ان کا ہندوستان واپس آنے کے بعد فوراً انتقال ہوگیا، ان کے شاگرد اور مرید ملک کے مشہور عالم مولانا مناظر احسن گیلانی بھی قیام امارت شرعیہ کو ضروری سمجھتے تھے وہ لکھتے ہیں۔

"قرآن بھی یہی کہتا ہے، حدیث سے بھی یہی ثابت ہے، فقہائے امت بھی یہی کہتے ہیں تاریخ بھی یہی شہادت دیتی ہے کہ بغیر امیر مسلمانوں کی زندگی اسلامی زندگی کے اہم ترین فریضہ سے خالی ہے"۔

شیخ الہند کے دوسرے شاگرد جو جمعیۃ علماء ہند کے بانیوں میں ہیں اور جو ابتدائے تاسیس سے ایک زمانہ دراز تک اس کے صدر رہے اور جن کو مفتی اعظم کے لقب سے پکارا جاتا ہے یعنی مولانا کفایت اللہ انھوں نے بھی متعدد فتوے ہندوستان میں قیام امارت کی حمایت میں دئے ہیں یہ فتویٰ کفایت المفتی میں موجود ہیں۔ چند فتوے یہ ہیں۔

(۱) "دار الحرب وہ ملک ہے جس میں کفار کی خود مختار حکومت ہو جو اپنی مرضی کے موافق احکام جاری کرنے پر قادر ہو۔ ہندوستان یقیناً دار الحرب ہے مسلمان پر فرض ہے کہ وہ حسب استطاعت امارت شرعیہ قائم کریں"۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ

(۲) آپ ضرور امیر شریعت کے تقرر کی سعی کریں اور ایسا امیر مقرر کریں جو شریعت کے احکام سے واقف اور متدین ہو۔ اس کی اطاعت فی المعروف لازم ہوگی۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

(۳) امارت شرعیہ جس جماعت کے نمایندوں کو اپنا نمایندہ قرار دے اس کو ووٹ دینا مذہبی تحفظ کے لئے ضروری ہے۔

محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ

مولانا سجادؒ کی کوشش قیام امارت کے لئے

مولانا سجادؒ نے جمعیۃ علماء کے پلیٹ فارم سے قیام امارت کے لئے جو کوششیں کیں ان کی روداد مولانا ہی کی زبان سے سنئے۔

"جمعیۃ علماء ہند نے ۱۹۲۱ء ۱۹ ارنومبر کو امارت شرعیہ فی الھند کی تجویز اس اجلاس میں منظور کی جو زیر صدارت حضرت مولانا ابوالکلام آزاد منعقد ہوا تھا۔ اور اس اجلاس میں امیر شریعت کے اصول منضبط کرنے کے لئے اور بعض امور کی تشریحات کے لئے ایک مجلس بنائی گئی اور اسی اجلاس میں یہ طے پایا کہ ایک ماہ بعد فوراً ایک دوسرا اجلاس اس مسودہ کی منظوری اور انتخاب امیر الھند کے لئے بلایا جائے گا۔ جس ہفتہ میں اجلاس خصوصی تھا وہی وقت حکومت کے جبر و استبداد کے کامل مظاہرہ اور قوم کے دلیرانہ مقابلہ کا تھا۔ مولانا آزاد اور دوسرے علماء وغیرہ گرفتار کر لئے گئے۔ شاید دشمنان اسلام کی طرف سے جا بجا مختلف عنوانات سے یہ مشہور کیا گیا کہ اجلاس ملتوی ہوگیا۔ یہ بات بھی لگتی ہوئی تھی کیونکہ خاص خاص مراکز میں گرفتاریاں عام تھیں، جن اراکین کے کانوں تک التوا کی غلط آواز پہنچی انھوں نے قرائن پر قیاس کر کے صحیح سمجھا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اتنے ارکان نہ پہنچ سکے جن کی موجودگی میں اجلاس منعقد ہو سکتا۔ مگر پھر بھی بعض حضرات علماء اکابر و بعض ارکان زعماء ہند پہنچ گئے تھے۔ مثلاً مسیح الملک حکیم اجمل خاںؒ مولوی ظہور احمد صاحب سکریٹری آل انڈیا مسلم لیگ وغیرہ۔ آخر ان حضرات کا باہمی مشورہ ہوا اور اس مجلس نے جو ترتیب مسودہ کے لئے قائم ہوئی تھی مسودہ مرتب کیا۔

بعدہ کچھ ایسے حوادث پیش آئے کہ اس مسودہ پر مجلس منتظمہ کو غور کرنے کا موقعہ

نہیں ملا۔ اس بنا پر جمعیۃ علماء ہند کے اجلاس اجمیر میں غور کیا گیا کہ امارت شرعیہ کے قیام میں بوجوہ متعددہ تعویق ہے اس لئے جبتک صوبہ وار امارت شرعیہ قائم کی جائے اور اس لئے جمعیۃ علماء ہند نے صوبہ وار جمعیتوں کو مخاطب کرتے ہوئے ایک تجویز کے ذریعہ ان کو ہدایت کی کہ جلد از جلد صوبہ وار امارت شرعیہ قائم کریں مگر اکثر صوبوں کے ناظمین جو اس دور میں اپنے صوبہ کے کاموں کے ذمہ دار تھے گرفتار کر لئے گئے غالباً اس تجویز پر عمل نہ کر سکے بمقام دہلی جلسۂ منظوری مسودۂ فرائض و اختیار امیر شریعت اور نظام نامہ امارت شرعیہ فی الھند کو طبع کرا کے تمام ارکان انتظامیہ جمعیۃ علماء ہند اور دیگر اہل الرائے کی خدمت میں بھیجنے کی تجویز ہوئی چنانچہ اس تجویز کے مطابق عمل بھی ہوا۔ یہ ہیں جمعیۃ علماء ہند کی مساعی جمیلہ جو اس نے ہندوستان کے اندر سب سے پہلے اجتماعی زندگی کے اصول کے قیام اور اجرائے نظام کے لئے آج تک انجام دیئے ہیں۔" خطبۂ صدارت جمعیۃ علماء الھند مراد آباد ۱۳۲۱ھ

اس پروگرام کے مطابق کہ پہلے صوبائی امارتوں کا قیام عمل میں آجائے دربھنگہ میں جمعیۃ علماء بہار کا جلسہ ہوا۔ حضرت مولانا شاہ محی الدینؒ جو بعد میں امیر شریعت ثانی ہوئے صدر تھے اور مولانا مقبول احمد صاحب صدر استقبالیہ اس میں یہ تجویز منظور ہوئی کہ:

"یہ جمعیۃ تجویز کرتی ہے کہ صوبہ بہار واڑیسہ کے محکمہ شرعیہ کے لئے ایک عالم اور مقتدر شخص کو امیر منتخب کیا جائے، جس کے ہاتھ میں تمام امور شرعیہ کی باگ ہو، اور اس کا ہر حکم مطابق شریعت مسلمانوں کے لئے واجب العمل ہو تمام علماء و مشائخ اس کے ہاتھ پر خدمت و حفاظت اسلام کے لئے بیعت کریں۔ یہ بیعت سمع و طاعت ہوگی جو بیعت سلسلۂ طریقت کے علاوہ ایک ضروری اور اہم چیز ہے۔ یہ جمعیۃ متفقہ طور پر تجویز کرتی ہے کہ انتخاب امیر محکمۂ شرعیہ کے لئے ایک خاص اجلاس علماء بہار کا مقام پٹنہ وسط شوال میں منعقد کیا جائے۔"

گشتی مراسلہ اور قاضی صاحبؒ کی معاونت

اس سلسلہ میں مولانا سجادؒ نے جو گشتی مراسلہ علماء بہار کو بھیجا تھا اس میں بعض ترددات

کو دفع کرنے کی غرض سے یہ لکھا گیا تھا کہ:

"امیر مسائل متفقہ منصوصہ کو نافذ کرے گا۔ اس کا ہر عمل اور ہر خیال فرق اسلامیہ کے لئے واجب اتباع نہیں ہوگا۔ جس عالم کی تحقیق امیر کی تحقیق کے خلاف ہو اور وہ اس مسئلہ خاص میں امیر کی اتباع نہ کرے تو کوئی حرج نہیں وہ عالم ہرگز مستحق طعن نہیں نہ اس کی بیعت ٹوٹ سکتی ہے۔ کتنے مسائل میں حضرت عبداللہ بن عمر نے حضرت عمر سے اختلاف کیا تھا اور کتنی جزئیات میں حضرت عبداللہ بن مسعود نے حضرت عثمان سے موافقت نہیں کی تھی۔"

اس کے بعد مولانا نے یہ توقع کی ہے کہ جس طرح جمعیۃ علماء بہار کے قیام کے بعد تین سال کے اندر اندر تمام صوبہ میں جمعیۃ علماء قائم ہوگئی اور فروعی اختلاف کا پہاڑ جو اس راہ میں حائل تھا کافور ہوگیا اسی طرح امارت شرعیہ بہار کے قیام کے بعد انشاء اللہ ہر صوبہ میں امارت شرعیہ کا قیام عمل میں آجائے گا۔ افسوس کہ یہ توقع آج تک پوری نہیں ہوئی۔ اس کے بعد مولانا نے مشورہ دیا ہے کہ امیر شریعت ایسے شخص کو بنائیں۔

(۱) جس کو علماء و مشائخ قبول کر سکیں۔

(۲) جو مادی طاقت سے مرعوب اور متاثر نہ ہو۔

(۳) جو مسائل حاضرہ سے واقف ہو۔

(۴) جو خود رائے نہ ہو۔

انتخاب کا طریقہ مولانا نے یہ بتایا کہ اعلان عام دعوت خاص کے بعد جتنے علماء اور مشائخ جمع ہوں گے وہ امیر کا انتخاب کریں گے جو نہ آئیں گے ان پر بھی اس امیر کی اطاعت واجب ہوگی امیر کے حکم دینے کا طریقہ یہ بتایا کہ جیدہ علماء کی ایک مجلس شوریٰ ہوگی اس سے مشورہ کے بعد اصول شریعت کے مطابق امیر فیصلہ کرے گا اور احکامات جاری و نافذ کرے گا۔

مولانا سجاد کا یہ مراسلہ قاضی احمد حسین صاحب کے وطن گیا سے بھیجا گیا تھا کوئی کاغذی تحریر تو مجھ کو ایسی نہیں ملی جس سے معلوم ہو کہ اس مراسلہ کی ترتیب میں قاضی صاحب کی شرکت تھی لیکن مجھ سے مولانا عبدالحکیم صاحب مرحوم ناظم انوار العلوم گیا نے جو مولانا سجادؒ کے شاگرد تھے اور

جن کی تعلیم گاہ انوار العلوم سے مراسلہ بھیجا گیا تھا مجھ سے کہا تھا کہ مولانا سجادؒ نے قاضی صاحب سے مراسلہ کے مضامین کی ترتیب میں مدد لی تھی۔

اجلاس جمعیۃ علماء بصدارت مولانا آزاد

بہر حال ۱۸ شوال ۳۹ھ کو ۸ بجے صبح کے وقت بمقام پٹنہ محلہ پتھر کی مسجد میں جمعیۃ علماء کا اجلاس منعقد ہوا۔ مولانا ابوالکلام آزاد نے صدارت فرمائی جس میں ایک سو سے زیادہ علماء صرف بہار کے شریک تھے۔ مولانا سید شاہ حافظ حبیب الحق صاحب سجادہ نشیں خانقاہ عمادیہ منگل تالاب صدر استقبالیہ تھے اور مولانا آزاد سبحانی مہمان خصوصی۔

صدر استقبالیہ نے اپنے خطبے کے شروع میں یہ کہا۔

"سب سے پہلے اسی صوبہ کے علماء چونکے غفلت سے ہوشیار ہوئے اور جمعیۃ علماء کی بنیاد ڈالی۔ بکھرے ہوئے شیرازہ کا استحکام شروع کیا ہماری اصلاح کی طرف مخاطب ہوئے حالات موجودہ پر غور وفکر کی تدبیریں نکالیں اس طرح اب امیر شریعت کے لئے بھی سب سے پہلے یہی صوبہ آگے بڑھا خدا اسے کامیاب کرے۔"

اس جلسہ میں حضرت مولانا شاہ بدرالدینؒ امیر شریعت منتخب ہوئے اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد نائب امیر شریعت۔ طے پایا کہ مولانا عبدالوہاب صاحب دربھنگہ۔ مولانا صدیق صاحب اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجاد مل کر نو اشخاص کے ناموں کی سفارش کریں جن کی مجلس شوریٰ ہو گی اور ان ناموں کو امیر شریعت کے پاس منظوری کے لئے پیش کیا جائے۔

امیر شریعت اول مولانا شاہ بدرالدینؒ تقریباً دو سال چار ماہ کے بعد انتقال فرما گئے (تاریخ انتقال ۱۶ ار صفر ۴۳ھ) یہ عرصہ لوگوں کو مطلع کرنے اور دفتری نظم ونسق میں گزر گیا اور جو لوگ غیر مطمئن تھے ان کو مطمئن کرنے میں۔ موصوف نے اپنے دوسرے لڑکے مولانا شاہ قمرالدینؒ سے جو امیر شریعت ثانی ہوئے جو آخری تحریر لکھوائی ہے وہ درج ذیل ہے:

امیر شریعت اول کی وصیت

"شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم لوگوں کو جو صورت تنظیم تعلیم فرمائی ہے اس سے بہتر کوئی دوسری صورت نہیں ہو سکتی وہ یہ کہ ہر موقعہ انتظام میں زمام نظم کسی ایک شخص کے اختیار میں دے دیا جائے اور

سب لوگ اس کی اعانت کریں۔ حدیث شریف میں آیا ہے "اذا خرج ثلثۃ فی سفر فلیؤمروا احدھم" (ترجمہ تین شخص بھی اگر سفر میں نکلیں تو چاہئے کہ وہ لوگ ایک شخص کو امیر بنالیں (جامعہ صغیر یہ بہ سند حسن بحوالہ ابن ماجہ)"

یہ ایک طرح پر امیر شریعت اول کی اپنے اخلاف اور مقتدیین کو وصیت تھی کہ وہ نظام امارت شرعیہ سے وابستہ رہیں اور ان کے تمام صاحب زادگان اس وصیت پر سختی سے عمل پیرا بھی رہے امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدینؒ کا تو امارت شرعیہ کی تاسیس میں ہاتھ بھی تھا۔ وہ اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ ایک روح دو قالب تھے مولانا شاہ قمرالدینؒ بھی ناظم بیت المال، نائب صدر امارت شرعیہ اور امیر شریعت ثالث ہوئے مولانا شاہ نظام الدینؒ جو امارت کے کسی عہدہ پر فائز نہیں ہوئے، جب مولانا شاہ منت اللہ صاحب امیر شریعت رابع ہوئے تو انھوں نے ایک استفسار کے جواب میں لکھا کہ مولانا منت اللہ صاحب کو علماء بہار نے امیر شریعت بنایا ہے اور میں ان کو امیر شریعت مانتا ہوں۔

اسی طرح جناب حضور مولانا شاہ امان اللہ صاحب قادری زیب سجادہ خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف وخلف امیر شریعت ثانی نے لکھا!

> ماہ شعبان ۱۳۷۶ھ میں صوبہ بہار واڑیسہ کے لئے مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانیؒ امیر شریعت منتخب کئے گئے ہیں۔ میں دعا کرتا ہوں کہ ان کے ہاتھوں صحیح طور پر مقاصد امارت انجام پائیں امارت شرعیہ کے مقاصد حسنہ کی انجام دہی میں ان شاءاللہ ہمارا تعاون رہے گا جیسا کہ ہمیشہ سے رہا ہے۔
>
> محمد امان اللہ قادری
>
> پھلواری ۲۵ ۷ ۵۷ء

امیر شریعت ثالث کے صاحب زادہ مولانا حکیم شاہ عمادالدین سلمہ نے بھی امارت کی حمایت میں فتویٰ دیا۔ استفتاء اور فتویٰ دونوں درج ذیل ہیں۔

حضرت مفتی صاحب امارت شرعیہ

(۱) روشنی اخبار پٹنہ میں جناب مولانا عبدالوہاب صاحب آرہ نے جو غالباً اہل حدیث ہیں یہاں امارت شرعیہ کے قیام کو غیر شرعی لکھا ہے۔ سوال یہ ہے کہ حنفی لوگ جو امارت شرعیہ کے حامی

ہیں کیا ان کے لئے فقہ حنفی میں امیر شریعت بنانے کا حکم ہے؟

(۲) اس سال سپول میں جو امیر شریعت کا چناؤ ہوا ہے وہ حنفی مسلک اور اہل سنت کے مسلک کے مطابق ہے؟

(۳) کیا اس چناؤ کے بعد بہار کے تمام مسلمانوں کو امیر ماننا چاہئے؟

جمن میاں سردار

الجواب

"فقہ حنفی میں امیر کے قیام کو واجب لکھا ہے۔ حضرت امیر شریف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے انتخاب کے موقعہ پر حضرت والد ماجد امیر شریعت ثالث رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خطبہ استقبالیہ میں اس پر نہایت مدلل بحث فرمائی ہے۔ اس کو دیکھ لیا جائے۔

(۲) اس سال سپول ضلع دربھنگہ میں جمعیۃ علماء صوبہ بہار کے خصوصی اجلاس میں چوتھے امیر شریعت مولانا سید منت اللہ صاحب رحمانی مونگیر کا جو انتخاب ہوا ہے وہ حنفی اور اہل سنت والجماعت کے مسلک کے مطابق ہے۔

(۳) اس انتخاب کے بعد تمام مسلمانان بہار واڑیسہ کو چوتھے امیر شریعت کو امیر ماننا لازم ہے ان پر سمع وطاعت واجب ہے۔ تفصیل کے لئے ہندوستان اور مسئلہ امارت جو اس مسئلہ پر مدلل کتاب ہے دفتر امارت شرعیہ سے منگوا کر ملاحظہ فرمائیں۔ اس کتاب میں ان شبہات کا جواب بھی مل جائے گا جو روشنی اخبار کے مضمون میں آپ نے پڑھا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

محمد عماد الدین قادری

دار الافتاء امارت شرعیہ پھلواری ۲۲ ذی الحجہ ۷۶ھ۔

اہل حدیث حضرات میں تقریباً دس سال تک امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ کے ہر جلسہ میں مولانا کفایت حسین صاحب بحیثیت رکن شریک رہے اور اہل حدیث حضرات کی نمائندگی کرتے ان کے بعد مولانا حکیم عبد الخبیر صاحب امیر اہل حدیث بہار مجلس شوریٰ امارت شرعیہ کے رکن رہے۔ ان کو جلسوں میں شرکت کا موقعہ تو نہیں ملا لیکن ان کو رکنیت سے کبھی انکار نہیں ہوا۔ ایک بار راقم الحروف نے

ان سے استفسار کیا تو مشغولیت کی معذرت کی اور وعدہ کیا کہ آیندہ شوریٰ کے جلسہ میں شرکت کریں گے۔
لیکن اجلاس کے موقعہ پر ان کا جو گرامی نامہ موصول ہوا وہ درج ذیل ہے۔

۱۴ جنوری ۵۵ء
صادقپور پٹنہ

بخدمت مولانا محمد عثمانی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ
آپ کا کارڈ مورخہ ۱۱ر جنوری ملا۔ جناب کی اس کاوش کا شکریہ۔ ہم نے آپ سے زبانی وعدہ کیا تھا کہ مجلس شوریٰ میں طلب کرنے پر ہم شرکت کرنے کی کوشش کریں گے۔ قابل گزارش یہ ہے کہ میری ایک آنکھ قابل قدح ہو چکی ہے۔ بتاریخ ۲۱ر جنوری روز شنبہ کو قدح کے لئے میرا داخلہ ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے کہ اس کام میں کامیابی دے۔ فقط والسلام

عبدالخبیر عفی عنہٗ

امیر اہل حدیث بہار مولانا عبدالخبیر صاحب کی طرف سے حمایت

اسی سال پٹنہ کے مخصوص حضرات کے اجتماع میں جس کی صدارت مولانا عبدالخبیر صاحب نے فرمائی یہ تجویز منظور ہوئی کہ مسلمان امارت شرعیہ سے وابستہ رہیں۔ پوری تجویز درج ذیل ہے:

علماء وزعماء ضلع پٹنہ کا یہ جلسہ طے کرتا ہے کہ اس وقت مسلمانوں پر جو مصائب ہیں اور آتے رہتے ہیں ان کو متحدہ طور پر دور کرنے کی کوشش کی جائے اور دین کے استحکام وقیام کی جدوجہد مل کر کریں کہ چونکہ اس وقت صوبہ بہار میں امارت شرعیہ مسلمانوں کا قدیم ادارہ ہے جو سب مکتب خیال کے مسلمانوں کو سمیٹ سکتا ہے۔ اس لئے یہ جلسہ مسلمانوں سے اپیل کرتا ہے کہ وہ اس نظام کو وسیع اور مضبوط کرنے میں ہاتھ بٹائیں تاکہ مسلمانوں کی ایک آواز ہو سکے۔

طے پایا کہ حضرت مولانا عبدالخبیر صاحب اور محمد عثمانی پر مشتمل ایک کمیٹی بنا دی جائے جو پٹنہ ضلع کے مسلمانوں میں امارت کے نظام کو وسیع بنانے کے لئے ایک نمائندہ ہمدردان امارت کمیٹی نامزد کرے۔"

(دستخط صدر جلسہ مولانا) عبدالخبیر عفی عنہٗ
۱۵ر ستمبر ۵۵ء

جو لوگ اہل سنت وغیر اہل سنت میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں ان کے لئے

مولانا کفایت حسین صاحبؒ اور مولانا عبدالجبیر صاحبؒ کی روش سمجھنے کے لئے کافی ہوگی۔

اسی طرح جن دنوں میں امارت میں کام کرتا تھا میں نے حضرت امیر شریعت ثالث کی اجازت سے بعض چیدہ حضرات کو دفتر امارت میں مدعو کیا تھا۔ یہ حضرات عبدالقیوم انصاری وزیر پی ڈبلو ڈی بہار جناب محمد نور صاحب ڈپٹی وزیر بہار سید مظہر امام صاحب ممبر پارلیمنٹ جناب شاہ مشتاق احمد صاحب سابق ام ال اے۔ جناب سید جعفر امام صاحب سابق ام ال سی و وزیر بہار جناب عبدالمالک صاحب وکیل داناپور مولانا حافظ منظور حسین صاحب سابق ام ال اے خلف مولانا یحییٰ صاحب شمس العلماء سابق صدر مدرس مدرسہ عالیہ کلکتہ جناب سید بدرالدین احمد صاحب وکیل سابق ام ال اے وسابق سکریٹری بہار مسلم لیگ جناب نثار احمد خاں صاحب ایڈووکیٹ۔ جناب رضاء الرحمن صاحب انصاری وکیل مولانا بیتاب صاحب صدیقی۔ مولانا اصغر امام صاحب فلسفی۔ جناب غلام سرور صاحب وکیل ایڈیٹر سنگم پٹنہ مولانا ولایت علی اصلاحی مولانا عبدالسمیع ندوی۔ جناب مرزا قیصر نواب صاحب دفتر امارت میں تشریف لائے۔

بعد مشورہ ان لوگوں نے حسب ذیل بیان دیا۔

"امارت شرعیہ کا قیام منہاج نبوت اور مسائل شرعیہ کی روشنی میں ہوا ہے اور مسلمانوں کی تنظیم کی اسلامی صورت یہی ہے۔ ماضی میں اس کی تاریخ بہت روشن رہی ہے اس نے دین کی اشاعت دین کی تقویت اور دین کے لئے ایثار وقربانی کی شاندار مثالیں پیش کی ہیں، اعلان حق سے اس نے کبھی گریز نہیں کیا، تحریک آزادی وطن میں بھی اس کا نمایاں حصہ رہا ہے اور ہم نے اس ادارے کے کارکنوں کو ہمیشہ محبان وطن اور مجاہدین آزادی کی صف میں دیکھا ہے، س کو چلانے والی مخلص تجربہ کار اور ذی علم ہستیاں ہیں اس وقت مسلمانوں کو انتشار اور غفلت سے بچانے کے لئے اور مذہبی اور تعمیری کاموں کو انجام دینے کے لئے ضرورت ہے کہ اس ادارہ کو زیادہ سے زیادہ مضبوط بنایا جائے۔ اور باہم امارت شرعیہ کے ذمہ دار حضرات کو اپنے تعاون کا یقین دلاتے ہیں اور عام مسلمانوں سے استدعا کرتے ہیں کہ وہ جوق در جوق امیر شریعت کے گرد جمع ہو کر

تنظیم شرعی اور اقامت دین کا فریضہ پورا کریں۔

۲۴ جون ۵۶ء

ناموں میں ناظرین نے غور کیا ہو گا کہ مختلف مکتب فکر کے لوگ ہیں۔ عبدالقیوم صاحب انصاری اہل حدیث تھے اور مولانا اصغر امام فلسفی اہل حدیث ہیں ان حضرات کی تائید سے اور اس سے قبل مولانا کفایت حسین صاحبؒ اور مولانا عبدالخبیر صاحبؒ کی تائید سے مولانا عبدالوہاب صاحب آروی کی تردید ہو جاتی ہے اور یہ ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث حضرات نظریہ امارت کے حامی اور مؤید تھے۔

امیر شریعت اول اور ان کے اخلاف ہی نے اس کی تائید نہیں کی، اہل حدیث حضرات ہی اس کے مؤید نہیں ہوئے بلکہ متردّدین کے تردد کو دفع کرنے کے لئے حسب ذیل حضرات کے دستخطوں سے ایک مفصل بیان شائع ہوا۔ یہ بیان امیر شریعت ثانی کے عہد میں شائع ہوا تھا۔ دستخطی مہم کی تحریک قاضی احمد حسین صاحب نے کی تھی انہی نے یہ بیان مرتب کیا تھا جس میں نائب امیر شریعت مولانا سجادؒ نے ترمیم و اضافہ کیا تھا۔

(۱) مولانا سید ولایت حسین صاحب دیورہ ضلع گیا شاگرد رشید مولانا رشید احمد گنگوہی (۲) مولانا سہول صاحب پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ شاگرد شیخ الھند مولانا محمود الحسنؒ (۳) مولانا عبدالشکور مدرس مدرسہ اسلامیہ بہار شریف (۴) مولانا محمد نور الحسن قاضی شریعت بہار (۵) مولانا محمد عبیداللہ قادری امجھری مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۶) مولانا نصیر الدین احمد گیلانی (۷) مولانا سید دیانت حسین صاحب سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۸) مولانا سید محمد قاسم صاحب دسنوی مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ (یہ مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کے خصوصی مریدوں میں تھے) (۹) مولانا اصغر حسین صاحب سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۱۰) مولانا محمد ظفر الدین قادری رضوی سابق پرنسپل مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ و شاگرد رشید و مرید و خلیفہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی (۱۱) مولانا عبدالرحمٰن مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ (۱۲) مولانا عبدالماجد مدرس مدرسہ شمس الہدیٰ پٹنہ (۱۳) مولانا ابو محمد عبدالرحیم مدرس اول مدرسہ قومیہ بہار شریف (۱۴) مولانا محمد نعمت اللہ مدرس مدرسہ اسلامیہ بہار شریف (۱۵) مولانا محمد سلیمان مدرس مدرسہ قومیہ شیخانہ بہار شریف (۱۶) مولانا محمد یوسف مدرس مدرسہ اسلامیہ بہار شریف (۱۷) مولانا حکیم ابوالقاسم محمد کاظم مدرس مدرسہ اسلامیہ بہار شریف (۱۸) مولانا محمد ظفر الدین

مدرس مدرسہ نذیریہ بہار شریف (۱۹) مولانا محمد اسمٰعیل مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف (۲۰) مولانا محمد سعید بہاری مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف (۲۱) مولانا محمد حنیف صدیقی مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف (۲۲) مولانا انوار الحق الاعظمی ادیب مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف (۲۳) مولانا علی حسن مدرس مدرسہ عزیزیہ بہار شریف (۲۴) مولانا محمد نور مدرس مدرسہ منیر الاسلام بہار شریف (۲۵) مولانا حکیم وصی احمد بہار شریف (۲۶) مولانا شاہ قمر الدین پھلواری شریف جو بعد میں امیر شریعت ثالث ہوئے۔ (۲۷) مولانا شاہ نظام الدین خلف امیر شریعت اول (۲۸) ابو المناظر امیر حسن مدرس مدرسہ پنہہ (۲۹) مولانا سید تقی احمد بہاری مدرس اول مدرسہ حمادیہ ڈھاکہ بنگال (۳۰) مولانا شایق احمد عثمانی مدیر عصر جدید کلکتہ (۳۱) مولانا محمد یعقوب ندوی (۳۲) مولانا عبد الصمد رحمانی (۳۳) مولانا سید لطف اللہ رحمانی خانقاہ مونگیر (۳۴) مولانا شرافت کریم بہاری (۳۵) مولانا محمد طٰہٰ بہاری (۳۶) مولانا امیر الدین رحمانی (۳۷) مولانا حکیم راحت حسین بہاری (۳۸) مولانا غلام یحیٰی دربھنگہ (۳۹) مولانا حفیظ الحسن اورنگ آباد گیا (۴۰) مولانا محمد ابراہیم بھاگلپوری (۴۱) مولانا محمد غنی مدرس مدرسہ محمودیہ (۴۲) مولانا عبد الحمید غزنوی بھاگلپور (۴۳) مولانا فرحت حسین مدرس مدرسہ اسلامیہ کٹیہار (۴۴) مولانا محمد مظہر حسین مدرس مدرسہ اسلامیہ کٹھیا رپور نیہ۔

بیان کا مضمون درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمدہٗ و نصلی علیٰ رسولہ الکریم

برادران اسلام! کیا آپ سے یہ امر پوشیدہ ہے کہ اس زمانہ میں مسلمانوں کی حالت بہت نازک ہو رہی ہے ہندوستانی ہو یا ہندوستان سے باہر مذہب سے جس قدر دوری ان دنوں ہوتی جا رہی ہے ازمنہ ماضیہ میں اتنی نہ تھی، احکام اسلام پر عمل کرنے کا شوق و ولولہ باہمی اتحاد و ارتباط کا ذوق فنا ہو رہا ہے، بالخصوص ہندوستان میں برطانیہ غیر مسلم کی حکومت مستحکم ہونے کے باعث مسلمانوں کی اسلامی زندگی کے جو اصول موضوعہ و مقررہ و مسلمہ ہیں وہ ایک دم مفقود ہو گئے تھے ان کا تذکرہ تو درکنار کچھ دنوں پہلے ان کا تصور و تخیل بھی عموماً دماغوں سے غائب ہو گیا تھا۔

لیکن نہایت ہی خوش قسمت ہیں وہ لوگ جو احکام اسلام اور قوانین شریعت پر خود عمل کرتے ہوئے دوسرے مسلمانوں کو ان احکام پر عمل کرنے کی دعوت دیتے ہیں باہمی پراگندگی اور انتشار کو دور کرکے سب کو ایک مرکز سے وابستہ رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور یہ وہ حقیقت ہے جو کسی ذی علم سے مخفی نہیں ہے۔

لیکن دعوت اصلاح و تجدید کی منزل کوئی آسان منزل نہیں، کیونکہ یہ عام قاعدہ ہے کہ امتداد زمانہ اور دیگر عوارض کی وجہ سے جب کبھی احکام اسلام سے عام بے توجہی ہو جاتی ہے تو قوانین اسلام پر عمل کرنے کی رغبت جاتی رہتی ہے اور رفتہ رفتہ نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ بہت سے احکام اسلام و قوانین شریعت متروک العمل ہو جاتے ہیں۔ اور جب ان پر عمل کرنے کی دعوت دی جاتی ہے تو وہ لوگوں کے نزدیک بالکل نئی چیز معلوم ہونے لگتی ہے اس لئے اس کی طرف متعجبانہ اور متحیرانہ نگاہیں اٹھتی رہتی ہیں۔ یہی وہ عبرتناک احوال ہیں جن کی بابت صادق المصدوق سیدنا و سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "یغیر المعروف منکرا و المنکر معروفا" اور یہی وہ خطرناک اقوال ہیں جن سے بچنے کے لئے کلام پاک میں ہدایت آئی ہے" ولا تکونوا کالذین اوتوا الکتاب من قبل فطال علیہم الامد فقست قلوبہم وکثیر منہم فاسقون" (اور ان لوگوں کی طرح نہ ہو جائیں جن کے پاس اس سے پہلے کتاب آئی پھر ان پر غفلتوں کا ایک عرصہ طویل گزر گیا پس ان کے دل سخت ہو گئے اور اکثر ان میں فسق و فجور کے عادی ہو گئے ہیں۔)

اس سے ظاہر ہے کہ اصلاح و تجدید کی منزل کس قدر دشوار و مشکل ہے۔ اس لئے مصلحین و مجددین کی عزیمتوں کی استواری و مضبوطی کے لئے صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بشارت دی ہے کہ "من احیی سنتی قد امیتت بعدی فلہ اجر مائۃ شہید وفی روایۃ کان معی فی الجنۃ"، مگر افسوس کہ ان صریح ہدایات و ارشادات کے موجود رہتے ہوئے

بھی عموماً مسلمان ان مہالک میں مبتلا ہو گئے۔ چنانچہ غور فرمایئے کہ التزام جماعت وامیر شریعت اسلام کا ایک اہم مسئلہ ہے اور واجب العمل مسلمہ قانون ہے، نصوص احادیث وآثار اس باب میں بکثرت وارد ہیں فقہائے کرام کی تصریحات بھی بہت زیادہ ہیں (اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد علی مونگیری مدظلہ العالی کو جزائے خیر دے کہ ان کی برکت وفیض سے ایک معتد بہ ذخیرہ ایک رسالہ کی شکل میں جمع ہو گیا جس سے عوام الناس بخوبی مستفید ہو سکتے ہیں اور وہ رسالہ خطبہ صدارت حضرت موصوف مدظلہ العالی ہے) اس لئے اس مسلمہ قانون اسلام کے ماتحت فقہائے کرام نے یہ تصریح بھی فرمادی ہے کہ:

(۱) جب مسلمانوں کی آبادی میں کافروں کی حکومت قائم ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ اپنے اسلامی نظام کار کے لئے ایک والی (امیر شریعت) کا انتخاب کریں۔

(۲) اور وہ امیر شریعت قضاۃ وائمہ مساجد مقرر کرے۔

(۳) جن یتیموں کے والی نہ ہوں ان کے اموال کی حفاظت کرے اور ان کا نکاح اپنی ولایت سے کردے۔

(۴) مسلمانوں کے ترکہ کو حسب احکام شرعی تقسیم کرے۔

(۵) الغرض احکام اسلام کے اجراء ونفاذ میں حتی الامکان حسب استطاعت کوشش کرے بغیر اس امر کے کہ حکومت کافرہ کے خاص ملکی امور میں کوئی تصرف ومداخلت کرے جیسا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالعزیز دہلویؒ نے اس آخری امر کی بھی تصریح فرمائی ہے۔

(۶) امیر شریعت کی اطاعت فی المعروف واجب ہے۔

(۷) امیر شریعت کا انتخاب ظروف واحوال کا لحاظ کرتے ہوئے محض اس کی اہلیت وصلاحیت کی بنا پر ہوا کرے نہ کہ وراثت وجانشینی کے لحاظ سے، کیونکہ امارت میں وراثت کو کوئی دخل نہیں ہے۔ مگر آپ کو معلوم ہے کہ یہ مسئلہ کتابوں میں تو تھا لیکن زبانوں پر اس کا تذکرہ نہ تھا بلکہ سچ یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تصور و خیال ہی عموماً دماغوں سے جاتا رہا تھا، لیکن اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ

ایک عرصہ دراز کے بعد اس نے علماء بہار و مسلمانان بہار کو اس کی توفیق بخشی کہ وہ اس اہم مسلّمہ مسئلہ کی طرف توجہ کریں اور مسلمانان بہار کی زندگی ایک باقاعدہ اسلامی زندگی ہو، اور ایک واجب پر عمل کر کے تمام مسلمانان ہند کو اس پر عمل کرنے کی دعوت دیں چنانچہ آپ کو معلوم ہے کہ اواخر ۱۳۳۹ھ میں صوبہ بہار کے علماء کرام و دیگر اعیان ملت کا اجتماع ہوا اور باتفاق آراء حضرت مولانا شاہ بدرالدین صاحب قدس سرہٗ العزیز کا اس منصب جلیل کے لئے انتخاب ہوا اور تقریباً ساڑھے تین سال بحیثیت امیر شریعت حسب استطاعت ولایت بہار میں محاکم شرعیہ کے قیام و اجراء کی سعی فرماتے رہے ان کے ارتحال پر ملال کے تین ہفتوں کے بعد ایک عظیم الشان اجتماع کے اندر بماہ ربیع الاول ۱۳۴۳ھ حضرت مولانا سید شاہ محی الدین مدظلہ العالی کا اس منصب کے لئے انتخاب ہوا اس اجتماع کے موقعہ پر بھی امارت کی بیعت عامہ لی گئی تمام حاضرین نے اطاعت فی المعروف کا عہد و اقرار کیا اور خدا کا شکر ہے کہ آپ کے عہد امارت میں امارت شرعیہ کا کام بدستور جاری ہے اور خدا کی ذات سے امید ہے کہ وہ اس کو اس منزل تک جلد پہنچا دے گا جہاں پہنچ کر پیش مقاصد کی تمام راہیں کھل جائیں گی، اور وہ فوز و مرام کو پالے گی، اور وہ تمام مقاصد عالیہ کامل طور پر حاصل ہو جائیں گے جو اس کے اول یوم سے پیش نظر ہیں۔ ان تمام باتوں کے ساتھ ساتھ یہ امر نہایت قابل افسوس ہے کہ بعض حضرات تو ابتدا ہی سے اس معاملہ میں متردد رہے۔ مگر یہ امر چنداں قابل تعجب نہیں ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا کہ ایک عرصۂ دراز کی متروک العمل شئے کے دوبارہ اجرا میں اس قسم کا تردد ہونا کوئی مستبعد امر نہیں ہے لیکن اس سے زیادہ افسوسناک یہ ہے کہ کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو یہ بدگمانی ہوتی ہے کہ امارت شرعیہ کے ذریعہ وہابیت کی نشر و اشاعت ہوتی ہے اور کچھ لوگ ایسے ہیں جن کا یہ خیال ہے کہ اس کے ذریعہ بدعات کی ترویج و تبلیغ ہوتی ہے حالانکہ یہ دونوں امر غلط ہیں، ان میں ایک بھی صحیح نہیں ہے۔ غالباً یہ دونوں خیال امارت شرعیہ کے اصول کار سے ناواقفیت پر مبنی ہیں اس لئے ضرورت ہے کہ اہل علم و ذمہ دار

حضرات کے دستخطوں سے اس کے مسلمہ اصول میں بعض اصول کو وضاحت کے ساتھ شائع کر دیا جائے جن پر ابتک محکمہ امارت شرعیہ قائم ہے اور ان شاء اللہ ہمیشہ اپنے اصولوں پر قائم رہے گا اور برابر ان کی پابندی لازمی وضروری ہوگی تاکہ امارت شرعیہ کا مسلک ہمیشہ صاف اور واضح رہے اور کسی کو بدگمانی کا موقعہ نہ ملے۔ قیام امارت کے وقت میں جو اصول طے پائے تھے انہی میں سے چند اصول یہ ہیں۔

(۱) امیر شریعت کو ان مختلف فیہ مسائل میں جن کی ضرورت اجتماعی زندگی وتمدنی معاشرت میں نہیں ہے بحیثیت امیر شریعت کوئی دخل نہیں ہوگا۔ یعنی اس کے بارے میں وہ نفیاً یا اثباتاً کوئی حکم جاری نہیں کرے گا۔ مثلاً قیام میلاد مجلس سماع وقوالی قبروں کو چومنا یا ان پر چادر رکھنا۔ اعراس بزرگان دین۔ فاتحہ مروجہ۔ امکان کذب وامکان نظیر۔ مسئلہ علم غیب۔ توسل بالاولیاء۔ تصور شیخ۔ تصور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ آمین بالجہر۔ رفع یدین۔ مسئلہ تقلید شخصی واشالہا میں امیر شریعت بحیثیت امیر شریعت نفیاً یا اثباتاً کوئی حصہ نہیں لیں گے۔

(۲) مذکور الصدر مسائل واشالہا میں جن کی ضرورت اجتماعی زندگی واسلامی تمدن ومعاشرت کے اندر نہیں ہے ہر مسلمان آزاد ہے اپنی اپنی تحقیق کی بنا پر جس مسلک کو چاہے اختیار کرے یا اپنے اساتذہ وشیوخ کی اتباع کرے اور اس کے مسلک پر قائم رہے اس قسم کی آزادی جس طرح ماموریں وتمام مسلمانان بہار کے لئے ہے اسی طرح خود امیر شریعت وکارکنان امارت کے لئے بھی ہے۔

(۳) اور مذکور الصدر مسائل یا دیگر مسائل میں اگر صرف اہل علم تحریراً یا تقریراً بحث کریں جس سے مقصود اتفاق ہو اور عوام الناس کے اندر کوئی برانگیختگی پیدا ہونے کا اندیشہ نہ ہو اور نہ باہمی ناخوشگواری کا کوئی خوف ہو تو اس باب میں بھی انہی شرائط کے ساتھ تمام اہل علم آزاد وخود مختار ہیں۔

(۴) لیکن اگر اس قسم کے مسائل میں باہمی بحث ومباحثہ سے خدانخواستہ افتراق وانتشار کا اندیشہ ہو تو بلاشبہ امیر شریعت اس صورت میں اصلاح حال کے لئے کوئی

خاص حکم نافذ کر سکتے ہیں کیونکہ اس قسم کے مباحثہ کا انسداد اجتماعی زندگی کے استوار رکھنے کے لئے لازم ہے۔

(۵) امارت کی بیعت یہ ہے کہ جو شخص علماء کرام داعیان ملت کے اتفاق رائے یا کثرت آراء سے امیر شریعت منتخب ہو جائے تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ عہد اقرار کریں کہ اس شخص (امیر شریعت) کی اطاعت معروف شرعی میں کریں گے۔

(۶) بیعت امارت ایک جداگانہ چیز ہے جیسا کہ اوپر لکھا گیا اور بیعت طریقت ایک دوسری چیز ہے جو مشائخ طریقت کے ہاتھ پر لوگ کیا کرتے ہیں۔

(۷) بیعت امارت تو صرف امیر شریعت کے لئے مخصوص ہے جب کوئی امیر شریعت منتخب ہوگا تو اس کی بیعت سب مسلمانوں کو کرنی ہوگی۔

(۸) بخلاف بیعت طریقت کے کہ اس کے بارے میں ہر شخص آزاد ہے کہ جس شخص کو جس شیخ طریقت کے ساتھ عقیدت ہو وہ جب چاہے اس کے ہاتھ پر بیعت کرے اور جس پیر سے چاہے مرید ہو جائے اس سے امارت شرعیہ کو کوئی تعلق نہیں وہ نہ کسی کو مرید ہونے کا حکم دے سکتی ہے اور نہ یہ کہہ سکتی ہے کہ فلاں شیخ سے مرید ہو اور فلاں شیخ سے مرید نہ ہو۔

(۹) امیر شریعت کے کاموں کو جاری کرنے کا اصول یہ ہے کہ تمام اہم معاملات میں اہل شوریٰ سے مشورہ کرتے ہیں اس کے بعد احکام جاری فرماتے ہیں اور بعض وقتی امور میں مقامی اہل شوریٰ سے مشورہ کر کے احکام جاری فرماتے ہیں۔

الغرض ان ابواب میں امارت شرعیہ کا یہی دستور العمل ہے جو نہایت واضح ہے اور ہر خیال کے لوگوں کے نزدیک پسندیدہ ہے اور امارت شرعیہ کی ہدایت ہے کہ اس کے کارکنان سختی کے ساتھ ان اصولوں کی پابندی کریں اگر کوئی مبلغ امارت یا کارکن امارت اپنے منصب کی حیثیت سے یا اپنے فرائض کی ادائیگی کے اوقات میں ان اصولوں کی خلاف ورزی کرے تو اس کی اطلاع دفتر امارت میں دینی چاہئے بعد تحقیق و تفتیش ایک دو بار افہام و تنبیہ کے بعد وہ شخص علٰحدہ کر دیا جائے گا۔

ہم لوگوں کو یقین ہے کہ تمام مسلمان ان حقایق اور اصولوں سے واقف ہونے

کے بعد کبھی شک و شبہ میں نہ ہوں گے۔ وما توفیقی الا باللہ العلی العظیم۔

امیر شریعت ثانی کا دور

امیر شریعت اول کے دور میں کارکنوں کو جمع کرنے میں ہی وقت گزرا تھا امیر شریعت ثانی کے دور میں امارت شرعیہ کے شعبوں کی تقسیم ہوئی۔ قاضی شریعت مولانا نور الحسن صاحبؒ بنائے گئے جو اس سے پہلے جمعیۃ علماء کے قائم کردہ دار القضا کے ذمہ دار تھے اور اب اس دار القضا کو امارت شرعیہ کے ماتحت کر دیا گیا تھا کیونکہ امیر شریعت مسلمانوں کے امیر تھے۔ علماء اور غیر علماء سب کے اور مذہبی امور کو ان کے ماتحت انجام دینے کے لئے ان کا امیر کے عہدہ کے لئے انتخاب ہوا تھا۔

مولانا شاہ قمر الدینؒ جو بعد میں امیر شریعت ثالث ہوئے ناظم بیت المال مقرر ہوئے۔ مولانا عثمان غنی صاحب ناظم دفتر امارت شرعیہ مفتی امارت اور ایڈیٹر جریدہ امارت مقرر ہوئے۔ چونکہ امیر شریعت ثانی فوراً ہی سفر حج پر جانے والے تھے اس لئے شوریٰ نے طے کیا کہ امیر کی عدم موجودگی میں نائب امیر مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ امیر کی حیثیت سے کام کریں گے۔ چنانچہ مولاناؒ اسی عرصہ میں امیر رہے۔

مولانا سجادؒ کی صدارت میں مجلس شوریٰ کا جلسہ ۱۹ ربیع الاول ۵۳ھ کو ہوا۔ یہ جلسہ اس لحاظ سے اہم ہے کہ اس امیر شریعت کی حیثیت کی باقاعدہ وضاحت کی گئی ہے۔ یہ وضاحت درج ذیل ہے۔

> امارت شرعیہ مسلمانوں کا ایک مذہبی نظام ہے جو مسلمانوں کے بعض مذہبی امور کو انجام دینے کے لئے قائم ہے اور جس کا اصول یہ ہے کہ جمعیۃ علماء کے انتظام سے ایک شخص کا انتخاب ہوتا ہے اور وہ اس صوبہ کے مسلمانوں کا مذہبی سردار ہوتا ہے اور اپنے حیات تک مسلمانوں کا مذہبی پیشوا سمجھا جاتا ہے۔ اس کے ماتحت ایک مجلس شوریٰ بھی ہوتی ہے جس سے وہ اپنے کاموں میں مشورہ لیتا ہے لیکن وہ مختار مطلق کی حیثیت رکھتا ہے اس کے ماتحت ایک مالی صیغہ بھی ہے جسے بیت المال کہتے ہیں اس کا سکریٹری تمام مالیات کے آمد و خرچ کے لئے امیر اور اس کی مجلس شوریٰ کے سامنے جواب دہ ہے اور انہی کی ہدایت کے مطابق تمام

کاموں کو انجام دیتا ہے۔ موجودہ امیر مولانا شاہ محی الدین سجادہ نشیں پھلواری شریف ہیں"
اس بیان میں یہ بات واضح کردی گئی کہ "امیر شریعت مختار مطلق ہے یعنی وہ جمیعۃ علمار
یا مجلس شوریٰ یا اور کسی ادارہ کا پابند نہیں ہے۔

(۲) امیر شریعت کا انتخاب جمیعۃ علمار کے انتظام سے ہوتا ہے۔ چنانچہ امیر شریعت رابع کے انتخاب تک یہ دستور رہا کہ جمیعۃ علمار نے ہی امیر شریعت کے انتخاب کے جلسہ کو بلایا جس میں ارکان جمیعۃ کے علاوہ صوبہ کے دیگر علمار اور زعما کو مدعو کیا گیا اور اس میں امیر کا انتخاب عمل میں آیا۔

(۳) امیر شریعت تا زندگی امیر شریعت رہے گا۔

جب جمیعۃ علمار نے اپنے مقاصد سے محاکم شرعیہ کے قیام کی دفعہ نکال دی تو یہ سوال اٹھتا رہا ہے کہ اب امارت شرعیہ کا ہی کوئی انتخابی محکمہ بنا دیا جائے جو نقبا اور دیگر کارکنان امارت کی مدد سے امیر کا انتخاب کرایا کرے۔ لیکن اس ناچیز کے خیال میں اگر جمیعۃ علمار اس دفعہ کو اپنے مقاصد میں پھر داخل کردے تو ایسی مذہبی جماعت جیسی کہ جمیعۃ علمار ہے کے انتظام میں ہی انتخاب ہونا مناسب ہے اور خواہ مخواہ کے رد بدل کی ضرورت نہیں۔

قاضی احمد حسینؒ نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ انھوں نے یہ تجویز مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے رجحان کو مدنظر رکھ کر مرتب کی تھی۔ مولانا عبدالوہاب صاحب دربھنگہؒ نے اس سے اختلاف کیا تھا کہ امیر تا زندگی امیر رہے لیکن شوریٰ نے ان کی رائے کو قبول نہیں کیا مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے فرمایا کہ ایسی کوئی نظیر قولی یا فعلی موجود نہیں ہے کہ مسلمانوں کا امیر چند عرصہ کے لئے بنایا جاتا رہا ہو. مولانا عبدالوہابؒ اس کا جواب دیتے تھے کہ ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما جیسا آدمی دو تو اس کو ساری زندگی امیر مان لیا جائے۔ لیکن تم ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما تو دوگے نہیں اور کہو گے کہ اس کو ساری زندگی امیر مانو"

بہرحال مولانا عبدالوہابؒ نے رائے شماری میں اپنا اختلاف درج نہیں کرایا۔

جناب قاضی احمد حسین صاحبؒ کی امارت میں آمد اور کارکنان امارت اور امور امارت کی نگرانی

جیسا کہ ابتدا ہی میں عرض کیا گیا کہ قاضی احمد حسین صاحب کو اس غرض سے پھلواری شریف میں قیام پر آمادہ کیا گیا تھا کہ مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ جب دفتر میں تشریف نہ رکھیں تو وہ کارکنان امارت کو مناسب مشورے دیتے رہیں اور ان کی نگرانی رکھیں۔ کیونکہ دفتر امارت میں مخلصین کا اجتماع تو ہو گیا تھا لیکن ان کو کسی بڑے ادارے کے چلانے کا تجربہ نہیں تھا۔ قیاس ہے کہ مولانا نے قاضی صاحب کو حضرت مولانا شاہ محی الدینؒ کی خواہش پر اس کے لئے آمادہ کیا تھا جیسا کہ بعد کے حالات سے پتہ چلتا ہے۔

قاضی صاحب پھلواری میں رہنے لگے تو ذمہ داروں نے ان سے پورا تعاون کیا۔ امارت کے مختلف شعبے شعبۂ تبلیغ، مدارس شعبۂ نشر و اشاعت کھل گئے تھے قاضی صاحب چاہتے تھے کہ امارت کا بیت المال اس معیار کا ہو جس معیار کا سرکاری محکمۂ خزانہ ہوتا ہے۔ اس غرض سے وہ گیا کے رئیس شاہ مصطفےٰ احمد صاحبؒ کو جو ریاست بھوپال میں اکاؤنٹنٹ جنرل (مہتمم دفتر حضور) تھے اور لندن سے کامرس کی ڈگری لئے ہوئے تھے جن کی شادی کا ذکر صفحات ماسبق میں گزر چکا ہے پھلواری لائے انھوں نے منشی عیسیٰ صاحب مرحوم کو ٹریننگ دی کہ حساب کس طرح رکھے جائیں۔ امیر شریعت ثالث کے آخر دور تک حسابات اسی طرح رہے لیکن بعد میں منشی عیسیٰ صاحب کے کام چھوڑ دینے کی وجہ سے حساب کا وہ طریقہ قائم نہیں رہا کیونکہ نئے لوگوں کی وہ ٹریننگ نہیں ہوئی تھی۔

جب "گدیوں میں" ارتداد کا فتنہ اٹھا اور علماء کرام اور بالخصوص شیخ عدالت حسینؒ کی جد وجہد سے یہ فتنہ ختم ہوا تو رائے ہوئی کہ ان گدیوں کے علاقہ میں ایک مسجد بھی بنوا دی جائے جس میں ابتدائی مذہبی تعلیم کا نظم ہو چنانچہ اس غرض سے بھی قاضی صاحب نے شاہ مصطفےٰ احمد صاحبؒ کو متوجہ کیا اور انھوں نے اپنے خرچ سے مسجد بنوا دی۔

دو ناظم کا تقرر

قاضی صاحب مولانا سجادؒ کی زندگی میں امارت کے تمام شعبوں سے باخبر رہتے اور مناسب مشورے دیتے رہتے۔ قاضی صاحب نے یہ دیکھ کر کہ امارت

کا کام کافی بڑھ گیا ہے اور مولانا عثمان غنی صاحب پر اس کا کافی بوجھ ہے انھوں نے مشورہ دیا کہ ایک ناظم کا اور تقرر ہونا چاہئے انھوں نے اس غرض سے حاجی وراثت رسول صاحب اور شاہ قاسم صاحب کا نام بھی لیا جو خلافت تحریک میں ان کے ساتھی تھے اور جن کی تحریک پر مولانا عثمان غنیؒ نے نظامت کی ذمہ داری سنبھالی تھی۔ خیال تھا کہ ان کے آجانے سے دونوں ناظموں میں تعاون بھی رہے گا۔ لیکن ایک تو ان حضرات کے آنے کی امید نہیں تھی دوسرے مولانا سجادؒ مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی کو پسند فرماتے تھے جو ان دنوں کوئی کام نہیں کر رہے تھے اور امارت میں آنے کو تیار رہتے تھے۔ یہ مولانا سجادؒ کے شاگرد مولانا محمد علی مونگیریؒ کے مرید اور متعدد کتابوں کے مولف تھے، شوریٰ کے رکن بھی تھے تحریک آزادی میں جیل بھی جاچکے تھے چنانچہ مولانا عبدالصمد صاحبؒ بلائے گئے اور ان کو عارضی طور پر ناظم امارت بنایا گیا۔ انھوں نے بہت اہلیت کا ثبوت دیا اور بڑی محنت سے کام کیا دفتر کے اوقات اور غیر اوقات میں کام کرتے رہتے تھے لکھنے پڑھنے کے کام میں کبھی تھکتے نہ تھے۔ مولانا سجادؒ اور قاضی احمد حسینؒ دونوں ان کے کاموں سے مطمئن ہوئے۔

امارت شرعیہ میں مالی بحران

جب مسلم لیگ کی مقبولیت بڑھی تو چونکہ امارت شرعیہ مسلم لیگ کی پالیسی کو پسند نہیں کرتی تھی اور مذہبی امور میں بھی مسلم لیگ امیر شریعت کی رائے کو اہمیت دینے کو تیار نہ تھی عام مسلمان مسلم لیگ کے حامی ہو گئے تھے اس لئے امارت میں مالی بحران پیدا ہو گیا۔ اور ضرورت ہوئی کہ امارت کے اخراجات میں کمی کر دی جائے۔ چنانچہ بعد مشورہ شوریٰ مولانا نورالحسنؒ قاضی شریعت اور مولانا عثمان غنی صاحب کی تنخواہیں عارضی طور پر بند کر دی گئیں اور دونوں سے بلا معاوضہ کام کرنے کی درخواست کی گئی۔ مولانا عبدالصمد صاحبؒ رحمانی کی تنخواہ کم کر دی گئی ان کے ساتھ یہ رعایت اس لئے کی گئی تھی کہ وہ اپنی فرصت کا کوئی وقت نہیں رکھتے تھے، ہر وقت امارت کے لکھنے پڑھنے کے کام میں مشغول رہتے تھے۔ جب یہ فیصلہ ہوا تھا مولانا عثمان غنیؒ اپنے قریہ میں اپنا مکان بنانے میں مشغول تھے، پھلواری میں موجود نہ تھے، بعد کے کارکنوں کی تنخواہیں بھی عارضی طور پر کم کر دی گئی تھیں۔ جب مولانا عثمان غنی صاحب

کو اس کی اطلاع دی گئی تو انھوں نے یہ فیصلہ پسند نہیں فرمایا۔ مولانا سجادؒ نے مولانا عثمان غنی صاحب کو جو اطلاع بھیجی اور مولانا عثمان غنیؒ نے جو جواب دیا اور مولانا نور الحسنؒ نے جو ناظم بیت المال بھی ہو گئے تھے جواب الجواب دیا وہ درج ذیل ہے۔

نقل خط مولانا سجادؒ بنام مولانا عثمان غنیؒ

۲۶ ربیع الثانی ۵۹ھ

مکرمی و محترمی زاد لطفکم
السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

چونکہ اس سال مالی وقت تمام سالوں کے مقابلہ میں بہت زیادہ ہو رہی ہے۔ جو تمام کارکنوں کو معلوم ہے۔ وظایف کی ادائیگی ناممکن سی ہو رہی ہے۔ تقاضا بھی شدید ہوتا ہے کوئی صورت امید افزا بھی نہیں ہے اس لئے ان حالات پر آج غور کیا گیا اخراجات کو کم کرنے کی کوشش کی گئی اور حضور امیر شریعت مدظلہ میں تمام صورت حال کا نوٹ اور تخفیف کا خاکہ پیش کیا گیا۔ حضور امیر شریعت نے بھی آج ہی اس پر منظوری دے دی ہے اس لئے آج ہی آپ کو اس کی اطلاع دے دینا بھی ضروری ہوا۔ کیونکہ یکم جمادی الاول سے اس پر عمل درآمد ہوگا۔

اس تجویز میں جو منظور ہوئی ہے یہ بھی ہے کہ آپ کا اور مولانا قاضی سید نور الحسن صاحب کا عہدہ اعزازی باقی رکھتے ہوئے کل وظیفہ ساقط کر دیا گیا اور چند مبلغین کا وظیفہ موقوف کر کے ان کو یہ حق دیا گیا کہ سفارت کی خدمت باکمیشن انجام دے سکتے ہیں اور دفتر میں اکثر بقیہ لوگوں کے وظیفہ میں تخفیف کی گئی ہے۔

اس کے باوجود بھی نہیں کہا جا سکتا کہ اخراجات کے مطابق آمدنی ہوگی یا نہیں۔ دعا فرمائیے کہ امارت شرعیہ کا نظام اور کام جاری و باقی رہے اور اللہ تعالیٰ ایسے حالات پیدا کر دے جن سے مشکلات پر قابو پانا سہل ہو جائے آپ تو خود پورے حالات سے واقف ہیں۔

والسلام

دستخط مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ

نقل خط مولانا عثمان غنیؒ

۸/جون سنہ ۴۰ء

حضرت مولانا المحترم دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گرامی نامہ پرسوں وصول ہوا۔ حالات معلوم ہوئے اور فیصلہ کی اطلاع ملی۔ میرے جیسے آدمی کے لئے مستقلاً اعزازی کام کرنا دشوار ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اعزازی کام کرنے والوں کے کاموں کا تجربہ کرنے کے بعد اس اعزازی کام کا فیصلہ کیوں کیا گیا۔ جو صورت حال اکثر قومی اداروں میں ہو چکی ہے وہی پھر ہمارے یہاں بھی ہوگی۔ میرے لئے تو دوسری جگہ رہ کر کام کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ اور میں نہیں سمجھ سکتا کہ میرے تمام حالات کے علم کے بعد مجھ کو یہ عزت کیوں بخشی گئی جس کی تکمیل بحالت موجودہ میرے لئے ناممکن ہے اور میں مستقل و مسلسل اس خدمت سے معذور ہوں ہاں غیر مستقل طریقہ پر ہر وقت تیار ہوں۔

دوسری گزارش یہ ہے کہ موجودہ حکم کے بعد ۳۰ ربیع الثانی کے بعد پہلے حالات تبدیل ہو گئے ہیں اس لئے میری رقم انعامی PROVIDENT FUND اس روز سے واجب الادا ہو گئی اس کو اور جو رقم ہو بیت المال سے اس کا حساب کرا کے بھیج دیجئے۔ تاکہ آئندہ کے لئے کوئی صورت نکالی جا سکے۔ نیز تعمیر مکان کے سلسلہ میں قرض لے کر کام چلایا ہے اس کی ادائیگی بھی جلد ضروری ہے اس لئے جس قدر تعجیل ممکن ہو بیت المال کو اس کی ہدایت فرمائی جائے اگر حساب وغیرہ میں کچھ دیر ہو تو کم سے کم پچاس روپے والپسی ڈاک سے بھیج دیں تاکہ تھوڑی تھوڑی رقم جن لوگوں کی باقی ہے ان کو ادا کر دیا جائے۔ اس کے بعد وہاں کی حاضری کا ارادہ کروں

دستخط مولانا عثمان غنیؒ

نقل خط مولانا نور الحسن صاحبؒ

۸/جمادی الاول سنہ ۵۹ھ

آپ کی تحریر دفتر امارت میں آئی ہے۔ میں نے اس کو پڑھا۔ جو کچھ کہ ہم لوگوں نے

مشورہ کر کے یہ منظوری حضرت امیر شریعت مدظلہٗ طے کیا اور وہ پہلی جمادی الاول سے نافذ ہوا وہ نہایت مجبوری کی حالت میں کیا گیا ہے جب آپ تشریف لائیں گے اور بغور مالیات اور آمدنی کا مطالعہ کریں گے تو آپ بھی اس کی تائید ہی فرمائیں گے۔ رقم انعامی ہر علحدہ ہونے والے کو ملنا ضروری ہے۔ بہت لوگوں کا مشاہرہ بھی باقی ہے اول ادائیگی اس کی ہوگی بعدہٗ دفتر سے اضافہ کر کے رقم انعامی وصول کرنے کی فکر ہوگی۔ آپ ہر بات کو جانتے ہیں آپ خود جانتے ہیں کہ کس طور سے اس وقت چلایا جا رہا ہے مبلغ پچاس روپے مطلوبہ آنجناب انشاءاللہ دوشنبہ یا سہ شنبہ کو بھیج دوں گا جس کے متعلق خط لکھ چکا ہوں۔ آپ کے نیز دوسرے مبلغین کے وظیفہ کے ادا کرنے کے بعد رقم انعامی کی ادائیگی کی طرف کامل توجہ وانہماک سے کوشش کروں گا۔ بہرحال ادا کرنا ضروری ہے کمی سرمایہ کی وجہ سے تاخیر البتہ ہوگی۔

آپ کی حالت دوسروں کی طرح نہیں ہے آپ ادارہ کے رکن ہیں۔ مطالبہ جو ادارہ پر ہے اس کی ادا کاری کے لئے آپ اور ہم سب لوگ کوشش کریں گے۔ اپنی ضروریات سے فارغ ہو کر جب آپ تشریف لائیں گے تو ہر قسم کے نشیب و فراز پر گفتگو ہوگی اور ہم سب مل کر بقایا کی ادا کاری کی فکر کریں گے والسلام

محمد نور الحسن

۸ جمادی الاول ۵۹ھ

نوٹ:۔ اوپر میں مولانا نے مبلغوں کے بارے میں لکھا ہے اس کو میں نے طوالت کے خیال سے چھوڑ دیا ہے قصہ نظامت کا ہے اس پر روشنی ڈالنے کی ضرورت تھی۔

مولانا سجادؒ جس طرح اپنے کو قربان کر کے کام کرتے تھے وہ قابل تعریف تو ضرور ہے لیکن شریعت کا یہ مطالبہ نہیں ہو سکتا۔ انسان کی دوسری ضروریات بھی ہیں بال بچے ہیں دوست رشتہ دار ہیں اور شریعت چاہتی ہے کہ ان کے فرائض کو بھی پورا کیا جائے اس لئے اگر مولانا عثمان غنی صاحب دفتر کے علاوہ وقت میں کام نہیں کرتے تھے تو یہ درجہ شکایت نہیں ہو سکتی ایک آدمی سے کام نہیں ہو سکتا ہے تو دو یا تین آدمی رکھ سکتے ہیں مولانا عبدالصمد صاحب کو لایا گیا تو یہ بھی ٹھیک ہی تھا نہ یہ شکایت بجا ہے کہ مولانا عثمان غنی صاحب دفتر کے علاوہ وقت میں کام نہیں کرتے نہ یہ کہنا بجا ہے کہ مولانا عبدالصمد صاحب کو کیوں لایا گیا۔ (مؤلف)

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ نے بھی جو سفر پر تھے پھلواری واپس ہو کر مولانا عثمان غنیؒ کو خط لکھا جس میں یہ بھی کہا گیا تھا کہ آپ اگر اس عارضی اعزازی خدمت پر راضی نہ ہوں گے تو مجبوراً اقباد اور ادارت جریدہ کا کام جو آپ کرتے ہیں مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی کے سپرد کر دیا جائے گا۔ اُمید ہے دفتر کے فاضل اوقات میں وہ اس کام کو کر لیں گے۔ بہر حال اس کی نوبت نہیں آئی۔ کارکنان امارت شرعیہ کی انتھک محنت سے حالات پر قابو پا لیا گیا اور سبھوں کی تنخواہیں بحال کر دی گئیں۔ مولانا سجادؒ نے اپنے دوران سفر میں حضرت امیر شریعت ثانیؒ کو ایک خط لکھا تھا جس کا آخری حصہ درج ذیل ہے:۔

"تخفیف کے سلسلہ میں مولانا نورالحسن صاحب کے ساتھ مولانا عثمان غنی صاحب کا بھی وظیفہ بند کیا گیا ہے اور مولوی عبدالصمد صاحب کو ناظم کے عہدہ پر وظیفہ میں کمی کر کے رکھا گیا ہے یعنی امارت کے دو ناظموں میں ایک کو رکھا گیا ہے۔ بظاہر شاید بعض لوگوں کا یہ خیال ہو کہ مولانا عثمان غنی صاحب کو با وظیفہ رکھا جائے اور کچھ کم کر دیا جائے جیسا کہ مولوی عبدالصمد کے متعلق فیصلہ ہوا ہے اور مولوی عبدالصمد کا وظیفہ بند کر دیا جاتا کیونکہ مولوی عبدالصمد صاحب دفتر میں کام کرنے کی حیثیت سے نئے ہیں اور مولوی عثمان غنی صاحب پرانے ہیں لیکن جن لوگوں کو امارت کے دفتری کاموں کی پوری حالت معلوم نہیں ہے وہ بلاشبہ یہ بات کہہ سکتے ہیں مگر جن لوگوں نے دونوں کے کاموں کا اندازہ کیا ہے وہ سمجھ سکتے ہیں کہ جو فیصلہ کیا گیا ہے یہی انسب ہے اور اور کام اسی صورت سے چل سکتا ہے۔ مولانا عثمان غنی صاحب بلاشبہ بہت مخلص اور جاں نثار ہیں۔ اور اپنی طاقت بھر کام بھی کرتے ہیں لیکن کام کی جتنی نوعیت اور وسعت ہے ان سب پر ان کی قدرت نہیں رہتی ہے۔

کسی نظام کی اسکیم اور نظم کو ناظم دفتر ہی زندہ رکھ سکتا ہے مگر افسوس یہ ہے کہ اہم لوگوں نے امارت کی جو اسکیم عملی رائج کی اور مبلغین کے لئے جو فارم تنظیم و تشخیص تیار کرایا اور نقابت کا جو اصول وضع کیا وہ آہستہ آہستہ عملاً سب ہی معطل ہو گئے ناظم کی طرف سے مبلغین کی کارروائیوں پر تنقید ایک دم موقوف کر دی گئی اور انہیں متنبہ کرنا چھوڑ دیا گیا کہ ان کا کام ہدایت نامہ کے مطابق نہیں ہے حالانکہ جب میں دفتر میں بیٹھا رہا تو اکثر مولانا عثمان غنی صاحب کو توجہ

دلاتا رہا کہ مبلغوں کی رپورٹ پر تنقید کیجئے اور ان کو ہدایت نامہ کے مطابق کام کرنے کی ہدایت کیجئے مگر افسوس کہ ساری فہمائش بیکار ثابت ہوتی رہی آخر میں یہ شکایات بھی پہنچیں کہ خطوط کے جواب دفتر سے نہیں جاتے مولوی عثمان صاحب صرف دفتر کے اوقات میں کام کرتے تھے۔ کام بہت سست ہوتا تھا۔ اور ہرج ہونے لگا اس لئے مولانا عبدالصمد صاحب کو رکھنا پڑا ان کے آنے کے بعد خطوط اور ڈاک و دیگر علمی مضامین کی ترتیب مولوی عبدالصمد صاحب کرتے رہے اور مولوی عثمان غنی صاحب کے ذمہ نقیب کی ترتیب رہی اور مبلغین کی رپورٹوں کا خلاصہ درج کرنا۔ مگر نقیب میں مبلغوں کی رپورٹوں کا اندراج ایک عرصہ سے بند ہے جس کی طرف ان کو توجہ بھی دلائی گئی۔

امارت شرعیہ کی ایک مفصل رپورٹ لکھنے کی بھی مولوی عثمان غنی صاحب کو تاکید کی جس کو پانچ سال سے زاید ہوتے ہیں اس اثنا میں چند بار میں نے انھیں یاد دلایا مگر آج تک ان سے یہ کام انجام نہ پاسکا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مولوی عثمان صاحب پر تھکان عارض ہے اور جب یہ حالت ہے تو وہ تنہا کیا کام چلا سکتے تھے۔

اس وقت ایسے آدمی کی ضرورت ہے جو علم و اخلاص کے ساتھ ساتھ تنہا دفتری کام کے لئے ہمہ وقت مستعد رہے اور کاموں کو فراموش نہ کرے تھوڑے دنوں کے عملی تجربہ کے بعد یہ امر یقینی ہے کہ اس باب میں مولانا عثمان غنی صاحب کی نسبت مولوی عبدالصمد صاحب کو ترجیح ہے اور وہ ذمہ داری کا احساس زیادہ رکھتے ہیں۔

جناب کے سامنے یہ فرق اس لئے پیش کر رہا ہوں تاکہ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ مولوی عثمان غنی صاحب کو رکھا جائے اور مولوی عبدالصمد صاحب کا وظیفہ بند کیا جائے تو آپ اس کو اصل حقیقت فرما دیں اور غلط فہمی دور ہو جائے۔ ہم لوگوں کے سامنے اور تمام ان لوگوں کے سامنے جو امارت کے عقیدت مند اور مخلص ہیں مقاصد ملی اور کام ہونا چاہیئے اور اشخاص اسی حیثیت سے منتخب کرنا چاہیئے۔

ابوالمحاسن محمد سجادؒ کان اللہ لہٗ

۸ رجمادی الاول ۱۳۵۹ھ

قاضی احمد حسین ناظم امارت شرعیہ کے منصب پر

جب مولانا سجادؒ کا انتقال ہوا تو امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدینؒ نے بمشورہ شوریٰ مولانا عبد الصمد رحمانیؒ کو اولاً مستقل ناظم امارت شرعیہ بنایا۔ ملاحظہ ہو کارروائی مجلس شوریٰ منعقدہ ۲۹ شوال ۵۹ھ مطابق ۳۰ نومبر ۱۹۴۰ء

"حضرت امیر شریعت کے علاوہ قاضی نور الحسن صاحب۔ مولانا شاہ قمر الدین صاحب۔ قاضی احمد حسین صاحب مولانا محمد عثمان غنی صاحب۔ مولانا عبد الوہاب صاحب دربھنگہ۔ مولانا محمد الیاس صاحب لکھنیاں مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی شریک جلسہ تھے۔ مولانا سید سلیمان ندویؒ نے لکھا تھا کہ ان کے کسی عزیز کا نکاح ہے اس لئے وہ شرکت سے معذور رہیں۔ اس جلسہ میں مولانا مقبول احمد صاحب اور مولانا سید منت اللہ صاحب کو بھی شوریٰ کی رکنیت کے لئے منتخب کیا گیا۔ اور چونکہ مولانا مقبول احمد صاحب تشریف لائے ہوئے تھے اس لئے اطلاع ملنے پر وہ شرکت کے لئے بھی آگئے۔

تعزیتی تجویزوں اور انتظامی امور کے سلسلہ کی تجاویز کے بعد (جن کو غیر ضروری سمجھ کر چھوڑ رہا ہوں۔ مولف) حسب ذیل تجویز منظور کی گئی۔ یہ تجویز ۶ ہے۔

مجلس شوریٰ کا یہ اجلاس مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی کے عہدۂ نظامت کو جسے حضرت نائب امیر شریعتؒ نے بمشورہ حضرت امیر شریعت مدظلہ العالی عارضی طور پر تقرر کیا تھا مستقل کرتا ہے

دستخط محمد محی الدین پھلواروی

"امیر شریعت بہار واڑیسہ"

اس کے بعد جلد ہی مولانا عبد الصمد رحمانی کو نائب امیر شریعت مقرر کر دیا گیا۔ لیکن جس درجہ میں انھوں نے نظامت کی اہلیت ثابت کی تھی اس درجہ میں نیابت کا کام انجام نہیں دے سکے جس کا معیار مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ نے قائم کیا تھا۔ شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ مولانا عبد الصمدؒ کے ذمہ نظامت اور نیابت دونوں کام سپرد کر دئے گئے تھے۔ اس لئے رائے ہوئی کہ قاضی احمد حسینؒ کو جو بلا کسی عہدہ اور بلا کسی معاوضہ کے امارت کا کام بڑے انہماک سے کرتے رہتے تھے ناظم امارت شرعیہ بنا دیا جائے۔ چنانچہ حضرت امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدینؒ نے قاضی صاحب کو حسب ذیل حکم نامہ بھیجا:

عزیز سعید قاضی احمد حسین صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ سلام مسنون و دعائے خیر گذارش یہ ہے کہ منصب نیابت کی وجہ سے مولانا عبد الصمد صاحب کو اکثر سفر رہتا ہے اور اس میں کبھی

زیادہ مدت صرف ہو جاتی ہے۔ مولانا عثمان غنی صاحب پر افتا اور نقیب کی ترتیب کا کام اس قدر ہے کہ دوسرے کسی کام کا بار ان پر نہیں رکھا جا سکتا۔ اس لئے میں نظامت دفتر امارت شرعیہ کی خدمت پر آپ کو مامور کرتا ہوں۔

کل تاریخ ۲۴ جمادی الثانی روز چہار شنبہ کو مولانا عبد الصمد صاحب سفر میں چلے جائیں گے۔

دستخط محمد محی الدین پھلواروی

۲۳ جمادی الآخر سہ شنبہ ۱۳۴۲ھ

مولانا عثمان غنی صاحب کے بارے میں مندرجہ بالا حکم اس تاثر کا نتیجہ ہے جو مولانا سجادؒ کے خط سے پیدا ہوا تھا۔

غرض اس وقت سے تاحیات قاضی صاحب ناظم امارت شرعیہ رہے۔ حضرت امیر شریعت ثانی کے مندرجہ بالا گرامی نامہ کا عکسی فوٹو اس کتاب میں دے دیا گیا ہے۔ قاضی صاحب جان پر کھیل کر جس طرح امارت کا کام بلا عہدہ اور بلا معاوضہ انجام دیتے تھے اس کی ضرورت نہ تھی کہ ان کو عہدہ بھی دیا جائے۔ لیکن مولانا سجادؒ کے بعد بعض کارکنان امارت کا وہ تعاون قاضی صاحب کو نہ مل سکا جو مولانا سجادؒ کے زمانہ میں ملتا تھا مسلم لیگی حضرات کی طرف سے یہ آواز اٹھائی جاتی تھی کہ قاضی صاحب کو امارت کے معاملہ میں دخل دینے کا کیا حق ہے اس لئے بھی ان کو باقاعدہ ناظم امارت شرعیہ بنانے کی رائے ٹھہری ہوگی۔

لیکن قاضی صاحب نے یہ محسوس کیا ہوگا کہ ان کے ناظم بنائے جانے کا غلط اثر مولانا عبد الصمد رحمانیؒ اور مولانا عثمان غنیؒ پر نہ ہو اس لئے انھوں نے حضرت امیر شریعت ثالثؒ کے عہد میں اپنی علالت کا عذر کر کے نظامت سے استعفیٰ دے دیا تھا لیکن امیر شریعت ثالث نے قبول نہیں کیا۔ استعفیٰ نامہ مندرجہ ذیل ہے۔

یکم محرم ۱۳۶۷ھ

بخدمت جناب مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ کو حضور امیر شریعت نے ایک تحریر ارسال فرمائی تھی جس میں یہ حکم تھا کہ "مولانا عثمان غنی صاحب پر افتا اور نقیب کی

ترتیب کا کام اس قدر ہے کہ دوسرے کسی کام کا بار ان پر نہیں رکھا جا سکتا ہے اس لئے میں نظامت دفتر امارت شرعیہ کی خدمت پر آپ کو مامور کرتا ہوں۔

بدقسمتی سے میں اس حکم کے بعد چند دنوں سے زیادہ اس خدمت کو اہلیہ مرحومہ کی علالت، اپنی علالت اور پریشان خاطری کی وجہ سے انجام نہ دے سکا اور نہ اس کی اہلیت اپنے میں پاتا ہوں اس لئے میرا استعفیٰ اس عہدہ سے قبول کرنے کی درخواست حضور امیر شریعت ثالث مدظلہٗ کی خدمت میں پیش فرما دیں۔

اس استعفیٰ کا مطلب یہ نہیں ہے کہ میں امارت کی خدمت سے اغماض کروں گا بلکہ جس طرح میں اپنی نظامت سے پہلے ہر خدمت کو انجام دینے کی کوشش کرتا تھا انشاء اللہ تعالیٰ اسے جاری رکھنے کی کوشش کا کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھوں گا۔ والسلام

ناچیز احمد حسین

لیکن امیر شریعت ثالثؒ نے اس استعفیٰ کو منظور نہیں کیا اور لکھا۔

"جناب قاضی احمد حسین صاحب کا استعفیٰ نامنظور جب جب کام کی اہلیت ہو تو کام انجام دیں۔" محمد قمر الدین ۱۳ محرم ۶۷ھ

امیر شریعت ثالث نے ایک دوسرا حکم اسی روز لکھا جو درج ذیل ہے۔

"حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۸ر ذی قعدہ یوم چہار شنبہ ۶۶ھ جس کے الفاظ یہ ہیں:

دفتری حالات کے سننے کے بعد مجلس شوریٰ دفتری اصلاح کے لئے حضرت امیر شریعت کو اختیار دیتی ہے کہ وہ نظم و نسق میں جس طرح کی مناسب تبدیلی اور اضافہ کریں مجلس شوریٰ کو وہ تسلیم ہوگا اور اس کے لئے مجلس شوریٰ سے پھر منظوری کی ضرورت نہیں ہوگی۔

دفتری نظم و نسق میری طرف منتقل ہو گیا ہے اس لئے حالات کا مقتضیٰ یہ ہے کہ ضروری اصلاحات کا نفاذ کر دیا جائے۔

ضرورت تھی کہ یہ کام ۶۶ھ کے آخر ذی الحجہ میں انجام پاتا مگر عمل میں نہ آسکا اس لئے اب جبکہ نیا سال شروع ہو گیا ہے حسب ذیل تغیر و تبدل دفتر امارت میں ضروری سمجھ کر نافذ کیا محرم ۶۷ھ سے اس پر عمل ہو۔

الف۔ بہ ہیم علالت اور ناسازی طبع کی بنا پر قاضی سید احمد حسین صاحب نظامت کے کاموں سے اب تک معذور ہیں اور مولانا عثمان غنی صاحب پر دفتر کے دوسرے کاموں کا بار بہت زیادہ پہلے سے ہی ہے اس لئے تا صحت قاضی احمد حسین صاحب امارت شرعیہ کی اس خدمت کو نائب امیر شریعت کے سپرد کیا گیا۔ وہ نیابت و نظامت دونوں خدمتوں کو انجام دیں۔

ب۔ مولانا سید عثمان غنی صاحب چونکہ دفتر امارت شرعیہ کے دوسرے کاموں کو بھی ضرورۃ انجام دیتے ہیں اس لئے استفسار کے جواب کا کام صحیح طور پر انجام نہیں پاتا اور شکایت ہوتی ہے اس لئے محرم رواں سے یہ طے کیا کہ مولانا سید محمد عثمان غنی صاحب صرف افتار کا کام بحیثیت مفتی انجام دیں گے اور اس کے سوا دفتر امارت شرعیہ کی کوئی دوسری خدمت سے ان کا کوئی تعلق نہیں رہے گا۔

ج۔ مولوی صغیر الحق صاحب ناصری اب ضعیف ہو گئے ہیں اور کاموں کی کثرت بھی ہے اس لئے جیسا چاہیئے ایسا کام انجام نہیں ہو رہا ہے اس لئے ایک محرر کا دفتر میں اضافہ مناسب سمجھ کر عزیزی سید نعمان غنی سلمہٗ کو محرم رواں سے مقرر کیا۔ افتار کی نقل اور نظامت کی بعض وقتی تحریروں کی نقل ناصری صاحب انجام دیں اور جریدہ نقیب اور مکتوبات موصولہ ومراسلہ کے اندراج وغیرہ کا کام نعمان غنی سلمہٗ انجام دیں۔

د۔ دفتر امارت شرعیہ کے لئے ایک محرر انگریزی داں کے لئے نائب صاحب اعلان کریں اور جہاں تک جلد ممکن ہو تقرر عمل میں لائیں۔

ہ۔ مبلغین کا اضافہ کیا جائے تاکہ صوبہ میں تبلیغ و تنظیم کا کام باحسن وجوہ انجام پائے۔

فقط

محمد قمر الدین ۱۳ محرم ۶۷ھ"

جب مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی زیادہ تر اپنے یہاں قیام پذیر ہو گئے اور بوجہ ضعیفی امارت کے کاموں کی طرف متوجہ نہیں رہے تو امیر شریعت نے یہ حکم لکھا کہ نائب امیر شریعت کی عدم موجودگی میں مولانا نور الحسن صاحب امارت کے تمام شعبوں کی دیکھ بھال کا حق بحیثیت قاضی رکھتے ہیں۔

جب مولانا نور الحسن صاحب کا انتقال ہوا تو امیر شریعت ثالث نے قضا کا محکمہ بمشورہ قاضی

احمد حسینؒ شاہ عون احمد صاحب قادری کے سپرد کیا جو مولانا نور الحسن صاحب کے ساتھ قضا کا کام کر چکے تھے اور ناظم بیت المال کا عہدہ قاضی احمد حسین صاحب کے حوالہ کیا اور یہ لکھا کہ قاضی صاحب کی عدم موجودگی میں مولانا شاہ عون احمد صاحب سلمہٗ بیت المال کی نگرانی بھی کریں گے۔ غالباً اس سے منشاء یہ ہوگا کہ جس طرح مولانا قاضی نور الحسن صاحب کے ساتھ قضا کا کام کرنے کے بعد ان کو اس قابل سمجھا گیا کہ وہ قاضی شریعت ہو جائیں اسی طرح قاضی احمد حسین صاحب کے ساتھ کام کر کے وہ اس قابل ہو جائیں گے۔ لیکن قاضی صاحب کی زندگی میں ہی امیر شریعت ثالث کے انتقال کے کچھ دنوں بعد مولانا شاہ عون احمد صاحب نے امارت شرعیہ کے کاموں سے علحدگی اختیار کر لی اور خانقاہ مجیبیہ کے کاموں میں یکسو ہو گئے۔

بہر حال امیر شریعت ثالث کا پورا حکم درج ذیل ہے۔

"حضرت مولانا نور الحسن صاحب ناظم بیت المال المرکزیہ امارت شرعیہ ۳ رمضان روز یکشنبہ ۱۳۷۵ھ کو رحلت فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون برد اللہ مضجعہ۔

مولانا مرحوم کے کاموں میں ہمیشہ سے جناب قاضی احمد حسین صاحب دام مجدہٗ معاون رہے اور کچھ روز مستقل بیت المال کے ناظم بھی تھے۔ خصوصاً آخر عہد میں کل کام نظامت بیت المال کا مولانا مرحوم کے ساتھ انجام دیتے رہے اور طبعاً بھی ایسے کاموں کی بہت اچھی صلاحیت رکھتے ہیں۔ ادارہ امارت میں کوئی رکن ایسا نہیں ہے جس کو مستقلاً یہ عہدہ سپرد کیا جائے اور باہر سے کسی کو لانے کی بجٹ میں گنجائش نہیں ہے اس لئے اب بالاستقلال عہدۂ نظامت بیت المال جناب قاضی احمد حسین صاحب کو سپرد کرتا ہوں۔ ان کی عدم موجودگی میں مثلاً سفر وغیرہ کی مدت میں مولوی عون احمد سلمہٗ حسب ہدایت ممدوح الصدر کاموں کو انجام دیتے رہیں گے۔ دونوں حضرات قوانین وضوابط ادارہ امارت شرعیہ منضبطہ حضرت مولانا محمد سجادؒ نائب امیر شریعت نور اللہ مرقدہٗ جو سابق سے دستور العمل چلا آرہا ہے اس پر کاربند رہیں گے۔ تمام ملازمین پہلے سے زیادہ جوش عقیدت کے ساتھ امارت شرعیہ کے احکام نظامت پر عامل رہیں اور کوشش میں رہیں کہ بیت المال کی مدات کی آمدنی بڑھتی رہے اللہ تعالیٰ سعی مشکور فرمائے فذالک علی اللہ یسیر رمضان شریف اور دیگر موانعات کے سبب سے مجلس مشورت منعقد نہ ہو سکی بعد رفع موانع جلد مجلس شوریٰ سے اس کی توثیق کر لی جائے گی۔

انشاء اللہ تعالیٰ وعلیہ التکلان۔

محمد قمرالدین ۸ شوال ۷۵ھ

امیر شریعت ثالثؒ کی علالت نے اس کے بعد شدت اختیار کر لی یہاں تک کہ ان کا انتقال ہو گیا اور ان کی زندگی میں مندرجہ بالا حکم کی توثیق کے لئے شوریٰ کا جلسہ نہ ہو سکا۔ لیکن شوریٰ نے ۶۶ھ میں امیر شریعت ثالث کو جو اختیار دیا تھا اس کی بنا پر قاضی صاحب ناظم امارت شرعیہ اور ناظم بیت المال دونوں ہو گئے تھے یہاں تک کہ امیر شریعت رابع کے عہد میں شوریٰ کا جو پہلا اجلاس ہوا اس میں اس کی توثیق بھی کر دی گئی جیسا کہ امیر شریعت کی خواہش تھی۔

قاضی صاحب ان دنوں پارلیمنٹ کے کاموں میں کافی مشغول تھے پھر بھی امارت کے تمام شعبوں کی خبریں لیتے اور مناسب ہدایات دیتے تھے۔ چنانچہ امیر شریعت ثالث نے اس پر اپنی پسندیدگی کا اظہار یوں کیا۔

"واللہ عندہٗ اجر عظیم۔ شدید گرمی۔ خراب صحت۔ کاموں کا ہجوم اور ذاتی غرض کچھ نہیں۔"

مولانا شاہ عون احمد صاحب نے بھی نیابت کا فریضہ بہت عمدگی سے انجام دیا۔ قاضی صاحب کو جو رپورٹیں بھیجی جاتی تھیں ان میں مولانا شاہ عون احمد صاحب کی ایک رپورٹ بطور نمونہ درج ذیل ہے۔

محترم و مکرم زاد اللہ اکرامکم وعلیکم السلام و رحمۃ اللہ

۳ رمضان ۲۵ اپریل کو لفافہ ملا۔ مضامین خط پر مطلع ہوا۔ جوابات نمبروار درج ہیں۔

(۱) ہر روز کی آمدنی اپنے سامنے رکھوائی جاتی ہے۔ رقم لینے دینے کا کام بھی اپنے سامنے انجام پاتا ہے۔ چونکہ چھوٹی صندوقچی کی کنجی اپنے پاس رہتی ہے اس لئے روز دفتر پہنچنے کے بعد اپنے سامنے صندوقچی نکلواتا اور کھلواتا ہوں اور آمد و خرچ کے حساب کے بعد باقی رقم ملا کر دیکھ لی جاتی ہے اس کے بعد آخر میں صندوقچی بند کرا کر کنجی پاس میں رکھ لیتا ہوں روز کی آمد و خرچ کی یادداشت کا رجسٹر دیکھ کر حساب ملا دیا جاتا ہے اس کے علاوہ ایک چھوٹا رجسٹر اپنے ذاتی صرف سے خرید کر اپنے پاس رکھ لیا ہے جس میں روز کے آمد و خرچ کا اجمالی حساب اور باقی تحویل خود لکھ لیتا ہوں۔ اور دفتر بند ہونے پر اس کو حضرت

امیر شریعت مدظلہ کو دکھاتا ہوا اپنے ساتھ اوپر لے آتا ہوں۔

(۲) آئرن سیف کھلنے کی دو کنجی ہے ایک بڑی دوسری چھوٹی۔ آپ کی تحریر کردہ ہدایت کے مطابق بڑی کنجی جو منشی محمد عیسیٰ صاحب کے پاس تھی ان سے لے کر امیر شریعت کے حوالہ کر دی گئی اور دوسری چھوٹی کنجی محمد عیسیٰ صاحب کے ذمہ بیت المال میں رکھی ہوئی ہے۔

(۳) بجٹ وغیرہ کے متعلق جو نوٹ لکھوا کر آپ گئے تھے اس کی ایک نقل مولوی رضاء الحق صاحب نے آپ کی ہدایت کے مطابق مجھ کو دی۔ جو خاص طور پر میرے پاس ہے چونکہ اس خط میں آپ نے مخاطب کیا ہے کہ "امید ہے آپ بحالت موجودہ اتفاق کریں گے اس لئے اس بارے میں مجھے اپنی رائے کے اظہار کا موقعہ ہے اس لئے عرض ہے۔ بیت المال کی موجودہ حالت کے پیش نظر ترمیم واصلاح کی جو صورت نکالی گئی ہے مجموعی طور پر اس سے اتفاق کرنا پڑے گا اختلاف کی کیا گنجائش ہو سکتی ہے۔ لیکن برخواستگی اور ترمیم وظیفہ میں چند امور قابل غور ہیں۔

(۱) بیت المال اور دفتر امارت شرعیہ کے دو شرطی میں سے ایک کو برخواست کرنے کی تجویز سے مجھ کو اتفاق نہیں ہے۔ مختلف قسم کی تخفیف کے باوجود کاموں کی زیادتی کا وہی حال ہے ایک شرطی دونوں جگہ کے کاموں کو پورا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح روزانہ کاموں کی انجام دہی پوری نہیں ہو سکے گی اور کام باقی رہ جائے گا خصوصاً مقدمات کی پیشی کے روز زحمت زیادہ ہو گی اس لئے ایک شرطی کو برخواست کرنے کے بجائے دونوں کے وظیفہ میں مناسب کمی ہو سکتی ہے۔

(۲) مبلغین حضرات میں دو کو کمیشن دار کی حیثیت دی گئی ہے اور دو کے وظیفہ کو علی حالہ باقی رکھا گیا ہے۔ اور ایک یعنی مولانا نظام الدین صاحب مبلغ کے وظیفہ میں کمی کی گئی ہے مجھے اس تجویز میں کلام ہے اس لئے کہ جب دو مبلغ صاحبان کے وظیفہ کو بھی علیٰ حالہ باقی رکھا گیا ہے تو مولوی نظام الدین صاحب کے وظیفہ کو بھی علیٰ حالہ باقی رکھا جائے اس لئے کہ مجھے دورۂ وفد کے سلسلہ کا ان سے ذاتی تجربہ ہے کہ وہ زور بیان اور ملکۂ تقریر سے معذور ہونے کے باوجود تبلیغ کی صحیح خدمت میں کسی سے کم نہیں ہیں۔

(۳) صدر محرر بیت المال کے متعلق حساب وکتاب کی جانچ اور تمام حالات کے پیش نظر جو فیصلہ

کیا جائے اس سے بحث نہیں ہے صرف ان کے متعلق یہ نوٹ کہ ان کی تنخواہ روک لی جائے اور آپ کے آنے تک ان کو کچھ نہ دیا جائے یہ بھی میرے نزدیک قرین انصاف نہیں ہے حساب کتاب کے بعد جو فیصلہ ہو آپ کریں گے لیکن اس وقت وظیفہ کو بالکل روک دینا صحیح نہیں ہے اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔

(۴) دارالقضا کے بعض محرروں کے وظیفہ میں بھی کچھ غور کی ضرورت ہے لیکن چونکہ یہ میرے شعبہ کا معاملہ ہے اس لئے اس میں کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا جب موقعہ آئے گا تو کاموں کی نوعیت اور دیگر حالات کو پیش کرتے ہوئے اس پر توجہ دلائی جائے گی۔

(۵) قاضی کو اس کے اپنے معاملہ میں جو اختیار دیا گیا ہے بہتر ہے اس کا فیصلہ ارباب حل وعقد خود کریں۔ جس نے سات اٹھ سال کی خدمت کے عرصہ میں اپنے متعلق زبان نہیں کھولی اس کی ضرورت وحالات کو دیکھتے ہوئے اور کاموں کی مشغولیت کا اندازہ کرتے ہوئے امیر شریعت مدظلہ، اور ناظم بیت المال کی طرف سے ایک معاوضہ خود ہی مقرر کر دیا گیا تو اب اس کو اختیاری کمی پر کیوں مجبور کیا جارہا ہے اس کا فیصلہ خود ہی کر لیا جائے ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی اس کے علاوہ تمام تجویزوں سے بحالت موجودہ اتفاق ہے اب پھر آپ کے خط کی طرف نمبروار متوجہ ہوتا ہوں۔

(۴) دفتر کے کارکنوں سے کسی نہ کسی طرح موجودہ مشکل کا ذکر کر دیا گیا ہے اور جہاں تک بتانے اور سمجھانے کا تعلق ہے اس میں کوتاہی نہیں کی گئی ہے سمجھنا ان کا کام ہے آپ کا خط آنے سے پہلے جو دو ایک منی آرڈر واپس ہو رہے تھے اس میں ایسا ہی کیا گیا جیسا کہ آپ کی ہدایت ہے۔ پتہ اور رقم مد بلکہ کوپن کی پوری عبارت نقل کر لی گئی اور بھیجنے والے کو فوراً خط لکھا گیا کہ اس پر منیاڈر بھیجیں ہاں آپ کا

کا خط آنے کے بعد جو منی آرڈر واپس ہوا ان کو خط کے ذریعہ تصحیح پتہ کے ساتھ ایک منی آرڈر فارم بھی بھر کر بک پوسٹ بھیج دیا گیا۔

(۶) یہ صحیح ہے کہ رمضان المبارک کے بعض مشاغل میں ان کاموں کی وجہ سے خلل واقع ہو جاتا ہے تاہم اگر اس کو حسن نیت اور ایمان واحتساب کے ساتھ انجام دیا جائے (خدا کرے ایسا ہی ہو) تو اخروی فایدہ میں کوئی کلام نہیں ہے لیکن غور کرتا ہوں کہ برابر اتنی مشغولی اور پورا وقت دینا مجھ سے نہیں ہو سکے گا آخر اپنے کچھ تعلقات اور ضروریات بھی ہیں اس لئے ایسی صورت ہونی چاہیے جو آیندہ بھی انجام پا سکے اس پر غور کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہیے۔

(۷) خط ملنے کے دوسرے روز نظام الدین صاحب محرر کو جو آپ نے ان کی درخواست پر لکھا اس کی ان کو اطلاع کر دی گئی۔

غالباً خط کے نمبر وار جوابات ہو گئے اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ وہ خاص باتیں بھی لکھ دی جائیں جو اس دور میں ہوئیں۔

آپ کے تحریر کردہ نوٹ میں یہ بھی ہے "کہ اب کسی کو فاضل رقم نہ دی جائے بلکہ جن کے ذمہ رقوم ہیں ہلکے ہلکے ان کے وظیفہ سے وصول کیا جائے" تو قرض نہ دینے کے علاوہ ماہ رواں کے وظیفہ سے پیشگی نہ دینا بھی اس کا مفہوم سمجھا گیا اور جب امیر شریعت مدظلہٗ سے استفسار کیا گیا تو انھوں نے بھی یہی فرمایا کہ ماہ رواں کے وظیفہ سے پیشگی دینا بند کر دیا جائے چنانچہ ۷۔۸ رمضان سے اس پر سختی سے عمل ہوا اور اس کے بعد سے ماہ رمضان کے وظیفہ سے کسی کو پیشگی نہیں دی گئی اور اس نوع کی درخواستیں واپس کر دی گئیں اس بنا پر بعض محرریں اور کاکنوں نے براہ راست درخواست آپ کے یہاں بھیجی ہے۔

جہاں تک پیشگی وظیفہ دینے کے رواج کا تعلق ہے اس کو ختم ہونا چاہیے یہ صحیح ہے لیکن ویسے بھی جب ایک غلط چیز رواج پا چکی ہے تو دفعتاً اس کو ختم کرنا بہتیروں کے لئے انتہائی پریشانی اور رسوائی کا باعث ہے اس لئے اس ماہ

لوگوں کو اطلاع دی جاتی اور آیندہ ماہ سے اس پر عمل کیا جاتا۔ اس کے علاوہ یہ رمضان کا مہینہ ہے نصف ماہ تک آپ نے لوگوں سے کام لیا ہے اس کے بعد خود فرصت دے کر ان کو گھروں کی طرف روانہ کر رہے ہیں اور وظیفہ میں سے ایک پیسہ نہیں دے رہے ہیں تو آخر اس حدیث کے کیا معنی ہوں گے کہ کام کرنے والے کی اجرت پسینہ خشک ہونے سے پہلے دے دو۔ اس لئے بھی مناسب یہی تھا کہ رمضان کے وظیفہ سے دے دیا جاتا اور آیندہ ماہ سے پیشگی وظیفہ دینا بند کر دیا جاتا۔ اس سلسلہ میں اکثر کارکنوں نے خصوصاً باہر کے رہنے والے نے مجھ سے اپنی حالت اضطرار اور شدید معذوریاں بیان کیں جس کا مجھ پر اثر ہوا لیکن میں مجبور تھا کیا کر سکتا تھا۔ بہر حال اس صورت میں میری حقیر رائے یہی تھی ویسے آپ حضرات مجھ سے زیادہ صائب رائے رکھتے ہیں۔

یہ تمام احکام جن کے بارے میں آپ نے لکھا ہے کہ عملدرآمد شوال سے ہونا چاہیئے غالباً منشا یہی ہے کہ وظائف میں کمی یا برخواستگی کا شمار ماہ شوال کے وظیفہ سے کیا جائے گا لیکن اس کو صاف طور پر نہیں لکھا گیا ہے اس لئے جو رد و بدل کرنا ہو سب کر کے صاف اور واضح طور پر لکھ دیجئے کیونکہ وہ اشخاص جن کو برخواست کیا گیا ہے یا کمیشن دار بنایا گیا ہے ان کو ٢٠ رمضان کے بعد خط کے ذریعہ اطلاع دے دی جائے گی لیکن تخفیف وظیفہ والے کارکنوں کو دفتر میں ابتدائے شوال میں رمضان کا وظیفہ بے باق کرتے وقت اس کی اطلاع دی جائے گی کہ آپ کے وظیفہ میں تخفیف ہو گئی ہے اس لئے ان سب کے بارے میں اس سے پہلے آپ کی صاف محکم رائے آجانی چاہیئے۔

آخر میں دو امر خاص طور پر قابل ذکر ہیں جن میں سے مشورہ طلب ہے وہ یہ کہ

(١) بھائی عبدالرحمٰن صاحب کا بھیجا ہوا بل آزاد پریس کا ایک سو تیس روپے کا آیا ہوا ہے دریافت کرنے اور حساب دیکھنے پر معلوم ہوا کہ وہ (یعنی ان کا پریس) بیت المال کے ایک سو پچاس روپے کے مقروض ہیں۔ بیت المال اس وقت مالی دشواریوں میں مبتلا ہے تو ان کو اس کا روپیہ کیسے دیا جا سکتا ہے۔ جبکہ وہ اس سے زیادہ کے مقروض ہیں

یہی ان کو کہلایا گیا تھا، جس کے جواب میں بھائی عبدالرحمٰن صاحب نے کہلایا ہے کہ بچھتر روپے قرض کی ادائیگی میں وضع کر کے بل کے باقی روپے ان کو دے جائیں۔ اسی طرح باقی روپے قرض کے آیندہ وصول کئے جائیں گے۔ چونکہ میں اس کا مجاز نہیں ہوں کہ بطور خود ان کی خواہش کو منظور کر دوں اس لئے مشورہ طلبی کے لئے آپ کو اطلاع دی جا رہی ہے۔ بل رکا ہوا ہے بل کی پوری رقم ایک سو تیس روپے ان کے قرض میں محسوب کر لئے جائیں یا کیا کیا جائے۔

(۲) ادھر کئی سال سے میرے پاس ذاتی طور پر کچھ تعلق کے لوگ اپنی امانتیں رکھتے ہیں اور بھی اپنی سہولت کے خیال سے ان رقوم کو برابر بیت المال میں جمع کرتا رہا۔ چنانچہ وہ جملہ رقوم جن کو میں نے درج رجسٹر کرایا اور بیت المال میں بدفعات متعددہ امانتہً رکھا ہے وہ قریب آٹھ سو کی رقم ہے جس کی ایک فہرست تاریخ وار داخلہ کی میرے پاس ہے اور ایک بیت المال میں ہے منشی عیسیٰ صاحب سے معلوم ہوا کہ رقوم امانت کی فہرست آپ کو دی گئی ہے اس لئے آپ میری تصریح کردہ رقم امانت کو اس فہرست میں دیکھ کر ملا لیں اور اطمنان کر لیں چونکہ میری یہ رقم امانت تحریری طور پر بیت المال کے ذمہ ہے اور اب یہ رقم کل یا کم سے کم اس میں سے دو تہائی ایک ماہ کے بعد ہی نکالنے کی ضرورت ہو گی اس لئے اطلاعاً تحریر کر رہا ہوں تاکہ خیال رہے۔

۱۴ر رمضان پنجشنبہ کے بعد سے اوپر نیچے کے تمام شعبے بند کر دئے گئے صرف بیت المال میں دو آدمیوں کی ڈیوٹی پانچ پانچ دن تک نوبت کے اعتبار سے ہو رہی ہے۔ نوبت کے تعین میں باہر کے لوگوں کو پہلا حصہ دیا گیا ہے اور ان کی مرضی وخواہش کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ مجھے تو بہرحال روز ہی جا کر اپنے سامنے رقوم وغیرہ گنوا کر رکھنا ہوتا ہے اور یہ سلسلہ ۲۰ رمضان تک تو رہے گا اس کے لئے حضرت امیر شریعت مدظلہ کے مشورہ سے کوئی صورت کی جائے گی۔ بہرحال بیت المال کے کاموں کی ذمہ داری جہاں تک دی گئی ہے اس کا پورا لحاظ رہے گا۔ ممکن ہے مسجد ہی میں کارکنوں کو بلوا کر کام دیکھنا پڑے۔ اس خط کی تحریر میں رمضان مبارک اور دفتر کی مشغولیات کی وجہ

سے ہفتے صرف ہوگئے جب خط تقریباً ختم ہوچکا تھا تو آپ کا دوسرا لفاف ملا۔ جس کو پڑھا بعد امیر شریعت مدظلہ اور مولانا عثمان غنی صاحب کے مشورہ سے یہی مناسب سمجھا گیا کہ جو کارکن رمضان کے وظیفہ سے لینا چاہیں ان کو تھوڑا بہت دے دیا جائے چنانچہ باہر والے کارکن جو فرصت ہوجانے کے بعد جانا چاہ رہے تھے لیکن رمضان کی پیشگی کے لئے آپ کے جواب کے منتظر تھے ان کو مقدم رکھا گیا اور اب جو لینا چاہیں گے ان کو رمضان کے وظیفہ سے نصف یا کم دیا جائے گا بجز ان کے جن کا وظیفہ آپ نے روک دیا ہے کیونکہ اس میں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا۔

دوسرے خط کے مضامین سے متعلق اب عرض ہے کہ مدرسہ اسلامیہ بتیا کے مارچ و اپریل کے قبض الوصول کی رقم دو ایک دن میں روانہ کردی جائے گی۔

اب دو ایک روز سے بیت المال کی آمدنی امید افزا ہے۔ الحمد للہ آمد اچھی ہو رہی ہے حسب ہدایت ۸ رمضان المبارک پنجشنبہ سے روز کی جملہ آمدنی کی نصف رقم ادائیگی امانت کے لئے علحدہ رکھ دی جاتی ہے چنانچہ کل ۱٦ رمضان تک مجموعی وہ رقم۔۔ جو ادائیگی امانت کے لئے علحدہ کی گئی ہے سات سو نوے سے کچھ زیادہ ہوگئی ہے۔

دفتر میں رمضان المبارک و عید کی فرصت ۵ شوال کو ختم ہوتی ہے اور ٦ شوال کو دفتر کھل جاتا ہے چنانچہ قاعدہ کے مطابق اس سال بھی دفتر ٦ شوال پنجشنبہ ۷ مئی کو کھل جائے گا۔ اب غالباً آپ کے دوسرے خط کی بھی کوئی بات دریافت طلب نہیں رہی جس کا جواب نہ دیا گیا ہو مجھے غالباً اب عید تک جواب دینے کا موقعہ نہیں ملے گا۔ بجز آمد و خرچ کے حساب کے کارڈ کے لیکن اس کے جواب کے علاوہ بھی جو لکھنا چاہیں لکھ بھیجیں۔ مکرر کل اتوار کی وجہ سے خط نہ جا سکا۔ آج سپرد ڈاک کرنے کا ارادہ تھا کہ آپ کا تیسرا لفاف موصول ہوا۔ اور بانوں کے متعلق بعد میں جواب دوں گا۔ دہلی سے چاند کی خبر بھیجنے کے لئے پھلواری شریف فون ۲۵٦۹ نوٹ کر لیا جائے۔ رویت کے متعلق جمعیۃ کے فیصلہ کی اطلاع اسی نمبر پر تاریخ مقررہ پر بھجوائے انتظار رہے گا۔ آج ۱۸ رمضان کو منجھلے ابا مدظلہ کے نام آپ کا خط

آنے کے بعد منشی عیسیٰ صاحب کو بھی وظیفہ رمضان سے نصف یا جو امیر شریعت کا مشورہ ہو دیا جائے گا۔

والسلام

عون احمد قادری، ۱۱ر رمضان یکشنبہ

۱۳۶۵ھ

امارت شرعیہ میں دوسرا مالی بحران

مولانا نور الحسنؒ کے آخر زمانہ میں بیت المال کا مالی بحران پھر شروع ہو گیا لیکن اس بار کسی مخالف تحریک کا اثر نہیں تھا۔ بلکہ لوگوں کو قرض دینے کا جو مد تھا اس میں اتنا اضافہ ہو گیا کہ دوسری مدات کے لیے رقوم باقی نہیں رہیں۔ خود امارت پر قرض کا بار گیا۔ ان کے انتقال کے بعد قاضی احمد حسین صاحب نے بیت المال کا چارج لیا تو خزانہ خالی تھا۔ اس کے لئے پہلا کام تو قاضی صاحب نے یہ کیا کہ جن ملازموں نے قرض لیا تھا ان کی تنخواہ سے بالاقساط وصول کرنے کی ہدایت کی جو ملازم گھر کے خوشحال تھے ان کی پوری تنخواہ قرض میں وصول کرتے رہنے کا حکم دیا۔ ملازموں کی پیشگی رقم روک دی گئی۔ ملازمتوں میں بھی تخفیف کا حکم دیا۔ جو ملازم نہ تھے ان پر تقاضا شدید کیا گیا۔ شاہ عون احمد صاحب سلمہ کے خط میں آزاد پریس کے بل کا ذکر ہے ان کی خواہش تھی قرض بالاقساط ادا کریں گے لیکن قاضی صاحب نے استفسار پر جواب دیا کہ پوری رقم ایک ساتھ وصول کرلی جائے۔ رمضان کی تنخواہ شروع رمضان میں ہی ملازموں کو مولانا شاہ عون احمد صاحب کی خواہش کے مطابق دے دینے کی اجازت دے دی۔

امارت شرعیہ کا دفتر

ابھی یہ دور چل رہا تھا کہ امیر شریعت ثالث کا انتقال ہو گیا اور مولانا منت اللہ صاحب امیر شریعت ہو گئے۔ چونکہ پہلے خانقاہ ہی کے لوگ امیر شریعت ہوئے تھے اس لئے امارت کا دفتر خانقاہ ہی میں تھا۔ مولانا منت اللہ امیر شریعت ہوئے تو دفتر کا مسئلہ بھی پیدا ہو گیا۔

مولانا نور الحسنؒ کا انتقال ہوا تو انھوں نے وصیت کی کہ ان پر امارت کا قرض ہے اس لئے ان کے مکان کا مردانہ حصہ امارت کو اس طرح دے دیا جائے کہ وہ اس کی آمدنی سے قرض وصول کرے اس کے بعد یہ موقوفہ جائیداد ہو گی جس کے متولی امیر شریعت ہوں گے اور وہ امارت کے کاموں کے لئے جس طرح چاہیں گے استعمال کریں گے۔ چنانچہ قاضی صاحب نے مولانا مرحوم کے ورثا

سے مطالبہ کیا کہ وہ وصیت کے مطابق عمل کریں ورثائ نے مردانہ مکان امارت کے نام وثیقہ کردیا۔ اور امارت کا دفتر اس مکان میں آگیا۔ اس طرح ایک بڑا مسئلہ حل ہوگیا۔ مولانا شاہ عون احمد صاحب کے خط سے امارت کے مالی بحران کا تھوڑا سا اندازہ ہوا ہوگا۔

اس موقعہ پر یہ بھی لکھ دینا مناسب ہے کہ مولانا منت اللہ صاحب کے عہد میں امارت کی آمدنی اچھی ہوگئی۔ انھوں نے پھلواری بستی سے باہر حکومت سے ایک قطعہ زمین لے کر دفتر امارت کیلئے ایک عمدہ مکان بنوالیا۔ اور مولانا مرحوم سے جو مکان ملا تھا وہ مبلغوں اور دوسرے کارکنوں کے قیام کے لئے خاص کردیا گیا۔ اس مکان کی تعمیر کے موقعہ پر فسادیوں نے فرقہ وارانہ فساد بھی کرایا لیکن سب پر قابو پالیا گیا۔

مولانا عثمان غنی صاحبؒ کی علحدگی

امیر شریعت رابع کے انتخاب کے مابعد مجلس شوریٰ کا جلسہ ہوا اس میں قاضی احمد حسین صاحب کی نظامت کی توثیق کی گئی جو امیر شریعت ثانی اور امیر شریعت ثالث کے عہد میں محض ان کے حکم سے چل رہی تھی قاضی صاحب امیر شریعت کے حکم کو کافی سمجھتے تھے کیونکہ مولانا سجادؒ کے عہد میں مجلس شوریٰ نے یہ تجویز منظور کی تھی کہ امیر شریعت مختار مطلق ہے اور معروف میں ان کی اطاعت واجب ہے۔ صفحات ماسبق میں پوری تجویز نقل ہوچکی ہے۔

پھر امیر شریعت کے عہد میں شوریٰ نے یہ تجویز منظور کی کہ امیر شریعت کو دفتری اصلاح کے لئے اختیار ہے کہ وہ مناسب ردوبدل اور اضافہ کرسکتے ہیں، شوریٰ کو یہ منظور ہوگا اس کے لئے مجلس شوریٰ سے پھر منظوری کی ضرورت نہیں ہوگی۔ یہ تجویز بھی صفحہ ماسبق میں ملے گی۔

پھر بھی اختلافات۔ پر قابو پانے کے لئے شوریٰ سے اس کی توثیق کی گئی مجلس شوریٰ نے قاضی صاحب کی نظامت کی توثیق کردی دوسرا معاملہ تنخواہوں کے اسکیل کا تھا۔ مولانا عثمان غنی صاحب کی رائے تھی تنخواہوں کا اسکیل مقرر کردیا جائے۔ چنانچہ انھوں نے ایک خاکہ بنا کر مولانا شاہ عون احمد صاحب کو دیا کہ وہ پیش کریں۔ شاہ عون احمد صاحب نے شوریٰ میں کہا کہ مولانا عثمان غنی صاحب نے یہ خاکہ دیا ہے لیکن مجھ کو جو بیت المال کا تجربہ ہے میرے خیال میں یہ اسکیل چلنے والا نہیں اس لئے اس میں تبدیلی کرکے میں پیش کر رہا ہوں۔ چنانچہ ان کے بدلے ہوئے اسکیل کو شوریٰ نے منظور

کرلیا جس میں اسکیل بہت کم کردیا گیا تھا۔

امارت شرعیہ کی سیاسی پالیسی

امارت شرعیہ کی سیاسی پالیسی وہی ہوتی تھی جو جمعیۃ علماء کی سیاسی پالیسی ہوتی تھی۔ مولانا سجادؒ جمعیۃ علماء کے اہم رکن اور آخر میں ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہوگئے تھے اور بہار میں نائب امیر شریعت تھے دونوں کی پالیسی پر ان کا اثر ہوتا تھا قاضی احمد حسین صاحب خلافت تحریک کے زمانہ سے سیاست میں تھے اس لئے ان کی رائے وقیع سمجھی جاتی تھی ان کی پارلیمنٹری زندگی کے عنوان سے جو مضمون ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے ان کی اصابت رائے ان کے تدبر اور ان کی صلاحیت کا۔

پاکستان کا مسئلہ

قاضی صاحب اور ان کے رفقاء میں خواہ وہ خلافت تحریک کے ہوں یا امارت شرعیہ کے دور کے کوئی بھی مطالبہ پاکستان کے حامی نہیں تھے بجز ڈاکٹر قمرالدین صاحب کے قاضی صاحب نے طلبہ کے ایک جلسہ میں کہا تھا۔

"میں پاکستان کے مطالبہ کا حامی نہیں ہوں کیونکہ مسلمان صوبوں کی کلیتاً علحدگی سے ہندوستان کی مرکزی حکومت مسلمانوں سے بے نیاز ہوجائے گی اور فرقہ پرستوں کو کھیل کھیلنے کا موقع ملے گا۔ جس حصہ میں پاکستان کے قیام کی خواہش کی جاتی ہے وہ معاشی طور پر ایسا ہے کہ اپنے پاؤں پر کھڑا نہیں ہوسکتا اور وہ دوسری حکومتوں کا محتاج رہے گا۔ تیسرے مسلم لیگ کے لیڈر مذہبی لوگ نہیں ہیں اس لئے وہ مذہبی حکومت نہیں بنائیں گے۔ اور ان لیڈروں کو اپنے اوپر اعتماد بھی نہیں ہے وہ ہندؤں سے چھٹکارا چاہتے ہیں لیکن وہ انگریزوں سے چھٹکارا نہیں چاہتے وہ ضرور مغربی حکومتوں کا حلقہ اپنے گلے میں ڈالیں گے"۔

قاضی صاحب نے سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا کہ یہ میری رائے ہے۔ پاکستان کا بننا مفید ہوگا تو اس کا فائدہ آپ کو پہنچے گا اور اگر مضر ہوا تو اس کا نقصان آپ کو پہنچے گا۔ میں بڑھاپے کے دور سے گذر رہا ہوں قبر میں پاؤں لٹکائے ہوں اس لئے نہ مجھ کو فائدہ پہنچے گا نہ نقصان۔ لہٰذا کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے اچھی طرح سوچ لیں۔ کوئی متبادل فارمولوں پر اگر غور کیا جائے تو بہتر ہے۔ اگر اسلامی مذہبی حکومت بنانا ہے تو قیادت مذہبی لوگوں کو دیجئے۔

فسادات

فسادات ہوتے تو قاضی صاحب تحقیق حال کے لئے آدمی بھیجتے مظلوموں کی امداد کرکے حکومت کو توجہ دلاتے۔ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر خصوصی انتظام کرتے اور عوام کو امن سے رہنے کی اپیل کرنے کا وزیر اعلیٰ بہار کو مشورہ دیتے۔ چنانچہ وزیر اعلیٰ نے اپنا بیان اخبارات ہی کو نہیں دیا بلکہ بعض حکام کے ذریعہ بہار کے طول و عرض میں بشکل اشتہار تقسیم کرایا تھا کہ لوگ بقر عید کے موقعہ پر امن سے رہیں کتاب کے آخر میں قاضی صاحب کی خط و کتابت درج ہے اس سے اس پر روشنی پڑے گی۔

ذبیحہ گاؤ

ذبیحہ گاؤ کا مسئلہ ہندوستان کا پرانا مسئلہ ہے۔ پرانی کتابوں سے پتہ چلتا ہے کہ سیکڑوں برس پہلے ہندو شرفا گائے کا گوشت کھانا ممنوع نہیں سمجھتے تھے جیسا کہ جے پرکاش نرائن نے بھی ایک موقعہ پر یہ کہا تھا لیکن دھیرے دھیرے گائے ان کے یہاں مقدس چیز سمجھی جانے لگی اور ہندو شرفا گائے کا گوشت کھانا ناپسند کرنے لگے لیکن ہریجنوں نے کبھی بھی اس معاملہ میں ان شرفاء کی تقلید نہیں کی اور وہ یہ گوشت کھاتے رہے البتہ ہندو شرفاء کے احترام میں ذبح نہیں کرتے تھے بلکہ گائیں مرجائیں تو ان کا گوشت کھاتے تھے اسی طرح بدھ مذہب کے لوگ بھی کھاتے ہیں چنانچہ تبت میں ممنوع نہیں ہے ہندوستان سے باہر ہر جگہ گائے کا گوشت یا بیلوں کا گوشت لوگوں کی غذا ہے۔ مسلمان ہندوستان میں آئے تو گایوں کی کثرت کی وجہ سے اس کا گوشت کھانے لگے جو ہندؤں کو ناگوار ہوا۔ چونکہ مغل بادشاہوں کی راجپوتوں سے رشتہ داریاں ہوگئی تھیں اس لئے ان کے جذبات کے احترام میں بعض مغل بادشاہوں نے بھی ذبیحہ گاؤ کو منع کیا۔ نظام حیدرآباد کے عہد میں ان کی ریاست میں بھی ذبیحہ گاؤ کی اجازت نہ تھی۔ صرف فوج اس سے مستثنیٰ تھی۔ انگریزوں کے عہد میں ذبیحہ گاؤ پر کوئی پابندی نہیں لگائی گئی۔ مسلمان اور بعض دوسرے فرقے آزادانہ گائے ذبح کرتے اور کھاتے تھے۔ جہاں ہندو شرفا برہمن راجپوت ویش وغیرہ کی طرف سے مزاحمت ہوتی تو انگریز دیکھتے کہ اس مخصوص علاقہ میں رواج کیا ہے اگر وہاں ذبیحہ گاؤ کا ثبوت پہلے سے موجود نہ ہوتا تو حکومت روک دیتی ورنہ حکومت کی حفاظت میں مسلمان گائے ذبح کرتے۔ ہندو ریاستوں میں ذبیحہ گاؤ کی اجازت نہ تھی کیونکہ وہاں اعلیٰ ذات کے ہندؤں کی حکومت تھی جیسے جیسے آزادی کا زمانہ قریب آیا اعلیٰ ذات کے ہندؤں کے طرز عمل میں شدت پیدا ہوتی گئی چونکہ ہریجن دبے اور پچھڑے ہوئے تھے اس لئے ان کی کوئی آواز نہ تھی اعلیٰ ذات کے ہندو ہی ان کی نمائندگی کرتے تھے اور ابتک ان کو

ملک میں غلبہ حاصل ہے۔ مسلمان گائے کا گوشت کھانا اپنا حق سمجھتے ہیں اور اعلیٰ ذات کے ہندوؤں کے اس تشدد کو اپنے اوپر ظلم سمجھتے ہیں۔ اس کے باوجود بعض مسلمانوں کا خیال رہا کہ ملک میں خوشگوار فضا پیدا کرنے کے لئے جس فضا میں مسلمانوں کی افادیت اور اسلام کی خوبیاں برادران وطن کو بتائی جا سکیں اور وہ غصہ اور نفرت سے خالی ہو کر سوچیں کہ مسلمانوں سے ان کو کیا فائدہ ہے اور اسلام میں کیا خوبی ہے ذبیحہ گاؤ کو اس وقت تک ترک کر دینا چاہیئے جبتک ہندوؤں میں اس کی مخالفت ہے یہاں تک کہ ہندو اپنے اس اصل مذہب پر لوٹ آئیں جس کے پیشوا گائے کا گوشت کھاتے تھے یا ان میں اتنی رواداری پیدا ہو جائے کہ دوسرے فرقوں کے کھانے پینے کے معاملہ میں دخل نہ دیں۔ البتہ جو چیزیں تمام مذاہب میں منع ہیں ان کو روکنا کوئی قابل اعتراض بات نہیں۔

قاضی صاحب اسی خیال کے لوگوں میں تھے اور وہ ذبیحہ گاؤ پر اصرار کے بجائے اسلام کا پیغام ہر جگہ پہنچانے کے حامی تھے۔ واضح رہے کہ عیسائیوں نے آزادی کے بعد اپنے لئے کوئی مطالبہ نہیں کیا بجز تبلیغ کی آزادی کے اس کو سردار پٹیل نے دستور ساز اسمبلی میں بیان کیا تھا۔ جو مسلمان ذبیحہ گاؤ پر اصرار کرتے تھے ان کے بارے میں قاضی صاحب کہتے تھے کہ وہ اس کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ ہندوؤں سے تعلقات بہتر بنا کر ان کو اسلام کی طرف مائل کریں یعنی ایک طرح کا قومی غرور راستہ میں حایل ہے اور اسلام کی اشاعت ان کے نزدیک کوئی اہم چیز نہیں ہے قاضی صاحب کو علم تھا کہ ہندوؤں کا اصرار انکے جذبۂ شرک وجہ سے ہے۔ لیکن وہ اس کا علاج یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اپنے حق پر اصرار کیا جائے بلکہ محبت سے ہندوؤں کو شرک کی مضحکہ خیزی کا احساس دلایا جائے" قاضی صاحب نے ایک صاحب کے خط کے جواب میں حسب ذیل خط لکھا تھا جو تدبر اور دانشمندی کا نمونہ ہے۔

مکرمی السلام علیکم

آپ کا خط بنام حضور امیر شریعت دفتر میں موصول ہوا۔ جواباً عرض ہے کہ کسی مسلمان کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ خوف زدہ اور سراسیمہ ہو۔ دنیا کی تمام مشکلات میں ایک مسلمان کا طریقہ عمل یہ ہونا چاہیئے کہ وقت اور ضرورت کے تقاضوں کے مطابق مناسب تدبیر عمل میں لائے اور پھر نتیجہ سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔

آپ کو معلوم ہے کہ ہندوستان پر جب انگریزوں کا قبضہ ہوا تھا تو ہندو اور

مسلمانوں میں کوئی کشمکش نہیں تھی اور دونوں اچھے پڑوسیوں کی طرح ملے جلے رہتے تھے۔ اس صورت حال نے انگریزی بدیسی راج کو کشمکش میں ڈال دیا خاص کر اس لئے کہ ہندو اور مسلمان دونوں ہی اس بدیسی راج کو ناپسند کرتے تھے۔ اب انگریزوں نے ہندو اور مسلمانوں کو جدا کرنے کی تدبیریں سوچیں اور اس میں سب سے پہلی تدبیر یہ تھی کہ تعلیم کا سررشتہ اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور پھر اس کے لئے ہندو اور مسلمانوں کی تاریخ اس نہج پر تیار کی کہ ہندو اور مسلم یہ محسوس کریں کہ ان کے مذاہب ہی علٰحدہ علٰحدہ نہیں ہیں بلکہ ان کی قومیت بھی دو ہے اور پھر دونوں کے افتراق کے افسانے گھڑے گئے اور انہیں اجاگر کیا گیا یہاں تک کہ دو قوم کا تصور پختہ ہو گیا اور اب نسل قوم زبان تمدن غرض ہر چیز اس سحر فرنگ سے ہندوں اور مسلمانوں کو دو نظر آنے لگی اس طرح ہندوستان میں حکومت کرنا انگریزوں کے لئے آسان ہو گیا۔ عین اس وقت جب جدائی کے زہر سے سارا ہندوستان زہریلا ہو چکا تھا حالات کی ایسی ناسازگاری پیش آئی کہ ہندوستان کے چھوڑنے میں انگریزی قوم کو اپنا فایدہ نظر آیا اور وہ ہندوستان کو چھوڑ کر چلے گئے۔

ہندو اور مسلمان آزادی کی راہ میں چلتے چلتے جس طرح دست و گریبان ہوئے اس نے طبیعتوں میں غصہ اور نفرت کو ابھار دیا۔ آپ نے اپنے یہاں کی جو صورت حال لکھی ہے وہ بھی اسی کا نتیجہ ہے ایسی صورت میں میری رائے یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو ایسی کوئی حرکت نہیں کرنی چاہئے جس سے ان شریروں کو جو ہندو اور مسلمانوں کو لڑانا چاہتے ہیں ہندوؤں کو ابھارنے اور ان کے غصہ اور نفرت کو بڑھانے کا موقعہ ملے۔ گائے کی قربانی کے معاملہ کو ہم لوگ محض عقلی طور پر سوچتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ ہم گائے کی قربانی کرتے ہیں اور یہ ہمارا حق ہے لیکن یہ بھول جاتے ہیں کہ انسانوں کے جذبات بیشتر عقل پر غالب آجاتے ہیں اور جذبات عقل کے پابند نہیں رہتے۔ ہم کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہمارے بعض ہندو ہمسایہ گائے کی پرستش کرتے ہیں اور اس معاملہ کو اس طرح نہیں دیکھتے جس طرح ہم دیکھتے ہیں۔

نتیجہ یہ ہے کہ خون خرابہ ہوتا ہے اور افتراق کی خلیج وسیع ہو جاتی ہے حالانکہ اس کی سخت ضرورت ہے کہ اتحاد اور امن کی فضا پیدا ہو۔

ایسی صورت میں میری ذاتی رائے یہ ہے کہ مسلمانوں کو بطور خود گائے کی قربانی چھوڑ کر اپنے ہندو ہمسایوں کے دل جیتنے کی کوشش کرنی چاہئے اس طرح ہم اپنے عید کو پر امن اور پرسکون بنائیں گے۔

مسلمانوں کی معاشی مشکلات کا مجھ کو اندازہ ہے کہ ایک گائے میں سات آدمیوں کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے اس مشکل کا علاج یہ ہے کہ جو لوگ بکرے کی قربانی نہیں کر سکتے وہ بھینسوں کی قربانی کریں جن قصابوں کو ذبیحہ گائے کی ممانعت سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہے وہ اپنی مشکلات حکومت کے سامنے رکھ سکتے ہیں اور کوئی متبادل پیشہ اختیار کر سکتے ہیں اور اس کے لئے حکومت سے امداد کے خواہشمند ہو سکتے ہیں ہم سب ان کے ساتھ ہوں گے۔ ذبیحہ گاؤ کی ممانعت سے ہندوستان کی معیشت و تجارت پر بھی اثر پڑے گا لیکن یہ مسئلہ ہندو مسلم اکابر کے متحدہ طور پر سوچنے کا ہے اکیلے ہم مسلمانوں کے سوچنے کا نہیں ہے۔

حالات بدلتے رہتے ہیں بہت ممکن ہے جب مسلمان ذبیحہ گاؤ چھوڑ دیں گے اور ہندوؤں کی ضد اور غصہ کا خاتمہ ہو جائے گا تو وہ اپنی غلطی کو محسوس کریں۔

والسلام

احمد حسین ناظم امارت شرعیہ

جریدہ نقیب امارت شرعیہ کی طرف سے ایک پندرہ روزہ اخبار امارت کے نام سے مولانا عثمان غنیؒ کی ادارت میں نکلتا تھا جس میں امارت شرعیہ کے کارکنوں کی اطلاع ہوتی تھیں اور مسائل حاضرہ پر امارت شرعیہ کی رائے بتائی جاتی تھی۔ حکومت برطانیہ نے جب اس اخبار سے ضمانت طلب کر لی تو بجائے امارت کے پندرہ روز نقیب شائع ہوا اور پھر امیر شریعت رابع کے دور میں اس کا ہفتہ وار ایڈیشن بھی شائع ہونے لگا۔ قاضی صاحب نے اپنی نظامت میں جریدہ امارت کے لئے شاہ عیسیٰ صاحب کو بلایا۔ لیکن وہ زیادہ دن نہ

رہ سکے مولانا عثمان غنی صاحبؒ کے بار بار طلب کرنے پر جب وہ نہیں آئے تو مولانا عثمان غنی صاحبؒ کی ادارت میں اخبار نکلتا رہا۔ جب جریدہ نقیب کا دور آیا مولانا طیب عثمانی سلمہٗ بلائے گئے لیکن وہ بھی نہیں ٹھہر سکے اس کے بعد مجھ کو بلایا گیا۔ امیر شریعت ثالث مولانا شاہ قمر الدینؒ اور نائب امیر شریعت مولانا عبدالصمد رحمانی اور قاضی شریعت مولانا نورالحسنؒ مجھ سے متعدد بار کہہ چکے تھے لیکن میرے حالات نے اس وقت مجھ کو اجازت نہیں دی تھی بہر حال جب میرے حالات ایسے ہوئے کہ میں امارت میں آسکوں تو قاضی احمد حسین صاحب کی طلب پر امارت میں آگیا۔ دراصل قاضی صاحب پارلیمنٹ کے رکن ہوئے تو ان کو ضرورت ہوئی کہ ان کے پیچھے امارت کے ان امور کو کوئی شخص انجام دے جن کو وہ انجام دیتے تھے چنانچہ انھوں نے مجھ سے نیابت و معاونت کی ذمہ داری اٹھانے کا شدید تقاضا کیا۔

میں جب دفتر امارت شرعیہ میں آگیا تو قاضی صاحب نے مجھ کو معین ناظم اور مدیر نقیب کے عہدہ پر مامور کیا۔ راقم الحروف کی ادارت میں جو شمارے نکلے وہ امیر شریعت اور قاضی صاحب کو پسند آئے۔ لوگوں کے خطوط بھی پسندیدگی کے آنے لگے نمونہ کے طور پر ایک خط مولانا مناظر احسن گیلانیؒ کا درج ذیل ہے۔

ذرہ نواز عثمانی صاحب مہتمم فی الہناء والعافیہ

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ تعجب ہے کہ فقیر نے آپ کے نوازش نامہ کے جواب میں جو عریضہ معذرت خدمت والا میں پیش کیا تھا وہ آپ کو نہ ملا۔ آپ کی تحریک کے بغیر دل میں بار بار خیال آتا رہا کہ نقیب کے صفحات کو ذریعہ بنا کر نقابت دینی کا جو فرض وطن کی طرف ہوتا ہے اس سے سبکدوشی حاصل کروں لیکن اپنی کوتاہ بختی کا شکوہ کس سے کروں۔ طبیعت کچھ بھی سنبھال لیتی ہے کہ مرض کا نیا حملہ ہو جاتا ہے ڈاکٹروں کا اصرار تو یہ ہے کہ خط و کتابت کی حد تک بھی لکھنا میرے لئے مضر ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ نقیب آپ کے دست مبارک میں پہنچنے کے بعد نقابت دینی کا فرض حسن و خوبی کے ساتھ ادا کر رہا ہے۔ اسکولوں کی نصابی کتابوں پر آپ کی تنقید

کا سلسلہ حد سے زیادہ ضروری اور مفید ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ ابھی چند ہی نمبر آپ کے اس مضمون کے نکلے ہیں مگر ملک کے طول وعرض میں کافی ہلچل ان کی وجہ سے پیدا ہوگئی ہے الجمعیۃ جیسے مرکزی اخبار نے جو دلچسپی ان سے لی ہے نظر سے گزری ہوگی۔ یہ کام بہت پہلے کرنے کا تھا لیکن ہمارے ذمہ دار قائدین خاموش تھے جزاکم اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء ہوگئیں کی ہم بھی۔ ہر شمارہ نقیب کا آپ کے ہاتھوں میں پہنچ کر بہتر سے بہتر شکل اختیار کرتا جارہا ہے۔

فقط مناظر احسن گیلانی۔

اسی طرح مولانا ریاض احمد صاحب بتیا چمپارن نے مجھ سے کہا کہ "آپ کی تحریریں بہت اچھی ہوتی ہیں آپ اسی طرح لکھتے رہئے ڈریئے نہیں"۔

اخبار الجمعیۃ نے میری تائید میں کثرت سے مقالے لکھے۔ اخبار دعوت نے میرے اکثر مضامین بڑی بڑی سرخیوں کے ساتھ شائع کئے۔ مسلم صاحب ایڈیٹر اخبار دعوت نے مجھ کو لکھا کہ "آپ کے مضامین دعوت میں شائع ہوتے رہتے ہیں لیکن میں چاہتا ہوں کہ آپ اخبار دعوت کے لئے مضمون لکھیں"۔ مولانا عبدالماجد دریابادیؒ کے اخبار "صدق" میں میرے اکثر مقالوں اور رپورٹوں کی تائید میں نوٹس لکھے گئے۔ چین اور ہندوستان کی جنگ پر جو مضمون میں نے لکھا تھا اخبار صدق میں اس کا حوالہ دیتے ہوئے یہ لکھا گیا تھا کہ "بہت اونچا جارہا ہے ادارہ امارت شرعیہ" الحمدللہ نقیب کی اشاعت بھی بڑھ گئی تھی۔ لیکن تصویر کا یہی ایک رخ نہیں ہے میری مخالفت بھی ہوئی جس کو دبانے کے لئے مولانا عبدالصمد رحمانیؒ نائب امیر شریعت نے مجھ کو لکھا تھا کہ اخبار کی ستائش میں جو مراسلے آتے ہیں ان کو شائع کیا جائے لیکن اس وقت تک ان مراسلوں کی حفاظت نہیں کی گئی تھی اور وہ ضائع ہوگئے تھے اور ان کو شائع کرنے میں خود نمائی بھی محسوس ہوتی تھی۔

اصل یہ ہے کہ میرا امارت میں آنا نامعلوم اسباب کی بنا پر بعض حضرات کو بہت ناگوار ہوا۔ انھوں نے یہ پروپگنڈا شروع کیا کہ میں جمعیۃ علماء کی مخالفت کررہا ہوں۔ یہ الزام اس لئے حیرت انگیز تھا کہ میری پوری زندگی علماء کی حمایت اور خدمت میں گزری تھی امارت کے لوگ بھی جمعیۃ علماء کے حامی اور خدام میں تھے اور میں نقیب میں برابر جمعیۃ علماء کی حمایت کررہا تھا۔ اور لکھ رہا تھا کہ

امارت شرعیہ اور جمعیتہ علماء کا چولی دامن کا ساتھ ہے میرے خلاف پروپگنڈا اتنا سخت ہوا کہ ایک صاحب نے جو ام ال اے بھی تھے اور جمعیتہ علماء بہار کے ناظم بھی قاضی احمد حسین صاحب کو خط لکھا کہ نقیب میں جمعیتہ علما کی مخالفت ہوتی رہتی ہے، جس کے جواب میں قاضی صاحب نے ان کو لکھا کہ

کسی ایسے قابل اعتراض مضمون کا حوالہ دیا جاتا تو غور کرنے میں آسانی ہوتی۔ میرے خیال میں جمعیتہ علماء کے خلاف کوئی مضمون نہیں نکلا ہے۔ مجھ کو معلوم ہوا ہے کہ پٹنہ میں کچھ لوگ ہیں جو غلط فہمیاں پیدا کر رہے ہیں۔ غلط فہمیوں میں نہیں پڑنا چاہئے"۔

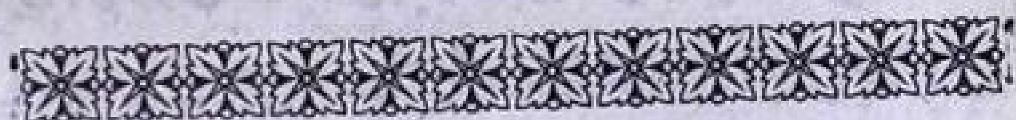
یہی نہیں بلکہ لوگوں نے مرکزی جمعیتہ کے بزرگوں کو بھی مغالطہ میں ڈالنے کی کوشش کی اور مولانا محمد میاں ؒ نے اس بارے میں مجھ کو خط لکھا کہ ایسا کیوں ہو رہا ہے۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ نقیب تو آپ کے یہاں جاتا ہے کسی ایسے قابل اعتراض مضمون کا حوالہ دیا جائے۔ مولانا محمد میاں نے مجھ کو جواب دیا کہ "نقیب مسلسل میرے مطالعہ میں نہیں رہتا ہے اس لئے کوئی حوالہ نہیں دے سکتا ہوں بہر حال مجھے یقین ہے کہ آپ حضرات میرے ہیں"۔ اس کے بعد جمعیتہ علماء صوبہ کے جلسہ میں ایک تجویز لائی گئی کہ نقیب اخبار کے ذریعہ امارت و جمعیتہ میں اختلاف پیدا کیا جا رہا ہے لیکن مولانا شاہ عون احمد صاحب نے جو وہاں موجود تھے اس کو چیلنج کیا اور یہ تجویز واپس لے لی گئی۔ مولانا شاہ عون احمد صاحب نے اور مشتاق احمد صاحب سابق ام ال اے نے یہ قصہ مجھ کو سنایا تھا۔

ایک طرف تو جمعیتہ علماء میں میری مخالفت کی فضا پیدا کی جا رہی تھی دوسری طرف کچھ لوگوں نے جن میں جمعیتہ علماء ہند کے ایک ذمہ دار شخص بھی تھے مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میں جماعت اسلامی کی جو ایک "ضال ومضل" جماعت ہے نقیب میں حمایت کر رہا ہوں۔ جس کے جواب میں میں نے ان کو لکھا کہ نقیب میں جماعت کی مخالفت میں تو مضمون آیا ہے لیکن حمایت میں کوئی مضمون نہیں آیا ہے تیسری طرف کچھ لوگوں نے جن میں حکومت بہار کے ایک ذمہ دار بزرگ بھی تھے مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میں کیمونسٹ ہوں۔

بہر حال میرا ضمیر مطمئن ہے کہ میں نے جو کچھ لکھا صحیح لکھا اور انصاف اور حق کی حمایت میں لکھا نیک نیتی سے لکھا۔ اور اللہ تعالیٰ سے امیدوار ہوں کہ وہ میری خدمت کو قبول کرے گا جن لوگوں نے میری مخالفت کی انھوں نے میری تحریروں کو سامنے نہیں رکھا وہ بدگمانیوں نفرت اور خواہ

مخواہ کی مخالفت کے شکار ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کرے۔ صرف امارت شرعیہ نہیں بلکہ اکثر وبیشتر ملی اداروں میں باہمی عدم اعتماد اور افتراق وانتشار پیدا کرنے والے عناصر ہوتے ہیں اور یہ عناصر اکثر کامیاب بھی ہوجاتے ہیں مسلمانوں کو ان عناصر سے جتنا نقصان پہونچا ہے بیرونی مخالفین سے نہیں پہونچا۔

من از بیگانگاں ہرگز نہ نالم
کہ بامن ہرچہ کرد آں آشنا کرد



دسواں باب

سنی مجلس اوقاف بہار کی اصلاح اور نگرانی کا کام دستاویزی خطوط کی روشنی میں

ہندوستان میں جب مانٹیگو چیمسفورڈ اصلاحات کی بنیاد پر قانون ساز کانسلوں کا پہلی دفعہ انتخاب ہوا اور کانگریسی لیڈروں کی ایک جماعت نے پنڈت موتی لال نہرو کی قیادت میں سوراجیہ پارٹی بناکر انتخابات میں حصہ لیا تو قاضی احمد حسین صاحب بھی اس انتخاب میں آزاد امیدوار ہوئے اور ووٹوں کی بڑی اکثریت حاصل کرکے کامیاب ہوئے۔

کانسل کی رکنیت کے اس دور میں قاضی صاحب نے بہار کانسل میں ایک وقف بل پیش کیا۔ ہندوستان کی کسی کانسل میں کسی صاحب نے اس سے پہلے یا اس موقعہ پر کوئی وقف بل نہیں پیش کیا تھا۔ قاضی صاحب ملک میں پہلے آدمی تھے جنھوں نے اس طرف توجہ کی۔

چونکہ زمینداری کا زمانہ تھا اور متولی حضرات بڑے بڑے زمیندار تھے اس لئے اس بل کی مخالفت شدید ہوئی اور یہ منظور نہ ہوسکا۔ متولی حضرات اپنے اوپر کنٹرول پسند نہیں کرتے تھے اور اکثر تو اوقاف کو برباد کر رہے تھے۔

پھر آزادی سے کچھ پہلے کانگریسی وزارتوں کا زمانہ آیا۔ ڈاکٹر محمود صاحب بہار کے وزیر تعلیم و ترقیات ہوتے۔ انھوں نے اس طرف توجہ کی۔ اس وقت بہار اور یوپی میں بالخصوص سوامی سہجانند کی قیادت میں کسان تحریک مقبول ہو رہی تھی۔ زمینداروں کا زور ٹوٹ چکا تھا۔ انھیں نہ حکومت میں پناہ مل رہی تھی اور نہ عوام میں اس لئے ڈاکٹر محمود صاحب کے مسلم وقف بل کی کوئی مخالفت نہیں ہوئی، ڈاکٹر صاحب نے بل پر غور کرنے کے لئے جو سلکٹ کمیٹی بنائی تھی اس میں قاضی صاحب مولانا منت اللہ صاحب عبدالغنی صاحب، ام ال سی اور بعض دوسرے حضرات کو رکھا تھا۔

قاضی صاحب کا خیال تھا کہ اس وقت تو بل خواہ کسی قدر ناقص ہو پاس ہو ہی جانا چاہیے پھر آہستہ آہستہ اس کی اصلاح ہوتی رہے گی۔ چنانچہ سلکٹ کمیٹی کی سفارش کے ساتھ یہ بل ۱۹۴۸ء میں قانون ساز ادارہ سے منظور ہو گیا اور گورنر نے بھی منظوری دے دی اس قانون کے تحت مسلم بورڈ کی تشکیل ہوئی جس میں قاضی احمد حسین صاحب عبد الغنی صاحب مولانا منت اللہ شاہ مصطفےٰ احمد صاحب گیا اور خاں بہادر سید حسن وکیل شاہ عزیز صاحب منعمی وغیرہ ممبر ہوئے۔ سید بشیر الدین صاحب بیرسٹر نیورہ عرف بسے صاحب اس کے صدر ہوئے۔

قاضی صاحب اس وقف ایکٹ کو جس قدر پسندیدہ نگاہوں سے دیکھتے تھے اس کا اندازہ ڈاکٹر محمود صاحب کے نام ان کے ایک خط کے مندرجہ ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے جو ۱۲ر رمضان مطابق ۲۸ر جولائی ۱۹۴۹ء کو ان کے پاس بھیجا گیا تھا۔

”مولانا اشرف علی تھانوی کی دینی تصانیف اتنی ہیں کہ ان کے معاصروں میں کسی کی نہیں۔ ترجمہ قرآن تفسیر قرآن سبھی کچھ ہے لیکن حیات المسلمین نامی اردو کا چھوٹا سا رسالہ ہے جس کے بارے میں وہ لکھتے ہیں کہ ہمیں سوائے اس رسالہ کے اپنی کسی تصنیف کے متعلق یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ وہ میری نجات کا ذریعہ ہوگا اسی طرح اپنی ساٹھ سالہ قومی زندگی میں آپ نے بہت سے کام کئے ہیں جن میں اکثر میرے علم میں بھی ہیں لیکن سوائے اس کام اجرار قانون وقف کے میرے دل میں یہ خیال پیدا نہیں ہوا کہ کوئی کام آپ کی نجات آخرت کا ذریعہ ہوگا۔“

نہ صرف یہ کہ وقف ایکٹ پر قاضی صاحب نے اپنی مسرت کا اظہار کیا بلکہ انھوں نے وقف بورڈ کو انگلی پکڑ کر چلایا بھی۔ قاضی صاحب کی خواہش تھی کہ اس کے ذریعہ مسلمانوں کے مختلف امور انجام پائیں۔

قاضی صاحب نے شاہ عزیز صاحب منعمی کی معیت میں ۶ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو سنی مجلس اوقاف کے دفتر کا معائنہ کیا جس کی رپورٹ انھوں نے صدر وقف بورڈ کو ۱۱ر دسمبر ۱۹۴۸ء کو بھیجی۔ اس رپورٹ کی مکمل نقل درج ذیل ہے۔

وقف بورڈ کے دفتر کا پہلا معائنہ

”میں اور شاہ عزیز صاحب منعمی دونوں نے تاریخ ۶ دسمبر ۱۹۴۸ء کو سنی مجلس اوقاف کے دفتر کا معائنہ کیا۔

شاہ صاحب کی آمد سے تقریباً ایک گھنٹہ پہلے میں پہنچ گیا تھا۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب مرحوم وکیل کی بڑی کوٹھی جس میں مرحوم خود رہتے تھے اس کے سائبان میں بائیں طرف سامنے ایک کمرہ میں دفتر ہے۔

میں جس وقت پہنچا (تقریباً ۱۱ بجے) ناظر صاحب کہیں تشریف لے گئے تھے میں کچھ دیر تک بیٹھا رہا یہاں تک کہ ناظر صاحب آ گئے۔

کمرہ بہت روشن نہیں ہے پچھم طرف سائبان میں دو دروازے ہیں جن میں ایک کھل سکتا ہے لیکن بند تھا۔ میرے توجہ دلانے پر ناظر صاحب نے دروازہ کھلوایا دروازہ پر کافی گرد اور جھول تھا۔ شیشے کے دروازے بھی بہت میلے۔ اگر کسی وقت شیشے کے دروازوں کو بند کر کے کام کرنا ہو تو کمرہ میں دھند ہوگا اور بجلی جلانی پڑے گی۔ آفس پیون کو تاکید کرنا چاہیے کہ دروازے شیشے اور کمرہ کی ہر چیز صاف رہے اور کمرہ میں کہیں گرد اور جھول نہ رہے۔

دفتر میں دو چھوٹی میزیں ہیں جن میں ایک پر ٹائپسٹ مع ٹائپ رائٹر بیٹھتے ہیں دوسرے میز پر جو وسط میں ہے تین آدمی بیٹھتے ہیں (جناب ناظر صاحب اور دونوں محرر حمید صاحب اور منظر صاحب) دو تین کرسیاں آنے والے ضرورت مند حضرات کے لئے رہتی ہیں جن پر لوگ آکر بیٹھتے ہیں۔ میں جس وقت پہنچا اور جب دفتر چھوڑا (تقریباً ½۱۱ بجے) کوئی نہ کوئی آتا رہا دفتر میں دو میزیں ہونی چاہئیں جس پر دونوں محرر الگ الگ کام کریں اور ناظر صاحب کا کمرہ الگ ہونا چاہیے موجودہ حالت میں کام کرنے والوں کو دقت ہوتی ہے ملنے والوں کی گفتگو اور ایک دوسرے کے رجسٹروں اور کاغذات کے تداخل سے کام میں کافی حرج ہوتا ہے۔ سب کی میزیں بھی الگ ہو جائیں تو کام میں سہولت ہو جائے گی۔

دفتر میں صرف دو کمرے ہیں ایک اوپر ہے دوسرا نیچے (دفتر کے کمرہ سے دور ہونے کی وجہ کر اوپر کا کمرہ بیکار ہے اس مکان کی موجودہ حالت ۱۱ کو لھوٹولہ اسٹریٹ کلکتہ جیسی ہے۔ جس میں بیک وقت بہت کرایہ دار رہتے ہیں یہ صورت حال ہمارے دفتر کیلئے بہتر نہیں ہے اور کاموں میں حرج ہوتا ہے اگر کوئی مناسب جگہ دفتر کے لئے مل جائے جو بھانت بھانت کے لوگوں کا عجائب خانہ نہ ہو تو بہتر ہے۔ لیکن اگر یہ نہ ہو سکے کہ آج کل شہر میں

مکانوں کی دقت ہے تو رائے یہ ہے کہ مکان کا وہ حصہ کرایہ لیا جائے جس میں مسلم لیگ ریلیف کمیٹی کا آفس تھا۔ اس میں تین کمرے اور ایک سائبان ساتھ لگا ہوا ہے۔ اگر وہ مل جائے تو ایک کمرہ ناظر صاحب ایک میں محرروں کے بیٹھنے کی جگہ ایک کمیٹی روم جو عام وقتوں میں ملاقات کا کمرہ ہو جائے گا اور یہ بہت بہتر ہوگا۔ کرایہ بھی ہمارے دفتر کے کرایہ سے کم ہے ناظر صاحب نے بتایا کہ ہمارے دفتر کا کرایہ ۱۵۰ یا ۱۵۵ ہے جبکہ مسلم لیگ ریلیف کے دفتر کا کرایہ صرف ۵۵ یا ۵۰ ہے۔ کرایہ کے بارے میں ان کی اطلاع مجھ کو ٹھیک یاد نہیں ہے لیکن قرینہ غالب انھوں نے اسی طرح کی کوئی رقم بتائی ہے یہ مکان جلد ہی خالی ہو گا۔ قاضی سعید صاحب سکریٹری مسلم لیگ ریلیف کمیٹی سے کہا جائے کہ مکان چھوڑنے کی جگہ ہم لوگوں کی طرف منتقل کر دیں امید ہے کہ وہ ایسا کریں گے۔

محرروں کے کاموں کو دیکھا۔ مولوی حمید صاحب کے ذمہ مندرجہ ذیل رجسٹر اور فائیل کا کام ہے۔ حسب ذیل رجسٹروں کا لکھنا ان کے ذمہ ہے۔

(۱) رجسٹر اجرائے نوٹس متولیان برائے اندراج وقف بورڈ (بخط اردو)
(۲) آنے والے خطوط کے نام اور پتے۔
(۳) جانے والے خطوط کے نام اور پتے۔
(۴) ڈاک کے ٹکٹوں کا اندراج
(۵) کیش بک
(۶) مشاہرہ بہی (یعنی جن لوگوں کو مشاہرہ دیا جاتا ہے وہ ٹکٹ لگا کر اس پر دستخط کرتے ہیں۔
(۷) پیون بک۔
(۸) دو چیزکے بانٹنے کی بہی۔
(۹) آرڈر بک جس پر صدر کے احکام ہیں

مولوی منظر صاحب کے ذمہ (۱) ایجنڈا اور اردو کے ضروری خطوط لکھنے کے علاوہ (۲) اندراج وقف دفعہ ۲۶ (۳) وثایق وقف منظر صاحب کا رجسٹر اردو میں ہے اور حمید صاحب کا سوائے ایک کے انگریزی میں ہے، ال حسن صاحب ٹائپسٹ کا کام انگریزی کے خطوط اور چیزوں کا ٹائیپ کرنا ہے۔

ضروری تبصرہ اور تجویزیں

آل حسن صاحب کے سپرد صرف ٹائیپ کا کام ہے دفتر میں ٹائیپ کی ضرورت صرف اس وجہ سے ہے کہ صدر کا مشغول وقت برباد نہ ہو اور حکومت سے خط کتابت میں سہولت ہو۔ ٹائیپ کے کام کا جائزہ لیا جائے تو اوسط ایک گھنٹہ روزانہ سے زیادہ کا کام نہیں ہے اس لئے ٹائیسٹ کے ذمہ دفتر کا اور کام بھی ہونا چاہئے لیکن وہ یہ نہیں کرسکیں گے کیونکہ چار پانچ سال ہوئے ان کو جنون کا سخت دورہ ہوگیا تھا اب بھی ان پر اس کا اثر باقی ہے جنون کا مرض دب جاتا ہے پھر ابھر تا رہتا ہے دفتر میں ان کی عارضی تقرری اتفاقی غلطی ہے۔ میں جب پہنچا تو کچھ دیر بعد دو ایک کارڈ اور غالباً منی آرڈر کا ایک فارم ٹائیپ کرکے یہ بے تکلف چلے گئے اور پھر بہت دیر بعد واپس آئے۔ بانکی پور کی سڑکوں پر دفتر کے وقتوں میں اکثر پائے گئے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ غیر حاضری کے عادی ہیں اور ظاہر ہے کہ یہ بے چارے معذور ہیں ان کی جگہ ایک ایسا شخص جس کا اُردو حرف بھی اچھا ہو اسٹینو رکھا جائے تاکہ دفتر کا اور کام بھی کرسکے۔

منظر صاحب

میں جس وقت پہنچا اور جس وقت میں نے دفتر چھوڑا ان کو اپنے کاموں میں مشغول پایا ان کے اور حمید صاحب کے کاموں کے لئے صرف ایک میز ہے اس سے کام میں کافی حرج ہے۔ ان دونوں کو الگ الگ میز دینے سے کام ضرور بڑھ جائے گا اس لئے فوراً دو میز آفس کے لئے لی جائے۔ اندراج وقف کا رجسٹر صرف پٹنہ کا مکمل ہوا ہے اور مونگیر کا لکھا جارہا ہے۔

حمید صاحب

آل حسن صاحب اور منظر صاحب کے کاموں کے علاوہ بقیہ سب کام انہی کے سپرد ہیں۔

(۱) کمیشن بک سنگل انٹری کے قاعدہ سے لکھا جاتا ہے اور کوئی کتاب جنتری (ایڈوانس بک) بھی نہیں ہے جس کی وجہ سے لینا اور پاؤنا جاننا بہت مشکل ہے۔ کسی کو جب ایڈوانس دیا جاتا ہوگا تو حافظہ سے کام چلتا ہوگا اس لئے میری رائے ہے کہ بلا توقف کتاب جنتری یعنی ایڈوانس بک کا اضافہ کیا جائے۔

(۲) حاضری بہی رجس میں علامتی حروف سے حاضری بیماری رخصت غیر حاضری تعطیل کے لئے نشان بنائے جائیں اور وقت کے وقت اندراج ہو یہ نہیں ہے حیرت ہے کہ اس قدر ضروری چیز اب تک نہیں ہے کون کب آیا کب گیا کب حاضر رہا کیسے معلوم ہوگا؟ اس لئے اس رجسٹر کا فوراً اضافہ کیا جائے۔

(۳) رخصت بھی اسٹاک رجسٹر ناظم صاحب اور ہیڈ محرر کے کتاب الاحکام کا بھی فوراً اضافہ کیا جائے۔ میری یہ بھی رائے ہے کہ حساب ڈبل انٹری کے اصول پر رکھا جائے۔ اس بارے میں ماہرانہ مشورہ شاہ مصطفےٰ احمد صاحب دیں گے ان سے خصوصیت سے مشورہ لیا جائے۔

میں نے دفتر کی الماری کا معائنہ کیا دفتر میں صرف ایک الماری ہے اور یہی ہمارے تمام سامانوں کی زنبیل ہے۔ فائلیں بے ترتیب رکھی ہوئی ہیں اور ان کی ترتیب ابتک نہیں ہوئی ہے اور کاموں کے کم ہونے کی وجہ یہ بھی ہے مجھے یقین ہے کہ وقت پر کاموں میں اس کی وجہ سے دیر یا دقت ہوتی ہوگی میں نے جب دریافت کیا تو حمید صاحب نے بتایا کہ ایک الماری اور آئے تو وہ قاعدہ سے چھٹ ساٹ کر دفتر کی فائیلوں کو درست کریں گے کھلی اور بند الماری فوراً ضرورت ہے بلا توقف منگوا دی جائے۔

رجسٹر دفعہ ۲۵ اور وثیقہ کے رجسٹر کے لئے میں نے حسب ذیل مشورہ حمید صاحب کو دیا ہے۔ اول الذکر رجسٹر بہت چھوٹا ہے اس کو بڑا ہونا چاہیے۔ تب اندراج میں سہولت ہوگی۔ حمید صاحب نے ایک سادہ رجسٹر وثیقہ بھی کے لئے دکھلایا وہ بھی چھوٹا اور ناموزوں معلوم ہوا۔ میں نے مشورہ دیا کہ رجسٹری آفس میں دیکھ لیں جیسا رجسٹر وثیقہ کا وہاں ہو ویسا ہی رکھیں حمید صاحب کی عمر اور دفتر کی موجودہ بے ترتیبی اور عدم تنظیم کے پیش نظر ان کا کام غنیمت ہے۔

حمید صاحب نے تعطیل کے بارے میں بتایا کہ ابھی تعطیل نامہ درست نہیں ہوا ہے۔ اور شیعہ وقف بورڈ کے تعطیل نامہ کا تذکرہ کیا۔ اتوار اور جمعہ کی تعطیل کے بارے میں میرے دریافت کرنے پر کہ آپ لوگ کس دن کی تعطیل کو پسند کریں گے انھوں نے جمعہ کی تعطیل کو بتایا۔ میں بھی ہر لحاظ سے اس دفتر میں اتوار کے بجائے جمعہ کی تعطیل کو بہتر سمجھتا ہوں مجھے توقع ہے کہ میز الماری اور رجسٹروں کا اضافہ جنھیں میں نے تجویز کیا ہے جلد از جلد کر دیا جائے گا۔ کافی دیر ہو چکی ہے اس کام کو دنوں میں پورا کیا جائے ہفتہ اس پر نہ گزرے"۔

احمد حسین

۱۱ر دسمبر ۴۸ء

دوسرا اور تیسرا معائنہ

دوسرا معائنہ قاضی صاحب نے ۱۱ر دسمبر ۴۸ء کو ۱۳ اور ۱۵ر دسمبر ۴۸ء کو کیا جس کی رپورٹ انھوں نے مجلس اوقاف کو ۲۲ر دسمبر ۴۸ء کو بھیجی

یہ دوسری رپورٹ درج ذیل ہے۔

۱۱ر دسمبر کو میں آپ کے یہاں سے ہوتا ہوا ۱۲½ بجے دفتر سنی مجلس اوقاف پہنچا۔ دفتر کے چپراسی کو کمرے کے جھول جھاڑنے دروازوں کے شیشوں کو صاف کرنے اور کمرہ کو صاف رکھنے کی تاکید کی۔

دفتر کو مشورہ دیا کہ حاضری رجسٹر اور دوسرے ضروری رجسٹر جلد تیار کئے جائیں میز کے بغیر کام میں سخت حرج ہوتا ہے۔ جلد دو اور میزیں خریدنے کا مشورہ دیا۔

ٹائپسٹ موجود نہ تھے۔ ناظر صاحب نے فرمایا کہ اسپتال میں ان کو کچھ ضرورت ہے اجازت سے گئے ہیں۔ متولی کو جو میرے ساتھ تھے کچھ کاغذ دیکھنا تھا اب تک مسلسل دیکھنے کی اور نقل کاغذات کی کوئی فیس مقرر نہیں ہے اور نہ رسید رقم لینے کے لئے ہے۔ معلوم ہوا رسید چھپنے گئی ہے۔ میں نے مشورہ دیا کہ معائنہ کاغذات اور نقل کا کوئی عاضی پیمانہ مقرر کر دیا جائے۔

۱۵ر دسمبر کو ½ ۹ بجے میں دفتر سنی اوقاف پہنچا۔ کمرہ اور شیشے صاف کئے گئے ہیں۔ دفتر میں دس بجے منظر حسین صاحب ½ ۱۰ بجے آل حسین صاحب ۱۰/۰۰ پر دفتر تشریف لائے۔ حاضری بہی انگریزی میں بن گئی ہے۔ میری رائے ہے کہ جنوری سے اُردو رسم الخط کر دیا جائے اور حاضری کے نقشہ میں بھی ترمیم کر دی جائے میں نے اپنی رائے اور تجویز دفتر میں بتا دی ہے۔

حاضری بہی پر حمید صاحب منظر صاحب آل حسن صاحب کا نام ہے میں نے رائے دی کہ چپراسیوں اور ناظر صاحب کا نام بھی ہونا چاہئے۔ البتہ جب ناظر صاحب دفتر کے کام سے باہر جائیں تو باہر لکھا جائے۔ مرکز پر ہوں تو موجودگی کا نشان بنایا جائے ناظر صاحب کے لئے دفتر میں حاضری کا وقت لکھنے کی قید نہیں ہو۔

حاضری بہی پر یکم دسمبر سے ۱۳ دسمبر تک بقید وقت حاضری بنا دی گئی ہے حالانکہ میں ۱۱ر کو دفتر گیا تھا تو حاضری بہی نہ تھی۔ ۱۲ر کو اتوار ہے۔ ۱۳ یا ۱۴ کو حاضری بہی بنی ہو گی۔ میں نے حاضری پر سرخ روشنائی سے یہ نوٹ کر دیا ہے۔

شیعہ وقف بورڈ کا معائنہ

۱۸ر دسمبر کو میں ۱۲½ بجے نواب مہدی حسن صاحب عرف میاں کے یہاں شیعہ مجلس وقف کا دفتر دیکھنے کی غرض سے گیا تھا۔ از راہ عنایت وہ میرے ساتھ دفتر گئے اور رجسٹر فائیل اور بجٹ (جو متولیوں کو

پیش کرنا چاہئے) کا نقشہ دکھایا۔
بعض رجسٹروں کے نقشوں کی نقلیں میں نے لیں۔ لیکن سب کی نقل میں دقت زیادہ لگتا اس لئے نہ لیں صرف نوٹ کر لیا۔
فائلیں بھی جو بن چکی ہیں اور مرتب ہیں انھیں بھی نوٹ کیا۔ سنی مجلس اوقاف سے زیادہ یہ دفتر سلجھا ہوا ہے اور مرتب ہے۔ اس کی دو وجہیں سمجھ میں آئیں۔ ایک یہ کہ اوقاف کی تعداد یہاں کے مقابلہ میں کم ہے۔ دوسری بڑی وجہ یہ ہے کہ نواب صاحب نے اپنے مکان کے احاطہ میں ایک بنگلہ دفتر کے لئے دے دیا ہے اور خود برابر دفتر میں بیٹھ کر کاموں کی رہنمائی اور دیکھ بھال بڑی دلچسپی سے کرتے ہیں۔

قاضی صاحب کی پیش کش

نواب صاحب کے احساس فرض اور دلچسپی کو دیکھ کر میرا خیال ہوا کہ اگر کچھ وقت میں دفتر سنی مجلس اوقاف کو دوں تو بہتر ہے امید ہے اس طرح کام میں کچھ چستی سلجھاؤ اور تیزی پیدا ہو جائے۔ دفتر میں میری حیثیت ایک فعال مشیر کی ہو اگر ان کو میری رائے سے اختلاف ہو تو آپ کا فیصلہ قطعی ہو۔ میرے جیسے ایک رفیق اور مددگار کے مل جانے سے آفس کی درستگی کے کام میں ناظر صاحب کو مدد ملے گی۔
اگر میری یہ پیش کش پسند خاطر ہو تو مطلع فرمائیں جس تاریخ سے آپ پسند فرمائیں دفتر جانا شروع کر دوں۔

ناچیز
احمد حسین ۲۲ دسمبر ۴۸ء

صدر سنی مجلس اوقاف نے قاضی صاحب کو حسب ذیل جواب دیا۔

۲۸ دسمبر ۴۸ء جناب قاضی سید احمد حسین السلام علیکم
آپ کی رپورٹ مورخہ ۱۱ دسمبر اور دوسرا ۲۲ دسمبر موصول ہوئی۔ آپ کا شکریہ ہمیں خوشی ہوئی کہ آپ دفتر کے کاموں میں خاص دلچسپی لے رہے ہیں جن باتوں کی طرف آپ نے توجہ دلائی ہے ان میں زیادہ کی طرف کام ہونے لگا ہے بقیہ بھی انشاء اللہ جلد مرتب کر دیا جائے گا۔

آپ کا یہ خیال کہ کچھ وقت آفس کے کاموں میں آپ دیں قابل شکریہ ہے آپ جب چاہیں بشوق تمام آفس میں تشریف لائیں اور ناظر صاحب کو مدد دیں۔

آپ نے فرمایا ہے کہ آپ کی دفتر میں کیا حیثیت ہوگی۔ اس کا تو سوال نہیں پیدا ہوتا ہے کیونکہ آپ ممبر ہیں اور آپ کو پورا حق ہے کہ آفس کی درستگی وغیرہ میں اپنے خلوص و تجربہ سے مدد دیں۔ ۲۳ دسمبر کو ہم نیورہ چلے آئے۔ کل پٹنہ گئے تھے آفس بھی گئے تھے۔ پھر شام کو یہاں چلے آئے۔ یہاں سے یکم جنوری کو پٹنہ جائیں گے۔

کمترین

سید بشیر الدین

قاضی صاحب نے بعد اجازت صدر ۲ر جنوری ۱۹۴۹ء سے مجلس اوقاف کے دفتر میں مستقلا جانا شروع کیا۔ انہوں نے معائنہ کے بعد اپنا جو نوٹ صدر مجلس اوقاف کو بھیجا وہ درج ذیل ہے۔ اس رپورٹ پر تاریخ ۲ر فروری ۱۹۴۹ء درج ہے۔

میں نے ۲ر جنوری ۱۹۴۹ء سے مجلس اوقاف کے دفتر مستقل طور پر جانا شروع کیا۔ ہاں درمیان میں چند دنوں کے لئے دفتر نہ جا سکا کیونکہ مجلس کی میٹنگ کے بعد چند روز کے لئے مکان چلا گیا تھا۔

کل میں تقریباً ۴½ بجے آپ کے یہاں حاضر ہوا تھا۔ لیکن آپ تشریف نہ رکھتے تھے۔ کل کٹک چلا جاؤں گا ملاقات نہ ہو سکے گی اس لئے مندرجہ ذیل باتوں کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔

(۱) ارسال خطوط اور موصولہ خطوط یہ دونوں کام آپ نے آل حسن صاحب کے ذمہ لکھا ہے جیسا کہ دفتین پر میں نے لکھا دیکھا لیکن یہ کام ان کو نہیں دیا گیا تھا میں نے اب دلایا ہے۔ ارسال فارم ۱ متولیان کو ارسال خطوط سے علحدہ کر کے کاپی پر لکھا جاتا ہے پھر متولیوں کے رجسٹر پر چڑھایا جاتا ہے آل حسن نے مجھ کو کہا کہ رجسٹری سے جو ڈاک جاتی ہے اس پر ٹکٹ کتنے کا لگے گا یہ قصداً نہیں لکھا جاتا ہے آل حسن کی بات کو قبول کئے بغیر میں حسب ذیل امور عرض کروں گا۔

میرا مشورہ یہ ہے کہ

(الف) فارم ۵۔ اور لفاف اور اس کے ساتھ جو خط جاتا ہے آپ اپنے ہاں منگوا کر وزن کرالیں اور پھر دیکھ لیں جتنا ٹکٹ جوابی رجسٹری کے لئے لگنا چاہئے۔ اگر اس سے زیادہ لگا ہے تو کیفیت کے بعد اگر جواب معقول نہ معلوم ہو تو ٹکٹ کے ان اخراجات کو نامنظور کرنا چاہئے۔ اس کے علاوہ ارسال پر بھی اکثر جگہ کارڈ گیا ہے یا لفاف لکھا نہیں ہے ایسی جگہوں پر گنتی کر کے اگر پتہ نہ لگ سکے کہ کارڈ گیا ہے یا لفاف تو کارڈ کا خرچ منظور کرنا چاہئے یہ پہلی تنبیہ ہوگی۔

آئندہ کے لئے حکم دیا جائے کہ جو خطوط جائیں ان کا اسٹیٹمنٹ درج ہو اور رجسٹری کا نمبر بھی تاکہ ڈیڑ آسانی سے ڈٹ کر سکے۔

(۲) ایک پرپانی خطوط اور پیکٹ تولنے کے لئے نہ بہت چھوٹی اور نہ بہت بڑی فوراً خریدنی چاہئے۔

(۳) پوسٹل گائڈ جدید ایڈیشن کی بھی سخت ضرورت ہے۔

(۴) آل حسن کے میز پر دستی نہیں ہے اس لئے ان کا کام ہرج ہوتا ہے۔

ایک دستی، لال اور سیاہ دو قلم ایک رنگین پنسل ایک نشان دینے کی سیاہ پنسل دو کشن خریدنے کے لئے فوراً حکم دیا جائے۔ میں کب سے کہہ رہا ہوں لیکن یہ نہیں ہو رہا ہے۔

(۵) رسیدیں جو چھپ کر آئی ہیں کس قدر چھپی ہیں وہ وہ چرا اور حساب میں درج ہے یا نہیں یہ دیکھنا چاہئے اور درج کرا دینا چاہئے ورنہ رقم کی جانچ ناممکن ہوگی۔

(۶) کاموں کی تقسیم اس طرح ہونی چاہئے کہ ایک کے کام سے دوسرے کی غلطی پکڑی جاسکے۔ جو ٹکٹ روزانہ آل حسن صاحب کو حمید صاحب دیں اس کی روزانہ جانچ کر کے تب ڈاک چپراسی کے حوالہ کریں اور بقیہ ٹکٹ لے لیں۔

(۷) ڈاک کے معمولی لفاف میں جو کاغذات جاسکتے ہوں حکم دینا چاہئے کہ ان کے لئے حتی الوسع سادہ لفاف نہ صرف ہوں۔

(۸) ایکٹ ۱۴ ۱۹۲۰ء اور رول دفتر کے لئے ضرور منگوالیا جائے اس میں یہ خاکہ رہتا ہے کہ متولی اپنے رجسٹر کس طرح رکھیں اس سے رجسٹروں کی ترتیب میں مدد ملے گی۔

فلینگ کے بغیر ضروری کاموں کا پتہ نہیں چلتا۔ میں جب سے دفتر جا رہا ہوں برابر کہتا ہوں۔ آل حسن کہہ رہے تھے کہ وہ گلزار باغ سے فلینگ لائیں گے۔ اگر آپ مناسب سمجھیں تو آل حسن صاحب کو ایکسٹ ۱۲ ۱۹۲۰ء لانے کے لئے کہہ دیں۔

(۹) سروس بک کے لئے چھوٹی چھوٹی چار کتابیں آنی چاہیں کسی کے خلاف جو ریمارک ہو اس پر چڑھے گی اس سے ہر ملازم متنبہ رہے گا۔ میں محسوس کرتا ہوں کہ احکام کی دفتر کو پرواہ نہیں ہے اس مرض کا ابتدائی علاج یہی ہے۔

(۱۰) آپ کے حکم کا بھی یہی حال ہے جن چیزوں کے منگوانے کا حکم دیں یا جن کاموں کا حکم دیں اس کے لئے ایک وقت مقرر کر دیں تاکہ اس کے بعد کیفیت طلب کی جا سکے۔ شاید اس کیفیت طلبی سے کام آگے بڑھے۔ میں تقریباً ایک ماہ دفتر گیا اور اس کی وجہ سے کچھ کام آگے بڑھا لیکن رفتار اتنی سست ہے کہ میری ہمت پست ہوتی جاتی ہے۔"

احمد حسین

قاضی صاحب کے سامنے انگریزی بولئے یا پڑھئے تو وہ اچھی طرح سمجھتے تھے لیکن خود انگریزی پڑھ نہیں سکتے تھے۔ وقف بورڈ کے کاغذات کچھ اردو میں تھے اور کچھ انگریزی میں انگریزی کے کاغذات پڑھنے کے لئے انھیں ایک معاون کی ضرورت تھی۔ مولوی ضمیر الدین صاحب پٹنہ نے جو ایک تجربہ کار شخص تھے اور خلافت کے زمانہ سے قومی کام کر رہے تھے اپنی خدمات پیش کیں۔ چنانچہ قاضی صاحب نے درج ذیل خط صدر سنی مجلس اوقاف کو لکھا۔

مکرمی　　السلام علیکم

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ میں ۹ ر کو بہار دیہاتوں کے دورہ سے لوٹا ہوں ۱۲ ر کو مجلس اوقاف کی میٹنگ ہے اس سے پہلے بہتر ہوگا کہ دفتر کے کاموں کا جائزہ لے لیا جائے۔ اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ۸ ر جون ۱۹۴۹ء سے دفتر کا معاینہ کروں۔

میں چونکہ ہنوز بیمار ہوں اس لئے میں نے مولوی ضمیر الدین صاحب سے کہا ہے کہ ملاحظہ کے کاموں میں وہ میرے مددگار ہو جائیں اور انھوں نے اسے قبول کر لیا ہے۔

آپ کی عنایت ہوگی کہ دفتر کو ہدایت فرما دیں کہ رجسٹر اور فائیلوں کو ملاحظہ کے لئے مرتب رکھیں انشاء اللہ ۱۸ ر جون سے دفتری کاموں کا معائنہ کروں گا ۱۸ ر کی تاریخ میں نے اس خیال سے رکھی ہے کہ ۱۸ ر ۱۹ ر کو آپ کی معیت بھی شاید حاصل ہو جائے۔

ناچیز

احمد حسین

قاضی صاحب کے اس خط کا جواب صدر مجلس اوقاف نے حسب ذیل دیا۔

پٹنہ ۱۷ ر جون مکرمی السلام علیکم

آپ کا خط ہمیں پرسوں ملا۔ جواب میں تاخیر کی یہ وجہہ ہے۔ آپ کی حیثیت مجلس کے ممبر کی ہے آپ جب چاہیں دفتر میں تشریف لائیں اور رجسٹر و کاغذات وغیرہ کا معاینہ کریں۔ اس میں کسی عذر کی گنجائش نہیں ہے۔ مگر آپ کی خواہش ہے کہ آپ کے ساتھ ایسے شخص ہوں جو مجلس کے ممبر نہیں ہیں آپ اگر اس پر غور کریں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ اصولاً یہ صحیح نہیں ہے۔

آپ کے خط سے یہ ظاہر ہوا کہ آپ مولوی ضمیر الدین صاحب سے اس کے متعلق بات کر چکے ہیں اور وہ آپ کو دفتر کے معاینہ میں مدد دینے کو تیار ہیں۔ ایسی مشکل میں ہم اجازت نہ دینا نامناسب سمجھتے ہیں آپ اپنے ساتھ مولوی ضمیر الدین صاحب کو اپنی مدد کے لئے لا سکتے ہیں۔ ناظر صاحب کو اس کی اطلاع دے دیا ہے۔ اتوار یعنی ۱۹ ر جون کو بقرینۂ غالب ہم باہر جائیں گے اس لئے ہمیں دفتر آنے کا موقعہ نہ ملے گا۔ امید ہے اب آپ بالکل صحیح ہوں گے

کمترین

بشیر الدین

جیسا کہ قاضی صاحب نے صدر مجلس اوقاف کو لکھا تھا انھوں نے حسب وعدہ مولوی ضمیر الدین

صاحب کی معیت میں ۱۸ر جون ۴۹ء سے ۲۲ جون تک دفتر سنی مجلس اوقاف کا معائنہ کیا اور اس کی رپورٹ صدر سنی مجلس اوقاف کو اس استدعا کے ساتھ دی کہ اسے وقف بورڈ کے جلسہ میں جو ۲۴ر جون کو ہونے والی تھی پیش کی جائے پوری رپورٹ درج ذیل ہے۔

"میں ۱۸ر جون ۴۹ء کو دفتر سنی مجلس اوقاف کے معائنہ کے لئے گیا۔ آج صرف صدر کے احکام کا ترجمہ ضمیر الدین صاحب (جو میرے اس معائنہ میں معاون ہیں) سے سنتا رہا۔ اور نوٹ کرتا رہا۔ ۱۹ر جون کو جتنے کاغذات ۴۹ء میں کتاب موصولہ میں درج تھے ان کو ملاتا رہا جو کاغذات نہ ملے ان کو فائیل میں دیکھ کر فائیل کا پتہ درج کرنے کو کہا تاکہ معائنہ کیا جا سکے۔

۲۲ جون کو رجسٹروں پر سرسری نظر ڈالا چونکہ ۲۴ کو میٹنگ ہے اس لئے معائنہ بند کر دیا۔ قبل اس کے کہ اس معائنہ کی کیفیت بیان کروں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ماقبل کے معائنہ کو بیان کر دیا جائے تاکہ ترقی کی رفتار کے موازنہ کا موقعہ ملے۔

یکم جون ۴۸ء کو جناب مولوی مہدی حسن صاحب نے بحیثیت ناظر دفتر کا چارج لیا۔ ۲۲ جون کو مولوی حمید صاحب کی تقرری ہوئی۔ ۲۵ کو انھوں نے دفتر کا چارج لیا۔ ۲۵ جون ۴۸ء سے کام شروع ہوا ۶ر دسمبر ۴۸ء کو میں اور شاہ صاحب منعمی نے دفتر کا معائنہ کیا۔ ہم نے جس وقت دفتر کا معاینہ کیا تو اس وقت حسب ذیل رجسٹر موجود تھے۔ اور حسب ذیل محرروں کے ذمہ تھے تمام کام مولوی حمید صاحب کی نگرانی میں ہوتا تھا۔ منظر حسین صاحب کے ذمہ حسب ذیل ہی اور کام تھے۔

(۱) ایجنڈا لکھنا (۲) اُردو کے ضروری خطوط لکھنا (۳) رجسٹر اندراجات اوقاف (حسب دفعہ ۲۷/۱۱) (۴) رجسٹر وثائق وقف

آل حسن صاحب مختصر نویس (اسٹینو) اور ٹائپسٹ ہیں اور بھی کام یعنی صدر کے املا کو مختصر نویسی میں لکھنا اور دفتر کے کاغذات کو ٹائیپ کرنا ان کا کام ہے۔

ہم لوگوں کی سفارش کے کچھ دنوں کے بعد رجسٹر ارسال المکاتب پوسٹیج رجسٹر اور فارم ۲ متولیوں کے پتے بھیجنے کا کام مزید آل حسن صاحب کے ذمہ کیا گیا۔ حمید صاحب

کے ذمہ کیش بک مکاتیب موصولہ مقدمات کی فائیل اور تمام رجسٹروں اور فائیلوں کا رکھنا ہے اور تمام محرران کی ہدایت وحکم سے کام کرتے ہیں۔

۶ دسمبر ۴۸ء کے نوٹ میں ہم نے حسب ذیل سفارش کی تھی۔

(۱) کیش بک سنگل انٹری کے قاعدہ سے لکھا جاتا ہے اس کو ڈبل انٹری کے اصول پر رکھنے کی سفارش کی تھی اب بھی حساب ڈبل انٹری کے مطابق نہیں ہے۔

(۲) کوئی کتاب جنتری (ایڈوانس بک) نہیں ہے۔ بلا توقف کتاب جنتری کا اضافہ کیا جائے۔

(۳) حاضری بہی جیسی ضروری کتاب ابتک نہیں ہے فوراً بنائی جائے۔

(۴) اسٹاک رجسٹر۔

(۵) رخصت بہی ناظر صاحب کی کتاب الاحکام کا اضافہ کیا جائے۔ (اسٹاک رجسٹر اب بھی نہیں ہے۔

(۶) فائیلیں بالکل بے ربط وبے ترتیب ہیں ان کو قاعدہ سے رکھنے کی ہدایت کی گو پہلی جیسی حالت نہیں ہے لیکن اب بھی درست نہیں ہے میں نے رپورٹ میں لکھا تھا کہ رجسٹروں کا اضافہ جسے میں نے تجویز کیا ہے جلد از جلد کر دیا جائے ہفتہ اس پر گزرنے نہ پائے"۔

دوبارہ گیارہ دسمبر ۴۹ء اور ۱۵ دسمبر ۴۹ء کو معائنہ کیا۔ ۲ جنوری سے یکم فروری تک اکثر جاتا رہا اور دفتر کی اصلاح کے لئے مشورہ دیتا رہا ۲ فروری کو صدر کو ایک خط لکھا جس میں مزید امور کی طرف انھیں متوجہ کیا۔ ان میں چند حسب ذیل ہیں۔

(۱) ارسال بہی پر تمام خطوط اور کاغذات جو متولیوں کے یہاں جاتے ہیں (اسٹیٹمنٹ فارم بھی درج کئے جائیں۔ ٹکٹوں کی قیمت ٹکٹوں کے خانہ میں درج کی جائیں۔

(۲) خطوط کے تولنے کے لئے پر یانی منگوائی جائے (پر یانی ابتک نہیں آئی ہے)

(۳) پوسٹل گائیڈ منگوائی جائے (معلوم ہوا کہ پوسٹل گائیڈ نہیں ملتی ہے) گویا ۶ دسمبر کے معائنہ میں یہ مزید اضافہ کیا۔

۱۸، ۲۲ جون کو مولوی ضمیر الدین صاحب کی معیت میں دفتر کا سرسری معائنہ کیا اور

حسب ذیل نتیجہ پر پہنچا۔

(۱) رجسٹر موصولہ میں ابتک نوٹس فارم ۱ (اسٹیٹمنٹ فارم ۱) اور نقل وثائق (جو ڈاک سے یا دستی آتے ہیں) درج نہیں ہیں۔

(۲) کسی فائیل کا کاغذ ہے وہ بھی درج نہیں ہے (اس کے درج کرنے کی ہدایت کی گئی اور درج ہو رہا ہے) مزید ہدایت کی گئی کہ ہر ڈاک جو ملے (ڈاک میں دستی اور خطوط و کاغذات بھی شامل ہیں) اس کو رجسٹر آمد خطوط میں پہلے درج کر کے جو جس فائیل کا ہو اس میں منسلک کیا جائے (اس پر ۲۳ جون سے عمل شروع ہوا ہے)

(۳) کیش بک کے خرچ کے خانہ میں ووچر درج نہیں ہوا ہے اور کہیں درج ہے تو گائیڈ فائیل کا نمبر نہیں ہے۔

آمدنی میں چالان نمبر ہونا چاہئے۔

(۵) فارم ۱ کی طلبی کی اطلاع اور فارم ۱ رجسٹری سے متولیوں کو گئی ہے اس کے ڈاک کے ٹکٹوں کی قیمت درج نہیں ہے۔ ۵ جنوری ۱۹۶۰ء سے آل حسن صاحب نے درج کرنا شروع کیا ہے لیکن حمید صاحب جب کتاب پر لکھتے ہیں تو درج نہیں کرتے ہیں آیندہ جو بھی لکھے اندراج پورا کرے۔ اس لئے کہ ٹکٹوں کی جانچ ڈیٹر کیلئے ناممکن ہے میں نے ہدایت کی ہے کہ رجسٹری کی رسید تاریخ وار گائیڈ فائیل میں چسپاں کی جائے اور رجسٹر متولیان میں گائیڈ فائیل کا نمبر درج کیا جائے تاکہ کچھ سہولت جانچ میں ہو جائے۔

(۶) جنرل رجسٹر آمدنی پر روزانہ بنک میں روپیہ داخل کرنے کے بعد ناظر صاحب کا دستخط ہونا چاہئے۔

(۷) رجسٹر وقف سیس میں کلکٹر کے فیصلہ سے متعلق خانہ بھی ہونا چاہئے۔

(۸) ہر متولی کے ارسال رقوم اور سیس کے اسٹیٹمنٹ کی کیفیت سے متعلق علٰحدہ علٰحدہ لیجر ہونا بہتر ہے اس سے بیک لمحہ ہر متولی سے وصول رقم اور بقایا کا فوراً اندراج ہو سکے گا اور باقی فاضل کا پتہ مل سکے گا اب بھی یہی ہو سکتا ہے لیکن بے سیاق ہوگا۔

(۹) ناظر صاحب کے آرڈر بک پر اب تک صرف دو آرڈر درج ہیں ان کے تمام احکام کو درج ہونا چاہیئے تاکہ کلرک اپنی اپنی ذمہ داری محسوس کریں۔

(۱۰) اگر ناظر صاحب ڈبل ڈائری رائج کر دیں تو (یہاں پر عبارت پھٹ گئی ہے۔ مؤلف) رپورٹ کی تیاری عملہ کے یومیہ کاموں پر توجہ اور یومیہ لوگوں سے انٹرویو صدر کے احکام کی تعمیل کب اور کس طرح وغیرہ وغیرہ سب معلوم ہو جائیں گے۔

(۱۱) الف۔ متولیوں کے جو پتے دفتر میں آئیں ان میں کتنوں کو نوٹس فارم ۱ بھیجی گئی بعد میں ان پر کیا کارروائی ہوئی۔

(ب) مقدمات میں کس کس نوعیت کی مسلیں ہیں ان پر کس طرح کارروائی ہوا اور اس کے دیکھنے کا موقعہ وقت کی کمی کے سبب نہ مل سکا نیز حساب کی بھی جانچ نہ کی جیسا کہ ۶ ؍ دسمبر ۴۸ء کے معائنہ میں ہم نے لکھا ہے کہ ڈبل انٹری کے اصول پر حساب رکھا جائے اگر ایسا ہو تو رجسٹر کم ہو جائیں گے کام میں وقت کم صرف ہو گا اور حساب بہت صاف اور مکمل ہو گا۔

ماہرین حساب کے نزدیک جہاں تک مجھ کو علم ہے سنگل انٹری کا قاعدہ نامکمل سمجھا جاتا ہے۔

صدر کے کتاب الاحکام اور روداد مجلس اوقاف کا معائنہ

(۱) صدر نے بجٹ کی جانچ کا جو حکم ۲۸ جنوری ۴۹ء کو دیا تھا اس کی تعمیل نہ ہو سکی

(۲) ناظرین صاحب کے آرڈر بک کے بارے میں صدر کا حکم ۳۰ ۲۸ جنوری کا جو مقصد تھا وہ پورا نہ ہو سکا۔ (۳) پروگریس رپورٹ معلوم ہوا کہ دفتر میں نہیں ہے صدر صاحب کے یہاں ہے اس لئے نہ دیکھ سکا۔

(۴) ۲۸ جنوری ۴۹ء کو صدر صاحب نے جو حکم دیا ہے کہ مجلس کی تجاویز پر عمل کیا جائے اس کو نہ دیکھ سکا معلوم ہوا کہ صدر صاحب کے یہاں ہے۔

(۵) صدر کے حکم ۱۱ اپریل ۴۹ء کی تعمیل بھی غالباً نہ ہو سکی۔

میری رپورٹ معائنہ مجلس کی میٹنگ منعقدہ ۲۴ جون ۴۹ء میں پیش کی جائے تاکہ

مجلس ان امور کے متعلق رائے قائم کر کے جو مناسب ہدایت ہو جاری کرے۔"

(احمد حسین)

سنی مجلس اوقاف کی تجویز

۲۴ر جون ۱۹۳۹ء کو سنی اوقاف کا جلسہ ہوا اور اس میں قاضی صاحب کی رپورٹ پیش کی گئی۔ مجلس نے ارکان سنی مجلس اوقاف کے حسب ذیل حضرات کو درج ذیل شعبے سپرد کئے۔

(۱) آفس کے رجسٹر اور فائیلوں کی ترتیب اور درستگی کی نگرانی — قاضی احمد حسین صاحب

(۲) مقدمات جو دائر ہوں ان میں کام کرنا جونیر وکیل کی نگرانی اور دائر ہونے والے مقدمات پر مشورہ۔ — سید حسن وکیل

(۳) اوقاف کے رجسٹریشن اور اس کی خامیوں کو دیکھنا۔ — مولوی عبد الغنی صاحب

(۴) متولیوں پر جو غلط نوٹسیاں دفتر سے ہوں ان کی نگرانی — حافظ شرف الدین صاحب بار ڈھ

ڈاکٹر محمود صاحب کا خط

ڈاکٹر محمود صاحب وزیر اوقاف و ترقیات و تعلیم کے خیال میں سوائے قاضی صاحب کے کسی نے پرجوش طریقہ پر احساس ذمہ داری کے ساتھ اپنے فرائض ادا نہیں کئے جیسا کہ قاضی صاحب کے نام ان کے مندرجہ ذیل خط سے ظاہر ہوتا ہے۔

کیمپ موضع بھیکنے پورہ

۱۶ر دسمبر ۱۹۳۸ء

برادرم السلام علیکم

آپ کا خط مورخہ ۱۱ر دسمبر مجھے ملا۔ میں چند دنوں سے یہاں ہوں اور ابھی رہوں گا۔ میری مشغولیت سے آپ واقف ہیں۔ میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ میں پھلواری چل کر آپ سے ملوں گا۔ مگر موقعہ نہیں ملا۔ آپ نے بھی بالکل ہی ادھر آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے سنا ہو گا کہ دونوں وقف بورڈوں کے خلاف سخت شکایتیں آرہی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ممبروں میں سوائے آپ کے اور کوئی صاحب خاص دلچسپی نہیں لیتے صرف آپ البتہ علاوہ جلسوں کے بھی آفس میں جاتے رہتے ہیں

میں کسی قدر بورڈوں کے کاموں سے مایوس ہوں ابھی تک صرف پانچ فیصدی روپیہ وصول کرنے کے سوا اور کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ ۲۸ رجنوری ۵۰ء کی تجویزیں جو آپ کے بورڈ نے پاس کی ہیں وہ میرے پاس ابتک نہیں پہنچی ہیں۔ میرے پٹنہ واپسی پر آپ مجھ سے ملئے اس کے متعلق زبانی باتیں ہوں گی۔ خط وکتابت سے معاملہ طے نہیں ہوا کرتا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہوں گے میں آپ کا خط اور بورڈ کی تجویز سکریٹری ڈویلپمنٹ کے نام بھیج رہا ہوں۔

خاکسار

سید محمود

یہی وجہ ہے کہ جب مولانا ابوالکلام آزاد نے پارلیمنٹ کی ممبری کے لئے قاضی احمد حسین صاحب کا نام کل ہند کانگریس کی مجلس عاملہ میں پیش کیا تو ڈاکٹر محمود صاحب نے اس کی مخالفت کی اور کہا کہ" قاضی صاحب بہار میں دو اداروں (امارت شرعیہ اور سنی مجلس اوقاف) کو چلا رہے ہیں ان کے دہلی آجانے سے ان دونوں اداروں کو نقصان پہنچے گا۔" لیکن ڈاکٹر صاحب کو کیا معلوم کہ صرف وہی بہار سنی مجلس اوقاف سے مایوس نہیں ہو رہے تھے بلکہ قاضی صاحب بھی مایوس ہو رہے تھے بلکہ بہار سنی مجلس اوقاف کے فعال رکن ہونے کی وجہ سے ان میں جھنجھلاہٹ پیدا ہو رہی تھی۔ انھوں نے امکان بھر کوشش کی کہ وقف بورڈ کی گاڑی کو چلائیں لیکن ہر سرکاری محکمہ کے جمود کی طرح اس کا بھی یہی حال تھا جس کا نتیجہ آخر ان کے استعفا کی شکل میں ظاہر ہوا۔

اوقاف کو باطل کرنے کی کوشش

قاضی صاحب کو اطلاع ملی کہ بعض متولی حضرات وقف بورڈ کی نگرانی کے ڈر سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ اوقاف کو باطل قرار دے دیا جائے۔ یہ معلوم کرکے قاضی صاحب نے صدر سنی مجلس اوقاف کو حسب ذیل خط لکھا۔

۸ رجون ۴۹ء

مکرمی السلام علیکم

میں امارت شرعیہ کی تحریک دین سیکھو سکھاؤ کے سلسلہ میں تقریباً دو ماہ چمپارن

بہار ہزاری باغ - پلاموں اور شہر رانچی کے دیہاتوں اور شہروں کے دورہ پر رہا سفر کی تکلیف کی وجہ سے بیمار ہو گیا۔ اس وقت خط لکھ رہا ہوں تو تھوڑی حرارت موجود ہے۔ یہاں پہنچ کر ایک کارڈ مولوی فاروق صاحب وکیل گیا کا ملا جس کا ضروری حصہ حسب ذیل ہے۔

"امر ضروری یہ ہے کہ اس وقت مقدمات اکثر دائر ہو رہے ہیں جن میں وقف کو ناجائز اور باطل کرنے کی استدعا ہے۔ اس وقت تین مقدمات تو میرے تعلق میں ہیں جو کھل رہے ہیں۔ میرے خیال میں یہ وقف بورڈ کے قائم ہونے کی وجہ سے ہے وقف بورڈ کو اس کی نگرانی کرنی چاہئے ورنہ یہ طریقہ ایسا ہے کہ جس کے سبب کافی اوقاف سنی مجلس اوقاف کے ہاتھ سے نکل جائیں گے۔ ــــــ اسی طرح غالباً دوسرے اضلاع میں بھی یہ بات ہوئی ہوگی۔"

تذکرہ صدر خط بہت اہم ہے اب تک وقف بورڈ کی طرف سے کوئی مناسب نظم پیروی کا نہیں ہے۔ ضرورت ہے اس طرف توجہ کی جائے۔

اس وقت تک صوبہ میں جو مقدمات اوقاف کے متعلق دائر ہیں ان کی نوٹس دفتر میں آئی ہوگی۔ یہ چیز جاننے کی ہے کہ ان کی نوعیت کیا ہے اور دفتر بورڈ نے ان پر کیا کارروائی کی۔

اس وقت ذہن کام نہیں کر رہا ہے امید ہے دو ایک روز میں باتیں پوری کرنے کے لائق ہو جاؤں گا اگر آیا تو اس بارے میں مشورہ کرنا چاہتے اپنی رائے عرض کروں گا۔

ایک بات معلوم ہوئی وقف سیس جو مانگا گیا ہے اس کے متعلق بعض متولی یہ سمجھ رہے ہیں کہ بورڈ کو ٹیکس تشخیص کا حق نہیں ہے اور اس لئے وہ روپے نہیں بھیج رہے ہیں اس لئے میری رائے ہے کہ جنھوں نے باوجود مسلسل یاددہانی اب تک سیس نہیں دیا ہے ان کے متعلق کلکٹر کے ذریعہ سے کارروائی کرنی چاہئے" تاکہ وقف سیس ان سے وصول ہو۔

والسلام

احمد حسین دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ۔

خاتمہ زمینداری اور اوقاف کا مسئلہ اور پرسنل لاء کی حفاظت کا جذبہ

خاتمہ زمینداری سے بھی اوقاف کا مسئلہ

پیدا ہوگیا تھا۔ سوال یہ پیدا ہو رہا تھا کہ جو زمینداریاں وقف ہیں ان کے متعلق کیا ہوگا۔ قاضی صاحب نے اس سلسلہ میں ایک تحریک یہ کی کہ سنی مجلس اوقاف اور شیعہ مجلس اوقاف کوئی متحدہ قدم اٹھائیں چنانچہ ان کی تحریک پر ۴ر جولائی ۱۹۵۰ء کو دونوں مجلسوں کا مشترکہ جلسہ اس مسئلہ پر غور کرنے کے لئے منعقد ہوا۔ اس نے جو تجویز منظور کی وہ درج ذیل ہے۔

"تنسیخ زمینداری کا بل جس طرح منظور ہوا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ اوقاف کو تقریباً ختم کر دیا جائے اور یہ مسلمانوں کے پرسنل لا پر ایک حملہ ہے۔ یہ جلسہ مندرجہ ذیل حضرات کا ایک وفد تشکیل دیتا ہے جو وزیر اعظم اور وزیر اے دی ینو سے ملے گا۔ اور اپنے تاثرات بیان کرے گا امید ہے کہ اس سے پرسنل لا کو جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی ہو جائے گی۔ گورنر یا گورنر جنرل یا تو اس بل کو مجالس قانون ساز میں از سر نو غور کرنے کے لئے بھیج دیں یا قانون میں جلد ترمیم کی جائے۔ اگر یہ بل قانون بن گیا ہو۔

وفد سے درخواست کی جاتی ہے کہ وہ ایک یادداشت تیار کرے بورڈ نے جو ہدایت دی ہے اس کی روشنی میں۔ اور اس یادداشت کو وزیر اعظم اور وزیر اے دی ینو کی خدمت میں پیش کرے اس تجویز کی نقل گورنر اور گورنر جنرل کو بھیج دی جائے۔"

قاضی صاحب نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ وہ بنارس تشریف لے گئے جہاں جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کا اجلاس ۲۷، ۲۸ر دسمبر ۱۹۵۰ء کو ہو رہا تھا اور اس میں حسب ذیل تجویز منظور کرائی۔

"جمعیۃ علماء ہند کی مجلس عاملہ کے اس جلسہ کے خیال میں تنسیخ زمینداری بہار کے بعض دفعات ایسے ہیں جن سے مسلم اوقاف کا اوقاف ہونا متاثر ہوتا ہے۔ مجلس عاملہ حکومت بہار کو متوجہ کرتی ہے کہ ایسے دفعات میں ترمیم کی جائے۔ اور زمیندار کی جو تعریف کی گئی ہے اس سے اوقاف متاثر نہ ہوں۔ مجلس عاملہ

مندرجہ ذیل حضرات کا ایک وفد مقرر کوئی ہے جو حکومت بہار سے بات کرے گا۔

۱۔ قاضی احمد حسین صاحب پھلواری شریف پٹنہ

۲۔ محمد خلیل بیرسٹر پٹنہ

۳۔ منظور احسن صاحب اعجازی

تحدید اراضی کا بل اور اوقاف

جب ۵۹ء میں حکومت بہار نے تحدید اراضی کا بل اسمبلی میں پیش کر دیا تو قاضی صاحب نے امارت کے زیر اہتمام مختلف الخیال مسلم دانشوروں کا جلسہ بلایا اور اس میں حسب ذیل تجویز منظور کرائی۔

چونکہ لینڈ سیلنگ کے بل ۵۹ء میں یہ واضح نہیں کہ مسلم اوقاف جو مسجدوں امام باڑوں یتیم خانوں وغیرہ اور دوسرے مذہبی مقاصد کے اخراجات کی کفالت کیلئے ہیں سیلنگ سے مستثنیٰ رہیں گے جیسا کہ کلاز (۸) سیکشن ۲۹ بہار لینڈ ریفارم سے ظاہر ہے۔ حکومت سے درخواست کی جاتی ہے کہ بل کے کلاز (۸) سیکشن ۲۹ کو اس طرح سے بدل دیے۔

"(۸) اراضی جو تعلیمی مذہبی خیراتی یا کسی دوسرے عوامی مقصد کے لئے ہو۔"

مجلس اوقاف کے لئے طریقہ انتخاب

ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی نے مجالس قانون ساز کے اراکین کے انتخابات کے لئے جداگانہ طریقہ کو مسترد کر دیا۔ اور مخلوط طریقہ انتخاب منظور کیا۔ اب مجالس اوقاف کے لئے جو شیعہ اور سنی اوقاف کی نگرانی کرتے ہیں یہ سوال پیدا ہوا کہ ایسی اسمبلیاں جن میں مسلمانوں کا آنا ضروری نہیں مسلم مجالس اوقاف کے اراکین کا انتخاب صحیح طور پر کر سکیں گی یا نہیں۔ قاضی صاحب کو اس معاملہ میں بہت تردد ہو گیا انھوں نے ڈاکٹر محمود صاحب وزیر اوقاف و ترقیات و تعلیم کو اس سلسلہ میں خط لکھا۔ ڈاکٹر صاحب کا جواب درج ذیل ہے۔

پٹنہ ۲۵ جولائی ۴۹ء

برادرم السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ مورخہ ۱۸ر جولائی مجھے آج ملا اور ابھی جواب لکھ رہا ہوں آپ کی اس توجہ کا از حد شکریہ بجا لاتا ہوں۔ میرا ذہن اس طرف نہیں گیا تھا۔ میں سکریٹری لیجلیٹو ڈپارٹمنٹ مسٹر خلیل الرحمٰن کے یہاں آپ کی تجویز بھیج رہا ہوں لیکن اسمبلی و کانسل میں کچھ تو مسلمان رہیں گے انہی کا ایک حلقہ کیوں نہ بنے لیکن اب یہ حلقہ کافی نہ ہوگا اس کے علاوہ اور حلقے بھی ہونے چاہئیں اگر آپ مجلس اوقاف کی طرف سے باقاعدہ ایک تجویز بھجوادیں تو بہتر ہوگا۔ یہ کہاں تک مناسب ہوگا کہ جملہ اراکین کو گورنمنٹ ہمیشہ نامزد کرتی رہے اس تجویز میں فائدہ اور نقصان دونوں کا احتمال ہے۔ اس پر غور کرکے مجھے لکھئے۔ امید ہے اب آپ مع الخیر ہوں گے

فقط والسلام

خاکسار سید محمود

قاضی صاحب نے اس خط کا حسب ذیل جواب دیا ہے۔

۱۳ شوال ۶۸ھ

مکرمی السلام علیکم

آپ کا نوازش نامہ مورخہ ۲۵ جولائی کے جواب میں تاخیر ہوئی اس کی معافی چاہتا ہوں۔ آپ نے اپنے خط میں دو صورتیں لکھی ہیں۔

(۱) جداگانہ انتخاب اور محفوظ نشست کے ختم ہونے کے بعد بھی کچھ تو مسلمان اسمبلی اور کانسل میں رہیں گے انہی کا ایک حلقہ کیوں نہ بنے لیکن یہ حلقہ کافی نہ ہوگا اس کے علاوہ اور حلقے بھی ہونے چاہئیں۔

(۲) جملہ اراکین کو حکومت ہر وقت نامزد کرتی رہے۔

ان دونوں باتوں پر آپ نے میری رائے طلب فرمائی ہے

اے بنے خیال الآن عسیر فلا لیعی۔

اسمبلی اور کانسل کا انتخاب سیاسی پارٹی بندیوں کی بنا پر ہوگا اور مسلمانوں کے تمام اوقاف یا تو مذہبی تعلیم سے متعلق ہیں یا پھر مساجد قبرستان درگاہ اور

خانقاہوں سے متعلق۔

یہ ضروری نہیں کہ انتخابات میں سنی مسلمان آئیں سنی مسلمان کے بدلہ شیعہ مسلمان اسمبلیوں میں منتخب ہو کر آئیں یا مذہبی مسلمان کے بدلہ غیر مذہبی مسلمان آئیں۔ یہ بھی فرض کرنا ہوگا کہ مسلمان بالکل نہ آئیں (ابھی دربھنگہ ڈسٹرکٹ بورڈ میں کانگریس کی کوشش کے باوجود مسلمان نہ آسکا۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ کانگریس کے بدلہ سوشلسٹ آئیں مہا بھائی آئیں راشٹریہ سنگھ کے خیال کے لوگ آئیں مذہب کے مخالف آئیں جو مذہبی تعلیم کو روکنا چاہیں۔ ان پارٹیوں میں کسی کی حکومت ہو یا ملی جلی حکومت ہو۔

اس کو بھی نہ بھولنا چاہئے کہ مسلمانوں کے شیعہ فرقہ نے کسی طرح اس کو تسلیم نہیں کیا کہ شیعہ اور سنی بورڈ ایک رہے اور آپ کو جداگانہ شیعہ بورڈ بنانا پڑا۔

ہندو قانون وقف کے سلسلہ میں سناتن دھرمیوں کے ساتھ جینیوں نے ایک بورڈ میں شرکت نہیں کی تو سنی مسلمانوں سے آپ کیا توقع رکھتے ہیں کہ وہ خوشی سے غیر محفوظ صورتوں کو محفوظ صورتوں پر ترجیح دیں گے۔

جب شیعہ سنیوں پر مذہبی اوقاف کے متعلق اعتماد نہ کرسکیں تو سنی مسلمانوں کے ضمیر پر آپ کتنا بڑا بار ڈالیں گے اگر ان کے مذہبی اوقاف کے نظم کے لئے ایسا ادارہ تجویز کریں جسے غیر مسلموں نے منتخب کیا ہو مسلمانوں کے انتخاب میں مسلموں کی موثر آواز نہ ہو۔

جس وقت قانون اوقاف بنا ہے اس وقت مخصوص نشست اور جداگانہ انتخاب تھا۔ مسلمانوں کے لئے یہ ممکن تھا کہ جس کو چاہیں وہی مسلمان منتخب ہو اس لئے اس وقت یہ صورت کہ اسمبلی اور کانسل کے سنی ممبران سنی مجلس اوقاف کا انتخاب کریں قابل قبول اور مذہبی حیثیت سے نامناسب نہ تھا۔ اب یہ صورتِ حال باقی نہیں ہے اسمبلی اور کانسل کے انتخاب میں بالکل مسلمانوں کی خواہش کے خلاف بھی کوئی شخص آسکتا ہے سیاسی مصلحت کی بنا پر کسی غیر مسلم کو مسلمان اپنا نمائندہ بنائیں اور سیاسی امور میں ایک جماعت یا جماعتوں کی مشترکہ حکومت

کو قبول کریں یہ اور بات ہے لیکن مذہبی امور میں ان کی مداخلت جن کو مذہب سے کوئی دلچسپی نہیں بلکہ جو مذہب کے مخالف بھی ہو سکتے ہوں کسی طرح درست نہیں۔

حکومت کے نامزد کرنے میں یہ جائز خطرہ ہے کہ مذہبی اوقاف اور خالص مذہبی تعلیم بھی ایسے ہاتھوں میں آجائے جو اس میں دلچسپی لینے کے اہل نہ ہوں یہ خطرہ جیسا اشخاص کے انتخاب میں ہو سکتا ہے مسلم حلقہ کے انتخاب میں بھی ہو سکتا ہے حلقے تو بہرحال حکومت ہی مقرر کرے گی معلوم نہیں اس کے انتخاب میں کیسے لوگوں کی اکثریت ہو۔

متذکرہ صدر صورت حال کے پیش نظر میرا خیال ہے کہ ایک ایسا انتخابی ادارہ سنی مجلس اوقاف کے انتخاب کے لئے ہونا چاہیئے جس میں مذہبی مزاج اور طبیعت کے مسلمان سنی مجلس اوقاف کے بورڈ میں مسلمانوں کے ووٹ سے آسکیں اور جو تجویز میں نے بھیجی ہے اسی خیال کے پیش نظر ہے اور جب ایسی صورت ہو سکتی ہے کہ مذہبی اوقاف کے تحفظ کا بورڈ مذہبی مزاج کے مسلمانوں کے ذریعہ سے بن سکے تو کیوں ایسا طریقہ اختیار کیا جائے جو غیر محفوظ ہو البتہ ایک دو نشستیں حکومت نامزد کر لینے کے لئے رکھ لے یہ ہو سکتا ہے مثلا سات انتخاب سے ہوں ایک یا دو حکومت نامزد کرے۔

بہرحال حکومت کے لئے یہی مناسب ہے کہ وہ نگراں رہے اور کم سے کم دخل دے۔ قانون وقف میں جتنا اختیار حکومت نے لے رکھا ہے وہ نگرانی کے لئے کم نہیں ہے۔

یہ یاد رہے کہ آپ پر اور آپ کے ذریعہ موجودہ حکومت پر تو ہم انتخاب کے معاملہ میں اعتماد کر سکتے ہیں لیکن اس کی کیا ضمانت ہے کہ یہی حکومت قائم رہے گی انقلاب اتنا شدید ہے کہ آج کے بارے میں کچھ کہنا مشکل ہے کل کے بارے میں قیاس کرنا تو ناممکن ہی ہے اس لئے مسلمان زیادہ سے زیادہ محفوظ پوزیشن پسند کریں گے۔ آپ کی دوربین نگاہوں سے مستقبل پوشیدہ نہ ہوگا۔ آج

سے زیادہ کل کو پیش نظر رکھنا چاہیئے"۔

احمد حسین

ڈاکٹر صاحب نے اپنے خط میں قاضی صاحب سے فرمائش کی تھی کہ وقف بورڈ سے ایک تجویز اس سلسلہ میں بھجوائے دوسری بات یہ لکھی تھی کہ قاضی صاحب کی تجویز خلیل الرحمٰن صاحب سکریٹری لیجسلیٹو ڈپارٹمنٹ کو بھیج رہے ہیں۔

خلیل الرحمٰن صاحب نے جواباً قاضی سے ملاقات کی خواہش کی تاکہ روبرو تبادلہ خیال ہو جائے چنانچہ دونوں کی ملاقات ہوئی خلیل الرحمٰن صاحب اس کے تو حامی تھے کہ نئے حالات کی بنا پر انتخابات کا کوئی نیا ضابطہ بننا چاہیے لیکن قاضی صاحب کی تجویز کو انھوں نے قابل عمل نہیں سمجھا۔

قاضی صاحب نے اپنی تجویز وقف بورڈ میں پیش کر دی جو درج ذیل ہے۔

(۱) ہر سنی مسجد کے نمازیوں کی جس میں کافی نمازی ہوں ایک انتخابی کمیٹی ہو گی جس کو مسجد کمیٹی کہیں گے۔

(۲) ہر مسجد کمیٹی کے سو ممبر ہوں گے۔

(۳) ہر مسجد کمیٹی کو سالانہ کوئی فیس ادا کرے گا مثلاً تین آنہ سالانہ

(۴) پانچ سال کے بعد ہر مسجد کمیٹی اپنا ایک نمائندہ چنے گی تاکہ وہ سنی مجلس اوقاف کا ووٹر قرار دیا جائے۔

(۵) انتخاب کے لئے صوبہ بہار کے چار حصے ہوں گے جن کو جنرل حلقہ کہیں گے۔

(۶) سنی مجلس اوقاف کے گیارہ ممبر ہوں گے۔

(۷) ان میں آٹھ ممبر عام حلقہ سے چنے جائیں گے۔

(۸) یہ منتخب ممبر ایک جگہ جمع ہو کر دو اشخاص کو چنیں گے جو (۱) سنی مسلمانوں سے ہوں گے اور وہ (۲) ایسے وکیل ہوں گے جو ہائی کورٹ کے جج بن سکتے ہوں یا جج کے عہدہ پر فائز رہے۔ اس حلقہ کو خصوصی حلقہ قرار دیا جائے گا

(۹) ایک ممبر رجسٹرڈ متولیوں میں سے چنا جائے گا۔

(۱۰) ہر ممبر کی میعاد ممبری پانچ سال ہو گی۔

(۱۱) سنی مجلس اوقاف کے لئے ہر سال دو ممبر جنرل حلقہ سے لئے جائیں گے (سوائے رجسٹرڈ متولی حلقہ کے اور خصوصی حلقہ کے)

(۱۲) جنرل حلقہ کے اولین انتخاب کے بعد ہر سال دو ممبر کی ممبری بالٹ کے ذریعہ ختم ہو جائے گی۔

(۱۳) ضرورت پڑنے پر خالی شدہ حلقہ میں پھر سے انتخاب ہو گا۔

(۱۴) مجلس کمیٹی میں کتنے ممبر رہیں گے اس فیصلہ کا حق سنی مجلس اوقاف کو ہو گا اور وہی حضرات سنی مجلس اوقاف کے ممبر منتخب کر سکیں گے"۔

قاضی صاحب کی مذکورہ بالا تجویز پر غور کرنے کے لئے سنی مجلس اوقاف کا خصوصی جلسہ روز اتوار آٹھ جنوری ۵۰ء ساڑھے دس بجے دن کو دفتر مجلس میں منعقد ہوا۔ یہاں بھی ممبروں کو مسجد کمیٹی کی بات سمجھ میں نہیں آئی اس کے ذریعہ وہی ووٹر ہو سکتے تھے جو نماز کے لئے مسجدوں میں حاضر ہوتے ہوں۔ اور اس طرح مذہبی ادارہ مذہبی لوگوں کے ہاتھ میں رہے اس کی ضمانت مل جاتی تھی۔ شاید یہی چیز کچھ لوگوں کو کھٹکی ہو۔ قاضی صاحب نے اولاً خلیل الرحمن صاحب کو اور پھر ارکان سنی مجلس اوقاف کو کہا کہ آپ کوئی دوسرا متبادل فارمولا پیش کریں لیکن وہ لوگ پیش نہیں کر سکے۔ آخر قاضی صاحب نے خود ہی دوسرا فارمولا ڈاکٹر محمود صاحب کو لکھ کر بھیجا جس میں کہا گیا تھا:

(۱) پارلیمنٹ اور صوبائی اسمبلی کے سنی ممبر اگر سنی ہوں (۲) ڈسٹرکٹ بورڈوں کے سنی ممبر اور اگر سنی ہوں (۳) میونسپلٹیوں کے سنی ممبر اگر سنی ممبر ہوں (۴) صوبہ کے سنی گریجویٹ (۵) سنی علمار دین (۶) صوبہ کے اطباء سنی مجلس اوقاف کے ووٹر ہوں گے"۔

اس تجویز کو ڈاکٹر صاحب نے قبول لیا

مولانا سید محمد میاںؒ ناظم جمعیۃ علمار ہند نے ڈاکٹر صاحب کے سامنے یہ تجویز رکھی تھی کہ جمعیۃ علمار صوبہ سنی مجلس اوقاف کے ممبروں کو نامزد کرے ان کے علاوہ متولیوں کا نمائندہ اور حکومت بہار کا نامزد کردہ بھی ہو۔ مولانا نے اپنی تجویز سے بذریعہ خط قاضی صاحب کو بھی

مطلع کیا تھا۔ لیکن صوبہ جمعیۃ کی طرف سے اس پر کوئی زور نہیں دیا گیا خواہ غفلت کی بنیاد پر ہو خواہ اس کو صحیح نہیں سمجھا گیا ڈاکٹر صاحب نے بھی شاید اس تجویز کو پسند نہیں کیا۔

مساجد کے ذریعہ دینی تعلیم

جیسا کہ صفحات ماسبق میں ذکر آچکا ہے حافظ ابراہیم صاحب کی دعوت پر ایک جلسہ مسلم ممبران پارلیمنٹ کا اس غرض سے بلایا گیا تھا کہ ایک مرکزی مجلس اوقاف تمام صوبوں کے مجالس اوقاف کی نگرانی کرے۔ قاضی صاحب نے اس جلسہ میں اس تجویز کی مخالفت کی ان کے خیال میں صوبائی اختیارات میں یہ ایک طرح کی مداخلت ہوتی لیکن اس جلسہ میں مسلمانوں کی اخلاقی و دینی تعلیم کا مسئلہ بھی زیر بحث آیا۔ اس کی سفارشات کی روشنی میں قاضی صاحب نے بہار سنی مجلس اوقاف کی طرف سے حسب ذیل سرکلر بھجوایا تھا۔

"وزیر اوقاف حکومت ہند نے کل ہند کے مسلم اوقاف اور اوقاف سے دلچسپی رکھنے والی جماعتوں کا جو جلسہ دہلی میں بلایا تھا جس کو چند ماہ ہوئے ہیں اس میں مسلمانوں کی اخلاقی اور دینی تعلیم کا مسئلہ بھی زیر بحث رہا۔

"مسلمانوں کی تاریخ بتاتی ہے کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کی دینی تعلیم و تربیت اور ہر طرح کی عبادت کا مرکز مسجد کو قرار دیا تھا اس لئے مساجد ہمیشہ مسلمانوں کی دینی تعلیم و تربیت کا مرکز رہیں۔"

"موجودہ ضرورت و حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے بہار سنی مجلس اوقاف تمام مساجد کے متولیوں اور منتظمین کو اس طرف متوجہ کرتی ہے کہ جہاں کہیں مسلمان مسجدوں میں دینی تعلیم بچوں یا بالغوں کی کرنا چاہیں اور کریں، وہاں جہاں تک ممکن ہو ان کے لئے ہر طرح کی سہولت مہیا کریں اور اس سلسلہ میں کسی طرح کی غفلت اور کوتاہی اور رکاوٹ نہ ہونی چاہئے۔ اگر ایسا ہوا تو عدول حکمی تصور کی جائے گی۔

"نیز مجلس اوقاف متولی اور منتظمین مساجد کو ہدایت کرتی ہے کہ جہاں کہیں

مسجد میں مستقل امام نماز پڑھانے کے لئے مقرر کئے جائیں ان کے ذمہ بچوں کی ابتدائی دینی تعلیم اور واقفیت کا کام بھی کچھ دیر کے لئے سپرد کیا جائے"۔

لیکن ڈھیلی ڈھالی مجلس اوقاف جس کے معمولی دفتری کام بھی پورے نہ ہوتے تھے وہ اس طرح کے سرکلر کو کہاں نافذ کر سکتی تھی۔

قاضی صاحب کے چند معائنوں کی نقلیں بطور نمونہ اس کتاب میں درج ہیں۔ انھوں نے اس طرح کے مسلسل معاینے کئے مسلسل رپورٹیں دیں، مسلسل مشورے دئے اور جب مسلسل جدوجہد کا نتیجہ بہت برائے نام نکلا تو قاضی صاحب مایوس ہو گئے احباب نے بھی ان کو یہی مشورہ دیا کہ وقف بورڈ دوسرے سرکاری محکموں کی طرح ایک سڑا ہوا محکمہ ہے اس کو چھوڑ دیا جائے،

چنانچہ قاضی صاحب استعفا دے کر علحدہ ہو گئے۔ قاضی صاحب احساس ذمہ داری کے ساتھ اور محنت اور لگن کے ساتھ کام کرنے والے آدمی تھے وہ جس کام کو ہاتھ میں لیتے اپنی محنت ذہانت اور تنظیمی صلاحیت کے ذریعہ آگے بڑھاتے۔ وقف بورڈ کے محکمہ میں بھی انھوں نے پوری ذمہ داری اور امانت داری کے ساتھ کام کیا۔



گیارہواں باب

دعوتی سرگرمیاں اور مولانا الیاسؒ کی تحریک سے وابستگی، تبلیغی جماعت کے اکابر کے خطوط قاضی صاحب کے نام

امارت شرعیہ کا ایک شعبہ تبلیغ بھی تھا جس سے مولانا نور الدین بہاری مولانا عبد الہادی مولانا نظام الدین مولانا عبد العلیم مولانا محمد یونس مولانا احمد علی وغیرہ وابستہ تھے۔ قاضی صاحب کا طریقہ یہ تھا کہ جب کسی عالم دین کو شعبۂ تبلیغ میں بحال کرتے تو پہلے ان کو امارت شرعیہ کی کتابیں مسئلہ امارت شرعیہ۔ کتاب العشر والزکوٰۃ تنظیم امارت تنظیم زکوٰۃ وغیرہ پڑھواتے اور ان سے تبادلہ خیال کرتے رہتے۔ قاضی صاحب نے خود چھوٹی چھوٹی تقریریں مختصر اور عام فہم لکھ رکھی تھیں وہ ان کو دی جاتیں اور کہا جاتا کہ تقریر کو ذہن نشین کر کے مبلغ تقریر کریں۔ تقریر وخطابت کے طریقے بتائے جاتے۔ تقریر سننے کے بعد جو خامی نظر آتی وہ بتاتے پھر ان کو کسی پرانے مبلغ کے ساتھ دورے پر بھیجتے۔ اس طرح بعض بہت اچھے مقرر امارت میں تیار ہوگئے تھے مولانا یونس بھی ان ہی اچھے مقررین میں ایک تھے۔

قاضی صاحب تبلیغ کے لئے شہروں کی جگہ دیہاتوں پر زور دیتے تھے۔ کہتے تھے کہ شہروں میں مدارس بھی ہیں وعظ اور سیرت کے جلسے بھی ہوتے ہیں علماء نزدیک اور دور سے آتے رہتے ہیں لیکن دور دراز دیہاتوں میں غریب اور جاہل مسلمانوں تک کوئی نہیں پہنچتا۔ یہی نظریہ مولانا سجاد صاحب مرحوم کا بھی تھا وہ کثرت سے دیہاتوں میں گشت کرتے رہتے تھے اور تبلیغی وفود بھیجتے رہتے تھے۔ چنانچہ مولانا مرحوم نے امارت کے ایک مبلغ کی شکایت میں حضرت

امیر شریعت ثانی کو جو رپورٹ دی تھی وہ اس بنا پر تھی کہ دیہاتوں میں جانے کے بجائے وہ صرف شہر میں ہی رہتے ہیں۔

بہر حال مولانا چاہتے تھے کہ دیہاتوں میں کام کیا جائے اور مولانا کے اس طریقہ کا بڑا فائدہ ہوا کہ انڈی پنڈنٹ پارٹی کے زمانہ میں جن لوگوں نے امارت کے اثر کو چیلنج کیا اور وہ شہروں پر انحصار کرتے رہے ان کو سخت شکست ہوئی جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں ہو چکا ہے۔

قاضی صاحب نے بعد میں محسوس کیا کہ بہار کے طول و عرض میں جو لاکھوں مسلمان پھیلے ہوئے ہیں ان کا احاطہ چند مبلغ نہیں کر سکتے اور امارت کے پاس اتنا سرمایہ نہیں ہے کہ وہ بے شمار مبلغ بحال کرے اور اتنے مبلغ مل نہیں سکیں گے جو ان لاکھوں مسلمانوں کے لئے کافی ہوں۔ اس لئے انھوں نے سوچا کہ عام مسلمانوں میں تبلیغ کا ذوق پیدا کیا جائے اور ان کی تربیت کر کے کام لیا جائے۔ مولانا الیاس صاحب کی تبلیغی جماعت اس نہج پر کام کر رہی تھی چنانچہ انھوں نے اس کا مطالعہ شروع کیا اس کے ذمہ داروں سے ملے اس کے تبلیغی جتھوں میں شریک ہوئے اور انھوں نے محسوس کیا کہ صرف یہی طریقہ لاکھوں مسلمانوں سے رابطہ قائم کرنے کا اور تبلیغ کرنے کا ہو سکتا ہے چنانچہ انھوں نے امارت کے پرانے طریقہ تبلیغ کو باقی رکھا چونکہ بعض لوگوں کو تبلیغی جماعت کے کام پر انشراح نہ تھا لیکن تبلیغی جماعت کے طریقہ تبلیغ کو بھی انھوں نے امارت میں داخل کیا۔ لوگوں کو علما اور غیر علما سب کو خطوط لکھے جنھوں نے اپنے یہاں دعوت دی وہاں تبلیغی وفد لے کر گئے اور مولانا الیاس صاحبؒ کے طریقہ پر کام کیا بلا دعوت بھی امارت کے کارکنوں کو ساتھ لے کر بہار کے طول و عرض میں شدید گرمی میں سخت سردی میں طوفان باد و باراں میں اپنے شدید مرض ضیق النفس کے باوجود گشت کرتے رہے دشوار گزار راستے طے کرتے رہے اور مولانا الیاسؒ کے طریقہ پر اسلام کا پیغام اور دین کی تعلیم گھر گھر پہنچاتے رہتے امارت کی اہمیت بھی بتلاتے رہے بہار صوبہ کا کوئی ضلع ایسا نہ چھوڑا جہاں نہ گئے ہوں۔ اور بے چین روح اور دردمند دل کے ساتھ عوام و خواص سے مخاطب نہ ہوئے ہوں صوبہ کے علاوہ ہندوستان کے دوسرے صوبوں میں بھی مرکزی جماعت تبلیغ کی خواہش پر گئے اور کام کیا۔ امارت کے کارکنوں کو چالیس دن کے لئے جماعت تبلیغ میں بھیجا تاکہ وہ طریقہ کار سے واقف ہو جائیں اس طریقہ تبلیغ کے بارے میں بھی ایک رسالہ امارت سے

شعبۂ حزب اللہ کی طرف سے شائع کیا جس میں بتایا کہ کس طرح تبلیغ کیجئے کون سی کتابیں پڑھئے۔ قاضی صاحب کے بعض دوست جو پاکستان چلے گئے تھے ان کو بھی خط لکھ کر آمادہ کرنا چاہا کہ وہاں تبلیغی کام کریں۔

حزب اللہ امارت کے رضاکاروں کا شعبہ تھا جو بہت زیادہ فعال نہیں تھا اس کا مقصد یہ تھا کہ چوروں اور ڈاکوؤں اور فرقہ پرست فسادیوں اور تمام شرپسند عناصر سے اپنے گاؤں کی حفاظت کرے اس کے لئے ضروری تیاریاں کرے قاضی صاحب نے اس شعبہ کو تبلیغی کام پر لگایا۔

اسی طرح امارت کا شعبۂ تنظیم جس کے تحت مسلم بستیوں میں ایک نقیب کا انتخاب کرادیا جاتا ہے پھر کئی نقیب پر ایک صدر النقیب ہوتا ہے اس کا کام اپنی بستی کی مذہبی نگرانی اور حفاظت کرنا اور بستی والوں کو متحد رکھنا اور ان کو امارت سے وابستہ رکھنا تھا کوئی خطرہ کی بات ہو یا مسلمانوں میں باہم جھگڑا ہو اور نقیب جھگڑا دور نہ کرسکے تو اس پر لازم تھا دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف کو صورت حال سے مطلع کرے۔ نقیب کے انتخاب میں جماعتی تعصب کو دخل نہیں دیا جاتا تھا تبلیغی جماعت کا آدمی ہو جمعیۃ علماء کا ہو یا جماعت اسلامی کا ہو اہل حدیث ہو شیعہ ہو اگر وہ قیام امارت کا حامی ہے اور گاؤں کے لوگ اس کو پسند کرتے ہیں تو اس کو نقیب بنا دیا جاتا تھا اور مناسب ہدایتیں بھیجی جاتی تھیں۔

قاضی صاحب نے ان نقیبوں کو آمادہ کیا کہ وہ تبلیغی جماعت کے طریقہ پر کام کریں جو وفود لے گئے ان میں نقیبوں کو ساتھ رکھا۔ نقیبوں کے بلانے پر مبلغوں کو لے کر جماعت تبلیغ کے لوگ بہار بھی آتے رہتے تھے ان کے جلسوں میں بھی شریک ہوتے۔

قاضی صاحب چاہتے تھے کہ یونیورسٹیوں کے طلبہ میں بھی کام کریں لیکن کوئی صورت سمجھ میں نہیں آتی تھی یہاں تک کہ انھوں نے مولانا یوسفؒ امیر جماعت تبلیغ کو لکھا اس کام کے لئے فریدی صاحب بھیجے گئے اور طلبہ میں کام بھی شروع ہوا لیکن قاضی صاحب کا انتقال ہوچکا تھا وہ طلبہ میں کام کا پھیلاؤ اور مقبولیت نہ دیکھ سکے بہرحال ان کی کوشش صدقہ جاریہ کے حکم میں ہوگی۔

قاضی صاحب کے تعلقات جماعت تبلیغ سے کس درجہ ہوگئے تھے اس کا اندازہ

ان خطوط سے ہوگا جو ان بزرگوں نے قاضی صاحب کو لکھے تھے۔ قاضی صاحب کے انتقال کے بعد مولانا یوسفؒ امیر جماعت تبلیغ نے اپنے تعزیتی مکتوب میں لکھا ہے۔

"پسماندگان کے لئے مرحوم کی سب سے عالی قدر وراثت وہ دین کا درد تھا جو مرحوم کے سینہ میں موجزن تھا اور جس کے اثرات سرزمین بہار سے باہر کے صوبوں میں بھی ظاہر ہوئے"۔

اسی طرح مولانا نظام الدین صدر جمعیۃ علماء رانچی کی تحریر سے قاضی صاحب کی تبلیغی کام میں جانفشانی اور قربانی کا اندازہ ہوتا ہے۔

"مئی اور جون کی گرمی میں گیا (جہاں ہندوستان میں سب سے زیادہ گرمی پڑتی ہے) کے دیہاتوں کی خاک چھانتے پھرتے۔ اپنے دولت کدہ کی عشرت اور پارلیمنٹ کی خدمت ترک کرکے مسجدوں میں قیام کرتے پھرتے"۔

اسی طرح مولانا عبدالصمد صاحب کی یہ تحریر بھی ان کی محنت اور جذبہ عمل کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

"ان سے جتنا ہو سکتا تھا بے دریغ کام کرتے تھے بلکہ بعض اوقات جاں پر کھیل کر کام کرتے تھے"۔

تبلیغی جماعت کے لوگ ان کی جتنی عزت کرتے تھے اس کا اندازہ مندرجہ ذیل خطوط سے لگایا جا سکتا ہے۔

مولانا منظور نعمانی کا خط

مخدوم و محترم جناب قاضی صاحب زید مجدکم

وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ

کئی ماہ سے والد ماجد مدظلہٗ اور میری ایک ہمشیر علیل ہیں بلکہ ہمشیر کی زندگی کے بظاہر تو آخری لمحات ہیں باقی اللہ کو سب کچھ قدرت ہے میں ان کی عیادت اور خدمت کے لئے یہاں آیا ہوا ہوں۔ یہاں آنے سے پہلے بھی قریباً ہفتہ عشرہ سفر میں رہا۔ بس ۲۴ کو لکھنؤ آیا تھا اور ۲۵ کو یہاں چلا آیا۔ میری غیر حاضری کے زمانہ کی ڈاک

جو دفتر میں جمع تھی لکھنؤ سے روانگی کے وقت منیجر صاحب نے مجھ کو دی اور میں نے بیگ میں رکھ لی۔ یہاں آکر موقعہ ملا تو اس کو دیکھا اس میں جناب کا ایک ملفوظ ہے جو ۳ مئی کا مرقوم ہے اور ڈاکخانہ کی مہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱ مئی کو وہ لکھنؤ میں تقسیم ہوا تھا۔

بہرحال میں نے اس کو پرسوں ہی دیکھا اور بڑا افسوس ہوا کہ جناب آپ کو انتظار کی بڑی زحمت ہوئی ہوگی۔

مجھے ہمیشہ بدرجہ یقین یہ خیال رہا ہے کہ انشاء اللہ بہار میں دینی کام آپ ہی حضرات کے ذریعہ ہوگا۔ گرامی نامہ میں کام کا جو مجمل اور مختصر تذکرہ ہے اس سے روح کو بڑی مسرت ہوئی۔ اللھم لک الحمد ولک الشکر۔

کاش اس کا رواج عام ہو جائے کہ جب آپ کا قافلہ چلے تو شہروں قصبوں اور دیہاتوں کے عوام کثرت سے آپ کے ساتھ ہوا کریں اور قافلہ کے دینی ماحول سے دینی اثرات لے کر واپس ہوا کریں۔

حضرت قاضی صاحب! اس قوم کے جہل اور جمود کا یہی علاج ہے اور دنیا و آخرت میں ہماری نجات اسی میں منحصر ہے کہ یہ زندگی مسلمانوں میں عام ہو جائے اور اس طرح پوری مسلم آبادی حرکت میں آجائے۔

جمادین کا الفرقان جو گزشتہ ہفتہ میں شائع ہوا ہے اس میں کام کے متعلق میرا ایک خط چھپا ہے جو پاکستان کے ایک دوست کے نام ہے شاید ملاحظہ سے گزرا ہو۔

گرامی نامہ میں گدیوں کی جس قوم کا آپ نے ذکر فرمایا ہے اور ارتداد کا جو فتنہ رونما ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اس کے انسداد میں آپ حضرات سے پورا پورا کام لے اس فتنہ سے تو نہ معلوم ہمیں کہاں کہاں دوچار ہونا ہے اپنی بے سروسامانی اور بے بسی کو دیکھ کر ہراس پیدا ہوتا ہے لیکن اللہ قوی وعزیز کی قدرتوں کا جب دھیان کیا جاتا ہے تو الحمدللہ ہمت بلند ہوتی ہے

کاش ہر جگہ کے سب اہل دین آپ کی طرح ہی اس مسئلہ کی اہمیت کو سمجھ لیں اور اس کی راہ میں مر مٹنے کا فیصلہ کر کے دین کی خدمت کے لئے کھڑے ہوں۔ معلوم نہیں کون سا وقت آئے گا جب لاکھوں اس راہ میں دیوانہ وار جد و جہد کر رہے ہوں گے اللہ تعالیٰ جلد وہ روز سعید لائے۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے سید سالار مسعود غازی کے متعلق کوئی قابل مطالعہ کتاب موجود نہیں ہے کئی برس ہوئے بہرائچ میں ایک چھوٹا سا رسالہ دیکھا تھا جو کسی بہت کم علم آدمی کا لکھا ہوا تھا اور اس میں سوانح کا ایک حصہ بھی شاید نہ تھا بلکہ جاہلانہ خرافات سے بھرا ہوا تھا۔ تاہم آج ہی لکھنؤ اپنے منیجر صاحب کو لکھتا ہوں کہ وہ مقامی کتب خانوں میں دریافت کریں اور اگر کوئی چیز مل جائے تو فوراً جناب کو بھیج دیں۔ لیکن غالب گمان یہی ہے کہ کوئی چیز نہیں ملے گی۔ سید صاحب کی شخصیت تاریخ کی روشنی میں نہیں ہے نہ معلوم کیا بات ہے۔

اس تحریک کو صوبہ حرکت دینے کے لئے جس صلاحیت کے آدمی کی ضرورت ہے ایسے آدمی ابھی تک ہمارے پاس نہیں ہیں اگر چند دوستوں کو لے کر خود حاضری کا ارادہ کر دوں تو ہفتہ عشرہ کے لئے وقت نکالنا ممکن ہے اور انشاء اللہ کچھ دال دلیا ہو بھی جائے گا لیکن اب سے شوال تک بلکہ ذی قعدہ تک کام کا ایک نقشہ بنایا جا چکا ہے۔

ہمارے رفیق کار مولانا سید ابوالحسن علی ندوی آخر جنوری میں حجاز سے واپس آ گئے تھے اس وقت سے یہاں کے کام میں نئی جان پڑ گئی ہے اور کام الحمد للہ پہلے سے زیادہ منقح اور مرتب ہو گیا ہے۔ اور اب اطمینان ہے کہ صلاحیت اور صادق جذبہ رکھنے والے دو چار مخلص جہاں چاہیں اس کام کو اس طرز پر شروع کر کے جلد ہی اس کو ایک اچھا اور طاقتور مرکز بنا سکتے ہیں لیکن اس وقت صورت یہ ہے کہ جو بندگان خدا کاموں کی امامت اور قیادت کی صلاحیتیں رکھتے ہیں وہ دوسرے کاموں میں منہمک ہیں اور صرف تقلیدی

ذہن رکھنے والے رہ گئے ہیں جو کہیں کہیں مل جاتے ہیں۔

۱۱ر جون پنجشنبہ سے ہمارا ایک اہم دورہ شروع ہونے والا ہے اس کے پہلے ہفتہ علی الترتیب کانپور اور الٰہ آباد قیام رہے گا انشاء اللہ یہ عاجز بھی اس قافلہ میں رہے گا۔ اس موقعہ پر انشاء اللہ گورکھپور کے بارے میں خاص مشورہ کیا جائے گا۔ اور جناب کے گرامی نامہ کو سامنے رکھا جائے گا اور گورکھپور ہی میں کام کا مستقل نقشہ تیار ہوسکے گا۔ پروگرام بن سکا تو انشاء اللہ مطلع کروں گا۔ جواب بہت دیر سے دے رہا ہوں۔ خدا کرے جناب کو مل جائے۔

منظور نعمانی

قاضی صاحب نے وسائل اور کارکنوں کی کمی کی وجہ سے صوبہ کے باہر کے ذی صلاحیت حضرات کے دروازوں پر جو دستک دی تھی مولانا منظور نعمانی ان میں ایک تھے اور ان کا جواب اوپر درج کیا گیا۔

بہرائچ کے سید سالار مسعود غازی صدیوں پہلے کے ایک بزرگ ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی سے پہلے تشریف لائے تھے اور ان کے ہاتھوں پر گدیوں کی ایک قوم مسلمان ہوئی تھی جو گورکھپور سے لے جاکر چمپارن تک پھیلی ہوئی ہے۔ ان میں اعمال مشرکانہ کافی آگئے ہیں حتیٰ کہ نام بھی مشرکانہ ہیں نام کے ساتھ میاں لکھتے ہیں اور اپنے کو مسلمان کہتے ہیں فتنہ ارتداد ۲۵-۱۹۲۳ء میں یہ تذبذب اور بے یقینی کا شکار ہوگئے تھے لیکن مولانا سجادؒ اور شیخ عدالت حسین مرحوم کی کوششوں سے اللہ تعالیٰ نے ان کو ارتداد سے روکا آزادی کے بعد کے بدلے ہوئے حالات میں قاضی صاحب کو بہت فکر تھی کہ ان کو کس طرح محفوظ رکھا جائے۔ چونکہ یہ لوگ حضرت سید سالار مسعود غازیؒ سے اب بھی والہانہ عقیدت رکھتے ہیں اس لئے قاضی صاحب چاہتے تھے کہ ان کے حالات معلوم کر کے اور جمع کر کے شائع کریں اور ان میں تقسیم کریں وہ عموماً ان پڑھ ہیں اس لئے قاضی صاحب سوچتے تھے کہ تبلیغی وفود ان میں جائیں اور ان کو سید سالار مسعود غازی کی اسلامی زندگی بتائیں چونکہ مولانا منظور نعمانی اہل علم طبقہ سے تعلق رکھتے ہیں اس لئے قاضی صاحب نے ان کو اس طرف توجہ دلائی تھی جس کا تذکرہ مولانا نے اپنے خط میں کیا ہے۔

مولانا منظور نعمانی صاحب کا دوسرا خط

مارچ ۱۹۵۱ء درمیان لکھنو و پرتاپ گڑھ۔
مخدومی محترمی قاضی صاحب زیدت فیوضکم۔

سلام مسنون۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔ نگراہاٹ (۲۴ پرگنہ بنگال) میں جو اہم تبلیغی اجتماع یکم و ۲/اپریل کو ہو رہا ہے۔ غالباً اس کی اطلاع تو جناب کو ضرور ہوئی ہوگی لیکن میرا تو خیال ہے کہ غالباً وہاں جناب کی زیارت میسر ہوگی تاہم احتیاطاً یہ عریضہ لکھ رہا ہوں۔ اس وقت وہیں جا رہا ہوں۔ جماعت ساتھ ہے واپسی میں بہار میں بھی چار پانچ دن صرف کرنا چاہتا ہوں۔ ایک موقعہ پر جناب نے ارشاد فرمایا تھا کہ بہار میں اس کام کی مرکزیت کے لئے مونگیر زیادہ موزوں ہے۔ اس لئے یہ سوچا ہے کہ ۵/اپریل جمعرات کے دن انشاء اللہ واپسی میں مونگیر پہنچوں گا۔ جمعہ کو بھی وہیں قیام کا ارادہ ہے پھر وہاں سے بھاگلپور کا بھی خیال ہے۔ اس موقعہ پر میری بڑی خواہش ہے کہ جناب اپنے خاص رفقا کے ساتھ ضرور مونگیر تشریف لائیں انشاء اللہ جناب کی تشریف آوری بڑے خیر کا باعث ہوگی۔ میں چاہتا ہوں کہ بہار میں جو کچھ ہو آپ ہی کے ذریعہ ہو اور اس کے سوا اور صورت ہی کیا ہے۔ خدا کرے کہ اس کام کو مولانا منت اللہ صاحب اپنا لیں اگر ایسا ہوا تو بہار میں ان کے ذریعہ پھر وہ فیض عام ہو سکتا ہے جو ان کے حضرت والد ماجدؒ سے لوگوں کو پہنچا تھا۔

والسلام

مولانا منت اللہ صاحب کو اس کی اطلاع مولانا نور الحسنؒ قاضی شریعت بہار نے خط کے ذریعہ دے دی تھی۔ پھر قاضی احمد حسین صاحب دفتر تشریف لائے تو انھوں نے تار کے ذریعہ اطلاع دی کہ تبلیغی وفد مونگیر پہنچ رہا ہے جس میں مولانا منظور نعمانی اور قاضی احمد حسین بھی ہوں گے اور یہ کہ مولانا سے تعاون کی درخواست ہے۔

جناب افتخار فریدی صاحب کا خط

کلکتہ ۸/مارچ ۱۹۵۱ء
مطاع معظم مخدوم و مکرم حضرت قاضی صاحب

زاد مجدکم والسلام علیکم ورحمتہ اللہ۔ مزاج گرامی؟ الحمد للہ کہ ہم سب لوگ دینی زندگی

کے فروغ کے لئے ۵ر مارچ کی شام کو کانپور لکھنؤ کے علاقہ میں کام کرتے ہوئے کلکتہ پہنچے۔ یہاں کے مضافات میں تقریباً تیس میل کے فاصلہ پر ایک مقام مگراہاٹ ہے جس کے ذمہ دار مولانا غلام علی صاحب نے حضرت جی سے دہلی جاکر دینی زندگی کے فروغ کے لئے ایک اہم اجتماع یکم و ۲ر اپریل کو مگراہاٹ میں طے کیا ہے اس کی صحیح تشکیل اور کثرت سے جماعتوں کو اللہ کے راستہ میں نکلنے اور جان کھپانے کی جد وجہد کے عمل میں لانے کی سعی کے لئے ہم لوگ حاضر ہوئے ہیں چونکہ حضرت مولانا یوسف صاحب مولانا منظور نعمانی مولانا عمران خاں صاحب بھی تشریف لائیں گے اس لئے زیادہ متوقع ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس علاقہ کے جو لوگ کثرت سے چلوں کے لئے نکلیں گے ان کو بہار کے ہر ضلع میں کام کے لئے مختلف علاقوں کے لوگوں کے ساتھ بھیجا جائے لہٰذا اس موقعہ پر سخت ضرورت ہے کہ جناب والا خصوصی توجہ فرمائیں اور خود کرم فرماتے ہوئے قدم رنجہ فرمائیں اور کثرت سے اہل بہار کو احتیاط سے کام کرنے کا طریقہ بتائیں تاکہ بہار جیسے خطہ میں ہر جگہ کام کی صورتیں پیدا ہوں۔ احباب کو بھی منگراہاٹ آنے کی دعوت دیں۔ کلکتہ سے منگراہاٹ ہر گھنٹہ ریل گاڑی جاتی ہے۔ اطلاع ملنے پر اسٹیشن سے لانے کا انتظام کر دیا جائے گا۔ میرا پتہ سیف الالٰہی اینڈ کو ۱۴۲ رام لوچن ملک اسٹریٹ کلکتہ ہے۔

مولانا عبید اللہ بلیاوی کا خط

بستی نظام الدین ۱۳ فروری ۱۹۴۶ء۔

متع اللہ المسلمین ببقائکم و وفور فیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

۲۶ر جنوری ۱۹۴۶ء کا تحریر فرمودہ گرامی نامہ موصول ہو کر موجب مسرت ہوا عرصہ سے خیریت نہ معلوم ہونے پر یہاں کے حضرات برابر یاد فرماتے رہے۔ بارہا تذکرے ہوئے اور کئی بار حکم ہوا کہ آپ اور آپ جیسی مبارک ہستیوں کو عریضے روانہ کرو۔ خیریت مزاج اور احوال کی اطلاع لے کر بیش از بیش توجہات کے بڑھانے کی درخواست کرو مگر کچھ ایسا تکاسل اور تغافل ہوا کہ آپ کی خدمت میں کوئی ہدیہ نہ پیش کر سکا۔ اب جب کہ

کرمت نامہ نے مشرف بھی کیا تو کاموں کے ہجوم اور افکار میں لیت ولعل کرتے ہوئے
گزر گئی اور فوری تحریر نہ بھیجی جا سکی ۔ جس سے انتظار کی زحمت برداشت کرنا پڑی
ہو گی ۔ امید کہ بطیب خاطر معاف فرمادیں گے ۔

میرے بزرگ ! اس وقت ہمارا دینی بعد محتاج بیان نہیں ۔ ہماری ساری چیزیں
اپنی سطح سے ہٹ چکی ہیں ہماری خلوت وجلوت گھر بار اشغال و مقاصد تفکرات
غرض ہر نقل وحرکت اس سطح پر نہیں رہیں جس سطح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
ڈال کر گئے تھے ۔ اور وہ ترتیب وکیفیت ہاتھوں سے جاتی رہی جس کے ذریعہ
ہم اپنے مذہب کی روحانیت اور اللہ غفور الرحیم جیسے مدد کرنے والے کی خصوصی
رحمت ومدد وتربیت سے خالی ہو گئے ۔ ہماری ہر چیز پر اللہ کی رضا کی بجائے
جو روح کو سرسبز کرنے والی تھی مادیت غالب آگئی جو روح کو زنگ لگانے
والی ہے ہر چیز کے ذریعہ ہم دنیا میں منافع دیکھنے کے عادی ہو گئے ہیں گویا
اخروی منافع جدوجہد کے لئے کافی نہیں ۔ بہر حال تبلیغی جدوجہد اسی فضا کے بدلنے
کے لئے ہے اس کا مقصد ہر لائن میں منافع اور مضار سے نگاہوں کو ہٹا کر اخروی
منافع پر ڈالنے کے لئے اپنے آپ کو نثار کر دینا ہے ۔ ہر وہ عمل جس کا اندرون
ایمان واحتساب سے خالی ہے وہ مادی ہے بے جان ہے وقتی ہے غیر مثمر ہے ۔

میرے بزرگ ! ایسے وقت میں جبکہ حق تعالیٰ شانہٗ نے محض اپنے لطف وکرم
سے بغیر ہمارے استحقاق واہلیت کے ایک اونچی نعمت مرحمت فرمائی ہے
اس کے لئے ہمیں زیادہ سے زیادہ قربان ہو جانا چاہئے اس چیز کا بقا اور
اور ترقی محض صفت ہجرت ونصرت کی بقدر رہے جتنا اس کام کے لئے گھر
بار مادی منافع کا اخروی منافع رضائے الٰہی کے لئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم
کے اتباع میں چھوڑنا بڑھتا رہے گا اور حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم
اجمعین کے ساتھ مشابہت بڑھتی رہے گی اور ایسے جذبہ کے ماتحت نکلنے
والوں کے ساتھ ان کے اس کام میں شرکت اور ہاتھ بٹانا بڑھتا رہے گا ۔

اتنا ہی یہ کام مستحکم ہوتا چلا جائے گا۔ انبیاء کرام اور حضرات صحابہ کی اس عالم میں دوڑ دھوپ وقتی نہیں تھی اور ان حضرات کا تکلیف و صعوبت برداشت کرنا کھیل نہیں تھا بلکہ وہ ہر قربانی جو اللہ والوں نے ان کے لئے اٹھائی اگلے آنے والوں کے لئے محرض ومحرک ہے اور پھر وہ مدد جو اس قربانی اور تکلیف کے ساتھ ہو وہی موعود ہے اسی لئے ان تمام قربانی کرنے والوں کا تذکرہ فرما کر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشاد ہوتا ہے فبھداھم اقتدہ اور ہم سے خطاب ہوتا ہے کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنہ اس سے خود صاف ظاہر ہوتا ہے کہ وہ امانت اس امت کے کاندھوں پر ہے اور اس کے لئے وہ تحمل اور شدائد و مصائب۔ جو انبیاء کرام برداشت کرتے تھے اس امت سے مطلوب ہے اسی لئے حق تعالیٰ شانہٗ بار بار کیسے رشک کے طریقوں پر ان انبیاء اور ان کے ساتھ اپنی مہربانیوں اور مددوں کے قصے بیان فرماتے ہیں تاکہ ہم اس پر یقین کرکے اٹھیں اور منتفع ہوں۔ حضرت صحابہ انہی اشاروں کے ساتھ اٹھے اور پھر کیسی کیسی مددیں ہوئیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اور ان کی وساطت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے ہمارے لئے ساری زندگی کو روحانی بنا دیا اور ہر چیز کو قابل معاوضہ لیکن اس کے لئے ہر چیز میں اپنے احکامات رکھ دیئے اور کوئی ترتیب قائم کردی اور ہم سے عبدیت کے طریق پر بلا چوں وچرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع میں ان کی والی ترتیب کے مطابق حکم خداوندی کو سامنے رکھ کر اس کی تعمیل میں منفعت دنیویہ سے بالا ہو کر اس عمل کو کر گزرنا ہے اس کے لئے جی چاہنے پر مدار نہیں بلکہ بسا اوقات ناگواری طبع کے ساتھ بھی اس کو کرنا ہوگا بلکہ اول اول تو کراہت کے ساتھ ابتدا ہوتی ہے اور پھر نشاط منافع اخروی کے بقدر پیدا ہوتا ہے۔" یا ایضا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مکرہًا ومنشطاً" ہمارے لئے مذہب کی ترتیب میں سب سے زیادہ اہم چیز اس امانت کے لئے دوڑ دھوپ ہے جس کے لئے انبیاء کرام نے تکلیفیں اٹھائیں۔ اسی صورت کے ساتھ اسی صفت کے ساتھ خدمہ نبوت کے

ساتھ مخلوق کی اذایا کو برداشت کرتے ہوئے آخروی اجر پر نظر کرتے ہوئے آخری وقت
تک مخلوق کو خالق سے واصل کرنے میں کوشاں رہنا ہمارے لئے یہی جذبہ مقصود ہے
اور یہی امانت ہمارے حوالہ ہے۔ ہمارے لئے ساری چیزیں قابل معاوضہ ہوجاتی ہیں
اگراس امانت کی ادائیگی کے حق کو ادا کرتے ہوئے کریں اور ساری قابل لعنت اور
پھٹکار ہوجاتی ہیں اگر اس میں ہمارا کوئی حصہ ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا پاک ارشاد ہے
قل ان کان اٰباءکم وابناء کم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم
واموال اقترفتوھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب
الیکم من اللہ ورسولہ وجھاد فی سبیلہ فتربصوا حتیٰ یاتی اللہ
بامرہ اس آیت سے پہلے آیت کی ابتدا یا ایھا الذین امنوا سے ہے اور
یہ آیت اسی خطاب میں شامل ہے اس کے اول مخاطب اول تعمیل کرنے والے
حضرات صحابہ میں ان سے زاید کون ان مشاغل کو شریعت مطہرہ اصولوں پر کرنے
والا ہوگا لیکن اس کے باوجود یہ ساری چیزیں اعلاء کلمۃ اللہ کی جدوجہد سے معارض
ہوجائیں تو یہی ساری چیزیں قابل لعنت اور پھٹکار ہوجاتی ہیں۔ جان کا بچانا اور
اس کی حفاظت فرض ہے لیکن دین کے لئے ان کا دینا فرض ہوجاتا ہے۔ نماز میں
چلنے سے نماز ٹوٹ جاتی ہے لیکن اس کام کی بعض صورتوں میں بہت چلنے سے بھی
نہیں ٹوٹتی غرض اس امانت والے فریضہ میں کسی وقت کوئی تغیر نہیں البتہ اس کے
لئے بقیہ فرایض میں اپنے اپنے موقعہ پر تغیرات ہوجاتے ہیں۔ ہم اسی امانت
کے حق کی ادائیگی کی مشق کے طور پر اپنوں میں کلمہ ونماز جیسی اہم چیزوں اور
حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم والی ترتیب کے مطابق ابتدائی بنیادوں
کو لے کر ہجرت ونصرت کی صفات کے ساتھ علم ذاکر کو حرکت کے ذریعہ عام کرنے کی
کوشش میں لگ رہے ہیں۔ ہمارے مقصد کے پیش نظر دعا فرمائی جائے کہ حق تعالیٰ
سبحانہٗ ان حقیر کوششوں کو قبول فرمائیں اور اس کام کے اہل حضرات کو اس کی
سرپرستی کی توفیق بخش کر ہم کو اس بارگراں سے سبکدوش فرمائیں۔ یہ کام اسوقت

تک ہم نااہلوں کے ہاتھ میں ہے جس سے انتہائی خوف ہے کہ کہیں ہماری بے بضاعتی بے سروسامانی اور ناتجربہ کاری کے ہاتھوں ضائع نہ ہو جائے۔ اہل علم اور اہل ذکر کی اکثریت اس اہم اور نازک بنیادی کام کو باوجود اس کے چالو ہونے اور اللہ کی رحمتوں میں پھلنے اور بڑھتے رہنے کے ابھی تک سرسری اور انتہائی سرسری سمجھ رہی ہے بہت ہی کم متوجہ ہیں اور اپنی توجہات عالی کو دوسری جزئیات کی جانب بلکہ بعض ایسی چیزوں کی طرف جو دراصل ترتیب نبوی میں اس بنیاد کے مستحکم ہونے کے بعد آنے والی ہیں بہت زیادہ مبذول کئے ہوئے ہیں اگر ان کی نگرانیوں اور مہربانیوں میں کام کا پھیلنا اور گہرا ہونا ہو تو نہ معلوم کتنے اعلیٰ مقاصد اور کس کس طرح کی مطلوب قلبی حاصل ہوں۔

اگر ایک بار جناب عالی ہمت فرما کر معتد بہ اور تسلی بخش اوقات کو ہم پر اور اس کام پر نگہداشت کی نیت سے اس مبارک نازک کام پر تصدق فرمائیں اور اپنے خدام آستانہ کو بھی متوجہ فرمائیں تو ہم اپنی انتہائی سعادت سمجھتے ہوئے کام کے صحیح رخ پر پڑنے کی بہت زیادہ حوصلہ افزا صورتیں حاصل کر کے آپ جیسے عالی ہمت بزرگوں کی خدمت گزاری کا شرف حاصل کریں۔

آپ یہ معلوم کر کے مسرور ہوں گے کہ یہ کام حق تعالیٰ شانہٗ کی مددوں اور رحمتوں کے درمیان ہماری انتہائی نااہلی سستی اور غفلت شعاریوں کے باوجود بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ابتک صرف ڈیرہ دون، آگرہ، کرنال، رہتک، الورہی تک جماعتوں کے پیدل جانے کی صورتیں ہوئیں مگر اب امسال حق سبحانہٗ نے اپنی نصرتوں اور غیبی مددوں کو شامل حال فرما کر ایک جماعت دہلی سے پیدل چل کر پشاور تک پہنچ چکی ہے جس سے پنجاب و سرحد کے ہر طبقہ خصوصاً ذاکر اور خانقاہی خلوتی لائن کے اکابر کی زیادہ بڑھ رہی ہے۔ سرحد سے ایک چلہ کی جماعت آ کر میوات مراد آباد کلکتہ میں اوقات گزار کر شوق اور درد کے ساتھ اس کام میں لگی اور کئی چلوں والے میواتی حضرات اور بنگال و مراد آباد والوں کے اس نیت سے نکلنے کا باعث بنی۔ اسوقت

بھی ان بزرگوں کی آمد کے برکات میں سے وہ جماعتیں بھی ہیں جو دہلی سے کراچی اور بمبئی پیدل جارہی ہے جن کا نصف کے قریب راستہ قطع ہو چکا ہے۔

سب سے اہم اور آپ کے لئے زیادہ قابل مسرت جماعت وہ ہوگی جو دہلی سے کلکتہ تک پیدل جانے کا ارادہ رکھتی ہے اس جمعہ کے بعد والا اس کا جمعہ لکھنؤ میں ہوگا۔ آگے خواہ جونپور بنارس کی طرف یا خواہ گونڈہ بستی کی لائین سے آپ کے صوبہ سے گزرتی ہوئی بنگال جائے گی لکھنؤ ہی سے اگر اپنے خدام میں سے ایک جماعت ان کے ساتھ کر دی جائے یا درمیان ہی سے کہیں سے آپ والی ہستیاں شریک ہو جائیں اور ان کے ساتھ زیادہ سے زیادہ احباب کو کلکتہ تک یا جہاں تک کے لئے آمادہ کر سکیں شریک کر دیا جائے تو خیر کثیر اور زیادہ نفع کی توقعات ہیں یہاں کے حضرات بہت زیادہ یاد فرماتے ہوئے تشریف آوری یا فرستادوں کی زیادہ سے زیادہ آمد کی امید رکھتے ہوئے سلام مسنون فرماتے ہیں۔

فقط والسلام

محمد جمعا بندہ محمد عبداللہ بلیاوی کان اللہ لہ

مولانا یوسف صاحب امیر جماعت تبلیغ کے خطوط

مدرسہ کاشف العلوم
۷؍رمضان ۶۸ھ

مخدوم ومطاع مکرم ومحترم بندہ متع اللہ المسلمین بفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اللہ تعالیٰ رب العزت کے فضل اور حضرت عالی کے مساعی سے متعدد جماعتیں بہار سے یہاں پہنچیں۔ جس سے بہت زیادہ مسرت ہوئی توقع ہے کہ اللہ رب العزت بہار میں دین کے فروغ کی جلد صورتیں پیدا فرمادیں اور حق تعالیٰ شانہٗ، جناب کی ان مساعی کو بہت زیادہ قبول اور بار آور فرمادیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جدوجہد میں خصوصی حصہ نصیب فرمادیں۔

مولوی محمد زبیر صاحب حافظ محمود عالم صاحب کے اصرار وتقاضوں پر یہ جماعت جناب کی خدمت میں بھیجی جارہی ہے۔ انھوں نے فرمایا تھا کہ ادھر

جماعت کے جانے سے کم از کم سو حجاج مل سکتے ہیں اس جماعت میں وہ حجاج بھی ہیں جو ابھی سے اپنے گھروں سے تیار ہو کر حج کے لئے آگئے ہیں اور اس دینی دعوت کے اصولوں کی مشق کرنے کے لئے نکلے ہیں اسی طرح آپ کے یہاں سے چاہتے ہیں کہ عازمین حج کو جمع کر کے ان کے سامنے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اصل زندگی اور دین کی جدوجہد کے اصولوں کی مشق کرنے کی ضرورت رکھی جائے۔ تاکہ حضور والے حج کا اصل نہج پیدا ہو اور عازمین حج کے اندر وہ اوصاف حاصل ہوں جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہزاروں حجاج کے اندر پیدا فرمارہے تھے۔ یعنی عمومی کوششیں تو عوام کو دین سیکھنے کے لئے اوقات فارغ کرنے کی سعی ہونی ضروری ہے اور خصوصی طور پر حجاج کو جمع کر کے دین سیکھنے کے لئے اور سفر کے اصولوں کی پہلے سے مشق کرنے کے لئے خصوصی کوشش کی جاوے۔ بندہ ناکارہ بھی حضرت عالی کے لئے دعا گو ہے اور بندہ خود بھی دعاؤں کا محتاج ہے۔

فقط والسلام

بندہ محمد یوسف بقلم انیس احمد غفرلہٗ

(۲)

مدرسہ کاشف العلوم بستی نظام الدین

۱۵ ؍ رمضان المبارک ۶۸ھ

مخدوم و مکرم محترم متع اللہ المسلمین بفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی تشریف آوری اسی لئے ہوئی کہ ہماری ان طاقتوں کو جو اپنی پرورش اور سرسبزی کے لئے۔ اپنے مشاہدہ و تجربہ کے مطابق مخلوق پر خرچ ہو کر ضائع ہو رہی ہیں اللہ رب العزت پر خرچ کرنے کا طریقہ سکھلا کر ان کے ذات والے بے انتہا ابدی منافع کے دروازے کھلوا دیں تاکہ تھوڑی سی محنت پر ہمیشہ کی سرسبزی کے دروازے کھل جائیں۔ حضور اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نے اپنی پوری امت کو ان اعمال کی سرسبزی

کے انہماک پر ڈال کر گئے جن سے امت کے لئے براہ راست اللہ رب العزت کی ذات عالی سے بے انتہا دروازے کھل گئے ان سارے اعمال کا خلاصہ جانوں اور مالوں کا منشاء نبوت پر خرچ کرنا ہے جس کی صورت یہ اختیار کی گئی کہ اعمال ایمانیہ کی سر سبزی کے لئے جد و جہد کا شعبہ ہم کو مرحمت فرما کر خاص طرح کی نقل و حرکت کا ہم کو عادی بنایا اور اس نقل و حرکت والی جد و جہد کو تمام اعمال ایمانیہ کے لئے جڑ اور بنیاد قرار دے کر حق تعالیٰ شانہٗ کی تمام نعمتوں کے حصول کے لئے اس کو اعلیٰ ترین ذریعہ قرار دیا۔ جتنا اس مبارک و عالی مایہ کی صورتوں کے سیکھنے اور سکھانے پر جانوں کے صرف کرنے کی مقدار بڑھے گی تمام شعائر سر سبزی کا رُخ اختیار کرتے ہوئے پورے طریقہ محمدیہ کی سر سبزی کا ذریعہ ہو کر پوری امت محمدیہ کے لئے دوامی انعامات کے دروازوں کے کھل جانے کا ذریعہ ہوں گے۔ ایسے وقت میں جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی امت بلاؤں و مصائب کے دور میں ہے آپ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق رکھنے والوں کے لئے اپنے احوال سفلیہ و شخصیہ وقائیہ کو نہ دیکھتے ہوئے امت کی پریشانی کے درد کو لے کر اپنی جانوں اور مالوں کو لے کر اُمت میں اس جد و جہد کے احیاء کے لئے اٹھیں جس سے سارے اعمال نبویہ سر سبزی کا رخ اختیار کریں اور اللہ رب العزت کی رحمتیں اہل عالم خصوصاً امت محمدیہ کی طرف متوجہ ہوں اور کوشش کرنے والے تقرب و محبوبیت کے درجات کو حاصل کریں۔ اس مبارک جد و جہد کی صحیح اصولوں کے ساتھ ہونے کی ایسے وقت میں بہت زیادہ اہمیت ہے جبکہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے مبارک رفقا کی ۲۲ سالہ انتہائی جد و جہد پر منتہی ہونے والی آخری حرکت بیت اللہ کی طرف ہو رہی ہے جس کو اس مبارک مجمع نے کلمہ کی دعوت و جد و جہد سے شروع کر کے بیت اللہ کی طرف ایک لاکھ ایسے مجمع کی حرکت پیدا کی تھی جس کا تعلق محض حق تعالیٰ شانہٗ کی ذات کے ساتھ تھا اور اسی کے طریقوں کے سیکھنے میں اپنی نقل و حرکت میں مشغول تھے۔ نمازوں کے بڑے بڑے اجتماعات میں اذکار و علوم کی فضائیں تھیں دنیا کے طریقوں دنیا کی چیزوں سے بے نیازی تھی۔

آخرت کے اجور والے اعمال کا شوق تھا۔ نبوی اخلاق کی معاشرت تھی ایسے طریق پر
بیت اللہ کی حاضری پر حق تعالیٰ بے انتہا دارین کے انعامات امت کی طرف متوجہ ہوئے
اور الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم الاسلام
دینا کا نزول ہو گیا آج جدوجہد کے میدانوں کے سفلی چیزوں کی طرف ہو جانے
کی بنا پر بقیہ تمام اعمال نبویہ کے ساتھ یہ آپ کی مساعی کا آخری مبارک تکمیلی عمل بھی
مادیت کا منظر بن چکا ہے۔ مساجد والی ترقیات وکیفیات وانوارات بازاری جذبات
وظلمتوں سے مبدل ہو چکے۔ ایسے وقت میں اس مبارک جدوجہد کے لئے حرکت اور
کثرت سے اعمال ایمانیہ میں ایمان ویقین پیدا کرنے کے لئے نقل وحرکت اس مبارک
وعالی اللہ کے گھر کی طرف ہونے والی حرکت پر علوم واذکار کی فضاؤں کے اثرات
ڈال کر پوری امت کے لئے رحمتوں کے دروازے کھلوا دینے کے مرادف ہے۔
اس کے لئے آپ اپنے یہاں کے مبلغین کو خصوصیت کے ساتھ جمع کر کے اس حج کے
زمانہ میں کثرت سے اوقات فارغ کرا کر عامۃ مسلمین میں کلمہ ونماز کی جدوجہد کو
پوری طرح بڑھاتے ہوئے فارغ اوقات میں خصوصیت کے ساتھ حجاج کو بھی
فرما دیں اور ان کو اس کو اس راہ کی عظمت سمجھا کر اس کی حرکت سیکھنے پر آمادہ
فرماتے ہوئے ان کے ساتھ ابتک اوقات دینے والوں کے اوقات فارغ
کرا کر ان کو ساتھ شامل فرما کر دوسرے ماحولوں میں بھیجیں تاکہ دوسرے ماحولوں
میں عمومی کوششوں کے ساتھ حجاج کو آمادہ کر کے اس حرکت کے صحیح اصولوں
کے ساتھ ہونے پر سیکھنے پر آمادہ فرما دیں کیونکہ یہ فریضہ سراسر حرکت ہی حرکت ہے۔
جتنا پہلے سے حرکت کے نمازوں کے اہتمام علوم واذکار کی مشق اخلاقی
اصولوں کی مشق اور توجہ الی اللہ کے ساتھ ہونے کی کر لی جائے گی اتنا ہی اس
مبارک حرکت میں بحیثیت امت کے ترقیات ہوں گی۔ حجاج کے اوقات لینے میں
اس کی بھی کوشش فرما دیں کہ کچھ اوقات فارغ کر کے یہاں کے ماحولوں میں
بھی پھرنے کی کوشش کریں ورنہ کم از کم جاتے ہوئے کچھ وقت گذار کر جائیں تاکہ

سارا راستہ حرکت کے صحیح صورت سیکھنے کی بنا پر اپنی اور دوسروں کی ترقیات میں گزرے جانے والے حجاج کو اس پر بھی آمادہ فرمائیں کہ حرمین کی حاضری ہمیشہ نہیں ہوتی جہاں تک ہو سکے وہاں زیادہ اوقات گزاریں اور دین وایمان کی جدوجہد کی فضاؤں میں نقل وحرکت کرتے ہوئے ان تمام جگہوں پر جائیں جہاں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے مبارک رفقاء کے مبارک اقدام ٹھہرے اور وہاں کی زمینوں نے ان کی کیفیات وجذبات کو جذب کیا اور آج تک وہ اثرات انھیں ودیعت میں جن سے اکتساب وفیض ان کے طریقہ پر جدوجہد کرتے ہوئے ان جگہوں پر پھرنے میں ہے۔ حق تعالیٰ کے فضل سے ایک جماعت بمبئی حجاج کو اس جدوجہد کے سیکھنے پر ڈالنے کے لئے جا چکی اگر آپ کے یہاں سے بھی قریب وبعید میں جانے کے لئے جماعتیں آجائیں تو بہت اچھا ہو اور آپ کے علاقہ کے لئے باعث خیر وبرکات ہو۔ اتنے عالی مقصد کے لئے رمضان المبارک کی نورانی وروحانی فضاؤں میں جتنی مستعدی سے جدوجہد کرلی جائے گی سارے سال اس کے اثرات باقی رہیں گے اور رمضان کی نسبت سے پوری مدد دیں متوجہ ہوں گی اور کچھ سمجھدار آدمیوں کو خصوصیت کے ساتھ ہر شوال تک یہاں ضرور روانہ کر دیں تاکہ آپس کی مشاورت کے ذریعہ حج کا موضوع عمومی کام کے ساتھ خصوصیت کے ساتھ حجاج میں کام کرنے کے اصولوں کے مذاکروں کے ذریعہ انھیں کام کا طریقہ معلوم ہو اور اس راہ کی بصیرت کے ذریعہ یہ شعبہ صحیح رُخ اختیار کرسکے۔ یہ عریضہ یا اس کی نقل اور دوسرا خط جو میاں جی محمد عیسیٰ و مہتاب خاں صاحب کے نام ہے براہ کرم جماعت کے پاس بھجوا دیں۔

فقط والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہ

بقلم انیس احمد غفرلہ

مدرسہ کاشف العلوم

۲۹ رمضان ۶۸ھ

محترم المقام السلام علیکم ورحمتہ اللہ

منشی محمد عیسیٰ صاحب کے خط سے معلوم ہوا ہے کہ مونگیر سے واپس آکر وہ حضرت عالی کی خدمت میں پہنچ رہے ہیں لہٰذا حسب ذیل مضمون ان کے لئے ہے اگر وہ نہ پہنچے ہوں تو جہاں وہ ہوں پہنچانے کا بندوبست فرمادیں۔ کیونکہ مضمون ضروری ہے۔

گرامی نامہ صادر ہوا کاشف احوال ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ دوستوں کی مساعی کو بارآور فرمادیں اور دنیا میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ حیات کی سربزی کا ذریعہ بنادیں میرے دوستو ایسے زمانہ میں اہل عالم کی تمام تر توجہات اور جانی و مالی قربانیاں اس فانی دنیا کی فانی چیزوں کے لئے ہوکر رہ گئی ہے آپ صاحبان کا اس مبارک راستہ میں بھوک پیاس اور سفر کی تکالیف برداشت کرتے ہوئے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ حیات کی سربری کی جدوجہد میں مشغول ہونا بہت ہی مبارک اور قابل شکر ہے اور اہل عالم پر بلاد مصیبت کے دروازے بند کراکر رحمت و انعامات کے دروازے کھلوانے کے مرادف ہے صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ حیات جتنا وجود میں آوے گا خود بخود ہر طرح کی بلا دور ہوکر ہر طرح کی عافیتیں اہل عالم کے شامل حال ہوگی اور آخرت میں کوشش کرنے والوں کو جو انعامات ملنے والے ہیں ان کا تو کوئی اندازہ ہی نہیں کرسکتا بہر حال آپ صاحبان اس مبارک سفر کو اپنے لئے بہت ہی بڑی سعادت شمار کرتے ہوئے دل وجان سے اصولوں کی پوری رعایت رکھتے ہوئے علم وذکر کی پابندی اور ہمراہیوں کی خاص طور پر رعایت رکھتے ہوئے اور ان کی خاص طور پر خدمت گزاری کرتے ہوئے جتنا ہوسکے ہمتوں کو بڑھاتے رہیں جب کام کی ضرورت اور مفید مفید صورتیں سامنے آرہی ہیں تو ہمت اور استقلال کے ساتھ جمو اور دوسروں کو جماؤ۔ استقلال اور جماؤ کے انقدر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوئی ہیں اور کام میں سہولتیں اور کشادگی پیدا ہوتی ہیں آپ کے ساتھ

ضلع میرٹھ کے جو عازم حج ہیں انھیں اس خط کے ملتے ہی بھیج دیں انھیں بمبئی میں کرنی ہے اور انشاء اللہ شوال کے پہلے ہفتہ میں جہاز میں انتظام ہوگیا تو حجاز کو روانہ ہونا ہے۔ آپ باقی حضرات حضرت قاضی صاحب کے مشورہ سے کام میں مشغول اور منہمک رہیں ضرورت اسی کی تھی کہ ان حجاج کے پاس بھی پہنچا جاتا الحمد للہ آپ نے خوب سعی فرمائی۔ مگر آپ کا جانا محض حجاج کی غرض سے نہیں تھا بلکہ اس عالی مقصد کے لئے جس کے فقدان پر تمام دینی اعمال میں سرسبزی کی شان نہ رہی سو اس کے لئے وہاں جم کر کوشش کریں۔

فقط والسلام

محمد یوسف غفرلہٗ بقلم انیس احمد

بستی نظام الدین دہلی (۴)

مدرسہ کاشف العلوم ۷ ذی قعدہ ۶۸ھ

مکرم و محترم بندہ حضرت قاضی احمد حسین مد ظلہ العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ حق تعالیٰ شانہٗ کے لطف و کرم و فضل سے اس حج کے موقعہ پر دینی زندگی کی جد و جہد اور اس کے سیکھنے سکھانے کی اور اذکار اور نمازوں کی فضائیں اور حج کے قبولیت کے رخ پر پڑنے کی پہلے سے زیادہ صورتیں پیدا ہو رہی ہیں مختلف احباب حج کی حرکت میں دینی زندگی کی جھلک پیدا کرنے کی کوششوں کے لئے جا رہے ہیں۔ حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے پہلے سے بہت زیادہ صورتیں پیدا ہو رہی ہیں۔ ایسے وقت میں جبکہ ہمارا قبلہ ہمارا مرجع اور ہماری روحوں کا مرکز اور ہمارے باطن پر اثر ڈالنے والے مبارک مکان پر اللہ کی طرف رجوع اور دین سیکھنے سکھانے کی جد وجہد ہو رہی ہے اگر سب طرف وہاں نہ جانے والے اور اپنے مقاموں پر رہ جانے والے احباب مستعدی کے ساتھ سیکھنے اور سکھانے کی فضاؤں کے بعید و قریب میں بڑھانے کے لئے کوشاں ہوں تو کیا عجب ہے کہ دہش کے موقعہ اللہ رب العزت اس امت پر نگاہ کرم فرما کر اپنی رحمتوں کے دروازوں کو کھول دیں۔

موقع اجتماع میں کثرت سے احباب کو لے کر شرکت فرمائیں اور پوری قوت سے

چلنے کے لئے کوشاں ہوں۔ زیدی صاحب۔ میاں جی محراب۔ منشی اللہ دتا۔ میاں جی نور محمد
حافظ نصیب خاں وغیرہ متعدد حضرات حجاج میں دینی زندگی کی کوشش کرتے ہوئے
عرب تک پہنچ چکے ہیں اور بقیہ بمبئی میں مشغول ہیں اگر آپ کے یہاں سے بھی وہاں کے
لئے کچھ احباب آئیں تو بہت مناسب ہے۔ اگر ابھی سے بمبئی اور اس کے ماحول میں
کوشش کی جارہی ہوں تو واپسی میں حجاج کو راستہ میں دینی زندگی کے لئے
کوشش کرتے ہوئے واپس ہونے پر آمادہ کرنے میں سہولتیں پیدا ہوں۔ اگر جانے
میں کام کرتے ہوئے جانے کی صورتیں پیدا نہ ہوسکیں تو کم از کم واپسی میں اس کی صورتیں
پیدا کی جائیں۔ علاوہ ازیں حج کی حرکت کا صحیح رخ پر پڑنے کی بنا پر اپنے ویرانے احباب
یہاں سے جاچکے ہیں۔ ان کے بدل میں آپ کے یہاں سے سمجھدار آدمیوں کا یہاں رہنے
اور کچھ مستقل آدمی یہاں کے ارادے سے آجائیں تو یہاں قرب وجوار و قرب وبعید
کی شکلوں میں آپ کی طرف سے اعانتیں ہوں۔ اور دوسرے گروہ لوگ جو کام سے
واقف ہیں مگر ان کی طرح اپنے مشاغل چھوڑنے کی عادت نہیں آپ حضرات کی برکت
سے ان میں یہ صفت پیدا ہو۔ آپ حضرات کی آمد کا ہر وقت انتظار ہے۔ آنے میں جلدی
فرمائیں۔

فقط والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ بالقلم محمد عارف عفی عنہٗ

(۵)

مخدومی المحترم نفعنا اللہ والمسلمین بفیوضکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عرصہ دراز سے حضرت عالی کے مزاج گرامی معلوم نہ ہوسکے۔ اشتیاق ہے کہ اپنی اور
تبلیغی احوال وکوائف سے مطلع فرمایا جائے۔ الحمدللہ یہاں پر کلکتہ وغیرہ کے خصوصی افراد
آئے ہوئے ہیں۔ نیز مولانا عبیداللہ صاحب ۳ سال کے بعد حجاز سے اور مولانا نور محمد
صاحب مظاہرہ سے واپس ہوئے ہیں۔ اس موقع پر ضرورت ہے کہ اپنے خصوصی حضرات سے
آخرت کے امور کے مشورے ہوں۔ اور ہر جگہ کی مساعی کا نظم کیا جاوے اس کے لئے

اگر قریب میں تشریف آوری ہو جائے تو مناسب ہے نیز بہار شریف سے محمد شفیع صاحب مولانا حکیم اظہر الحسن صاحب ہوہ سبزی بازار کا خط آیا ہے جس میں انھوں نے دہلی سے جماعت طلب کی ہے اس بنا پر یہاں سے سعی جاری ہے کہ کوئی جماعت جائے لیکن اگر کچھ وقت کے لئے آپ کے یہاں سے جماعتیں جائیں تو آپ کی معاونت اور نصرت کی صورت پیدا ہو اور کچھ احباب دہلی کے لئے تیار کر کے لئے آویں۔

والسلام

بندہ محمد یوسف غفرلہٗ بقلم انیس احمد غفرلہٗ

اس پر قاضی صاحب کا نوٹ ہے مارچ میں دورہ پر جانے کا ارادہ ہے بہار بھی جاؤں گا۔

محمد حسین صاحب توفیق مدرسہ اسلامیہ بھنڈی بازار بمبئی کا خط

۲ر جولائی ۱۹۵۸ء مخدوم و محترم حضرت اقدس السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

دینی زندگی کے فروغ کی مساعی میں جتنا اپنے بزرگوں کو دخل ہے اور دین کے فروغ کی خوشی جتنی اپنے بزرگوں کو ہوتی ہے اور کس کو ہو سکتی ہے انہی احوال کے پیش نظر چند گزارشات حضرت عالی کی خدمت میں پیش ہیں۔

چند سال سے حق تعالیٰ شانہٗ کے فضل سے کچھ بیرونی اور مقامی حضرات کی مساعی سے حجاج کے اندر دینی احساس پیدا کرانے کی کوشش کی جارہی ہے تاکہ ان کا یہ سفر سنت کے مطابق ہو۔ اور حج کے تمام احکام کی تعمیل کی ذہنیت پیدا ہو جائے اور وہ مقامات مقدسہ کے جوار کے حقوق اور قدر و عظمت دل میں لے کر جائیں اور دین کے سیکھنے اور سکھانے کا ایک ایسا جذبہ پیدا ہو جائے جو ان کو اپنے وطنوں میں واپس آنے کے بعد دین کی کوشش کرنے والا بنا سکے۔

عموماً حجاج کی دینی حالت ایسی پائی جاتی ہے کہ وہ نمازوں کی پابندی بہت کم کرتے ہیں بلکہ بعض ناواقف بھی ہوتے ہیں اس لئے یہاں اس امر کی کوشش کی گئی ہے

کہ ان میں ایسے حضرات کو جو اہل علم اور دین سے واقف ہیں ان کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ ان نہ جاننے والوں کو دین کے سکھانے کی ذمہ داری لیں اور نہ جاننے والوں کو اس پر آمادہ کیا جاتا ہے کہ وہ دین کے سیکھنے کا جذبہ پیدا کریں اور اس سفر کو اپنے قافلوں کے امیر بنا کر اپنے اسفار کو سنت کے مطابق بنائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل و احسان ہے کہ تھوڑی بہت کوششوں سے بہت اچھے نتائج پیدا ہو رہے ہیں عموماً حجاج کے احوال میں میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی ہے لیکن جیسا کہ ان کے احوال کا تقاضا ہے ویسا پورے طور سے حالات میں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی ہے اس لئے اس مرتبہ یہ کوشش ہے کہ ان کو ان کے مقاموں سے ہی چلنے سے قبل ان کے اجتماعات کر کے سفر کی اہمیت اور اس ضرورت کا احساس پیدا کرایا جائے اور اجتماعی طور سے امیر وغیرہ مقرر کر کے سنت کے مطابق سفر کرنے کا شوق پیدا کرایا جائے اور دین کے سیکھنے اور سکھانے کا جذبہ ابھارا جائے۔ اور اگر ایسے اہل علم حضرات کو جو ان علاقوں سے امسال جانے والے ہیں ان قافلوں سے جوڑنے کی کوشش کی جائے تو انشاء اللہ ان کا سفر شروع سے ہی ان کی حالت میں تبدیلی کا باعث بنے گا اور پھر بمبئی میں پہنچ کر ان کو مزید تقویت حاصل ہوگی جس سے توقع ہے کہ ان کا یہ چند ماہ کا سفر ان کے اندر دین کے سیکھنے سکھانے کا فکر یہ پیدا کرے گا اور انشاء اللہ وہ اپنے علاقوں میں جہاں بے دینی کی فضائیں غالب ہیں دین کے فروغ کا باعث بنیں گے اس لئے حضرت عالی کی خدمت میں درخواست ہے کہ اگر آپ ضلع کے حجاج کے اجتماعات کرا کر اس طرف متوجہ فرمائیں تو انشاء اللہ امسال حجاج میں بہت زیادہ تبدیلی ہو سکتی ہے امید ہے کہ حضرت عالی ہم لوگوں کی درخواست کو قبول فرما کر ہماری خصوصی سرپرستی فرمائیں گے۔

محمد حسین توفیق

۱۶ ۹/۶۹ ھ

اوپر کے خطوط اس غرض سے درج کئے گئے ہیں کہ اس سے اندازہ ہوگا کہ قاضی صاحب

کے تعلقات مرکزی جماعت تبلیغ سے کس قدر گہرے تھے اور وہ قاضی صاحب کو کتنی اہمیت دیتے تھے۔
قاضی صاحب بھی بہار کے اور بیرونی بہار کے حتیٰ کہ پاکستان کے بعض دوستوں کو خطوط لکھ کر تبلیغ پر ابھارتے تھے۔ اس کا اندازہ بعض لوگوں کے خطوط سے ہوتا ہے جو انھوں نے قاضی صاحب کو لکھے ہیں

تبلیغی کام کے سلسلہ میں قاضی صاحب کے نام کچھ اور خطوط

مولانا عبدالرحمٰن نائب امیر شریعت کا خط

مکرمی و محترم جناب قاضی صاحب زاد مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ مزاج شریف۔ ابھی جناب مولانا نور محمد صاحب ناظم جمعیۃ علماء سارن تشریف لائے اپنے علاقوں کے مسلمانوں کا اجتماع کر کے دینی خیالات ورجحانات بڑھانا چاہتے ہیں۔ حضرت مولانا الیاسؒ کے طریقہ پر کچھ کام بھی کرتے ہیں۔ جناب کا ارادہ اس غرض سے اس علاقہ کے دورہ کرنے کا تھا۔ اس لئے عرض ہے زیادہ بہتر ہوگا کہ جناب جلد ہی مانجھی تشریف لائیں اور وہاں سے جناب کے حسب مشورہ تبلیغی جلسہ اور دین سیکھو سکھاؤ کی تحریک جاری کی جائے۔ یہاں تین مراکز قائم ہو سکتے ہیں۔ مانجھی[1]۔ رلول گنج[2]۔ گدی بازار[3] چھپرا۔ اس کے بعد پھر دیگر علاقوں میں کام شروع کیا جا سکتا ہے۔ اپنی تشریف آوری کی تاریخ وٹرین سے تشریف لانے سے کچھ روز قبل ہی اطلاع دیں۔
جناب نور محمد صاحب و مولوی اظہار صاحب سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔

نیازمند
عبدالرحمٰن ۶ ربیع الاول ۶۶ھ

اس خط کے نیچے قاضی صاحب کا یہ نوٹ درج ہے
"۲۷ ربیع الثانی کو اپنے پروگرام سے مطلع کر دیا"
اسی طرح پاکستان کا ایک خط ملاحظہ ہو۔

شیرستان ایسے کرٹیے چینے روڈ

کراچی

میرے رفیق قاضی مجیب السلام علیکم

آپ کا خط بنام مصلح الدین ملا۔ دریافت خیرت کا شکریہ کہ اپنے ایک دور افتادہ بھائی کی خیرت چاہی۔ میں بہت اچھا ہوں اور صحت وسکون کی دولت سے مالا مال ہوں لیکن روپے کی وہ فراوانی نہیں ہے جو پٹنہ میں تھی۔ بچے اچھے ہیں اور بہت خوش ہیں اہلیہ کی طبیعت بہت خراب رہتی ہے اور پریشان ہیں۔ میں نے مکان خرید لیا ہے اور بنالیا ہے مکان بہت پر فضا مقام پر ہے لیکن زیادہ رعیتوں کے قبضہ میں ہے کچھ کرایہ ملتا ہے۔ بڑی خوشی ہوئی کہ آپ مخلصانہ مذہبی تحریک میں مشغول ہیں۔ یہاں بہت لوگوں نے مذہب کی دوکان کھول رکھی ہے کوئی چھوٹی ہے اور کوئی مارکیٹ۔ کوئی بین الاقوامی رنگ کی۔ خوب نفع ہے۔ غلہ سستا ہے میوہ پھل اور ترکاری کی افراط ہے مکانات کی سخت قلت ہے۔ لوگ سڑکوں پر بھی ہیں۔ موسم بہت اچھا ہے گویا چیت کا موسم! گو آج کل گرمی ہے بہاریوں کی تعداد دس پندرہ ہزار ہے اس لئے میدان دوسروں نے مار لیا ہے چونکہ بدبخت بہاری .... کی لیڈری کی لعنت میں گرفتار تھے۔ اگر آپ کو مضایقہ نہ ہو تو میں برابر خط لکھا کروں گرچہ میرا تعلق کسی مذہبی دکان سے نہیں ہے۔ مسلم لیگ سے تھا لیکن میں نے پایا کہ وہ بھی ایک دکان ہے اس لئے اس سے بھی علحدہ ہو گیا۔

محمد اور بچوں کی خیرت لکھئے۔ محمود نسیر

تبلیغی کام کے سلسلہ میں قاضی صاحب کے خطوط

قاضی صاحب تبلیغ کے لئے دوستوں کو جو خطوط لکھتے رہے اگر وہ حاصل ہو جاتے تو بڑا ذخیرہ ہوتا۔ لیکن راقم الحروف نے اپنی چند در چند مجبوریوں کی وجہ سے ان کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کی۔ حافظ محمود عالم صاحب امیر جماعت تبلیغ بہار نے یہ لکھتے ہوئے مرحوم کی تبلیغی دلچسپیاں اس قدر بڑھی ہوئی تھیں کہ کوئی خط بھی اس سے خالی نہ ہوتا تھا گویا

دلچسپی بے چینی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی بطور نمونہ قاضی صاحب کے خطوط کا ایک بنڈل بھیج دیا تھا میں یہاں پر ان کو نقل کرتا ہوں تاکہ قاضی صاحب کی سرگرمیوں پر ایک ہلکی سی روشنی پڑ سکے۔

(۱)

۲۲؍ اکتوبر

رفیقی فی الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ

آپ کا کارڈ پھلواری سے ہوتا ہوا زہٹ میں ملا۔ میں انشاء اللہ تعالیٰ ۲۵؍ اکتوبر کی شام کو پھلواری پہنچوں گا پھر بتیا روانہ ہو جاؤں گا۔ اور صبح کے قیام کے بعد پھر اپنا پروگرام بناؤں گا۔ لیکن ۱۲ تا ۱۵ نومبر سے پہلے پھلواری پہنچ جانا لازمی ہے۔

۱۶؍ نومبر کو دہلی روانہ ہونے کا قصد ہے۔ بتیا ..... مولانا صاحب کے ساتھ پہنچ جانے کا ارادہ ہے بقیہ امور بعد کو پھلواری پہنچ کر لکھوں گا۔ والسلام

تمام رفقا کو سلام مسنون۔

دعا گو

احمد حسین

(۲)

دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف

۲۰؍ صفر ۶۳ھ

رفیقی فی الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ مورخہ ۳ صفر کو ملا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ تین چار ہفتوں سے ہفتہ وار اجتماعات ہو رہے ہیں اور جماعتیں بھی نکل رہی ہیں۔ آج ۲۰؍ صفر ہے ممکن ہے آپ جماعت کے ساتھ کسی وقت پہنچ جائیں اگر پہنچ گئے تو انشاء اللہ دو ہفتوں کے لئے کوئی علاقہ چن لیا جائے گا۔

میں چوتھی پانچویں نومبر کو چھوٹا ناگپور میں لاتیہار جاؤں گا۔ انشاء اللہ میں پھلواری سے بتیا جانے کے لئے روانہ ہوا تاکہ حضرت شیخ کے بتیا پہنچنے سے پہلے وہاں موجود رہوں۔ لیکن پٹنہ پہنچ کر ایسا خیال ہوا کہ تنفس کی وجہ سے جا نہ سکوں گا اس لئے ایک

شب پٹنہ میں گزار کر پھلواری لوٹ آیا۔ اگر کسی وجہ سے جماعت نہیں آئی تو پھر مجھ سے ملاقات کا موقعہ نہیں ملے گا۔ اس لیے بہتر یہ ہے کہ اگر نہ نکلی ہو تو پھر پٹنہ کے ارادہ سے نہ نکلیں بلکہ مونگیر، بہاری، بیتیا سب ڈویژن میں گھوم آئیں۔

میری دلی خواہش تھی کہ دو چار دن کے لئے بھی ڈھاکہ آجاؤں لیکن اب اس کا موقعہ نہیں ملے گا۔ لاتیہار سے واپس آکر ۱۹ نومبر تک دہلی روانہ ہو جانے کا ارادہ ہے۔

ماسٹر رفیق صاحب اور دوسرے تمام پریشان حال حضرات کو یاد رہے تو میرا سلام مسنون فرما دیجئے گا۔

جماعت میں موقعہ اگر ہو تو مجھے بھی دعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں۔ امید ہے میرا پہلا خط مل گیا ہو گا۔

والسلام

راقم احمد حسین۔ ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

(۳)

پھلواری شریف پٹنہ

۷ ذی الحجہ ۱۳۸۶ھ

رفیقی محترم السلام علیکم

میں اپنے بڑھاپے، علالت، کاموں کی انتہائی مشغولی کے سبب آپ کو کوئی خط نہ لکھ سکا۔ آپ کی خیریت عاملوں سے ملتی رہی اور اس سے قلب کو اطمینان کر لیا لیکن آپ بھی مجھ کو بھولے رہے ؎

کبھی ہم بھی تم بھی تھے آشنا
تمہیں یاد ہو کہ نہ یاد ہو

امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔

نئے امیر کے انتخاب کے وقت توقع تھی کہ آپ لوگوں سے ملاقات ہو جائے گی لیکن سپول پہنچ کر یہ شکایت ملی کہ آپ حضرات تک دعوت نامہ نہیں پہنچا: بھیجنے والوں کی غلطی ہو یا پہنچانے والوں کی یا ڈاک کی۔ بہر حال ہوا یہی کہ آپ حضرات سے ملاقات نہ ہو سکی اور نہ آئندہ کے کاموں کے متعلق کسی مشورہ کا موقعہ ملا اس درمیان میں ان ناپسندیدہ لوگوں کے فتنوں میں مبتلا رہا جو اس نیک کام میں روڑا اٹکانے میں

مشغول رہتے ہیں۔ تفصیل اتنی لمبی ہے کہ زبانی ہی سنا سکتا ہوں۔ بہرحال آپ سے توقع ہے کہ آپ اپنے جواں ہمت امیر کی اعانت کے لئے خود بھی جوان ہو جائیں گے۔ میں خدمت میں مشغول ہوں حضرت مولانا زبیر صاحب کی خدمت میں سلام مسنون کے بعد اشتیاق ملاقات کا پیغام پہنچا دیجئے گا۔ میرے لئے خیر اور بھلائی کی دعا کرتے رہنے کی استدعا کیجئے گا اور کیا عرض کروں۔

عرض آنکہ عظیم الدین صاحب عامل اس علاقہ میں گئے ہیں ذرا ان کے کاموں کی نگرانی رکھئے گا اور مناسب ہدایت اور مشورے دیتے رہئے گا۔ والسلام

احمد حسین

ناظم امارت شرعیہ و ناظم بیت المال

(۴)

پھلواری شریف

۵ر شوال ۸۱ھ

رفیق محترم السلام علیکم

۲۵ر رمضان المبارک کا کارڈ آج ملا۔ پڑھ کر آپ کی جواں ہمتی کا حال معلوم ہوا۔ اللہ تعالیٰ آپ کی کوششوں کو قبول فرمائے۔

میں ۷ر شوال کو انشاء اللہ تعالیٰ گیا روانہ ہو جاؤں گا۔ اور ۱۲ر شوال کو دہلی میں رہوں گا۔ دہلی بستی نظام الدین میں پہنچ کر وہاں کسی ذمہ دار آدمی سے فرما دیجئے گا کہ حکیم سید حسن صاحب لال محل بستی نظام الدین اولیاء کے یہاں سے ہمیں آپ حضرات کے تشریف لانے کی خبر دے دی جائے۔ میرا ٹیلی فون 33420، اور 33430، ہے۔ خط کا پتہ۔ 151 ساوتھ اوے نیو۔ نئی دہلی ہے۔

میری دلی خواہش ہے کہ آپ حضرات دہلی تشریف لے جائیں اس سے ایک فائدہ یہ ہوگا کہ اس تحریک کا اصلی مرکز دہلی ہی ہے اس سے آپ حضرات کا تعلق براہ راست ہو جائے گا۔ معلوم نہیں چھوٹی لائن سے ہو کر آئیں گے یا بڑی لائن سے بہرحال دہلی میں انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔ اگر ہمیں فوراً خبر کر دیں فون کر لیں جس کے

یہاں سے فون کریں اس کو دو آنے دینا پڑتا ہے۔ اس لئے حکیم صاحب منظور کریں تو
ان کو دو آنے ٹیلی فون کی فیس دے دینا بہتر ہوگا ورنہ انھیں فوریہ فیس ادا کرنی ہوگی.
سب لوگوں کو سلام ودعا۔

دوستوں کی دعاؤں کا طالب۔

والسلام
احمد حسین

(۵)

۲۳ ربیع الثانی ۱۳۸۰ھ

دفتر امارت شرعیہ

مکرمی السلام علیکم

آپ کا کارڈ ملا۔ کیا جواب دوں مشہور ہے کہ منصور کو دیوانہ سمجھ کر پتھر مارنے سے
اثر نہ ہوتا۔ ان کے وقت کے کسی مشہور عالم نے پھول اٹھا کر مارا تو چیخ اٹھے کہ......
تھے۔ آپ جیسے رفیق قدیم جب ترتیب مراتب کا لحاظ نہ رکھ سکیں تو پھر کون رکھے گا
حقیقت یہ ہے کہ یہ میرا ہی نقص ہے۔ مجھ میں خلوص وللہیت ہوتی تو میری رفاقت اور
محبّت کا اثر ہوتا۔ میں آپ کے ترک عمل کا اپنے ہی کو جوابدہ سمجھتا ہوں اور اپنے
گناہوں کی اللہ سے معافی چاہتا ہوں۔ اصل یہ ہے کہ یہ عمل بڑا ایثار رکھو جتا ہے
جو مجھ میں نہیں ہے آنرا کہ خود گم کرد رہبری کند۔ سردی ختم ہوئے تو کسی جگہ جانے
کا ارادہ رکھتا ہوں یوں تو ہر وقت میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ نکلنے کی توفیق عطا
فرمائے اپنے اور تمام رفیقوں کے لئے دعا کروں گا۔ تقریبًا ایک چلّہ کے لئے کوشش
کروں گا۔ اگر آپ بھی ساتھ ہوں تو خوب ہو۔ آخر فروری میں انشاء اللہ موسم میرے
باہر نکلنے کا ہو جائے گا۔ صحت پر اب بڑھاپے کا اثر بڑھ رہا ہے کام اور دعا کے
سلسلہ میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی کا غالبًا واقعہ ہے کہ ان سے بمبئی
کے ایک تاجر نے عرض کیا کہ دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ حج نصیب فرمائیں اور حرمین کی
زیارت نصیب ہو۔ حضرت مولانا نے فرمایا کہ ایک شرط کے ساتھ دعا کروں گا
وہ یہ کہ تم اپنے جسم پر مجھ کو اختیار دے دو کہ جب جہاز حرمین جانے تو میں

تم کو اٹھا کر اس پر ڈال دوں اس میں گویا آداب دُعا کی تعلیم ہے کہ اپنی طرف سے پختہ ارادہ اور عمل کا اقدام ہونا چاہیئے تب دعا درجۂ قبولیت کو پہنچتی ہے۔ دعا کی بات سخن تکیہ کے طور پر گفتگو میں استعمال کرنے سے دعا کا فائدہ نہیں ہوتا۔ ہم کو دین کی طرف لگنے کا ارادہ کرنا چاہیئے در قبولیت تو ہر وقت کھلا ہے۔ ادعونی استجب لکم۔ جی چاہتا ہے کہ ایک ایک دوست کو دعوت دیں اور ایک بڑی جماعت نکلے سب کو سلام مسنون فرمایئے اور دل کی لگن کہہ دیجئے جی چاہتا ہے سفر ذرا لمبا ہو سمت ابھی متعین نہیں ہے۔

والسلام

دعا گو احمد حسین

(۶)

دفتر امارت شرعیہ

۱۶/۲ ۷۰ مکرمی جناب حافظ محمود عالم صاحب السلام علیکم

چھوٹا ناگپور کی گدیوں کو میں نے اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی ہے کہ چمپارن اور یوپی کی گدیوں کا حال وہ اپنی آنکھوں سے دیکھیں آج ایک شخص کا خط آیا ہے اندازہ ہے کہ وہ لوگ جلد تیار ہو جائیں گے۔ یوپی کے گدیوں کو وہ کیسے دیکھیں یہ بات سمجھ میں نہیں آتی ہے۔ ایک خیال یہ ہوتا ہے کہ خریداری کے قافلہ کے ساتھ ان کو بھیجیں۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی جانا ہوا آدمی مل جائے تو اس کے ساتھ ان لوگوں کو بھیجیں۔ آپ کے یہاں کوئی صاحب واقف کار اس کے لئے تیار ہوں گے۔ اگر تیار ہوں تو مجھ کو مطلع فرمائیں اور تمام لوگوں کو میرا سلام کہدیں۔ میں کچھ دنوں سے علیل ہوں اسی لئے خط نہیں لکھ سکا۔ ابھی بھی طبیعت اچھی نہیں۔

والسلام

ناچیز احمد حسین

(۷)

دفتر امارت شرعیہ

۲۶ محرم   رفیقی فی الدین السلام علیکم

میں ۲۸ ستمبر کو دہلی سے پھلواری پہنچا اور باوجود اپنی خرابی صحت ۳۰ ستمبر کو......
(جو بہار اور نوادہ کے درمیان ہے) چلا گیا وہاں سے ایک تبلیغی اجتماع کے ساتھ روانہ ہوا۔ ۴ اکتوبر کو موضع سلاؤ سے اپنی بیماری کے سبب آگے نہ جا سکا۔ اور پھلواری واپس آیا کل آپ کا ایک خط جو دوسری محرم کا لکھا ہوا ہے ملا۔ یہ غالباً دفتر میں کسی دوسرے خط کے ساتھ آیا تھا۔ یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ آپ کوئی جماعت نکالنے والے تھے توقع ہے کہ انشاء اللہ ضرور نکلی ہو گی۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کو دین کے اس اونچے کام کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے اونچا کام اس لئے کہا کہ دعوت دین کا فریضہ انبیاء علیہم السلام کا مخصوص فریضہ ہے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ فضیلت دوسرے انبیاء پر ہے کہ اللہ نے اب اس امت محمدیہ کو اس کام پر کھڑا کر دیا ہے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے انبیاء کا کام تھا اس طرح اُمت کا مرتبہ بھی بلند ہو گیا اور دوسری امتوں پر اس کی فضیلت بھی ظاہر ہے لیکن جن کے رتبے ہیں سوا ان کو سوا مشکل ہے کا مضمون ہے اسی لئے کتاب الفتن اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے باب میں اس کے اعراض کے دور کے انجام سے حضور نے تنبیہ فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے میری دعا ہے کہ ہم کو اور آپ کو اور تمام مسلمانوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنت کو زندہ کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس سے بڑے بڑے فرائض زندہ ہو جائیں گے اور یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ دعوت دین ایک ایسا مخصوص عمل ہے جس سے ایمان کی تکمیل ہوتی ہے اور تمام کامیابی اور کامرانی کے وعدے اللہ تعالیٰ کی توفیق ہی سے ہیں۔ تمام رفقاء کار کو میرا سلام پہنچا دیں۔ میری طبیعت ڈھاکہ (چمپارن) آنے کو بہت چاہتی ہے لیکن خرابی صحت و مصروفیت مانع رہتی ہیں انشاء اللہ اپنی طرف سے آنے کی کوشش کروں گا وباللہ التوفیق۔

والسلام احمد حسین

(۸)

اسماد تھا ادریس نیو نکس دہلی

۱۱ر دسمبر ۱۹۵۲ء

رفیقی فی الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا کارڈ مورخہ ۱۱ر ربیع الاول ملا۔ اس سے پہلے کا کوئی خط یاد نہیں۔ اگر میں نے جواب نہیں دیا ہے تو اغلب ہے کہ مجھے کوئی خط نہیں ملا یہ معلوم کر کے بڑی مسرت ہوئی کہ آپ اور ماسٹر رفیق صاحب تبلیغی جماعت لے کر نکلے ہیں۔ اللہ تعالیٰ آپ حضرات کی ان خدمت کو قبولیت بخشیں۔ میرے خیال میں ہر زمانہ میں قبولیت ان اعمال کو ہوتی ہے جن کو اس وقت اہمیت اور ضرورت ہوتی ہے۔ ایک عرصہ سے اعلاء کلمۃ اللہ کا جذبہ اور اس کے جدوجہد امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی اہمیت باقی نہیں رہی ہے اور پھر اس کا طریقہ بھی ذہن سے نکل چکا ہے آج اس اُمت کی پستی کا یہی راز ہے ہمارے تمام اعمال کا اس کو مرکز و محور بننا چاہیئے۔ انشاء اللہ اس سے ہمارے اعمال ظاہر اور باطنہ میں درستی اور روح پیدا ہوگی اللہ تعالیٰ کی رحمتیں جنھوں نے ہم بدقسمتوں سے منہ موڑ لیا ہے پھر اپنے تمام افضال کے ساتھ متوجہ ہو جائیں گی یہ یاد رکھیں اس اُمت کا مرکزی کام یہی ہے بقیہ تمام کام کو اس اصل کا ذریعہ بنائیں۔ ہم کو یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کی عنایتیں دونوں جہان کی بے ایمان کے حاصل نہیں ہو سکتیں سارے وعدے ایمان والوں سے ہیں اس لئے ہمارا یہ کام نہ صرف تحریک کلمہ ہے نہ تحریک صلوٰۃ نہ تحریک اصلاح بلکہ یہ تحریک ایمان ہے۔ تلاوت قرآن کریم کے وقت ایمان والوں کی صفات پر خصوصیت سے نظر رکھیں اور ان صفات کو اپنانے کی کوشش کریں امر بالمعروف نہی عن المنکر بھی ایمان کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔

میرے حق میں دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ توفیق بخشیں کہ جو کچھ آپ دوستوں کو نصیحت کرتا ہوں اور ان پر خود بھی عمل کروں۔

میری دلی خواہش رہی کہ آپ حضرات تک پہنچوں لیکن چھوٹا ناگپور کے

دوروں کی وجہ سے وقت نہ مل سکا۔ سال میں بمشکل ماہ ڈیڑھ ماہ وقت نکال سکتا ہوں بقیہ اوقات یا تو ناموافقت موسم کی وجہ سے باہر نہیں نکلتا یا بیماری میں کٹتا ہے۔ ۲۰ نومبر سے پہلے بیمار تھا ۲۰ کو دہلی آیا اور بیمار ہو گیا اب تک بیمار ہوں پہلے ۱۰۲ کے قریب بخار ہو جاتا تھا اب ۹۹ اور ۹۸ کے درمیان رہتا ہے انجکشن اسٹراپٹامائسین لگا رہا ہوں۔ بہرحال انشاء اللہ تعالیٰ ضرور حاضر ہونے کی کوشش کروں گا۔ تمام رفیقوں کو سلام۔

احمد حسین

⑨

از پٹنہ

مورخہ ۸ رجب ۷۹ھ

مکرم السلام علیکم

آپ کا کارڈ مورخہ یکم رجب مجھے کل ملا۔ دہلی سے میں آکر پھلواری میں بیمار ہو گیا۔ دو روز کے بعد پٹنہ علاج کے لئے آیا۔ اس وقت پٹنہ میں مقیم ہوں۔ علالت ہی کی وجہ سے نہ تو کوئی خط لکھ سکا اور نہ منی آرڈر بھیج سکا آج برادرم محمد صاحب عثمانی آگئے تو ان سے خط لکھوا رہا ہوں۔ مدرسہ ساٹھی ایک سنٹر آپ نے لکھا ہے غالباً آپ کی مراد مدرسہ ریاض العلوم سے ہے وہاں کے مدرس اعلیٰ مولانا نظام الدین صاحب ہیں جو میرے عزیز ہیں اگر ان کو بھی اس سے دلچسپی پیدا ہو جائے تو بہت اچھا ہے صحت اس لائق بھی ہو جائے تو میں یہاں سے کہیں جا سکوں۔ ارادہ گیا جانے کا ہے اپنے یہاں کے حالات سے مطلع فرماتے ہیں۔ خطوط بہرحال پھلواری ہی کے پتہ سے لکھے جائیں

والسلام

دعا گو احمد حسین

⑩

از پھلواری شریف

تاریخ ۱۶ نومبر ۷۶ھ

مکرمی السلام علیکم

کلکتہ کی جماعت نے بہار کا جو پروگرام میرے پاس بھیجا تھا وہ مجھ کو نہ ملا۔ اور

جناب حفاظت کریم صاحب سے اور آپ کے خط سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو بھی پروگرام کی خبر نہیں ہوئی۔ بہرحال اب غلام رسول صاحب مولانا قریش صاحب سیدا حمد صاحب حاجی عبدالستار صاحب ضیاء الدین احمد صاحب کلکتہ مولانا جمیل احمد صاحب جھا جھا مولانا عبدالرشید صاحب جمشید پور اور گیا کے مولانا ابو محمد صاحب بہت سارے حضرات کے ساتھ پٹنہ آئے۔ کچھ ایسی صورت ہوئی کہ مجھے دس بجے شب کو خبر ہوئی اور میں دوسرے دن دس کے بعد ان حضرات سے مل سکا۔ مولانا فریدی صاحب بھی دلی کے ساتھی تھے بہار کے کاموں کے متعلق سب حضرات کو فکر ہے۔ اس بنا پر سب لوگوں کے مشورہ سے یہ بات طے پائی کہ بر سر راہ بہار کے چار مقامات میں کسی ایک جگہ ایک ہفتہ مشورہ کیلئے اجتماع کرنا ہوگا جس میں گیا اور ڈھاکہ چمپارن خصوصیت سے رکھا گیا ہے۔

چنانچہ فروری کے پہلے ہفتہ میں گیا میں پہلی فروری سے ، ر فروری تک اجتماع طے کیا گیا۔

دہلی سے آنے والی جماعت کو یوپی کی سرحد پر کلکتہ والے سنبھالیں گے اس کو گیا میں لاکر نوادہ اور جموئی کے علاقہ میں کام کریں گے یا پھر چھوٹی لائن کی طرف سے اگر آؤں تو پرنیہ کے علاقہ میں ترہٹ ہوتے ہوئے اس جماعت کو لے جائیں گے تاکہ وہاں سے جماعتوں کو نکال کر ڈھاکہ ضلع چمپارن اور چمپارن کے دوسرے علاقوں میں کام کرتے ہوئے بہرائچ کے ضلع ہوکر دہلی کی طرف پہنچایا جائے اس جماعت میں چار ماہ یا کم از کم دو ماہ ضرور صرف ہوں گے۔

نوٹ :۔ وقتاً فوقتاً کم از کم سال میں ایک مرتبہ جس میں کشن گنج کا علاقہ ہے اس میں چلّہ کی جماعت بنگال سے بھیجی جائے جو وہاں کی جماعت کو اٹھاکر دہلی اور چمپارن کے علاقہ میں پھرائے گی تاکہ گدلی قوم کے حلقہ میں خصوصیت سے کام ہوسکے۔

اس علاقہ کے ذمہ دار حضرات دلی نظام الدین خط لکھیں اور ایسا مشورہ دیں کہ چلّہ کی جماعت گیا میں کام کرسکے اور جو جماعتیں آئیں گیا کو مرکز بناکر نوادہ جموئی ضلع مونگیر جہان آباد ضلع گیا سے جماعتیں نکال کر پھر گیا میں لائیں اور گیا کو مرکز بناکر اس طرح

کام کیا جائے کہ گیا والے پورے بہار کو فایدہ پہنچا سکیں گیا اور بہار میں جن کی بدولت کام ہو رہا ہے ان سب کی ذمہ داری رہے کہ گیا کے کام کو جائیں اور کلکتہ گزرنے والی غیر ملکی جماعت کے درمیان ٹھہرنے کے پروگرام میں گیا کی امانت رکھی جائے اس طرح دوسرے سہ ماہی کا اجتماع ڈھاکہ ضلع چمپارن میں ہو۔

تیسرے اور چوتھے کے متعلق پرنیہ اور ترہت کے کسی مقام کا تعین بعد میں کیا جائے گا۔

مقصود یہ ہے کہ فی الحال اس کو اٹھا کر ڈھاکہ ضلع چمپارن پہنچایا جائے ۔ اور ڈھاکہ والی جماعت کو گیا کے لئے تیار کیا جائے اور یہ دونوں جماعتیں چمپارن کے گدیوں کے علاقہ کی راہوں پر کام کرتے ہوئے گورکھپور بلیا اور بہرائچ ہوتے ہوئے دلی کی طرف پہنچایا جائے اور یہ سلسلہ پوری طاقت سے جاری کیا جائے یہ سلسلہ ٹوٹنے نہ پائے اور اس طرح بہار میں کام کیا جائے کہ گدیوں کا علاقہ میوات کے علاقہ سے زیادہ دین کے کاموں میں تیار ہو جائے اب ڈھاکہ اس کے علاقہ کے لوگوں کی بڑی ذمہ داری ہے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے ہمارے صوبہ میں ڈھاکہ ہی کے لوگوں میں اس نیک کام کے کرنے کی توفیق دی اب جو قدم آپ حضرات کا اٹھا ہے وہ بہار کے صوبہ میں آگے ہی رہے۔

میرے اضمحلال کا یہ عالم ہے کہ لکھواتے ہوئے بھول جاتا ہوں چنانچہ اوپر جو جگہ خالی ہے اس علاقہ کے کام کے لئے ہے جہاں حضرت مولانا الیاسؒ نے سب سے پہلے کام شروع کیا تھا اگر یاد آ گیا تو میں لکھ دوں گا ورنہ نہیں تو آپ اس نام کو بھر دیں۔

یہ صورتِ حال جو میری ہو رہی ہے آپ حضرات کے لئے کافی عبرت کی ہے دنیا کی ہر چیز اور انسان بھی رفتہ رفتہ یونہی بیکار ہوتے ہوتے مٹ جاتا ہے اور یہ زندگی گزر جاتی ہے جب تک طاقت ہے اسے دنیا میں لگاتے ہیں اور جب بے طاقتی ہوتی ہے تو حسرت ہوتی ہے کہ پچھلی عمر کس طرح ضایع ہو گئی۔ کاش فانی دنیا پر جس کا چھوٹنا لازمی ہے آخرت کو ترجیح دینے کی توفیق ملتی۔

علقمند وہ ہے جو دوسروں کے حالات سے عبرت پکڑے اور اس کے لئے میری موجودہ حالت بہت سبق آموز ہے مجھ میں اب کچھ صلاحیت نہیں پر آپ حضرات سے تعلق دو وجہ سے قائم رکھنا چاہتا ہوں ایک تو یہ کہ میری حالت کو دیکھ کر دین کی طرف اور دین کی کاموں کی طرف آپ حضرات کا رجحان بڑھ جائے اور دنیا سے دل ٹوٹے دوسری وجہ یہ ہے اور نہیں تو آپ لوگوں سے تعلق بھی شاید آپ لوگوں کے زمرہ میں داخل کر دے اور کوئی نجات کی صورت نکل جائے۔

تمام رفقا کو سلام فرما دیجئے۔ حافظہ اب ایسا ہو گیا ہے کہ تمام الفاظ اور باتیں بھولتا رہتا ہوں اس لئے نام نہیں لکھ رہا ہوں۔ میری بڑی تمنا ہے کہ ڈھاکہ کسی طرح پہنچوں لیکن اب سردی کے بعد ہی اگر صحت نے اجازت دی تو حاضر ہوں گا بس اس راہ میں دوستوں کو کہئے کہ لگ جائیں۔

فقط والسلام
دعا گو احمد حسین

(۱۱)

۱۰۱ اسا ؤتھ اوے نیو نئی دھلی

۱۰ر دسمبر ۸۵ء   رفیقی فی الدین السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

محبت نامہ پھلواری سے ہوتا ہوا دہلی میں ملا۔ خرابی صحت و ناتوانی نے اس کام کے لائق نہیں رکھا۔ جب کبھی سوچا اپنے کو مجبور پایا۔ دس بیس قدم چلنا بھی اب بار ہے اور بعض وقت سخت مشکل۔ نماز بھی اب بیٹھ کر پڑھتا ہوں اور دوستوں کی دعاؤں کا محتاج ہوں۔

آپ حضرات میرے حق میں دعا فرماتے رہیں کہ اللہ تعالیٰ خاتمہ بالخیر کرے جب تک زندہ رکھے اپنی طاعت و عبادت کی توفیق کے ساتھ زندہ رکھے اور جب موت دے مسلم بنا کر اور صالحین کے زمرہ میں اپنے فضل سے داخل فرمائے۔

آپ حضرات اس گناہگار سے جو عقیدت و محبت فرماتے ہیں اس بنا پر توقع

ہے کہ استدعا کو شرف قبولیت بخشیں گے اور خصوصیت سے تبلیغی جماعتیں بنیں تو آپ اس میں یاد فرمالیا کریں۔

اللہ تعالیٰ ہم آپ کو اور سب مسلمانوں کو توبہ اور اپنی عقیدت و بندگی کی توفیق عطا فرمائیں۔

امر بالمعروف ونہی عن المنکر آج اہم واجبات میں سے ہے۔ تبلیغی جماعت کا یہ اصول بڑا اہم ہے۔ کتاب وسنت میں تقرب بالنوافل کے فضایل پر نظر فرمایئے پھر اس سے تقرب بالفرایض کا اندازہ فرمایئے کہ یہ کام اگر اخلاص کے ساتھ ادا ہو جائے تو اجر کا کیا ٹھکانا ہے۔

اصل اصول صفات ایمانی کا پیدا کرنا ہے اور اس زمانہ کے مناسب حال یہ بہترین طریقہ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی تمام نعمتوں کے (آخرت و دنیا میں ہر طرح کی کامیابی اور کامرانی کے) وعدے توفیق ایمان پر ہی منحصر ہیں۔ قافلوں میں جو مستی ہو وہ سفر ہی میں نہ ہو جب لوٹ کر گھروں پر آئیں تو وہ تمام اعمال طبیعت ثانیہ ہو جائیں۔

سورۂ توبہ کی اس آیت التائبون العابدون الحامدون السائحون الراکعون الساجدون الآمرون بالمعروف والناھون عن المنکر والحافظون لحدود اللہ وبشر المؤمنین میں صفات ایمانی کو خوب بیان کیا گیا ہے۔

تبلیغی جماعت کی مشغولی سے سارے صفات ایمانی پیدا ہو جائیں گے اور مشقتیں جتنی زیادہ ہوں گی مدارج وکیفیات ایمانی میں خوب ہی ترقی ہوگی۔ سبحان اللہ آپ اور آپ کے ساتھیوں کے بخت طالع کا کیا کہنا جنھیں اللہ تعالیٰ نے یہ توفیق عطا فرمائی ہے۔

جوش قلب کو کاغذ پر بکھیر دینے کی طاقت وصلاحیت ہوتی تو میں چاہتا تھا کہ بس لکھتا ہی جاتا لیکن اپنے جسم و دماغ کے ضعف سے قلم کو رکنا پڑا اور پھر یہ شرم محسوس کرتا ہوں کہ آپ حضرات جنھیں توفیق الٰہی نے کردار کا غازی بنایا

آپ کے ساتھ گفتار کا غازی بننا بے محل ہے اس راہ کا سرمایۂ عمل یہ ہے کہ گفتگو مختصر ہو اور یہ کہ اس راہ میں جان لڑا دی جائے۔ وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ۔

مولانا محمد یونس صاحب اب امارت کے مبلغ نہیں ہیں بطور خود کچھ تبلیغی امور انجام دیتے ہیں قیام مکان ہی پر ہے۔

آپ کا جوش تبلیغ تو الحمد للہ معلوم ہے ایسی صورت اگر پیدا ہو جائے کہ ڈھاکہ (چمپارن) اس علاقہ میں مرکز بن جائے کچھ اور عالم پیدا ہو جائیں تو خوب ہو۔ آپ کے یہاں مدرسہ میں تکمیل کے بعد کچھ طالب علم دہلی کے مرکز میں اس کام کے لئے آجائیں اور یہاں کے مدرسہ سے بھی فائدہ اٹھائیں تو اچھا ہو۔

تمام بزرگوں دوستوں عزیزوں کی خدمت میں سلام مسنون عرض ہے۔

آپ نے اپنے لڑکے کے متعلق کچھ نہیں لکھا۔ وہ کیا کرتے ہیں اور کیا مشغلہ ہے۔ گناہ گار انشاء اللہ تمام رفقا کے لئے دعا کرے گا۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔

اندازہ ہے کہ دسمبر کی آخری تاریخوں میں پھلواری چلا جاؤں گا یعنی ۲۹۔ ۳۰ تک۔

آپ کا رفیق محتاج دعا احمد حسین

(۱۲)

۲۷ر اگست

۱۰۱ اسنا و تھہ اودے نیو نئے دھلی ۔ رفیقی فی الدین

اللہ تعالیٰ آپ کو امت کی خدمت کے لئے سلامت رکھے۔ آمین

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ کارڈ ملا۔ حالات معلوم کر کے خوشی ہوئی۔ آپ کا پہلا خط ملا جس میں دہلی کی جماعت کی خبر ملی تھی۔ پھر یہ خط ملا۔ ۲۵ر اگست کو نظام الدین گیا حضرت جی سے ملاقات ہوئی۔ میں نے آپ کے یہاں کی جماعت کو پوچھا وہ کہیں باہر گئی تھی دہلی آنے کے بعد یہ پہلی حاضری تھی۔ حضرت جی حجاز مصر افریقہ اور ہندوستان کے کام کو سناتے رہے اس اثناء میں آپ کے خط اور مطالبہ کا تذکرہ کیا۔ فرماتے

لگے بھائی بہت جماعتوں کی ضرورت ہے۔

راجستھان میں اجمیر اور جے پور کی ایک قوم کا حال بتاتے رہے ان میں ہندو دھرم کے مبلغین فقراء کی شکل میں آتے ہیں اور کام کرتے ہیں پولیس اور نیچے کے اہل کار ان کی مدد کرتے ہیں پولیس نے ان کے آدمیوں کو کس طرح بٹھائے رکھا پھر یہ سوچ کر کہ کوئی بات نہیں چھوڑی اور جگہ کا بھی حال بتایا پھر مجھے ہمت دلاتے رہے کہ گھبراؤ نہیں انشاء اللہ جتنا کام کروگے اتنا ہی جلد اللہ کی رحمت سے انقلاب آئے گا۔

فریدی صاحب سے بھی ملاقات ہوگئی۔ آپ کا خط دکھایا۔ انھوں نے فرمایا کہ علی گڑھ کالج کے لڑکے ٹاٹا میں آرہے ہیں۔ ۲۷، ۲۸، ۲۹ ستمبر کو اجتماع ہے۔ انھوں نے فرمایا کہ آپ کو لکھوں کہ جماعت کے ساتھ وہاں آجائیں وہیں سے مشورہ ہو جائے گا۔ اس سلسلہ میں میری رائے ہے کہ موتیہاری کالج کے مسلمان لڑکوں میں کچھ کام کر کے ان کو ٹاٹا پہنچایا جائے۔ مظفر پور، چھپرا اور بھنگہ کے لئے کارکنوں کی جماعت ہو تو ان کو بھی لکھیں۔ حضرت جی نے راجستھان اور اجمیر میں ریواتی یا اس طرح کچھ نام بتایا تھا اور اس قوم کی حالت بتائی تھی اسے سن کر گدی والے یاد آگئے۔ گدیوں سے ہرگز غافل نہ ہوں آپ کو یاد ہوگا کہ آج سے بہت پہلے برھمپور کی ترائی میں جو غالباً بہرائچ کے ضلع میں ہے اور جس کی سرحد نیپال سے ملتی ہے گدی مرتد ہوگئے تھے اور اللہ جانتا ہے کہ ہماری غفلتوں کے کیا نتائج ہوں گے اور قوم پر یہ مصیبت جو نازل ہے کیا عجب کہ وہ انہی غفلتوں کی تنبیہ ہو یہ تو توبہ ہی سے معافی ہوگئی۔ توبہ یہ ہے کہ اپنی پوری کوشش اس قوم کو بچانے کی کی جائے۔ یہ کام تو اس وقت ہوگا جب بار بار گدیوں میں کام کیا جائے یہاں تک کہ وہ اٹھ جائیں اور اس کام پر لگ جائیں پہلے آپ خصوصیت سے ان کا حال لکھتے تھے۔ جس رخ پر گدی ہیں آپ نے نقل و حرکت کی وہی سمت مقرر کی تھی۔ اس بات کو یاد رکھیں ان میں کیسا کام رہا کیا اثرات ہوئے میرے تسکین قلب کے لئے

ضرور لکھا کریں۔

اپنا حال کیا لکھوں۔ اپنے گناہوں کی پاداش میں صحت اور عمل سے محروم۔ اللہ تعالیٰ سے میرے صحت و عمل کے لئے دعا کیا کریں ۔

سودا قمار عشق میں خسرو سے کوہکن
بازی اگرچہ لے نہ سکا جاں تو کھو سکا
کس منہ سے اپنے آپ کو کہتا ہے عشق باز
اے روسیاہ تجھ سے تو یہ بھی نہ ہو سکا

دوستوں سے کہیں کہ ہم جیسے گنہ گاروں سے عبرت حاصل کریں اور کام میں لگ جائیں۔ یاد رکھیں کہ ہر ساعت زندگی کی کم ہو رہی ہے۔ اور آخرت کمائی کا وقت یہی ہے۔ موت آئی تو سب بند۔ بس جو کام کر چکے وہی کام آئے گا۔ والسلام

محتاج دعا احمد حسین

۱۳

۵ر نومبر ۵۹ء

رفیقی فی الدین السلام علیکم

آپ کا کارڈ مورخہ ۲ر نومبر کا آج ۵ر نومبر کو ملا۔ آپ کو جب میں نے خط لکھا تھا اس میں ڈھاکہ (چمپارن) کے لئے خصوصیت سے لکھا تھا۔

اپنے متعلق لکھا تھا کہ پٹنہ گیا جب آنا ہو تو اطلاع دیں۔ میں شرکت کروں گا انشاءاللہ تعالیٰ میں ۱۵ر نومبر کے بعد دلی جا رہا ہوں اگر اس کے بعد پٹنہ یا گیا آنا ہوا تو میں نہ رہوں گا۔

آپ اگر مناسب سمجھیں تو پٹنہ آئیں یا اگر دربھنگہ آئیں تو آپ وہاں بھی مل سکتے ہیں۔ انہیں جیسی رائے ہو لکھ دیں۔ برادرم میرا حال آپ دیکھ چکے ہیں ۔ اب ٹھنڈک شروع ہو گئی ہے اس لئے نقل و حرکت اور مشکل ہے۔ سب کو سلام

احمد حسین پھلواری شریف پٹنہ

(۱۴)

مکرم السلام علیکم

آپ کا دوسری جنوری کا لکھا ہوا خط ملا۔ میں ۲۹؍ دسمبر کو پٹنہ پہنچا۔ اور دمہ کھانسی کے علاوہ بخار میں مبتلا ہو گیا۔ پرسوں سے بخار اترنا شروع ہوا اور کل اتر گیا۔ جواب نہ جانے کی ایک وجہ تو یہی علالت ہے دوسری وجہ یہ ہے کہ دفتر سے کوئی آدمی جب آجاتا ہے تب ہی جواب خطوط کے لکھواتا ہوں ورنہ مجبور رہتا ہوں۔ اس خبر سے بے حد مسرت ہوئی کہ آپ جلسہ کر رہے ہیں۔ میں اپنی طبیعت کو دیکھتا ہوں تو اس لائق نہیں پاتا کہ آپ کے یہاں پہنچ سکوں۔ ہماری دعائیں آپ کے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ کامیاب فرمائیں۔ آمین۔ تمام احباب کو دعا سلام فرما دیں والسلام

دعا گو احمد حسین

۱۵

۱۴؍ جون ۶۱ء

دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

رفیقی محترم السلام علیکم

آپ کا کارڈ ۲۰؍ ذی الحجہ ۸۰ھ کو موصول ہوا۔ پڑھ کر مسرت ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ حضرات کو اپنے دین کے فروغ کا ذریعہ بنائے۔ محمد شریف

گدی کے نام کے آنے کے سبب سے یہ بات ذہن میں آئی کہ محمد شریف کو خصوصیت سے ان کی قوم کو اٹھانے کا ذریعہ بنایا جائے۔ ان قوموں میں پنچایتی کاموں کا رواج ہے اگر پنچایت کے ذریعہ سے دینی تعلیم اور تربیت کی تجویزیں عمل میں لائی جائیں اور پھر ان کے لئے مختلف جگہ اس کا نظم اس طرح بھی کیا جائے کہ کسی آدمی کو پندرہ روز کے لئے بڑی بڑی آبادیوں میں رکھا جائے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تین تین آدمیوں کی جماعت کسی گاؤں میں قیام پذیر ہو کہ جس میں ایک گدی ضرور ہو اس طرح

ان کی آبادیوں میں دینی رجحان پیدا کیا جائے ایسا میں سوچتا ہوں اگر رائے ہو تو تجربہ کر کے دیکھیں۔ زبانی بھی اس طرح کی بات میں نے آپ سے کی ہوگی کہ ان راستوں اور علاقوں میں جہاں گدی ہیں جماعتیں بار بار گذاری جائیں آپ کے خط سے ایسا محسوس ہوتا ہے کہ آپ اس طرف خصوصیت سے توجہ دے رہے ہیں۔

آپ نے گیا میں خط لکھنے کے لئے مجھے لکھا ہے۔ میرا حافظہ اتنا کمزور ہو گیا ہے نام پتہ اور باتیں یاد نہیں رہتیں اس لئے میں نے ایک نوٹ بک تیار کیا تھا جس میں پتے جو تبلیغی جماعت سے متعلق ہیں درج تھے وہ نوٹ بک گم ہو گئی ہے۔ اگر مل گئی تو انشاء اللہ تعالیٰ گیا خط روانہ کروں گا۔

میں نے مبلغ پچاس روپے آپ کی خدمت میں بھیجا تھا جس کی منی آرڈر کی رسید اب تک مجھے نہیں ملی ہے ڈاکخانہ کی بدنظمی کو دیکھتے ہوئے تعلق ہے۔ روپیہ مل گیا ہو تو کارڈ سے اطلاع دیں۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہم لوگوں کو اخلاص سے دینی کاموں میں لگے رہنے کی توفیق دے اور اس عمل کو آخرت میں ذریعہ نجات بنا دے۔ آمین

دعا گو احمد حسین

(۱۶)

پھلواری شریف

۵ رفروری ۶۱ء　　　　رفیقی فی الدین السلام علیکم

۲۴ رجنوری کو لفافہ ملا۔ جلسہ کی کامیابی سن کر نہایت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے آپ سب حضرات کی اس دینی کوشش کو مقبول فرمائے اور مسلمانوں کے لئے اور عالم انسانیت کے لئے ہدایت کا ذریعہ بنائے۔

میں دلی سے آکر بخار کھانسی میں مبتلا رہا۔ اب میں چار روز سے بحمد اللہ اچھا ہوں۔ البتہ میرا معدہ بگڑ گیا ہے۔ اپنی انہی علالت کی مجبوریوں سے ڈھاکہ آنے کی تمنا پوری نہ ہوئی۔

اور آپ حضرات کی رفاقت کے ثواب سے محرومی رہی۔

اب ۸ر فروری کو دہلی جانے کا ارادہ ہے۔ خدا کرے صحت اچھی رہے۔ مجھے آپ حضرات اپنی دعاؤں میں نہ بھولیں۔

آپ کے اس ارادہ کو معلوم کرکے کہ گدیوں میں برابر کام ہوتا رہے اور بند نہ ہو دل کو بڑی تسکین ہوئی اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مسلمانوں کے دین اور ایمان کو سلامت رکھے۔ اور بہ طفیل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دین اور دنیا کی کامیابی اور کامرانی عطا فرمائے تمام دوستوں اور عزیزوں سے کہئے کہ آج ہم گنہگاروں کے لئے اس تبلیغ کے واسطہ سے اللہ تعالیٰ نے ہماری مقبولیت کے دروازے کھول دیئے ہیں۔ اور اس تک پہنچنے کی راہ اس سے زیادہ نہ کوئی قریب تر ہے اور نہ آسان ہے

خداوندا اں نعمت را خبر نیست

کہ سلطان جہاں با ماست ہر روز

والسلام دوستوں کی دعاؤں کا محتاج۔

احمد حسین

(۱۷)

۲۴ر جنوری — رفیقی فی الدین السلام علیکم

آپ کا خط ملا۔ لیکن صحت کی خرابی سے میں ڈاکٹروں اور دوستوں کے مشورہ سے دیہات چلا آیا۔ ہلکے بخار کا سلسلہ جاری ہے۔ ایک وجہ خون کی کمی کہی جاتی ہے۔ اُمید ہے انشاء اللہ جلسہ کامیاب رہا ہوگا۔ میں ۳۱ جنوری یا یکم فروری سالہ تک پھلواری پہنچوں گا۔ والسلام

احمد حسین کونی بر ڈاکخانہ زہٹ ضلع گیا

(۱۸)

رفیقی فی الدین السلام علیکم

تبلیغی کاموں کی ترقی کی خبر سن کر مسرت ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ اس

کام کو دنیا میں خیر اور بھلائی کے پھیلنے کا ذریعہ بنائے اور آخرت میں ترقی درجات حاصل ہو۔

اپنی صحت اب ایسی ہے کہ معذوری بڑھتی جارہی ہے آپ حضرات کی محبت اور تعلق کو ہی اپنے لئے کفارہ اور ذریعہ نجات سمجھتا ہوں۔ اندازہ ہے کہ دس مئی کے بعد اغلباً پھلواری روانہ ہوجاؤں گا انشاء اللہ۔ تمام احباب کی خدمات میں سلام عرض کریں اور سلامتی ایمان اور نجات آخرت کے لئے دعا کے لئے عرض کریں۔ والسّلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

طالب دعا

احمد حسین

ایک خط مولانا عزیزالرحمن صاحب موضع رام نگر ڈاکخانہ بارا عیدگاہ پورنیہ کے نام بھی ملاحظہ ہو۔

مکرمی السّلام علیکم

میں چونکہ کانسل اف اسٹیٹ کا ممبر ہوں اس لئے مجھے دلی اس کے اجلاس کے زمانہ میں رہنا ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جو خطوط گئے ہیں ان میں جلسہ کی نوعیت کی وضاحت نہیں ہے۔ ہمارا جلسہ دو طرح کا ہوتا ہے۔ تبلیغی اور مالیاتی لیکن مالیاتی دورہ بھی تبلیغ سے خالی نہیں رہتا ہے اور نماز روزہ حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کے علاوہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر یعنی اچھی باتوں کا بتانا اور بری باتوں سے سمجھا کر روکنے کے فرض کو واضح طور پر اور پھیلا کر سمجھایا جاتا ہے۔

ہم اس طرح کے جلسے پسند نہیں کرتے جیسے سیاسی اور غیر سیاسی کانفرنسیں ہوتی ہیں بلکہ چھوٹے چھوٹے حلقے بنا کر جلسے کرتے ہیں تاکہ اپنے حلقہ ہی میں لوگوں کو سننے کا موقعہ مل جائے۔ اس طرح جلسے تو چھوٹے ہوتے ہیں لیکن بات زیادہ لوگوں تک پہنچتی ہے۔ اس لئے میری یہ خواہش ہے کہ آپ اپنے علاقہ میں مسلمانوں کی مناسب آبادیوں کے درمیان متعدد جلسے رکھیں آپ اس طرح کے چھوٹے چھوٹے جلسوں کا چار پانچ حلقوں میں انتظام فرمائیں جس میں آپ بارا عیدگاہ کو بھی ایک حلقہ رکھ سکتے ہیں تاکہ اس حلقہ کے مسلمان بھی فایدہ اٹھا سکیں رام نگر حلقہ میں ایسے ہی چار پانچ

مرکز منتخب کریں۔ یاد رکھیں یہ جلسہ خالص مذہبی قسم کا ہوگا جس میں علماء کرام کے وعظ ہوں گے نہ کوئی تجویز ہوگی اور نہ عام جلسوں کی سی کیفیت، ہمیں یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہاں جلسوں کے لئے شاید لائسنس کی ضرورت ہوتی ہے۔ بہرحال آپ حضرات اس کا لائسنس لے لیں کہ آپ متعدد جلسے مختلف حلقوں میں کریں گے۔

ارادہ یہ ہے کہ حضور امیر شریعت ثالث مولانا شاہ قمرالدین مدظلہ اراکین وفد کے ساتھ ۷ فروری ۱۹۴۸ء کو یہاں سے روانہ ہوں اور تقریباً ہفتہ عشرہ علاقہ بارسوئی میں یہ وفد رہے گا وہاں سے علاقہ سرہانی میں وفد جائے گا اسی طرح تقریباً ہفتہ عشرہ وہاں رہے گا وہاں کے بعد ایک روز کے لئے مدرسہ قمر گنج کہروہ ماتسی بازہ ہوتا ہوا مدرسہ تنظیمیہ بارا عید گاہ جائے گا اور رام نگر کے حلقہ میں اسی طرح ایک ہفتہ قیام کریگا۔ لہٰذا اسی انداز سے کاموں کا پروگرام بنانا چاہیئے بقیہ دن راہ طے کرنے میں لگیں گے اور کچھ آرام کے لینے میں لگیں گے۔

والسلام

احمد حسین ناظم امارت شرعیہ

اسی طرح مولانا غریب الحسن صاحب مولوی اسکول مظفر پور کے نام خط ملاحظہ ہو

مکرمی السلام علیکم

آپ کا کارڈ موصول ہوا۔ جواب عرض ہے۔ حضرت مولانا سجادؒ نے اپنی آخری زندگی میں ایک خط علماء کے نام صوبہ میں بھیجا تھا۔ اور اس کے ساتھ ساتھ ایک اعلان کام کرنے والوں کے لئے ناظم امارت شرعیہ کی طرف سے طبع کرایا گیا تھا۔ جس میں کام کرنے کے لئے کچھ اشارات تھے۔ وہ خط جو مولانا نے علماء کے نام لکھا تھا وہ مطبوعہ تھا اور اسی کی پشت پر میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اس کے ساتھ وہ پرچہ بھی منسلک ہے جو کام پر آمادہ ہونے والوں کے پاس بھیجے تھے اس کی سرخی ہے " وقت کا سب سے اہم مسئلہ " آپ فی الحال اپنے ذوق کے مطابق اسے دیکھ کر کوئی کام شروع کردیں اس ہدایت نامہ ۲ میں تحریر ہے کہ اپنے قریب کے گاؤں میں بصورت وفد جاکر لوگوں کو سمجھائیں۔

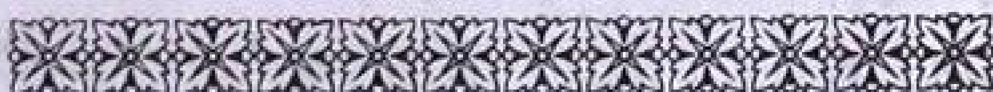
وفد کس طرح جائے اور کس طرح سمجھائے اس کا مخصوص طریقہ اب متعین ہوگیا ہے.
تبلیغ کے اس مخصوص طریقے کے لئے امارت میں ایک خاص شعبہ ہے جسے حزب اللہ کہتے ہیں
اور حزب اللہ کو عرف عام میں دین سیکھو سکھاؤ کہتے ہیں اب تک اس پر کوئی مطبوعہ
رسالہ نہ تھا اس لئے کہ یہ کام بہت عملی ہے لیکن اب ایک مختصر رسالہ طبع کرایا جارہا ہے ۔
طبع ہونے پر انشاء اللہ آپ کی خدمت میں روانہ کیا جائے گا مجھے اُمید ہے کہ دین کے اس
کام میں آپ کی عملی رفاقت رہے گی۔

رسالہ تنظیم امارت بھی بھیج رہا ہوں۔

والسلام

راقم احمد حسین ناظم امارت شرعیہ

یہ سب خطوط بطور نمونہ دئے گئے ہیں تاکہ قاضی صاحب کی اندرون صوبہ اور بیرون صوبہ تبلیغی سرگرمیوں کا ہلکا سا اندازہ ہوسکے۔ اور یہ بھی اندازہ ہوسکے مسلمان کی پسماندہ قومیں جیسا کہ گدیوں کے لوگ ہیں قاضی صاحب کی مخصوص توجہ کا مرکز تھیں اور وہ یہ چاہتے تھے کہ ان کی پسماندگی دور کرکے ان کو اس طرح بنا دیا جائے کہ ان پر اعداء اسلام کا حملہ نہ ہو اور وہ دینی اعتبار سے مزید پسماندہ اور دین سے دور نہ ہو جائیں۔ قاضی صاحب قدیم اقوام کو اٹھانے کے لئے بے چین تھے جیسا کہ صفحات ماسبق میں ذکر ہو چکا ہے اس لئے وہ مسلمان پسماندہ قوموں کو کیسے نظر انداز کرسکتے تھے۔



بارہواں باب

سفرِ آخرت، نمایاں اوصاف و خصوصیات

قاضی صاحب نے اپنی زندگی کے آخر زمانہ میں مجھ سے کہا کہ۔

"مجھ کو اُمید ہے کہ مولوی منت امارت کو سنبھالیں گے۔ ان سے طریقۂ عمل کے اختلاف کے بارے میں جھگڑا کرنا نہیں چاہتا وہ جس طرح چاہیں امارت کو چلائیں میں اب زیادہ توجہ تبلیغی جماعت پر صرف کرنا چاہتا ہوں اور اس غرض سے اپنا مرکز گیا شہر کو بنانا چاہتا ہوں البتہ میں امارت سے علٰحدگی کا ارادہ نہیں رکھتا۔ رپورٹ مجھ کو دے دیا کرد۔ بیچ بیچ میں آکر مناسب ہدایتیں دے دوں گا۔ مولوی منت پسند کریں گے تو ان ہدایات کو چلنے دیں گے نہیں پسند کریں گے تو روک دیں گے"۔

تبلیغی کام میں انہماک

چنانچہ آخر بار پارلیمنٹ سے وہ سیدھے گیا پہنچے اور شہر کی ہر مسجد میں تبلیغی اجتماع کی کوشش کرنے لگے ان کی خواہش تھی کہ ان مساجد میں اجتماعات کا مستقل نظم ہو جائے تو انہی کو دیہاتوں کی طرف بھیجا جائے۔ وہ چند دیہاتوں کی طرف گئے بھی جن کا ذکر مولانا نظام الدین صدر جمعیۃ علماء رانچی نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

"مئی اور جون کی گرمی میں گیا کے دیہاتوں کی خاک چھانتے پھرتے تھے اپنے دولت کدہ کی عشرت ترک کر کے مسجدوں میں قیام کرتے تھے"۔

دمِ واپسیں بھی اتباعِ سنت کا اہتمام

جولائی ۱۹۶۱ میں قاضی صاحب کو دل کا دورہ پڑا۔ دورہ سخت تھا۔ ڈاکٹر نے کہا کہ گھبرائیں

نہیں آپ اچھے ہو جائیں گے قاضی صاحب نے جواب دیا میں موت سے نہیں گھبراتا ہوں۔ اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ سے مزید کام لینا منظور ہو گا تو مجھ کو کھڑا کر دے گا۔ اور اگر اس کو یہ منظور ہے کہ میں اس کی طرف کوچ کروں تو میں اس کے لئے تیار ہوں مرض الموت کی شدت تھی، تنفس کا حملہ سخت تھا قاضی صاحب نے ایک پیالہ میں پانی مانگا اس حالت میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے وفات کے وقت کی کیفیت یاد رہی سنت نبوی کے اتباع میں ہاتھ سے پانی لے کر منہ پر پھیرتے رہے اور کلمہ طیبہ اور استغفار پڑھتے رہے اپنی چھوٹی بھتیجی کو کہتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخر وقت میں برتن سے پانی لے کر اپنے منہ پر ڈالا تھا۔ تبدریج تکلیف شدید ہوتی گئی سانس کی آمد و شد تیز تر ہو کر بند ہو گئی ۲۹ جولائی ۱۹۸۱ء کو غروب آفتاب سے پہلے اتباع سنت کا اس درجہ اہتمام کرنے والا دعوت و تبلیغ کی راہ کا مسافر، ملت کے درد کو اپنا درد سمجھنے والا فدائے ملت اور پیکر اخلاص و عمل ذہانت و ہوشیاری اور حکمت و دانائی میں مولانا سجادؒ کا جانشین اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون ۔ عمر ۷۲ سال کی تھی انتقال گیا شہر کے ان کے اپنے مکان میں ہوا۔ اور تدفین شہر کے دوسری طرف پھلگو ندی عبور کر کے آبگلہ کے قبرستان میں ہوئی۔ پسماندوں میں چھوٹے بھائی اور اپنی والدہ کو چھوڑا۔

مولانا نظام الدین صاحب نے جو مدرسہ ریاض العلوم میں صدر مدرس تھے اور اب ان کی جگہ پر ناظم امارت شرعیہ ہیں یہ بیان دیا کہ "مولانا سجاد کے بعد یہ دوسرا سب سے بڑا حادثہ ہے"

مولانا محمد طٰہٰ کمال ندوی نے جو مدرسہ شمس الہدیٰ میں استاذ تھے اور عربی زبان و ادب کے ممتاز عالم قاضی صاحب کے انتقال پر ایک نظم لکھی جس میں ان کی صحیح تصویر پیش گئی ہے خاص طور پر یہ شعر

خدا بخشے بڑا بیباک ہمت ور مجاہد تھا
سپاہی دن کو وہ راتوں کو شب بیدار عابد تھا

قاضی صاحب کی زندگی کی تصویر اور نمایاں خوبی ہے۔ ایمان و عبادت اور تدبیر و سیاست کو جمع کر لینا ان کا بڑا امتیاز تھا۔

ظاہری صورت و شکل و لباس

قاضی صاحب کے حسن سیرت پر ان کے معاصرین کی شہادت کافی ہے لیکن وہ ظاہری شکل کے اعتبار سے بھی بہت پرکشش اور حسین وجمیل تھے، کشیدہ قامت تھے رنگ سرخ و سفید تھا، چہرہ مسکراتا ہوا، خوداعتمادی نمایاں تھی، علی گڑھ کی ایک ممتاز شخصیت نے کہا کہ میں نے لیڈروں میں اتنا خوبصورت کوئی دوسرا انسان نہیں دیکھا۔ گھر کے رئیس لیکن مزاج میں سادگی، عمل پیہم کی تصویر، مرد درویش لیکن انداز خسروانہ، خلافت تحریک سے پہلے گیا کے رئیسوں کا لباس زیب تن کرتے تھے لیکن خلافت تحریک میں جہاں بہتوں نے اپنی وضع قطع میں تبدیلی پیدا کی وہاں قاضی صاحب نے بھی لباس بدل دیا تھا کھادی کا کرتا پاجامہ اور اسی کی دوپلی ٹوپی پہننے لگے اور یہی آخر دم تک ان کا لباس رہا۔ سردیوں میں ایک اونی صدری کا اضافہ ہو جاتا تھا۔

عبادات تلاوت اذکار اور نوافل کا اہتمام

عبادات کے بہت پابند تھے۔ تمام نوافل تہجد اشراق چاشت اور اوابین پڑھتے اور تہجد کے لئے دوسروں کو بھی شوق دلاتے تھے کہتے تھے اللہ تعالیٰ سے تنہائی میں بات کرنے کا یہ بہترین وقت ہے۔ رمضان کے روزے پابندی سے رکھتے۔ زکوٰۃ کی رقم نکالتے۔ فریضہ حج ادا کر چکے تھے۔ تلاوت قرآن کریم پابندی سے کرتے ترجمہ کے ساتھ کرتے متعدد ترجموں کو ملا کر پڑھتے کوئی آجاتا تو اس کو تدبر اور غور و فکر میں شریک کر لیتے۔ کبھی کبھی میں نے ان کو مراقبہ کرتے ہوئے بھی دیکھا

امداد مستحقین اور یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری اور طالب علموں کی اعانت

غریبوں کی امداد دل کھول کر کرتے لیکن یہ امداد عموماً رازداری کے ساتھ ہوتی لیکن اتنی کثرت سے امداد کرتے تھے کہ ان کا راز بن رہنا مشکل تھا۔ چنانچہ جناب حضور مولانا شاہ امان اللہؒ سجادہ نشیں خانقاہ مجیبیہ اور ان میں ملاقاتوں کا موقعہ شاذ ہی پیش آیا لیکن ان تک بھی یہ خبر پہنچ گئی تھی کہ وہ بیواؤں یتیموں طالب علموں اور دوسرے مستحقیں کی مدد کرتے رہتے ہیں۔ ڈاکٹر قمر الدین صاحب نے ان کے انتقال کے بعد خود یہ راز کھولا کہ وہ ڈاکٹر انہی کی بدولت ہوئے۔ خاندان میں

جو لڑکے عربی اور دینیات کی تعلیم کی طرف لگتے ان پر خصوصیت سے شفقت فرماتے۔ اسی طرح نومسلموں کی بھی امداد دل کھول کرتے دینی مدارس میں بھی چندے دیتے۔

حق گوئی و بیباکی صحیح بات بڑے سے بڑے صاحب اثر و اقتدار کے سامنے خواہ اسے ناگوار ہی کیوں نہ ہو ضرور کہہ دیتے جسکی مثال گذشتہ صفحات میں ملے گی۔ پارلیمنٹ کے ایوان میں صفائی اور جرأت کے ساتھ صحیح بات کہتے۔ اسی طرح سچی بات کہنے میں دوسروں کی ہمت افزائی بھی کرتے اور کہتے اگر ہم کسی وجہ سے سکوت اختیار کرتے ہیں تو دوسروں کو کیوں سکوت اختیار کرنے پر مجبور کریں۔

قوت تقریر قوت تقریر اور خوش بیانی ان کے اندر فطری طور پر تھی اور تقریر بھی ایسی کہ سننے والے کا جی لگتا اور تقریر کی لذت پر فریفتہ ہوجاتا کام کی باتیں بھی حاصل کرتا اور یہ کہتا ہوا اٹھتا کہ

بہت لگتا ہے جی صحبت میں ان کی

زبان و گفتگو میں ظرافت کی چاشنی بھی تھی لیکن اعتدال کے ساتھ اور متانت کے ساتھ کسی صاحب نے ان سے پوچھا کہ آپ نے فلاں صاحب کے خلاف ایسی بات کہی ہے۔ چونکہ بات واقعہ کے خلاف تھی اس لئے بولے ؂

کوئی فتنہ جو زمانہ میں بپا ہوتا ہے
وہ اشارے سے بتادیتے ہیں تربت میری

ایک دفعہ بولے بہرہ کم نہیں سنتا ہے غلط سنتا ہے۔

غذا تاہل کی زندگی میں پر تکلف غذائیں استعمال کرتے اہلیہ کے انتقال کے بعد غذا بہت معمولی اور سادہ کردی تھی رات کی بچی ہوئی روٹی عموماً ناشتہ میں استعمال کرتے تھے اور اسے نوری روٹی کہتے تھے ایک بزرگ کا یہ قول نقل کرتے تھے کہ اس باسی روٹی کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ سے قربت حاصل ہے۔

مہمان نوازی طبیعت میں مہمان نوازی بھی بہت تھی اور ملاقات کے لئے آنے والوں کے لئے ان کا دسترخوان وسیع ہوتا تھا سب کی خاطر تواضع کرتے ناشتہ کا وقت ہوتا یا کھانے کا سب کو شریک دسترخوان کرتے چائے پلاتے اور اپنی گفتگو سے محفل کو زعفران زار

کرتے۔ علمی گفتگو کرتے لوگوں کے نظریات اور کتابوں پر اظہار خیال کرتے۔ علماء اور اہل فکر سے مل کر بہت خوش ہوتے اور خوش دلی کے ساتھ ان کی میزبانی کرتے۔

علماء دین سے روابط

خلافت تحریک سے ہی علماء کے ساتھ روابط بڑھ گئے تھے۔ مولانا آزاد مولانا سجاد مولانا شاہ محی الدین امیر شریعت ثانی مولانا شاہ قمر الدین امیر شریعت ثالث مولانا شاہ منت اللہ امیر شریعت رابع مولانا ریاض احمد صاحب چمپارن مولانا نور الحسن صاحب قاضی شریعت مولانا عبد الصمد صاحب رحمانی نائب امیر شریعت مولانا محمد یوسف امیر جماعت تبلیغ مولانا منظور نعمانی مولانا حکیم عبد الخبیر صادق پور مولانا عبد الحکیم گیا مولانا ابو محمد صاحب گیا علامہ سید سلیمان ندوی مولانا عبد الباری فرنگی محلی اور ملک کے بکثرت علماء سے بہت مخلصانہ تعلقات تھے۔ اکثر اہم امور میں ان سے مشورے بھی کرتے اور علمی مسائل پر تبادلہ خیال کرتے۔

بے نفسی اور تواضع

اگر غلطی ہو جاتی اور یہ احساس ہوتا کہ کسی کو تکلیف پہونچی ہے تو معافی مانگنے میں جلدی کرتے چنانچہ شوری امارت شرعیہ کے آخری اجلاس میں ایک ناگوار واقعہ پیش آگیا تھا اس پر بے جھجھک متعلقہ اشخاص سے جا کر معافی مانگی ان میں بعض ان سے عمر میں بہت چھوٹے بھی تھے لیکن کوئی کبر اور غرور ان کی راہ میں حائل نہیں ہوا۔

ذہانت وطباعی

ذہانت وطباعی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اپنی ذہانت اور قوت استدلال کے بل پر ہی اپنی بات منوالیتے تھے اور بہت باریکیوں تک پہنچ جاتے تھے۔ ایک دفعہ راقم الحروف مولانا عبد الخبیر صاحب مرحوم کے ساتھ جا رہا تھا راستہ میں مولانا ظفر الدین شاگرد خلیفہ مولانا احمد رضا خاں صاحب نظر آئے۔ مولانا ظفر الدین صاحب نے خوب جھک کر سلام کیا۔ قاضی صاحب سے ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ مولانا ظفر الدین صاحبؒ نے مولانا عبد الخبیر صاحبؒ کو بڑے ادب سے خوب جھک کر سلام کیا۔ بولے تم نہیں سمجھے مولانا عبد الخبیر صاحب اس طرح سلام کرنے کو ناجائز سمجھتے ہیں اس لئے ان کی رد میں انھوں نے اس طرح سلام کیا تھا۔

پارٹی بازی سے نفرت

قاضی صاحب پارٹی بازی کو پسند نہیں فرماتے تھے اچھی باتوں میں سب کے ساتھ تعاون کرتے سب سے ملتے سب سے صلاح ومشورہ لیتے سب کو صلاح ومشورہ دیتے۔ نتیجہ یہ تھا کہ تمام جماعتوں کے اکابر کے دل میں ان کی جگہ تھی۔ اور ان کی شخصیت

یکساں طور پر مسلّم اور محترم تھی مولانا حفظ الرحمٰنؒ نے اپنی تعزیت میں اس طرف یوں اشارہ کیا ہے۔

"آپ کا وہ اخلاص تھا جس نے آپ کو ہر حلقہ میں واجب الاحترام بنا دیا تھا۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ جس طرح آپ مذہبی حلقوں میں معتمد علیہ تھے تبلیغی حلقوں میں آپ پر اعتماد کیا جاتا تھا اسی طرح سیاسی حلقوں میں بھی آپ کی عزت کی جاتی تھی۔"

مطالعہ کا شوق

تفسیر اور سیرت و تاریخ کے مطالعہ کا شغف تھا۔ مشہور اہل علم و قلم کی کتابیں شائع ہوتیں تو فوراً منگواتے پڑھتے اور اپنی مجلس میں اظہار خیال کرتے۔ تفسیر میں کسی ایک تفسیر کے پابند ہوتے۔ مختلف ترجموں اور تفاسیر کا تقابلی مطالعہ کرتے تھے۔ روزانہ صبح میں قرآن کے مطالعہ میں مہمانوں یا آنے والوں کو شریک کرتے۔ دہلی میں ممبر پارلیمنٹ کی حیثیت سے ان کا کوارٹر تھا۔ لوگ ان کے پاس ملنے کے لئے آتے اور ٹھہرتے ان کو مطالعہ قرآن میں شریک کرتے۔ مولانا مودودی کی تفسیر تفہیم القرآن بھی ان کے مطالعہ میں رہتی دوسروں کو پڑھنے کی ترغیب بھی دیتے تھے اور پڑھنے والوں کے تاثرات بھی جاننے کی کوشش کرتے۔ کتابوں کی خوبیوں اور خامیوں کو پرکھتے۔ ایک بار کہنے لگے کہ ایک بہت دیندار اور عبادت گذار شخص کو انھوں نے تفہیم پڑھنے کے لئے دی۔ کئی جلدوں کے مطالعہ کے بعد میں نے دیکھا کہ ان کا علمی ذوق بڑھ گیا فکر میں وسعت پیدا ہو گئی نظریاتی گفتگو کا سلیقہ پیدا ہو گیا یہ تمام خوبیاں قابل قدر تھیں لیکن ان کے اندر ایک عجیب تبدیلی بھی محسوس کی اور وہ یہ کہ عبادت کا ذوق اور نوافل کا اہتمام جو پہلے تھا باقی نہیں رہا۔ قاضی صاحب بہت دلچسپ انداز میں اس فرق اور تبدیلی کو بیان کرتے۔ الجہاد فی الاسلام پر اظہار خیال کرتے ہوئے انھوں نے کہا کہ لڑائی کے لئے جارحانہ اور مدافعانہ کی اصطلاحیں پہلے سے موجود تھیں مولانا مودودی نے بڑی ذہانت کے ساتھ مصلحانہ جنگ کی اصطلاح وضع کی ہے۔

اعتدال اور توازن کا معیار

اخلاص اور جذبۂ عمل کے بعد ان کی ایک نمایاں خوبی مزاج کا اعتدال اور توازن تھا۔ یہ خوبی ایک جوہر کمیاب سے کم نہیں ہے۔ وہ ایک طرف تبلیغی جماعت سے وابستگی رکھتے گاؤں گاؤں جاتے اور مسجدوں میں قیام کرتے۔ سنت پر عمل اور عبادت کا اہتمام کرتے اور زاہد شب زندہ دار کی زندگی گزارتے دوسری طرف تبلیغی کام سے وابستہ لوگوں کے طرز فکر و عمل کے برعکس مسلمانوں

کے روزانہ کے پیش کرنے والے مسائل کو حل کرنے کی جد وجہد کرتے ارباب حکومت سے ملتے اوران کو متوجہ کرتے اور وہ تمام تدبیریں اختیار کرتے جو ایک جمہوری ملک میں مسائل کے حل کے لئے اختیار کی جاتی ہیں۔ اہل دین کی نظروں میں وہ تقویٰ، ایمان اور خوف آخرت کا پیکر تھے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سیاست کے داؤں و پیچ کے ماہر اور میدان عمل کے شہسوار بھی تھے۔ حالات کی تبدیلیوں اور سیاسی اور قانونی نشیب وفراز پر نظر رکھتے "وانتم فی رباط دائم" (تم ہر وقت حالت جنگ میں ہو اور سرحد کی نگرانی پر مامور ہو) کے مطابق ان کی زندگی تھی۔ مختلف حلقہ ہائے خیال کے لوگوں سے ملتے اوران کے کاموں کی ہمت افزائی اور قدر دانی فرماتے۔ جمعیۃ علماء کے رکن رکین تھے۔ علماء دیوبند کی صحبت میں بھی رہتے اور جماعت اسلامی کے اعیان واہل قلم سے بھی ربط رکھتے۔ تنقید بھی کرتے اور تعریف بھی۔ مسلمانوں کے اتحاد واتفاق کے خواہش مند ہوتے۔ ہندوستان کے قدیم اقوام کو ان کی تاریخ یاد دلانے اوران کو قعر مذلت سے نکالنے اور باہر سے آنے والے داعیوں کے پیغام کو ان کے درمیان عام کرنے کا بیتابانہ جذبہ اپنے دل میں رکھتے۔

ہو حلقہ یاراں تو بریشم کی طرح نرم
رزم حق وباطل ہو تو فولاد ہے مؤمن



تیرہواں باب

تعزیتی خطوط اور جلسہ ہائے تعزیت

نائب امیر شریعت مولانا عبد الصمد رحمانی کا مکتوب

(مولانا حفظ الرحمانؒ اور مفتی عتیق الرحمان عثمانیؒ کے تعزیت نامے کتاب کے ابتدائی صفحات میں آگئے ہیں۔ دوبارہ انہیں شامل نہیں کیا گیا ہے کتاب میں یہ باب اس لئے رکھا گیا ہے کہ ان سے قاضی صاحب کے اوصاف پر روشنی پڑتی ہے)

یہ خبر پڑھ کر کہ قاضی صاحب کا انتقال ہو گیا قلب پر انتہائی خراب اثر ہوا کہ لٹ گیا اور کھو گیا۔ قاضی صاحب کسی جہت سے کچھ بھی ہوں مگر امارت شرعیہ کے پرانے مخلص خادم تھے۔ بے لوث کارکن تھے۔ ان کے دل میں امارت کا درد تھا۔ وہ امارت کے مفاد کو ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ اور علاوہ ان سے جتنا بھی ہو سکتا تھا بے دریغ کام کرتے تھے بلکہ بعض وقت جان پر کھیل کر کام کرتے تھے۔ یہ بالکل مبالغہ نہیں ہوگا کہ مسئلہ امارت ان کا اوڑھنا بچھونا تھا۔ وہ خلوت و جلوت میں اسی کو سوچتے رہتے تھے اسی کو بولتے رہتے تھے اس کی افادیت کو دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے اور اس کی ترقی کے خواہاں رہتے تھے۔ سچی بات یہ ہے کہ امارت کے وہ ایسے مخلص ہمدرد تھے کہ ابھی ان کا بدل نہیں ہے ع

خدا بخشے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

ان کی تعزیت کس سے کی جائے اہل دفتر سے بڑھ کر اس کا کون مستحق ہے۔ قاضی صاحب گیا گئے امارت شرعیہ کا ناظم چلا گیا۔ اس کے ہر برے وقت میں جو ڈھال بن کر کھڑا ہو جاتا تھا وہ دلیر

سپاہی چلا گیا۔ دین سیکھو سکھاؤ کا داعی چلا گیا۔ اے قاضی! تم کیا گئے دفتر کی رونق چلی گئی اس کا وزن چلا گیا۔ کیا بتاؤں کیا کیا چلا گیا۔ مدتوں تم کو ہم یاد رکھیں گے ؎

تھمتے تھمتے تھمیں گے آنسو

رونا ہے یہ ہنسی نہیں ہے

اللہ تم کو جنت الفردوس میں جگہ دے کروٹ کروٹ رحمت وغفران کے بے پایاں نوازش سے تم کو بلند سے بلند مرتبہ عنایت فرمائے۔ آمین

مولانا نظام الدین صاحب قاسمی صدر جمعیتہ علماء رانچی کا خط

"آج بہت دنوں کے بعد ایک دوست کے یہاں ساتھی (اخبار) پر نظر پڑی، سرورق پر اس حادثہ کا افسوس ناک عنوان دیکھا "آہ! قاضی احمد حسین" دل دھک سے ہو کر رہ گیا۔ ان کا ایثار ان کی قربانی ان کی اصابت رائے قوم وملت کے لئے محنت شاقہ قومی درد پر خلوص محبت انکسار طبع جرأت مندانہ خودی۔ پیرانہ سالی اور علالت میں نوجوانوں کو شرما دینے والی تگ ودو۔ آہ! ہم کتنے بدقسمت ہیں کہ ہم سے ہمارے سرپرست رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔ ہم کس قدر قدر ناشناس ہیں کہ ہم نے اپنے محسنوں کو نہیں پہچانا۔

مخدوم ومحترم! یہ صدمہ آپ کا تنہا نہیں ہے۔ قوم وملت کے لئے ماتم ہے۔ ایسی ہستیاں اپنی خدمات کی وجہ سے ہمیشہ زندہ رہتی ہیں ان کے اعمال قوم وملت کے لئے نمونہ بن کر غیر منقطع ہوتے ہیں۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت ست بر جریدۂ عالم دوام ما

شمالی بہار میں تبلیغ کے روح رواں جناب محمود عالم صاحب کا خط

"جناب قاضی صاحب کی وفات حسرت آیات کی اطلاع پا کر انتہائی صدمہ پہنچا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ غفور الرحیم مرحوم کو اعلیٰ علیین میں جگہ عطا فرمائے۔ اور جمیع پسماندگان ومتعلقین کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔ گزشتہ شب یعنی جمعرات کی رات بازار کی مسجد میں تبلیغی اجتماع تھا۔ مغرب سے عشاء تک تمام حاضرین اجتماع نے کئی ختم قرآن پڑھا۔ پھر جمعرات کی صبح میں دوپہر تک آزاد مدرسہ میں قرآن خوانی ہوئی اور ایصال ثواب کیا گیا۔

مرحوم کی تبلیغی دلچسپیاں اتنی بڑھی ہوئی تھیں کہ کوئی خط بھی شاید تبلیغی تذکرہ سے خالی نہیں ہوا کرتا تھا۔ دلچسپی بے چینی کے درجہ تک پہنچی ہوئی تھی۔ جس پر ان کے وہ خطوط جو ہمارے پاس آیا کئے ہیں شاہد ہیں یہی نہیں کہ صرف زبانی جمع خرچ بلکہ وقتاً فوقتاً اپنی صحت کی مجبوری پیش کرتے ہوئے جماعت اور اجتماعات کے لئے معتد بہ رقوم بھی بھیج دیا کرتے تھے۔

جناب مسلم صاحب مرحوم ایڈیٹر روزنامہ دعوت دہلی کا مکتوب

اللہ تعالیٰ قاضی صاحب مرحوم کی مغفرت فرمائے بار بار یاد آرہے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جگر نے یہ شعر شاید اسی موقعہ کے لئے کہا تھا ؎

وہ کب کے آئے بھی اور گئے بھی نظر میں اب تک سما رہے ہیں
یہ چل رہے ہیں وہ پھر رہے ہیں یہ آرہے ہیں وہ جا رہے ہیں

دلی میں کئی سال سے ان کے یہاں آنا جانا تھا۔ کبھی فرصت نہیں ملتی تو وہ بلا لیا کرتے تھے یا خود تکلیف فرما لیا کرتے تھے۔ میں یہ محسوس کرتا تھا کہ گویا ان کے سینہ میں حرارت امنڈ رہی ہے اور ایک سوز دروں انھیں بے چین کئے دے رہا ہے۔ موجودہ حالات سے وہ قطعاً غیر مطمئن تھے اور چاہتے تھے کہ اس تاریکی میں سے کوئی روشن راستہ نکلے۔ اپنی کبرسنی اور بیماری کی وجہ سے ان میں خود تو اقدام کی صلاحیت باقی نہیں رہی تھی لیکن اقدام کرنے والوں کی جس طرح جستجو رہتی تھی وہ اس بات کی علامت تھی کہ وہ آگے بڑھنے والوں کی سرپرستی کرنے اور ساتھ دینے کے لئے بے چین ہیں۔

ایسا بھی ہوا ہے کہ انھیں ابھی سخت دورہ پڑا ہے۔ اعصابی نظام متاثر ہے دل کی حرکت قابو میں نہیں آئی ہے تنفس بے ضابطگی سے چل رہی ہے معالج نے مکمل آرام کا مشورہ دیا ہے لیکن گھنٹے گھنٹے ٹیلی فون کے پاس آبیٹھے اور کسی ممبر پارلیمنٹ یا کسی دوست سے کسی خاص مسئلہ پر بات چیت شروع کر دی۔

دلی کی ہماہمی کا آپ کو اندازہ ہے ہی۔ دن رات نئے نئے لوگوں کی آمد ہوا کرتی ہے اور ہر وہ شخص جس کا کچھ بھی سیاسی ذوق ہے وہ آتے ہی پارلیمنٹ کے حلقہ کا رخ کرتا ہے۔ قاضی صاحب ایسے لوگوں کے لئے خاص طور پر مرجع تھے وہ ہندوستان کی مسلم تاریخ کے

انسائیکلوپیڈیا تھے ان تمام اتار چڑھاؤ کی تاریخ ان کے ذہن میں محفوظ تھی جو ۱۹۱۸ء سے اب تک مسلمانوں کے سلسلہ میں پیش آتے رہے ہیں اس لئے تمام پیش آمدہ مسائل میں ان کی حیثیت محض ایک سامع کی نہیں تھی بلکہ وہ کوئی راستہ نکالنے کی کوشش کرتے رہتے تھے جس میں کچھ کامیاب ہوتے اور کچھ ناکام لیکن جہاں تک میرے مطالعہ کا تعلق ہے میں نے ہمیشہ اور ہر معاملہ میں ان کو کوشش کرتے ضرور دیکھا ہے۔ سائل کو محروم نہ کرنا ہمارے یہاں احسان کے مدارج میں سے ہے لیکن بعض لوگ سوال کو بس روپے پیسے وغیرہ مانگنے تک محدود سمجھتے ہیں قاضی صاحب کے بارے میں میرا خیال یہ تھا کوئی سائل کوئی پریشانی لے کر کیوں نہ آجائے وہ اس کی پریشانی کو دور کرنا اپنی ذمہ داری سمجھتے تھے۔ یہ لوگ کاہے کو دیکھنے کو ملیں گے البتہ ان کی یاد باقی رہ جائے گی۔

آپ کے لئے (مؤلف کتاب ہٰذا کے لئے) یہ صدمہ بہت زیادہ سخت ہے مجھے اندازہ ہے کہ آپ کا تذکرہ وہ کس محبت سے فرمایا کرتے تھے اور کس اعتماد کے ساتھ اکثر معاملات میں آپ کا نام لیا کرتے تھے۔

بہر حال جانے والے کو جانا ہی تھا اور اسی وقت جانا تھا۔ ہم آپ اُن کے لئے دعا ہی کر سکتے ہیں اور یہی ان کو یاد کرنے کا سب سے اچھا طریقہ ہے خدا انھیں کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے آمین۔ اور انھیں اس مالک کی رضا حاصل ہو جس کی خاطر انھوں نے مدت العمر یہ پاپڑ بیلے تھے۔ معلوم ہوا ہے کہ ان کی والدہ صاحبہ بقید حیات ہیں اللہ تعالیٰ انھیں صبر عطا فرمائے اور آپ سب حضرات کو بھی۔

مولانا محمد یوسفؒ امیر جماعت تبلیغ مقیم دہلی کا مکتوب

جناب قاضی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ سن کر قلق ہوا۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ دے اور تمام پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے مرحوم کا تعلق اپنی ناکارہ ذات کے ساتھ جس قدر گہرا تھا اس کے اعتبار سے اور بھی زیادہ قلق ہے۔ برابر تشریف لا کر بار بار منفعت فرماتے تھے اور بہار کے مختلف علاقوں میں جماعت بھیجنے کی طرف توجہ دلاتے رہتے تھے ان کی توجہ کی بنا پر بحمد للہ کئی نئے علاقوں چترا ہزاری باغ وغیرہ میں اچھی فضا بن گئی تھی۔ پسماندگان کے لئے مرحوم کی سب سے عالی قدر وراثت

وہ دین کا درد ہے جو مرحوم کے سینہ میں موجزن تھا۔ جس کے اثرات سرزمین بہار سے باہر کے صوبوں میں بھی ظاہر ہوئے۔

آپ حضرات اس مبارک تبلیغی جدوجہد میں مقامی طور پر بھی جس قدر ہو سکے شرکت فرمادیں۔ موقعہ نکال کر یہاں بھی تشریف آوری ہو جائے تو بہتر ہے والدہ محترمہ سے صبر وسکون کی بندہ کی جانب سے درخواست فرمادیں اور دعوات صالحہ کی درخواست بھی کردیں۔

مولانا سید منت اللہ صاحب امیر شریعت بہار واڑیسہ کا خط

بڑے قاضی صاحب کی رحلت کا حادثہ صرف آپ (قاضی محمد حسینؒ) ہی کے لئے نہیں ہمارے لئے بھی اسی درجہ ہولناک ہے۔ قاضی صاحب ہم سب کے بڑے بھائی تھے۔ جانا تو سب کو ہے اور ماشاء اللہ عمر بھی انھوں نے کافی پائی لیکن پھر بھی ایسے مدبر باعمل اور سچے مسلمان کی موت سے غیر معمولی صدمہ ہونا فطری بات ہے اللہ تعالیٰ بال بال مغفرت فرمائے۔ مراتب بلند کرے اور جنت الفردوس میں جگہ دے۔ آمین

مولانا ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء وصدر مسلم پرسنل لا بورڈ کا خط

اپنے مخدوم ومحترم جناب قاضی سید احمد حسین صاحب کے انتقال کی افسوسناک خبر ملی۔ آج صبح اس کا تذکرہ بھی ہو رہا تھا کہ آپ کے خط نے اس واقعہ کی تصدیق کی۔ افسوس ہے کہ ملت کا ایک بے لوث صاحب فہم اور دیرینہ خادم اٹھ گیا اور اپنی جگہ خالی چھوڑ گیا۔ دل میں ان کی بڑی عزت تھی اور ان کو اپنا بزرگ سمجھتا تھا اور وہ بھی ایسی ہی شفقت فرماتے تھے۔

مولانا شاہ امان اللہ صاحب سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ پھلواری شریف پٹنہ

آپ (قاضی محمد حسینؒ) کے بڑے بھائی جناب الحاج قاضی سید احمد حسین مرحوم کے انتقال کی خبر ملی جس سے افسوس ہوا۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرما کر اپنے جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور ان کی والدہ اور آپ سب لوگوں کو توفیق صبر جمیل نصیب کرے۔

قاضی صاحب مرحوم کے دل میں دین کا درد اور قوم وملت کی محبت تھی دینی اور قومی خدمت

کا شوق تھا۔ فرائض وواجبات کے پابند تھے غرباء اور مساکین کے ہمدرد۔ ان خوبیوں کی وجہ سے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مرحوم کی دوسری کمزوریوں کو معاف کرتے ہوئے ان کی مغفرت فرمائی ہوگی۔

مولانا محمد طٰہٰ کمال ندوی استاذ شعبۂ عربی معہد الابحاث مدرسہ شمس الھدیٰ کا خط

موت برحق ہے اور سب کے لئے ہے مگر قوم وملت کی خدمت کرنے والوں کی موت سے بڑا نقصان پہنچنے کا اندیشہ رہا کرتا ہے اللہ قوم وملت کو نقصان سے محفوظ رکھے اور مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ عطا فرمائے۔ آمین۔

جناب ابوالبرکات صاحب میسو لور پھلواری شریف کا خط

ان کی قومی وملی خدمات کی کہانی ہم آپ کو کیا بتائیں ع

سفینہ چاہیے اس بحرِ بے کراں کے لئے

صمیم قلب سے دعا ہے کہ جس طرح یہاں غم زدوں کی غمگساری بے کسوں کی اور بے یاروں کی مددگاری بیواؤں کی امداد اور یتیموں کی خبر گیری کرتے رہے اسی طرح اللہ تعالیٰ ان کو اپنی رحمت ونعمت سے نوازے

حکیم شاہ طاہر عثمانی سجادہ نشین خانقاہ مجیبیہ فردوسیہ سملہ ضلع گیا کا خط

حزب اللہ کا ایک عظیم مجاہد کفر وظلمت سے تا حیات جنگ کرتا ہوا آج اپنی آخری آرام گاہ میں سو گیا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمتوں سے ان کی لحد کو بھر دے۔ اور جوار رحمت میں آسودہ کرے دینی روایات کے حامل وحقدار دین دار پر خلوص بزرگ سے آج ہم محروم ہوگئے ان کی رحلت صرف خاندان نہیں بلکہ اسلامیان ہند خصوصاً امارت شرعیہ اور مسلمانان بہار کا ایک عظیم نقصان ہے۔ اس قحط الرجال میں کوئی دوسری شخصیت ان کی جگہ لیتی نظر نہیں آتی۔ اُمت کی اس وقت عجیب بدقسمتی ہے کہ جو اٹھتا ہے اس کی جگہ خالی ہو جاتی ہے اور ایک خلا سا محسوس ہوتا ہے۔ آج صبح بعد نماز قرآن خوانی اور ایصال ثواب کی مجلس جھریا میں منعقد ہوئی۔ اللہ تعالیٰ قبول فرمائے۔ آمین

شاہ محمد علیمی صاحب فردوسی رکن مجلس شوریٰ امارتِ شرعیہ کا خط

افسوس ہے احمد بھائی چل بسے۔ نوجوانوں کی اصلاح کرنے

والے مسلمانوں کی خدمت کا ڈھنگ بتانے والے قومی ذمہ داریوں کا احساس پیدا کرنے والے ہم سے بچھڑ گئے۔
حضرت نائب صاحب (مولانا سجادؒ) کے رفقاء یکے بعد دیگرے چلے جارہے ہیں بہت صبر آزما وقت ہے۔ اب بہت آنکھیں نم ہوں گی اور بہت دل غمگین۔ ایک مرد قلندر تھا جو چلا گیا۔ کارکنان امارت کو اور امیر شریعت کو پرسا دیں یا ان کے وارثوں کو یا حضرت نائب صاحب (مولانا سجادؒ) کی روح کو۔
۔ انا للہ وانا الیہ راجعون وافوض امری الی اللہ ان اللہ بصیرٌ بالعباد۔

ڈاکٹر ذاکر حسین صاحب صدر جمہوریہ ہند کا خط

ابھی آپ (ایڈیٹر نقیب مؤلف کتاب) کا غم افزا نامہ ملا۔ آج ہی صبح کو اخبار میں قاضی احمد حسین صاحب کے انتقال کی خبر پڑھی تھی۔ آپ کے خط سے تصدیق ہوئی۔ بڑی خوبیوں کے بزرگ تھے اور مجھ پر بڑی شفقت فرماتے تھے۔ خدا انھیں اپنی رحمتوں سے مالامال کرے۔ (نوٹ:۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک طویل تعزیتی خط جس میں اپنے تعلقات کا ذکر تھا قاضی محمد حسین صاحب مرحوم کے نام بھیجا تھا۔ قاضی صاحب نے اسے بذریعہ ڈاک مجھے بھیج دیا۔ لیکن وہ خط مجھ کو آج تک نہیں ملا۔ محمد عثمانی)

مولانا نظام الدین صدر مدرس ریاض العلوم حال ناظم امارت شرعیہ کا خط

ابھی ۲۱ر اگست کے اخبار الجمعیۃ سے مخدوم ومکرم قاضی احمد حسین صاحب ام پی ناظم امارت شرعیہ کے انتقال پر ملال کی خبر ملی۔ پہلے سے کسی تشویشناک علالت کی اطلاع نہیں تھی۔ یہ اندوہناک خبر اچانک پہنچی اور باوجود ضبط قلب دماغ کی عجیب کیفیت ہو ہو گئی۔ حق تعالیٰ قاضی صاحب مرحوم کو اپنی رحمت ومغفرت سے نوازے اور اعلیٰ علیین میں جگہ دے۔

قاضی صاحب نے اپنی پوری زندگی ملت اسلامیہ اور وطن عزیز کی خدمت میں صرف کردی۔ اخلاص ایثار تدبر میں ان کی ذات منفرد تھی۔ ان کی وفات سے بہار میں ایسی جگہ خالی ہوگئی جو عرصہ تک پر نہ ہو سکے گی۔ مولانا سجادؒ کے بعد یہ دوسرا بڑا حادثہ ہے جو پیش آیا۔ آج جمعہ کا دن ہے بعد نماز جمعہ ایصال ثواب کے لئے ختم پڑھا جارہا ہے۔

پروفیسر اختر قادری لنگٹ سنگھ کالج مظفر پور کا خط

بھائی صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر سے دکھ ہوا۔ افسوس کہ ہم ایک سربرآوردہ اور صاحب کمال بزرگ سے محروم ہو گئے۔

غیاث الدین صاحب سابق مبلغ امارت شرعیہ کا خط

قاضی صاحب کے انتقال کی خبر اخبار کے ذریعہ ہوئی۔ مجھے اس ناگہانی حادثہ کا بے حد صدمہ ہے اللہ تعالیٰ ان کو اپنے جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ قاضی صاحب علم کے بہت بلند مینار تھے شاید ان کی جگہ ویسے علم دوست سے پر نہ ہو۔ جس زمانہ میں خاکسار امارت کا مبلغ تھا وہ ہم لوگوں کو تقریریں سکھاتے تھے۔ اور جگہ جگہ بھیجتے تھے ہمیشہ حوصلہ افزائی فرماتے رہتے تھے میرا اور میرے خاندان والوں کا تعلق امارت شرعیہ سے رہا ہے۔ قاضی احمد حسین صاحب سے زیادہ قربت رہی ہے۔ سال میں کم از کم ایک دفعہ مجھ کو قدم بوسی کا شرف حاصل ہو جاتا تھا افسوس آج ان کو مرحوم لکھنا پڑ رہا ہے۔ ہمارے دروازہ پر مکتب ہے دو ختم قرآن بچوں نے کیا اور اس کا ثواب مرحوم کی روح کو بخشا۔

مولانا سید محمد صاحب ندوی مہتمم مدرسہ اسلامیہ ستھانواں و سابق مبلغ امارت شرعیہ کا خط

برادر محترم، قاضی صاحب کی وفات حسرت آیات کی اطلاع صدائے عام سے ملی قلب پر بجلی گر پڑی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحوم سے اس ذرۂ ناچیز کا رابطہ ۱۹۲۵ء سے تھا۔ میں اپنے مخلص دوست مولانا منظر علی ندوی مرحوم مدیر المبشر اور حضرت مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے ساتھ ان سے بارہا ملا۔ میں مرحوم کی نظر عنایت و محبت سے ان کی جناب میں بہت قریب تھا۔ اور گفتگو اور بحث و نظر میں بے باک مرحوم کے دل میں اسلام اور مسلمانوں کی کتنی محبت اور تڑپ تھی۔ وطن اور وطنی خدمات میں کیا جوش و ولولہ تھا کون ہے جو الفاظ کی مدد سے بیان کر سکے۔ وہ حضرت مولانا سجاد کے مخلص مشیر وطن کے سچے جانباز پیکر ایثار و اخلاص امارت شرعیہ کے ایک ستون اعظم تھے بلاشبہ بہت قیمتی چیز تھے بڑی شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی ذات سے ملک و ملت کا عظیم نقصان ہوا اور ایسا خلا پیدا ہو گیا ہے جس کا پر ہونا مشکل نظر آتا ہے میں مرحوم اور مولانا سجاد کی توجہ سے امارت شرعیہ سے بھی کچھ دن

منسلک رہا میرے دل میں ان دونوں شخصیتوں کا بڑا گہرا اثر رہا۔ مرحوم سراپا محبت واخلاص تھے اسلام اور مسلمانوں کا بڑا درد رکھتے تھے۔ میں نے مرحوم کو دور و نزدیک سے دیکھا میں ہرگز ان کی خوبیاں اور صفات حمیدہ کا قلم سے احاطہ نہیں کرسکتا۔ آہ قاضی مرحوم! ملت کے جانباز رہنما وطن کے مخلص قاید نے ہم سبھوں کی رفاقت چھوڑ دی اور رفیق اعلیٰ سے جاملے فانا للہ۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے مدارج عالیہ کو بلند فرمائے مرحوم کی لغزشوں کو غفران ورحمت سے دھودے۔

بڑے بھیا! آپ کی نیکیاں، افکار دینی اور احساسات ملی کو درد بھری تقریریں اور گرم جوشی کے بیانات ہم کبھی نہیں بھولیں گے۔ آپ کی یاد تڑپا رہی ہے اور تڑپاتی رہے گی۔ آپ ایک اصول پسند بزرگ تھے اس سے کسی کے دل کو دکھ پہنچا ہو آپ کی اصولی سختی سے تلخی کا شایبہ ظاہر ہوا ہو تو اللہ تعالیٰ مخلص اور عزیزوں کو معافی کی توفیق عطا فرمائے۔' امین۔۔

مولانا شاہ غلام حسین صاحب چشتی سجادہ نشین خانقاہ سلیمانیہ پھلواری شریف کا خط

یہاں پھلواری شریف میں یہ خبر بڑے ہی رنج وافسوس کے ساتھ سنی گئی کہ قاضی سید احمد حسین صاحب نے اس دنیا سے رحلت اختیار کرلی۔ ایسے دور قحط الرجال میں ایسے مخلص خادم ملت کا ہم سے جدا ہوجانا بہت ہی المناک ہے ان کی وفات سے ساری ملت کو نقصان پہنچا۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور ان کے سب ہی اعزہ واقربا کو صبر جمیل عطا کرے۔ ہمارے تو وہ ایک فیملی ممبر تھے اور سب سے قریب پڑوسی۔ شادی غمی درد اور دکھ کا ساتھ تھا افسوس اچانک وہ اس دنیا سے چل بسے۔ ہمارے ہمارے خاندان کے لوگ اور ہماری بستی کے لوگ انھیں کبھی نہیں بھول سکتے۔

سید ضمیرالدین صاحب ممبر وقف بورڈ کا خط

اخبار ساتھی کے ذریعہ صدمہ جانکاہ کی خبر ملی۔ میں نے فاتحہ خوانی کردی۔ انشاء اللہ پھر بھی دعائے خیر کرتا ہوں گا۔ یوں تو مرحوم سے سیاسی تعلق سنہ ۱۹۱۹ء سے چلا آرہا تھا مگر چند سال ان کی آمد و رفت عزیزی عبدالغفار کے یہاں بڑھی ہوئی تھی اس لئے یومیہ مجھ سے بھی تعلقات برادرانہ میں اضافہ ہوتا گیا ان سے جو دینی معلومات مجھ کو حاصل ہوئیں وہ میرے لئے شاید باعث نجات ہوں

عبدالقیوم صاحب انصاری سابق وزیر بہار کا خط

قاضی احمد حسین صاحب کے انتقال کی خبر دفعتاً ملی۔ سخت صدمہ ہوا۔ وہ زبردست میشنلٹ اور سچے کانگریسی تھے۔ ان کی بے وقت موت سے بہار کا بڑا نقصان ہوا۔ خدا کرے ان کی روح کو چین نصیب ہو میری تمام ہمدردیاں آپ کے (قاضی محمد حسینؒ) اور مرحوم کے دیگر اعزہ کے ساتھ ہیں۔

عبدالرحمن ام پی کا ٹیلی گرام

قاضی احمد حسین صاحب کے انتقال پر ملال کی خبر سے سخت صدمہ ہوا۔ رحمت و مغفرت کے لئے دعا کرتا ہوں۔ تمام متعلقیں کی خدمت میں تعزیت پہنچا دیں۔

شاہ محمد عمیر صاحب ام پی سابق پارلیمنٹری سکریٹری بہار کا ٹیلی گرام

سخت غمگین ہوں اللہ تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو۔

بابا خلیل داس بنارس کا خط

جناب قاضی صاحب کے انتقال کی خبر سن کر بے حد صدمہ ہوا۔ جناب قاضی صاحب مرحوم مغفور کو میں بہت زمانہ سے جانتا ہوں۔ وہ بڑے کام کے انسان تھے ان میں ایک خاص جوہر یہ تھا کہ وہ جس کام پر تل جاتے اس کو نہایت ہی جانفشانی اور مستعدی سے انجام دیتے۔ ان میں ایک خاص خوبی یہ تھی کہ وہ کچھ اس انداز سے گفتگو کرتے تھے کہ سننے والے کے دل میں ان کی باتوں کا بہت جلد اثر ہو جاتا تھا۔

اول اول جناب قاضی صاحب مرحوم کے ساتھ میری ملاقات شہر گیا میں ہوئی تھی جبکہ میں کالج چھوڑ کر تحریک ترک موالات میں شریک ہوا تھا۔ اس سیاسی راہ میں میری رہنمائی جناب قاضی صاحب مرحوم نے بہت زیادہ کی اور کچھ تھوڑی سی رہنمائی ہمارے ملک کے محترم صدر جناب ڈاکٹر راجندر پرشاد نے کی۔ قاضی صاحب اس سلسلہ میں میرے جیل کے ساتھی بھی تھے۔ وہ چار ماہ تک میرے ساتھ گیا جیل میں رہے اور جب میں دو ماہ کے لئے بکسر جیل بھیج دیا گیا تو جناب قاضی صاحب کا ساتھ چھوٹ گیا۔ جناب قاضی صاحب کو میرے ساتھ دلی محبت تھی اور میرے اوپر ہمیشہ شفقت فرماتے رہے یہاں تک کہ جب ایک سیاسی جلسہ میں شریک ہونے کے لئے

بنارس تشریف لائے تو غریب خانہ پر ہی چار پانچ روز تک قیام فرمایا اور اپنے دیگر احباب کے پاس نہیں ٹھہرے موصوف اسلام کے اور اپنے ملک کے بہت خیر خواہ تھے۔ ان سے جو کچھ بھی ہو سکا ان دونوں کی ترقی کے لئے عمر بھر کوشش کرتے رہے۔ افسوس میرے ایک پرانے رفیق چل بسے اللہ پاک ان کی مغفرت فرمائے۔ آمین

گیا ضلع کانگریس کی تعزیتی تجویز

گیا ضلع کے کانگریسی کارکنوں کا یہ تعزیتی جلسہ گیا ضلع کے قدیم اور پرانے کانگریسی جناب قاضی احمد حسین صاحب ام پی (راجیہ سبھا) کے انتقال پر ملال پر اظہار رنج و غم کرتا ہے اللہ آپ کی روح کو کامل سکون بخشے۔ ساتھ ہی ساتھ آپ کے خاندان کے غم زدہ پسماندگان کے ساتھ اظہار ہمدردی کرتا ہے۔

آغا محمد حسین پختہ پل پشاور پاکستان کا خط

الٰہی یہ کیا ہوا۔ میرا رفیق میرا ہمدرد بھائی اور غمگسار اور دوست داغ مفارقت دے گیا۔ ہمیشہ کے لئے جدا ہو گیا اور میں بدنصیب زندگی سے بے زار پردیس میں گریہ و ماتم کے لئے جی رہا ہوں۔ رب العزت مرحوم کو رحمت کی پہنائیوں میں جگہ دے آپ کو (قاضی محمد حسین مرحوم) تادیر سلامت رکھے اور صبر جمیل عطا فرمائے۔ دل قابو میں نہیں ہے نہ دماغ۔ تعزیت میں آپ کو کیا لکھوں اور اپنے دل کو کیوں کر تسکین دوں۔

دل ہمہ داغ داغ شد پنبہ کجا کجا نہم

مولانا عبدالماجد دریابادی ایڈیٹر صدق جدید کا خط

سب سے پہلے تو قاضی احمد حسین صاحب کی تعزیت آپ (امیر شریعت رابع) ہی کی خدمت میں پیش کرتا ہوں۔ قومی و ملی خدمات سے قطع نظر میرے بڑے قدیم مخلصوں میں سے تھے۔ یعنی صدق کا نقش اول ۲۵ء میں نکلا ہے جب سے۔ اللہ مراتب عالیہ سے سرفراز فرمائے۔ مرحوم کے اعزہ تک ازراہ کرم میری تعزیت پہنچا دیں۔

مولانا محمد یحییٰ صاحب صدر جمعیۃ علماء ہند دھنباد کا خط

حضرت مولانا قاضی احمد حسین صاحب کی وفات کی خبر اخبار الجمعیۃ و نقیب میں پڑھ کر بہت افسوس ہوا۔ موصوف کی وفات سے ادارہ جمعیۃ علماء و امارت شرعیہ کو جو

جو نقصان پہنچا ہے اس کی تلافی شاید ناممکن ہے۔ موصوف بہت خوبیوں کے مالک تھے مخلوق خدا کی خدمت کا ہمیشہ خیال رہتا تھا۔ اس صوبہ کے بہت اچھے سیاستداں اور مفکر تھے۔ آپ کی زندگی ہم لوگوں کے لئے شمع ہدایت تھی جو ہم سے جدا ہوگئی۔

حافظ قمر الدین صاحب جھریا رکن مجلس شوریٰ امارت شرعیہ کا خط

آج اچانک معلوم ہوا کہ جناب قاضی احمد حسین صاحب کا وصال ہوگیا۔ میں نہیں بتا سکتا کہ یہ حادثہ جانکاہ کی خبر سے کتنا صدمہ ہوا۔ قاضی صاحب مرحوم بیک وقت بہت صفات کے حامل تھے۔ وہ وطن عزیز کے جانباز سپاہی تھے تو امارت شرعیہ کے بہترین مبلغ بھی تقویٰ اور پرہیزگاری ان میں بھی تھی تو احباب کے مخلص ترین ساتھی بھی تھے۔ آج ان کی بہت سی باتیں یاد آرہی ہیں اور دل رو رہا ہے کہ ملت اسلامیہ کے بہترین دماغ اور بہترین مفکر ہم سے جدا ہوتے جارہے ہیں۔

صدر جمعیۃ علماء اڑیسہ مولانا محمد اسمٰعیل صاحب کا خط

نقیب سے حضرت قاضی صاحب کے وصال کی حسرتناک خبر ملی۔ جس سے از حد صدمہ ہوا۔ مدرسہ میں ایصال ثواب کیا گیا۔

مولانا عبد الرؤف صاحب ندوی قاضی شریعت اورنگ آباد گیا کا خط

قاضی صاحب کا انتقال امارت شرعیہ کے لئے بڑا حادثہ ہے اور وہ خلا ہے جس کا پر ہونا دشوار ہے۔ جن دنوں یہ بہار کانسل کے ممبر تھے اورنگ آباد میں ہندو مسلم فساد ہوگیا تھا۔ اس موقعہ پر مرحوم نے ہمیں ہمراہ لے کر گیا جامع مسجد میں ایک پرزور تقریر کی تھی اور مسلمانوں کو قومی ہمدردی اور اخوت کی تلقین کی تھی۔ یہ پہلی ملاقات تھی آخری ملاقات گزشتہ مجلس شوریٰ کے موقعہ پر ہوئی۔

قاضی مسعود اشرف صاحب رئیس کونی برو سابق آنریری مجسٹریٹ کا خط

انتقال پر ملال کی خبر سن کر دلی صدمہ ہوا۔ بڑی بزرگ اور قابل قدر ہستی تھی قوم و ملت کے تئے آپ نے گراں مایہ خدمات انجام دیں۔ ہم سب دست بدعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ غریق رحمت کرے۔

منظور احسن صاحب جامعی کلکتہ کا خط

بہار سے ایک اور شمع ایمان گل ہوگئی۔

محمد سعید خان صاحب فیض آبادی یو پی کا خط

قاضی صاحب کی جگہ پر نہ ہو سکے گی۔ اس پر پوری قوم جتنا بھی غم کرے کم ہے۔

جناب سعید انصاری صاحب پرنسپل ٹیچرس ٹریننگ کالج جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کا خط

ہمیں یقین نہیں کہ قاضی صاحب اس دنیا سے رخصت فرما گئے۔ خدا آپ کو (قاضی محمد حسینؒ) کو صبر جمیل عطا کرے۔ اور مرحوم کو اپنے جوار رحمت میں جگہ دے آمین۔

عزیز الٰہی صاحب حسن پور مراد آباد کا خط

آہ کیا عرض کیا جائے ملت اسلامیہ کے اس جلیل القدر فرزند میں کیا کیا خوبیاں تھیں۔ سلف صالحین کی جیتی جاگتی تصویر مرحوم میں نظر آتی تھی۔ کیا بصیرت تھی کیا بصارت تھی کیا فراست تھی۔ دینی حمیت ملی غیرت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی چھوٹوں پر شفقت فرماتے اہل حاجت کی ضرورتیں پوری کرتے شدائد میں بھی دینی خدمات سے باز نہ آئے۔ اللہ تعالیٰ درجات عالیہ کو بلند فرمائے اور تربت کو ٹھنڈی رکھے ایصال ثواب کے لئے انشاء اللہ پوری بستی میں انتظام کیا جائے گا۔ امارت شرعیہ ملت اسلامیہ کے اس عظیم حادثہ پر پوری طرح تعزیت کی مستحق ہے۔

صدر جمعیۃ علماء رانچی مولانا نظام الدین کا دوسرا خط بنام امیر شریعت

ان کا ایثار و قربانی قوم و ملت کے لئے درد اصابت رائے محنت شاقہ پر خلوص محبت انکسار طبع جرأت مندانہ خوددی پیرانہ سالی اور عزم جوان ضعف و علالت میں جوانوں کو شرما دینے والی جد وجہد مدلل بحث سنجیدہ ظرافت امارت کے روح رواں جمعیۃ علماء کے حامی تبلیغ قومی کے پیکر اسلام کے عاشق ملت کے ہمدرد ایک ایک خصوصیت آنکھوں میں گھوم رہی ہے آہ! وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے مایوس ہو کر رخصت ہوئے ہم کس قدر نادان ہیں۔ ہم نے اپنے محسنوں کو نہیں پہچانا ان کو یقین نہیں دلایا کہ جس راہ میں آپ اپنی جان جان آفریں کے سپرد کر رہے ہیں جس کے

لئے مئی و جون کی گرمی میں گیا کے دیہاتوں کی خاک چھانتے پھر رہے ہیں اپنی دولت کدہ کی عشرت پارلیمنٹ کی خدمت ترک کرکے مسجدوں میں قیام کرتے پھرتے ہیں ان اعلیٰ خدمات کو ہم بھی اپنائیں گے۔ آہ! ہم کس قدر غافل ہیں ہم پر ان کو یقین نہ آیا کہ ہم امارت کے قیام و استحکام سے پھر ملت اسلامیہ کو اونچا کریں گے۔

پارلیمنٹ کے ایوان میں بھی وہ حق اور صداقت پر قائم رہے۔ پرسنل لا کی مخالفت برداشت نہ کر سکے۔ ہجوم مخالفت اور اپنوں کے طعن و تشنیع سے بھی کسی وقت مرعوب نہ ہوئے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کو قبول فرمائے آج مدرسہ عراقیہ کے طلبہ و طالبات نے مرحوم کے لئے قرآن خوانی کرکے ایصال ثواب کیا۔ مؤثر انداز میں جمیل اختر صاحب مرحوم کی خوبیاں بیان کیں۔ جامعہ میں بھی قرآن خوانی ہوئی۔

مولانا محمد عثمان صاحب قاضی شریعت سپول ضلع دربھنگہ کا خط

قوم و ملک کے سچے خادم اور سرزمین بہار کی ممتاز شخصیت قاضی احمد حسین صاحب ناظم امارت شرعیہ کی حسرت ناک وفات صوبہ بہار کے لئے ناقابل تلافی نقصان ہے آپ کی جامع شخصیت اور ہمہ گیر خصوصیات سے آج خاص طور مسلمانان بہار محروم ہو گئے۔ آپ کا تدین اور ایثار و خدمت خلق للہیت و خلوص اور سیاسی مذہبی سرگرمیاں یہ وہ قیمتی اوصاف ہیں جو کبھی فراموش نہیں کئے جا سکتے۔ آپ نے پوری زندگی دین اور وطن کے لئے وقف کر دی تھی۔ امارت شرعیہ جو مسلمانان بہار کی خالص دینی تنظیم ہے اس کے آپ مخلص کارکن و ناظم تھے۔ مدرسہ رحمانیہ سپول میں طلبہ اور اساتذہ نے قرآن کے کئی ختم کئے اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی۔

مدرسہ ریاض العلوم ساٹھی میں ایک تعزیتی جلسہ

صدر مدرس نے اس تعزیتی جلسہ میں کہا کہ قاضی صاحب کی شخصیت ہمہ گیر صلاحیتوں اور خلوص و ایثار کے بے پناہ جذبہ کی وجہ سے پورے صوبہ میں منفرد تھی۔ انھوں نے اپنی پوری زندگی ملت اسلامیہ و وطن عزیز کی بے لوث خدمت میں گزاری اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مولانا سجادؒ کے بعد یہ دوسرا حادثہ ہے جس سے بہار کے مسلمانوں کو دوچار ہونا پڑا۔ صوبہ میں ایک ایسی جگہ خالی ہو گئی ہے جس کے مستقبل میں پر ہونے کی امید نہیں۔

رائے برج کرشن چیرمین بہار لیجسلیٹو کانسل کا خط

آپ کو یہ اطلاع دینا ہے کہ آپ (قاضی محمد حسین)

کے بھائی قاضی احمد حسین مرحوم سابق ممبر راجیہ سبھا کے انتقال پر ملال پر بہار لیجسلیٹو کانسل کے اجلاس منعقدہ ۱۴ اگست ۱۹۶۱ء میں ارکان نے رنج وغم کا اظہار کیا اور آپ کے عظیم غم میں گہری ہمدردی کا اظہار کیا۔ ان کے انتقال سے بہار ایک سچے محب وطن ایک اچھے سماجی کارکن اور ایک قدیم پارلیمنٹیرین سے محروم ہوگیا۔ اراکین کے اس احساس میں شرکت کرتے ہوئے میں صمیم قلب سے ہمدردی پیش کرتا ہوں آپ کو اور آپ کے دیگر اعزہ کو خدا کرے مرحوم کی روح کو چین نصیب ہو۔

سراج الحسین خاں صاحب نقیب امارت بتیا ضلع چمپارن کا خط

بغیر کسی غرض ومفاد کے امارت کی شہرت کو چار چاند لگانے والا سرپرست آج دنیا سے رخصت ہوگیا۔

جناب لطیف صاحب دلوی کا خط

مرحوم سے اگرچہ تقریباً چالیس سال سے ملاقات نہ ہوسکی تھی مگر اس ابتدائی ملاقات کا اثر جو صرف چند دنوں کی تھی اب تک دل پر نقش ہے ان کی سادگی اور پرخلوص محبت کبھی نہ بھولے گی ایسے لوگ اس زمانہ میں عنقا ہیں۔

محمد عطاء الرحمن صاحب مفتی لین لودی کٹرہ پٹنہ کا خط

اس حادثہ سے آپ لوگوں کو جو نقصان ہوا ہے وہ ظاہر ہے قوم وملت کا بھی بڑا نقصان ہے۔ اس زمانہ میں ایسے لوگوں کی جگہ لینے والا کوئی نظر نہیں آتا۔

نرہٹ ضلع گیا میں غم وافسوس

نرہٹ کی تمام دکانیں خبر ملتے ہی لوگوں نے خود بند کر دیں اور فضا کافی سوگوار رہی

جناب ڈاکٹر قمر الدین صاحب ام بی ایس مقیم کراچی کا خط

آغا حسین کے خط سے معلوم ہوا کہ قاضی احمد حسین صاحب رحلت فرما گئے۔ سن کر سکتہ ہوگیا مرحوم کی پوری زندگی بچپن سے آخر دم تک نظروں کے سامنے گھومنے لگی۔ خلوص محبت بے نفسی کے مرقع تھے۔ خواہ ذاتی معاملات ہوں یا سیاسی اور مذہبی ایک ایسا مجاہد تھا کہ باوجود ضیق النفس کے مرض میں گرفتار تھا لیکن اپنی خودی کو بھول کر صرف قوم وملت پر ہر آن اور ہر لحظہ نثار رہتا تھا۔ مرحوم کی خوبیاں خط میں بیان نہیں ہوسکتیں لیکن اپنے ذہن کے گوشوں میں

ابھی بھی تازہ ہیں۔ آہ! اب ایسا رفیق کہاں سے پاؤں گا جس کی محبت وخلوص کی وجہ سے قمرالدین ڈاکٹر قمرالدین ہو گیا۔ زندگی میں نوبت نہ آئی کہ ان کو اپنا محسن کہوں لیکن موت کے بعد ان کو اپنا محسن اعظم کہہ رہا ہوں۔ فرشتے سن لیں اور ان کے نامۂ اعمال میں ان کی مہربانیاں محبت سخاوت امانتوں کو لکھ لیں اور اس کو خیر جاریہ بنا دیں۔ ابھی تمہاری (قاضی محمد حسین صاحبؒ کی) ذات سے روشنی پھر بھی قائم ہے۔ پھر تو اندھیرا ہی اندھیرا ہے۔ اس دنیائے دوں میں ایسے بے لوث کہاں ملتے ہیں۔ وراثت مرحوم نے ساتھ چھوڑا۔ قاضی احمد جوار رحمت میں پہنچے معلوم نہیں اب کب میری طلبی ہے۔

سی ایچ کویا اسپیکر کرالا اسمبلی تریواندرم کا خط

مجھے یہ معلوم کر کے بے حد صدمہ ہوا کہ جناب قاضی احمد حسین ایم پی کا گیا میں انتقال ہو گیا۔ مہربانی کر کے میری تعزیت قبول فرمائیے۔

جناب صوفی نذیر احمد صاحب کا خط

حیدر آباد میں ہی قاضی صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر ملی تھی۔ محمد میاں صاحب کو خط لکھ دیا تھا۔ مگر خط لکھنے سے اس چوٹ کا اثر کیوں کر زائل ہو سکتا تھا۔ چھ ماہ کے اندر دو چوٹیں کھائیں۔ ایک ڈاکٹر برکت علی سہارنپوری کی موت کی شکل میں اور دوسری قاضی صاحب کی موت کی شکل میں لیکن غور کرتا ہوں تو یہ آخری موت بالکل بر وقت محسوس ہوتی ہے کیونکہ جو حالات یوماً فیوماً پیدا ہوتے جا رہے ہیں اور جو تمکنت و وقار و ثقاہت کے بجائے ابن الوقتی سے گزر کر مادر پدر آزادی کے داعی ہیں ان میں ایسے ثقہ و یک رنگ لوگوں کی کیا گنجائش تھی۔

جناب ایوب صاحب ڈاک بنگلہ روڈ ڈالٹن گنج کا خط

قاضی صاحب موصوف کی ادبی قومی اور ملی خدمات اپنی جگہ پر ہیں ان کے علاوہ بھی وہ کچھ تھے کچھ میں ذاتی طور پر واقف تھا اور بہت زیادہ ثبوت کتاب نقش دوام نے بہم پہنچایا۔ نقش دوام میں دو خط مرحوم کے نام بھی ہیں جن سے قاضی صاحب کی صوفیانہ زندگی پر بھی روشنی پڑتی ہے ان میں بعض ایسے اوراد کی طرف اشارہ ہے جن میں قلب و روح کے ساتھ اعضاء و جوارح کو بھی متحرک رکھنا پڑتا ہے۔ مجھ کو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی خاص رحمت کے سایہ میں رکھے گا۔

مولانا حدیث احمد صاحب مدرسہ شمس العلوم بنکٹوا ضلع چمپارن کا خط

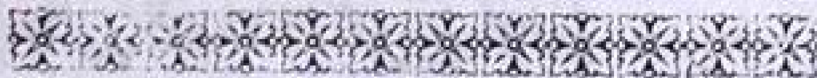
قاضی احمد حسین صاحب کی وفات حسرت آیات کی خبر بڑے حزن و ملال کے ساتھ سنی ایصال ثواب کے لئے تین روز تک قرآن خوانی ہوتی رہی۔ اور مرحوم کے لئے دعائے مغفرت کی گئی۔ خدا مرحوم کو جوار رحمت میں جگہ دے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔

مولانا ادریس صاحب مدرس مدرسہ مدنی لبسہا ڈاک خانہ تنیبور ضلع مظفر پور کا خط

قاضی صاحب کی وفات حسرت آیات سے ہم مدرسین کو کافی رنج و ملال ہوا۔ کیونکہ ہم ان سے خاص عقیدت رکھتے تھے آہ! قاضی صاحب کی ذات اخلاص اور خشیت الٰہی کا نمونہ تھی جو ہم سے رخصت ہو گئی۔ دعا ہے کہ خدا انھیں اپنے جوار رحمت میں جگہ دے اور امارت شرعیہ کو ان کا بدل عطا فرمائے۔ آمین۔ ایصال ثواب کے لئے دو بار ختم قرآن ہوا۔

جالہ ضلع دربھنگہ میں جلسہ تعزیت

۹ راگست کو شام کے وقت قاضی احمد حسین مرحوم ام پی ناظم امارت شرعیہ کو خراج عقیدت پیش کرنے کی غرض سے ایک تعزیتی جلسہ ہوا۔ جس میں جالہ اور مضافات کے مسلمانوں کی کثیر تعداد شریک ہوئی۔ حاضرین نے اپنے محبوب دینی رہنما کی دینی و ملی خدمات کا اعتراف کرتے ہوئے دعا کی کہ اللہ تعالیٰ ان کی خدمات کے صلہ میں ان کو جنت الفردوس عطا فرمائے۔



چودھواں باب

مشاہیر کے خطوط جناب قاضی احمد حسین کے نام

علامہ سید سلیمان ندوی

اعظم گڑھ

محب مکرم دام لطفہ السلام علیکم

سب سے پہلے مبارکباد تو لکھنو اور الہ آباد کی کامیابیوں پر ہے۔ جس مہم کے ایک سپاہی آپ بھی تھے۔ یہ گوشہ نشیں بھی دعا میں آپ کا شریک حال ہے۔ دوسری مبارکباد وقف بہار کی رکنیت کی ہے جس سے یہ گمنام باوجود قربت محروم ہے۔ اس وقت کی حاضری اس دوسری مبارکباد کی تقریب سے ہے۔

دلینہ کے مدرسۃ الاصلاح میں وقف اسٹیٹ بہار کی طرف سے پانچ روپے ماہوار کی امداد ملتی تھی۔ آج دو برس سے یہ امداد بند ہے۔ دو سال کے ایک سو بیس روپے ہوتے ہیں مالی حالت کی خرابی سے اب مدرسہ کی موت و زندگی کا سوال ہے۔ آپ کی حق گوئی اخلاص اور جہاد عمل کی جو دھاک اہل وقف پر بیٹھی ہوئی ہے۔ اس سے مجھ کو پوری اُمید ہے کہ اگر آپ متولی صاحب کو ادھر متوجہ فرمائیں تو ان سے پوری بقایا نہ سہی تو آدھی ضرور مل جائے گی اور مدرسہ کی زندگی سنبھل جائے گی۔

آپ کے کرم سے اُمید ہے کہ آپ اپنی چشم التفات سے مدرسہ کو محروم نہ رکھیں گے۔

والسلام

سید سلیمان ندوی ۲۰ نومبر ۱۹۳۲ء

نوٹ:۔ سید صاحبؒ مندرجہ بالا خط میں الہ آباد اور لکھنؤ کے جس واقعہ پر مبارکباد دی گئی ہے وہ غالباً آل پارٹیز کانفرنس کی شرکت کا واقعہ ہے جس میں مسلمانوں کے مطالبات کو منوانے کی کوشش کی گئی تھی قاضی صاحب اس میں شریک تھے بہار وقف کی ممبری سے مراد بہار صغریٰ وقف اسٹیٹ ہے۔

مولانا ابوالحسن علی ندوی۔

مکرم و محترم جناب قاضی احمد حسین صاحب ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف

دام مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

امید ہے کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ والا نامہ مورخہ ۶ رجون ۶۱ء موصول ہوا رکن انتظامی ندوۃ العلماء کی حیثیت سے جناب کا اسم گرامی پہلے سے چلا آرہا تھا پھر ماہ اگست ۵۹ء میں جو جدید انتخاب ہوا اس میں بھی جناب کا انتخاب اتفاق رائے سے ہوا۔

۶۰ء میں بوجوہ جلسہ انتظامیہ نہیں ہوا اور اب ۱۸، ۱۹ جون ۶۱ء کو جلسہ انتظامیہ ہوگا اور ساتھ ساتھ خالی جگہوں کے لئے انتخاب کی کاروائی بھی عمل میں لائی جائے گی۔

جناب نے اپنے خط مذکورہ بالا میں دو سال قبل استعفا ارسال کرنے کا تذکرہ کیا ہے۔ استعفاء یہاں موصول نہیں ہوا۔ اگر موصول ہوا ہوتا تو اسی وقت اس پر نظر ثانی کی درخواست کی جاتی۔

ندوۃ العلماء اپنے مقاصد کی تکمیل میں ہمیشہ سے سعی و کوشش کرتا رہا ہے اور اس طرف چند سالوں میں بالخصوص جو ترقی ہوئی ہے اور عامۃ المسلمین نے اس کی فایدہ مند جد و جہد کو دیکھکر اس سے جو امیدیں وابستہ کی ہیں ان کے پورا کرنے کی ذمہ داری اہل درد و اخلاص حضرات پر عاید ہوتی ہے اس لئے جناب سے توقع کی جاتی ہے کہ جناب رکن انتظامی ہونا منظور کریں گے اور ندوہ کی امکانی مدد فرماتے رہیں گے۔ والسلام

ابوالحسن علی ۱۰ رجون ۶۱ء

(۲)

مکرم و محترم زید مجدہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ امید کہ مزاج گرامی بخیر ہوگا۔

مولانا سید سلیمان ندوی علیہ الرحمہ کے حادثۂ انتقال سے ہم لوگوں کو جو صدمہ پہنچا اور ان کا جو

ندوۃ العلماء سے تعلق تھا اس کا تقاضا ہوا کہ ہم لوگ موصوف کے شایان شان خراجِ عقیدت پیش کریں جس میں ہمارے بعض دینی مصالح بھی ہیں۔

اس موقع پر ملک کی اہم شخصیات اور اداروں کو دعوت دی جا رہی ہے امید ہے بزرگوں اور دوستوں کا اچھا اجتماع ہو جائے گا اس موقع پر ہماری تمنا تھی کہ جناب بھی اس اجتماع میں شرکت فرماتے اور امارت شرعیہ بہار سے بھی نمایندگی ہوتی اس غرض سے امیر شریعت صاحب کو بھی خط لکھا جا رہا ہے اس عریضہ کا مقصد خصوصی طور پر جناب سے درخواست کرنا ہے امید ہے آنے کی زحمت گوارہ فرمائیں گے۔

اجتماع ۲۶-۲۷ دسمبر کو دو روز منعقد ہو گا۔ پہلا دن مقالات کے لئے دوسرا دن تقریروں کے لئے۔

جناب کے جواب کا انتظار رہے گا۔

والسلام خاکسار

ابوالحسن علی ۴ر دسمبر ۵۲ء

مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ

---

(۱)

مکرمی جناب قاضی احمد حسین صاحب زاد لطفکم

نواب سجاد صاحب کی معرفت سر سلطان سے گفتگو ہوئی تھی۔ نواب سجاد ہمارے بہت سیدھے آدمی ہیں۔ پہلے جو بات طے کر کے آئے تھے اس میں پھر انھوں نے ایک پیچ لگائی۔ اخبار مسلم نے نجو صاحب کے خلاف جو کچھ لکھا ہے اس کی بنا پر کچھ جوش آ گیا ہے۔ آج یہاں نواب مہدی صاحب نے یونائیٹڈ پارٹی سے استعفیٰ دے دیا۔ حفیظ صاحب کے حلقہ میں کچھ کام شروع ہو گیا ہے۔ شرف الدین صاحب کے حلقہ سے متعلق ابھی کوئی اندازہ نہیں ہے کہ اکبری صاحب اپنے خاص ووٹروں کو ہدایت دیں گے جو توقع دلائی جا رہی تھی وہ بھی نہیں ہوئی۔ سلطان صاحب کہتے ہیں کہ اب مجھ کو حفیظ صاحب کی کامیابی کے لئے خرچ کرنا لازم ہے۔ جبکہ نجو کی بھی چنداں پرواہ نہیں ہے سب باتوں کی جو حقیقت ہے وہ آپ پر واضح ہے۔

گیا کے آدمیوں کے ذریعہ ڈاکٹر اعظم صاحب کی معذوریوں کا حال ان کو معلوم ہو گیا

ہے اسی وجہ سے انھوں نے یہ روش اختیار کی ہے۔

بہر حال حفیظ صاحب کی گھبراہٹ نیز جدید حادثہ فاجعہ کی وجہ سے اور ڈاکٹر اعظم صاحب کی مالی کمزوری اور وقت کی تنگی کی وجہ سے بھی پارٹی کی طرف سے نامزدگی تو مناسب نہیں ہے لیکن اگر وہ پسند کریں کہ وہ میرا اور آپ کا نام لے کر اعلان کر دیں کہ ہم بیٹھ جاتے ہیں تو تقریباً ضمانت کا روپیہ ملا کر تین سو پچاس روپے کا نقصان ہوگا جس کو شاید سر سلطان دے دیں ورنہ اس روپیہ کا نظم ہم لوگوں کو کرنا ہوگا اور ڈاکٹر اعظم کھڑے رہنے پر مصر ہوں تو اللہ تعالیٰ کا نام لے کر آزاد کھڑے رہیں اور کام کر کے تقدیر آزمائی کریں۔ اور اس کا اعلان مرقومہ شائع ہو جائے۔

بلکہ اگر سورت میں ساڑھے تین ہزار روپے وہ جمع کرنے کو تیار ہوں جس کی بنا پر کچھ توقع ہو سکتی ہے اور اس متوقع کامیابی کے لئے اس کی ضرورت ہو کہ صرف امارت شرعیہ کی طرف سے ان کی تائید ہو جائے تو یہ کرنا ہوگا کہ ڈاکٹر اعظم صاحب ایک خط امیر شریعت کے نام لکھیں کہ اس حلقہ میں انڈی پنڈنٹ پارٹی کی طرف سے کوئی امیدوار نہیں ہے اور میں گرچہ آزاد کھڑا ہوں مگر میرے سیاسی خیالات ترقی پرور ہیں اور ملک و قوم کی آزادی کا حامی ہوں اس کے ساتھ امارت شرعیہ کی ضرورت واہمیت کا ہمیشہ سے قائل ہوں۔ اگر میں مجلس مقننہ میں منتخب ہو گیا تو میں تمام مذہبی معاملات میں امارت شرعیہ کی ہدایات کی پابندی کروں گا۔

اس خط کی بنا پر امارت شرعیہ کی طرف سے تائید ہو سکتی ہے اور اس تائید پر حفیظ صاحب کو کچھ خیال نہیں ہونا چاہیے۔ مگر میرا خیال ہے کہ اگر اعظم صاحب کو تقویت پہنچی اور نجو کی ناکامی کی راہ پیدا ہو گئی تو سر سلطان حفیظ صاحب کو ابھاریں گے اس لئے بہتر یہ ہے کہ ڈاکٹر اعظم صاحب امارت شرعیہ کی علانیہ تائید حاصل کرنے کا خیال چھوڑ دیں تو بہتر ہے۔ آپ ڈاکٹر صاحب اور ماجد صاحب کو بلا کر تمام پوزیشن اور مشکلات بتائیے پھر ان سے فرمائیے کہ اب وہ فیصلہ کریں۔ میں صبح بہار جا رہا ہوں وہاں سے پرسوں بھاگلپور جاؤں گا غالباً ایک ہفتہ کے بعد واپس آؤں گا۔

فقط والسلام

ابو المحاسن محمد سجاد کان اللہ لہ

از محمد عثمان غنی سلام مسنون۔ ڈاکٹر صاحب کا کھڑا ہو جانا مناسب ہوا تھا ان کے کھڑے ہونے سے ایک

بڑی سازش ناکام رہی یا اس کا حال زبانی عرض کروں گا اگر ڈاکٹر صاحب کی طرف سے کمزوری کا اظہار نہ ہو اور کچھ کام ہو جائے تو مفاہمت آسانی سے ہو سکتی ہے۔

(۲)

از بہار شریف ۳۶ء مکرمی جناب قاضی احمد حسین صاحب زاد الطافکم

بعد سلام مسنون آنکہ آج بھی پھلواری شریف سے موٹر پر آرہا ہوں مولوی عثمان غنی صاحب نے آپ کو مفصل خط لکھا ہے میں نے رات ان کے نام خط لکھا تھا مگر اس کے بعد اب سب باتیں طے ہو گئیں ہیں۔ نجو نے امارت شرعیہ میں اہل سنت والجماعت کے تمام مذہبی معاملات کی بابت امارت شرعیہ کے فیصلہ کی پابندی کا عہد لکھ کر دے دیا ہے اور اب حفیظ صاحب وغیرہ کے حلقہ میں ان لوگوں نے کام شروع کر دیا ہے۔ ہادی حسن صاحب وغیرہ سے کہنا چاہیئے کر گیا ہیں وہ نظام الدین کے لئے سعی کریں۔ ڈاکٹر صاحب کو اب پٹنہ واپس کر دیں۔ تین سو پچاس روپیہ ان کے نقصان کا امارت میں جمع ہو گیا ہے جس میں سے سو روپیہ تو میں نے بطور قرض ان کے لئے دیا تھا وہ وضع کر کے دو سو پچاس روپے ان کو مل جائیں گے ان کو سمجھا دیجئے گا کہ مصالح قومی یہی تھے جو کیا گیا۔ یہ تو معلوم ہی ہے کہ وہ ہم لوگوں کے کہنے سے مصلحتاً کھڑے ہو گئے تھے اور ایک حد تک وہ مصلحت الحمدللہ پوری ہوئی جس چیز کے سلطان سب سے زیادہ مخالف تھے اب اس کا اقرار کرنا پڑا اب نجو کی تائید امارت کی طرف سے ہو گی۔ چنانچہ میں اپنے نام سے اعلان کا مسودہ لکھ کر آیا ہوں اور حضور کی اس پر تصدیق۔ ان کے نام حضور کا خط بھی جائے گا۔ حفیظ صاحب کا اصرار تھا کہ وہ اپنے قلم سے اس کو لکھ دیں ایک جدید قصہ اور کھلا ہے۔ جس کی اطلاع معلوم نہیں آپ کو مولوی عثمان غنی صاحب نے دی ہے یا نہیں میں بعد کو لکھوں گا۔ اگر آپ کی طبیعت اچھی ہوتی تو میں کہتا کہ الکشن تک آپ پھلواری میں رہیں یا پٹنہ میں۔ باقی سب خیریت ہے فقط والسلام۔

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ

(۳)

مکرمی جناب قاضی احمد حسین صاحب زاد الطافکم

بعد سلام مسنون آنکہ ڈاکٹر اعظم صاحب کو بھی مصالح کی بنا پر کھڑا کیا گیا تھا ان میں ایک تو پورا ہو گیا

وہ یہ ہے کہ اگر کھڑا نہیں کیا جاتا تو اکبری مشرقی پٹنہ سے کھڑے کر دئے جاتے کیونکہ اس کی تاریخ آٹھ تھی اس تعلق کے وجوہ عند الملاقات عرض کروں گا اس کے علاوہ سلطان صاحب کی اور بھی تدبیریں تو تھیں مگر الحمد للہ سب ناکام ہوئیں۔

اب دو فائدے حاصل کرنا باقی ہیں اول یہ کہ اکبری صاحب شرف الدین کے حلقہ میں اپنے ووٹروں کو کام کی ہدایت دیں اور سر سلطان صاحب وغیرہ حفیظ صاحب کے لئے کھل کر کام کریں۔

دوئم یہ کہ پارٹی کے لئے کھلے طور پر مالی مدد حاصل کرنا ہے۔ پہلے امر کے متعلق زبانی وعدہ ہے اور دوسرے امر کے متعلق ابھی تک کسی رقم .... ہوتی ہے۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ اس کو ہم پر چھوڑ دیا جائے اور ڈاکٹر صاحب کے اخراجات سب کے سب ادا کرنے کو تیار ہیں۔

اختر سلمہٗ میرے غیب میں چلے گئے اس لئے میں ان کو کچھ لکھ نہیں سکتا لیکن ڈاکٹر صاحب اور عارف صاحب شاید ہٹنے کو تیار نہیں معلوم ہوتے ہیں شاید ان کو توقع ہے کہ دو ڈھائی ہزار میں کامیاب ہو جائیں گے اور ایک ہزار پانچ سو خرچ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو شاید ان کی کسی گفتگو سے غلط فہمی پیدا ہوئی ہے میرا ارادہ بھی اب ان کے نام کے اعلان کا نہیں ہے آپ مقامی پوزیشن پر غور فرمالیں نظام الدین صاحب حاضر ہوں گے۔ بہرحال ان کے لئے تو کچھ کرنا ہے۔ اعلان ہو چکا ہے نقی امام صاحب کے لئے پوری کوشش کرنا ہے کوشش کی جائے گی تو اسلام صاحب کی ضمانت ضبط ہو جائے گی اگر ایسا ہوا تو قومی فائدہ ہوگا۔ فقط والسلام

ابوالمحاسن محمد سجاد کان اللہ لہٗ

(۱)

مولانا محمد میاں ناظم جمعیۃ علماء ہند

حضرت محترم جناب قاضی صاحب دام ظلکم العالی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ مزاج گرامی جناب والا کی خیریت مزاج کا علم نہ ہو سکا۔ خدا کرے مزاج گرامی بعافیت ہو۔ دو تین روز ہوئے احقر نے ایک عریضہ ارسال خدمت کیا تھا۔ ملاحظہ سے مشرف ہوا ہوگا۔ اس عریضہ میں دریافت کیا گیا تھا کہ خان عبدالغفار خاں کو آپ نے دعوت دی یا نہیں کل کے اخبارات سے معلوم ہوا کہ خان صاحب عنقریب بہار جا رہے ہیں۔

خیال یہ ہے کہ ۵ر جنوری کو ال انڈیا کانگریس کے اجلاس سے فارغ ہو کر وہ بہار کے لئے روانہ ہو جائیں گے۔ ممکن ہے انہی ایام میں مولانا حفظ الرحمٰن صاحب بھی بہار جا سکیں۔ غالباً خان صاحب اس کو پسند نہیں کریں گے کہ مولانا حفظ الرحمٰن صاحب ان کے ساتھ دورہ کریں۔ احقر کے متعلق بھی یہی خیال ہے لہٰذا ضرورت ہے کہ آپ کی عنایت سے دو ایک آدمی ایسے ہوں جو خان صاحب کے ساتھ رہیں اور اس عرصہ میں وہ حالات اور کام کے طریقوں سے اتنے باخبر ہو جائیں کہ وہ خان عبدالغفار خاں کی واپسی کے بعد بھی ان کے مشن کو چلا سکیں اس عرصہ میں ان کا تعارف بھی حکومت سے کرا دیا جائے کہ خان صاحب کی واپسی کے بعد ان کی بات سنے گی اور اس کے مشورہ پر عمل کرے گی۔

آپ کی تجویز میں یک جہتی کے متعلق حکومت کو مشورہ دیا گیا تھا کہ صوبہ کے امن کو بحال کرنے اور تحفظ کی صورتوں کے بارے میں حکومت اس کا تعاون حاصل کرے ملاحظہ ہو تجویز ۲ وغیرہ۔

یہ کمیٹی اگر خاں صاحب کی موجودگی میں آپ کے قابل اطمینان حضرات کی شمولیت سے بن جائے تو بہت بہتر ہے بلکہ بہت ضروری ہے۔

احقر نے ایک خط گاندھی جی کو لکھا ہے جس میں بظاہر کہا گیا ہے کہ آپ کو جو یقین دلایا جا رہا ہے کہ صوبہ بہار میں بالکل امن وامان ہے یہ صحیح نہیں ہے۔ بیشک عام قتل وخون ریزی رک گئی ہے لیکن مسلمانوں کی دہشت دور نہیں ہوئی ہے کیونکہ حکومت کی مشنری بہت سستی اور لاپروائی سے کام لے رہی ہے جس کی وجہ سے مسلمانوں میں اطمینان کی جگہ مایوسی بڑھ رہی ہے وہ بہار کو چھوڑ کر بنگال وغیرہ جا رہے ہیں۔

احقر کے خیال میں یہ شکل زیادہ کارگر اور مفید ہو گی کہ گاندھی جی کو مطلع کیا جائے جناب بھی اس طرف توجہ فرمائیں اور احقر کو قابل اعتماد اور قابل وثوق میٹریل مل سکے تو احقر ہی لکھتا رہے گا۔ حضرت قاضی صاحب قبلہ یعنی مولانا نورالحسن صاحب اور محمد صاحب عثمانی نیز مولانا عثمان غنی صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔ نیاز مند

محمد میاں یکم جنوری ۴۷ء

مولانا محمد میاں ناظم جمعیۃ علماء ہند ________________

(۲)

محترم و مکرم مولانا قاضی صاحب دام لطفکم

السّلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہٗ

مزاج گرامی! امید ہے جناب والا بخیریت ہوں گے۔ اور سفر اڑیسہ کے لئے طیاری کر رہے ہونگے۔ اوقاف بہار کے سلسلہ میں جو تجویز مجلس عاملہ نے منظور کی اس کی نقل وزیر اعظم وزیر مال دی نیو اور وزیر مالیات حکومت بہار کو بھیجی جا چکی ہے۔ ایک کاپی جناب کی خدمت میں ارسال ہے۔ تیسرے بیرسٹر خلیل صاحب کا پتہ نہیں معلوم ان کی کاپی بھی جناب کی خدمت میں ارسال ہے عنایت فرما کر بھجوا دیجئے۔

مصارف دورہ اڑیسہ کے لئے جناب منظور احسن صاحب اعجازی نے مبلغ پانچ سو روپے طلب فرمائے تھے۔ اس وقت تین سو روپے جناب کی خدمت میں ارسال ہیں اگر جمعیۃ علماء صوبہ بہار کے پاس اس رقم میں سے جو مرکز سے ریلیف کے سلسلہ میں دی گئی ہے کچھ باقی ہو تو کم از کم مبلغ سو روپے حسب ارشاد مولانا حفظ الرحمن صاحب اس میں سے اعجازی صاحب لے لیں ورنہ جو کچھ زائد خرچ ہوگا دفتر مرکزیہ اس کو ادا کرے گا۔ انشاء اللہ فارم ممبری دستور العمل اور فارم اندراج جمعیۃ علماء اعجازی صاحب کی خدمت میں روانہ کر دیئے گئے ہیں اڑیسہ کے حضرات کے نام بھی جن سے خط و کتابت ہوتی رہتی ہے یہ فہرست بھیج دی گئی ہے ان حضرات کو آپ حضرات کے دورہ کی اطلاع کر دی گئی ہے تاریخ آپ متعین فرمائیں۔ محترم و مکرم مولانا نور الحسن صاحب اور حاضرین مجلس کی خدمت میں سلام۔

محمد میاں

۱۳ ربیع الاول ۶۸ھ

(۳)

۱۸ محرم ۶۸ھ

حضرت محترم جناب قاضی صاحب دام لطفکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج گرامی! گرامی نامہ مورخہ ۱۲ محرم ۶۸ھ میں جناب نے تحریر فرمایا تھا کہ طبیعت ناساز ہے اور وہ مکتوب بستر علالت سے تحریر کر رہے ہیں خدا کرے مزاج گرامی بخیر ہو۔

خیریت سے مطلع فرماکر ممنون فرمائے۔

وقف کے سلسلہ میں کیا ہو رہا ہے صورت حال سے مطلع فرمائے اور ترمیمات کے بارے میں اگر مولوی عبد الغنی صاحب سے گفتگو ہوئی ہو تو مطلع فرمائیں اگر ممکن ہو ایک ایسا مسودہ مرتب کرائے جو مرکزی حکومت کا بینہ بھی منظور کرے اور صوبجات کی حکومتوں کو ہدایت کرے کہ اس کی روشنی میں اپنے صوبہ کے لئے قانون منظور کرلیں اس مسودہ کی ترتیب کے لئے آپ کی رائے کی بہت ضرورت ہے۔ عنایت فرماکر اپنے خیالات قلم بند کراکر جلد از جلد ارسال فرمائے بہت نوازش ہوگی۔ خیال ہے کہ نومبر کے ختم تک یہ مرتب ہو جائے۔ اللہ توفیق عطا فرمائے والسلام حاضرین مجلس اور مولانا نور الحسن صاحب کی خدمات میں سلام عرض ہے۔

محمد میاں

(۴)

محترم جناب قاضی صاحب دامت برکاتکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ آج دفتر پہنچا تو مولانا آزاد کی کوٹھی سے ڈاکٹر سید محمود صاحب کا فون آیا۔ فون کسی اور معاملہ کے متعلق تھا مگر احقر کو خیال ہوا کہ وقف کے سلسلہ میں گفتگو کرنے کا بہتر موقعہ ہے چنانچہ آج صبح آٹھ بجے ڈاکٹر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اس نقطۂ نظر سے میرے لئے گفتگو کرنا جو جناب کے پیش نظر ہے مشکل تھا کیونکہ یہ تو ان دونوں محترم حضرات کے لئے وحشت کی بات ہے کہ یہ خطرہ ظاہر کیا جائے کہ آئندہ کوئی مسلمان قانون ساز کا ممبر نہ ہو سکے گا اور یہ بات احقر کی سمجھ میں نہیں آئی کہ جو مسلمان ممبر ہوں گے وہ اوقاف کے سلسلہ میں بیکار ہی ہوں گے کیونکہ پہلے بھی ممبری کا معیار صرف مسلم کا لفظ تھا دیانت و امانت کا کوئی معیار پہلے بھی نہ تھا جداگانہ انتخاب میں یہ حضرات لفظ مسلم کو خوب ابھارتے تھے لیکن اس میں مفاد ملت کا کوئی اعلیٰ مقصد پیش نظر نہ ہوتا تھا۔ بہر حال میں نے ڈاکٹر صاحب سے یہ کہا کہ جماعت انتخاب کنندگان میں ان حضرات کا کوئی نمائندہ نہیں ہے جن کے لئے وقف کیا گیا ہے مثلاً مدارس وغیرہ۔ متولی حضرات کا نمائندہ ہے لیکن متولی حضرات کے سامنے افادہ نہیں بلکہ استفادہ اور استحصال ہوتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب

کو یہ بات پسند آئی اور انھوں نے اس پر غور کرنے کا وعدہ کیا۔

محمد میاں

جناب عبدالغنی صاحب ام ال سی ـــــــــــــــــــــــــــ

سیوان ۱۹-۱۰-۶۰ محترمی سلام مسنون مزاج گرامی

کل جناب کا گرامی نامہ موصول ہوا۔ بیحد مسرت ہوئی کہ آپ مع الخیر ہیں جناب من انشاءاللہ میں ترمیمی وقف بل آیندہ ماہ کے سیشن میں پیش کر دینے کا مصمم ارادہ رکھتا ہوں۔ اسمبلی کے گزشتہ اجلاس میں بڑی دقتوں سے باب چہارم ہندو بل جس کو کانسل نے نامنظور کر دیا تھا دو بارہ اسمبلی سے منظور کرایا گیا۔ نئے دستور کے مطابق کانسل کو منظور کر لینے کے سوا کچھ اختیار نہیں تھا۔ اگر کانسل منظور نہیں کرتی تو وہ خود قانون بن جاتا۔ یہ بات کیوں ہوئی کہ جائداد کو واپس کرنے کیلئے مقدمہ دائر کرنے کے متعلق کورٹ فیس صرف پندرہ روپے دینی ہوگی اور مقدمہ دائر ہونے پر ایک رسیور عدالت سے مقرر ہو جائے گا جو وقف مجلس کو اسی اسٹیٹ سے اخراجات دلائے گا اب اطمینان ہوا اور ساری ترمیم کو وقف ایکٹ میں لانا ہے علاوہ مجلس کے قیام کا قانون تبدیل کرانا ہے۔ نئے بل کا مسودہ قبل سیشن بھیج دوں گا۔ قاضی نورالحسن صاحب کو سلام۔

نیاز مند محمد عبدالغنی

خلیل داس ـــــــــــــــــــــــــــ

مولائی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

نوازش نامہ کو بنارس آئے ہوئے کئی ہفتے ہوگئے۔ جواب اب تک پیش نہ کر سکا مکتوب گرامی گھر پر پڑا رہا۔ میں موجود نہ تھا۔ چند تبلیغی مجالس کی شرکت کے لئے باہر چلا گیا تھا پروگرام مسلسل تھے۔ سفر طویل تھا۔ محبت نامہ پرسوں پڑھا آج جواب لکھ رہا ہوں اس ناچیز کو للہ معاف فرما دیجئے اللہ پاک آپ کو اس اجر دے گا۔ مقالہ کچھ آگے بڑھ رہا ہے مگر رفتار سست ہے وقت زیادہ نہیں ملتا آپ دعا فرمائیں انشاءاللہ یہ کام پورا ہو جائے گا جو محبت کی نگاہ میرے اوپر ہے خدا کرے وہی رہے۔

خادم خلیل

نوٹ:۔ خلیل داس سنسکرت اور ہندوؤں کی مذہبی کتابوں کے عالم تھے۔ قاضی صاحب کی ان سے فرمائش تھی کہ ہندوؤں کی مذہبی کتابوں میں اسلام کی تائید میں جو چیزیں مل سکتی ہیں وہ ان کو جمع کریں خلیل داس نے حامی بھری تھی اور وہ لکھ رہے تھے قاضی صاحب ان کی مذہبی تصانیف کی اشاعت کے اخراجات میں شریک بھی ہو جایا کرتے تھے اس لئے وہ ہمت سے اس کام کو کر رہے تھے خط میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ (مؤلف کتاب)

مولانا ریاض احمد ————————

حضرت جامع الفضائل والکمالات سیدی قاضی صاحب

سیدی مکارمکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ

مزاج شریف۔ قصبہ بتیا اور اطراف بتیا کی فضا آج کل مکدر ہے۔ پہلے کتاب رسوائے زمانہ مطبوعہ بمبئی کے خلاف احتجاج کیا جلسہ ہوا اس کے بعد بعض ناتجربہ کاروں نے جلوس نکالا۔ کچھ مسلمان بھی اس میں شریک ہو گئے۔ میں ان دنوں اپنے وطن سنت پور میں تھا۔ جلسہ میں شریک نہ ہو سکا۔ اس کے بعد مخالفوں نے گیتا کی توہین کا شاخسانہ کھڑا کر کے بدترین دل آزار نعروں کے ساتھ جلوس نکالا اس کی وجہ سے سخت خطرہ تھا کہ رات شاید ہی بخیریت گزرے خدا کا شکر ہے بتیا کا اس ڈی او ایسا منصف اور تدبر ونظم کا مالک ہے کہ کوئی فتنہ نہیں پیدا ہوا اس کے بعد چالیسواں کا اکھاڑہ منشا ٹولہ بیلداری سے آرہا تھا راستہ میں رفیوجیوں سے ملاقات ہو گئی۔ رفیوجی ۲۵ ہزار کے قریب بتیا کی لعنت و قہر بن کر حکومت کی طرف سے ٹھہرائے گئے ہیں تقریباً دس ہزار رفیوجی جمع ہو گئے چالیسواں کا اکھاڑہ ہمیشہ سے کم تعداد میں نکلا ہے اس سال بھی ویسا ہی تھا تیس یا چالیس آدمی لڑکوں سمیت ہوں گے۔ معمولی جھڑپ میں اکھاڑہ والے منتشر ہو گئے رفیوجی بستی لوٹنے بھی گئے اب اس ڈی او صاحب اور فورس پہنچ گئی اس وقت سے برابر فورس متعین ہے ۱۴۴ دفعہ بھی نافذ ہے۔ تمام مسلمانوں کی نگاہیں امارت شرعیہ کی طرف گئی ہیں ایک ایسے ہی موقعہ پر امارت شرعیہ کی طرف سے حضرت نائب صاحب رحمۃ اللہ علیہ (مولانا ابو المحاسن محمد سجادؒ۔ مؤلف کتاب) نے بڑی نمایاں خدمات انجام دی تھیں۔ بتیا ٹولہ کے مسلمان ہر چار طرف سے رفیوجیوں کے کیمپوں سے گھرے ہوئے ہیں۔ خطرہ ہے بستی چھوڑ کر چلے نہ جائیں مجھ سے لوگوں کا مطالبہ ہے کہ امارت کو ضرور خبر دی جائے اور

حضرت قاضی صاحب قبلہ (قاضی احمد حسین) کو ضرور تکلیف دی جائے ممکن ہے وہ حسن تدبر سے کوئی ایسا راستہ نکالیں کہ رفیوجی یہاں سے جلد ہٹ جائیں اور جو چیزیں لٹ گئی ہیں ان کا تاوان ملے مسلمانوں کو ڈھارس دلانے کے لئے میں اور مولوی منصور وکیل اور مولوی محمد سعید و شرف الدین وکیل گئے تھے محمد سعید اکثر جاتے رہتے ہیں مگر ایک آدھ ہفتہ کے لئے حضرت تشریف لے آئیں تو یقین ہے کہ تمام مسلمانوں کے قلوب مطمئن ہو جائیں ایس ڈی او اور اس کی طاقت ہر طرح سے امن وامان کی کوشش کر رہے ہیں مگر ممکن ہے آپ کی شخصیت کا کچھ اثر پڑے اور ایس ڈی او کو مدد مل جائے رفیوجیوں کا محکمہ شاہ عزیر صاحب منعمی کے زیر نگرانی ہے ان کے ہٹانے سے یہ بلا ٹلے اگر ایسا نہیں ہوا تو بتیا کے مسلمان چین سے نہیں رہ سکتے نہ حکام چین سے رہ سکتے ہیں والسلام۔

مولانا محمد حسین صاحب صدر جمعیۃ علماء چمپارن و قاضی شریعت

۵ر جولائی ۵۸ء

سیدی المحترم دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ بحمد للہ مع الخیر ہوں۔ جناب کی خیریت کا طالب۔ عرصہ دراز کے بعد جناب کا گرامی نامہ وصول ہو کر باعثِ صد افتخار ہوا۔ عرصہ سے دلی تمنا ملاقات کی تھی، افسوس ہے کہ جناب تین روز سے قیام فرما ہیں اور کسی ذریعہ سے مجھے علم نہ ہو سکا۔ وقت مطلوبہ سے صرف دو گھنٹہ قبل مجھے اطلاع مل رہی ہے۔ کثرت مشاغل کی الجھنوں کے باعث کل حاضر خدمت ہونے سے معذور ہوں۔ معذرت نامہ لکھتے ہوئے مجھے بڑی ندامت اور کوتاہی محسوس ہو رہی ہے اور میرا ضمیر خود مجھے برا کہہ رہا ہے۔ کیا کروں کچھ تقاضائے وقت اس طرح ہے یا یوں کہئے کہ میری بدقسمتی ہے کہ اس موقعہ سے شرف نیاز حاصل نہیں کر سکا۔

مدرسہ اسلامیہ بتیا کا پورا چارج میں نے جناب مولوی سید اظہار حسین صاحب کو دے دیا ہے البتہ مدرسہ کے اراضیات کے وثیقہ جات میرے پاس ہیں جو مصلحتاً میں نے اپنے پاس محفوظ رکھا ہے اگر اس کی نسبت سے مجھ سے کچھ دریافت کرنا ہے تو اس کا میں منتظر ہوں جس کے حوالہ بھی کرنے کو کہا جائے میں اس کے پاس امانت رکھ دوں۔ مدرسہ کے مملوکہ اراضیات کو میں نے نوٹ کرا دیا ہے نہ معلوم اس کی وصولی کا نظم کیا ہو رہا ہے۔ مدرسہ کی رقمیں جہاں جہاں جس کے ذمہ باقی ہیں ان کو بھی میں نے نوٹ کرا دیا ہے زمین کی قیمت بابو محمد ہاشم صاحب کے پاس امانت ہے

میں نے سنا ہے کہ وہ رقم ابتک وصول نہیں ہوسکی ہے۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ مقدمات کے اخراجات کو وہ وچر کچہری سے ملا کر دوں گا۔ اخراجات کے ووچر فائیل میں موجود ہیں ان کو ملایا جاسکتا ہے اس کے علاوہ اور کوئی اہم کام مجھ سے تعلق رکھنے والا نہیں معلوم ہوتا ہے ایجنڈا ابھی سامنے نہیں جس کی نسبت میں کچھ لکھ سکوں۔ علاوہ ازیں اور کوئی امر ایسا ہو جو مجھ سے تعلق رکھنے والا ہو اس سے متعلق کہا جائے تاکہ تعمیل حکم کرسکوں عملاً میں نظامت سے الگ ہوں۔ اور عرصہ سے مدرسہ کی کوئی خدمت نہیں کرسکا۔ مدرسہ اشاعت العلوم جوگیا کے کارکنوں اور دیگر حضرات کی عرصہ سے خواہش تھی کہ میں اس کی خدمت قبول کرلوں چنانچہ میں نے دو سال کی کاوشوں کے بعد ۱۶ر جون ۵۸ء سے میں نے قبول کرلیا اس وجہ سے اور بھی عدیم الفرصت رہا کرتا ہوں۔ والسلام

سید محمد قاضی الاسلام قاضی ٹونک راجستھان وصدر جمعیۃ علماء راجستھان ٹونک

---

(۱)

۱۸ر جنوری ۵۹ء جناب محترم وعلیکم السلام

آپ کا گرامی نامہ اور آپ کا مرسلہ لٹریچر بذریعہ رجسٹری موصول ہوا جس کا میں بہت ہی شکر گزار ہوں۔ جواب تاخیر سے پیش کر رہا ہوں اس کے لئے معافی کا خواستگار ہوں ان دنوں جمعیۃ کے کاموں کی وجہ سے کچھ ایسی غیر معمولی مصروفیت رہی کہ بالکل مہلت نہیں ملی۔ ممبر سازی اور انتخابات کی تیاری یہ دو اہم کام خصوصیت کے ساتھ اس ماہ درپیش تھے امید کہ تاخیر جواب کو معاف فرمائیں گے۔ کیونکہ "العذر عند کرام الناس مقبول" ٹونک کے محکمہ شریعت کا کوئی قانون یا دستور العمل مطبوعہ موجود نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ریاست کا ہی محکمہ تھا۔ اس لئے پروپگنڈا کا کوئی لٹریچر طبع نہیں کرایا گیا۔ مفتیان کرام کی سہولت کے لئے ایک ضروری کتب خانہ وہیں محکمہ میں جمع کردیا گیا تھا۔ درمختار۔ فتاویٰ قاضی خاں فتاویٰ عالمگیری۔ ہدایہ احادیث کی کتابیں تھیں۔ مفتی صاحبان الٰہی کتب احادیث وفقہ کی روشنی میں فتاوے دیتے تھے۔ محکمہ میں کم از کم چھ سات مفتی صاحبان ملازم تھے اور ایک عالم دین ناظم شریعت کے نام سے ان سب کا افسر ونگراں مقرر تھا جو دفتر انتظامیہ کے ساتھ مفتیان کرام اور ناظم کے فیصلہ کی اپیل نواب صاحب کے یہاں ہوتی تھی اس محکمہ کا نام محکمہ اپیل تھا۔ جس میں دو مفتی

فرقہ وارانہ محکمہ خیال کرتے ہوئے ابھی آخر نومبر میں ختم کر دیا۔

اگرچہ اس کے متعلق آئینی طور پر احتجاجات جاری ہیں اور حکومت کو اس کی ضرورت اور اہمیت کی طرف توجہ دلائی جارہی ہے لیکن چونکہ اس محکمہ کے ختم ہو جانے سے بڑی مشکلات پیدا ہوگئی ہیں اس لئے ان کے حل کرنے کے لئے یہ طے کیا گیا ہے کہ جس طرح آپ کے یہاں بہار میں دفتر امارت شرعیہ قائم ہے یہاں پر بھی قائم کیا جائے لہذا اس سلسلہ میں آنجناب سے گزارش ہے کہ براہ کرم دفتر امارت شرعیہ کی رپورٹیں اور دستور العمل عنایت فرمایا جائے اور اگر یہ چیزیں قیمتاً دی جاتی ہوں تو میرے نام سے وی پی فرما دیا جائے نیز یہ بھی ارقام فرمایا جائے اس کا طریقۂ کار کیا ہے اور کن کن مسائل کا تعلق اس محکمہ سے ہے۔ بصورت اختلاف مسلمانوں سے اس کے فیصلے کس طرح منوائے جاتے امید ہے جناب بواپسی پہلی فرصت میں تفصیلی جواب سے مطلع فرمائیں گے۔

ڈاکٹر سید محمود

۱۶ ر اکتوبر ۵۰ء

برادر عزیز السلام علیکم

آپ کا عنایت نامہ ۱۶۱۷ مورخہ ۱۲ ر اکتوبر مجھے آج پٹنہ میں دہلی سے واپسی پر ملا۔ میں کل پھر رانچی جا رہا ہوں اور دوسری تیسری نومبر تک پٹنہ آجاؤں گا۔ اسی وقت آفس بھی بند ہے میں نے آپ کا خط سکریٹری ڈولیمنٹ کے پاس بھیج دیا ہے اور فائل مانگا ہے۔

فقط و خاکسار

محمود

مولانا محفوظ الرحمٰن صاحب نامی پارلیمنٹری سکریٹری حکومت یوپی

مخدوم و مکرم جناب قاضی صاحب دام مجدکم

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، امید ہے کہ جناب بخیر و عافیت ہوں گے۔ پرسوں پھلواری شریف گیا تھا دوپہر کے وقت جناب کی آرام گاہ میں نان اور بہاری کباب خوب آسودہ ہو کر کھایا۔ امارت شرعیہ کے ذمہ دار متعلقین کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کیا مگر اپنی بدقسمتی کہ جناب کی زیارت سے محروم رہا۔ بس یہی محرک ہے اس عریضہ نگاری کا۔

حضرت والا تحریک تعلیم قرآن و اشاعت عربی زبان کی ضرورت اور افادیت آج اتنی عیاں ہے کہ اس کی بابت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں مگر مجھ جیسے بے مایا اور پراگندہ حال اشخاص کی استطاعت

صاحبان علٰحدہ کام کیا کرتے تھے جن کے متعلق محکمۂ شریعت کے فیصلوں کی اپیلیں سماعت کرنا اور اس پر شرعی رائے لکھ کر آخری فیصلہ کے لئے نواب صاحب کے سامنے پیش کرنا تھا۔ اور نواب صاحب ان مفتیان اپیل کی رائے کے مطابق اپیل کو منظور یا نامنظور ہونے کا حکم صادر فرماتے تھے۔

اس محکمہ کو مجسٹریٹی کے اختیارات حاصل تھے پولیس پر اس کے احکام کی تعمیل ضروری تھی فریقین کو عدم تعمیل کی صورت میں سزا دینے کا اختیار بھی محکمہ کو حاصل تھا۔

محکمۂ شریعت کے بقا کا مطالبہ حکومت راجستھان اور حکومت ہند دونوں سے برابر کیا جا رہا ہے بار بار توجہ دلائی جا رہی ہے لیکن ابھی تک وہاں سے کوئی جواب نہیں ملا ہے۔ جمعیۃ کا ایک وفد دہلی بھی گیا تھا وہاں مولانا آزاد مدظلہٗ اور سردار پٹیل کے سکریٹری سے ملاقات کی تھی کوششیں متواتر کی جا رہی ہیں۔ مجبور ہو کر یہ سوچا ہے کہ اس محکمہ کو ابتدائی شکل میں جمعیۃ کے ماتحت قائم کر دیا جائے۔ چنانچہ جلد ہی دفتر جمعیۃ میں دارالافتاء کے نام سے اس کا افتتاح کیا جانے والا ہے باقی حالات سے پھر آگاہ کرتا رہوں گا آپ نے اس سلسلہ میں جو مشورہ دیا ہے اور ہمدردی کا اظہار فرمایا ہے اس کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوں والسلام مکرر آنکہ حضرت مولانا عبدالصمد رحمانی نائب امیر شریعت کے مؤلفہ خطبات جمعہ کی مجھے ضرورت ہے۔ اگر احباب سہولت سے یہ بھیج سکیں تو وی پی کر دیجئے گا میں چھڑا لوں گا۔

(۲)

۹ دسمبر ۴۸ء

محترم المقام السلام علیکم

غالباً یہ تو آپ کے علم میں ہوگا کہ ٹونک میں ابتداء ریاست سے سرکاری طور پر محکمہ شریعت باضابطہ قائم تھا جس میں از قسم نکاح خلع مہر ایلا، میراث ظہار وغیرہ اٹھارہ طرح کے مقدمات فیصل ہوتے تھے اس کے ماتحت ایک دارالافتاء بھی جس سے پورے ہندوستان کے مسلمان مستفید ہوتے تھے۔

ٹونک چونکہ راجستھان یونین میں شامل کر دیا گیا اس وجہ سے اس کی مرکزی حیثیت ختم ہو گئی اور حکومت راجستھان نے منجملہ دیگر محاکم کے اس مذہبی محکمہ کو بھی غیر ضروری اور

سے باہر ہے کہ اس کو مجمل طور پر پورے ملک میں عام کر سکیں اب ضرورت ہے کہ آپ جیسے بزرگ اٹھیں جماعتیں آمادہ ہوں ہر طبقہ اور ہر خیال کے مسلمان آگے بڑھیں اور باہمی تعاون کے ساتھ اس مہم کو کامیاب بنائیں۔ یہ کام مقصد اور ذوق کے لحاظ سے امارت شرعیہ کے مزاج سے بالکل ہم آہنگ ہے اگر وہ اس کو اپنائے تو نہ صرف بہار کے تمام مسلمانوں کو نفع ہو بلکہ امارت شرعیہ کی اہمیت اور افادیت کا وزن بہت بڑھ جائے آپ کے لئے اس بارے میں ذرا دشواری نہیں بس طریقہ کار کو اپنا کر مبلغین اور نقباء کو ہدایت کر دی جائے کہ وہ اپنے اپنے حلقہ میں قرآنی تعلیم کی دعوت کو لے کر کھڑے ہو جائیں اور اسے کامیاب بنانے کی کوشش کریں رہ گیا معلمین کو طریقہ تعلیم سکھانا اور عملاً مشق کرانا اس سلسلہ میں ناچیز کی اور اپنے رفقا کی خدمات حاضر ہیں۔ جناب اس دعوت کی کامیابی بہرائچ میں دیکھ چکے ہیں حالانکہ وہ آغاز کا زمانہ تھا اب تجربات کی بنا پر کام بہت زیادہ واضح ہو چکا ہے میں زیادہ کیا کہوں اپنے بزرگ اٹھتے جا رہے ہیں اور قوم کا حال ابتر سے ابتر ہوتا جا رہا ہے خدا کے لئے ایسے انقلابی کاموں کی بنیاد ڈالی جائے جو اس ملک میں مکمل طور پر ایمان کے فروغ کا سبب ہو۔

احقر محفوظ الرحمٰن نامی

(۱)

ڈاکٹر راجندر پرشاد کے جو بعد میں صدر جمہوریہ ہوتے خطوط

صداقت آشرم دیگھا گھاٹ

۱۹ر دسمبر ۱۹۵۵ء

تکرمی تسلیم

ابھی آپ کا ۱۱ر دسمبر کا خط ملا۔ اس کے ساتھ ۲۲ر نومبر کے خط کی نقل بھی ملی جن سوالوں کو آپ نے پوچھا ہے ان کے متعلق خاص کر کے جہاں تک میں جانتا ہوں کوئی فیصلہ کانگریس کا نہیں ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ کانگریس نے اصولوں پر فیصلہ کیا ہے ان کے ماتحت جزئیات کا فیصلہ نہیں کیا ہے تو بھی میں سمجھتا ہوں کہ ان کا جواب میں نہیں دے سکتا اور مجھے اپنے صدر اور ورکنگ کمیٹی سے حکم لینا پڑے گا۔ میں خط کی نقل ان کے پاس بھیج رہا ہوں۔ مگر وقت اتنا کم ہے کہ تاریخ ۲۲ دسمبر یا ۲۸ دسمبر سے پہلے مجھے جواب کی امید نہیں معلوم ہوتی ہے۔ میری گزارش یہ ہے کہ یہ سوال ایسے ہیں جو دوسرے صوبوں میں بھی اور خاص کر یوپی کے صوبہ میں بھی ضرور پیش آئے ہوں گے اگر وہاں ان کی نسبت وہاں کی جمعیۃ علما، اور کانگریس کمیٹی کے درمیان میں کوئی بات ہو گئی ہو اور آپ کو معلوم ہو تو شاید

مجھے جواب دینے میں آسانی ہو اور ممکن ہے کہ صدر اور ورکنگ کمیٹی کے جواب کا انتظار بھی نہ کرنا پڑے اگر آپ کو معلوم ہو تو مجھے اطلاع دینے کی مہربانی کریں۔

نیاز مند

راجندر پرشاد

(۲)

صداقت آشرم دیگھا گھاٹ

مورخہ ۱۶ ماہ دسمبر ۱۹۴۵ء

جناب قاضی احمد حسین صاحب

مکرمی تسلیم میں نے سنا ہے کہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کا اجلاس تاریخ ۲۲ دسمبر کو ہونے جا رہا ہے جس میں پراونشل اسمبلی کے لئے مسلم امیدوار نامزد کئے جائیں گے بہار پراونشل کانگریسی امیدوار کی نامزدگی ہو گی اگر اپنے ۲۲ دسمبر والے اجلاس میں مسلم نشستوں کے متعلق آپ لوگ اپنا فیصلہ کر لیتے اور ہم کو یہ فیصلہ معلوم ہو جاتا تو ہم لوگوں کو کانگریس کی طرف سے فیصلہ کرنے میں بہت آسانی ہوتی۔ ہمارے لئے یہ ممکن نہیں ہو گا کہ کانگریس کے فیصلہ کو کسی دوسرے جلسہ کے لئے ملتوی کیا جائے کیونکہ صوبہ کے فیصلہ کو آل انڈیا بورڈ سے منظور کرانا پڑتا ہے جس کے لئے کم از کم دو ہفتہ کا وقت چاہیے اور تاریخ ۲۰ جنوری کو امیدواری کی درخواستیں گورنمنٹ کے دفتر میں داخل کرنا ہے۔ اس لئے میری گزارش ہے کہ جو کچھ فیصلہ ہو وہ آپ ۲۸ دسمبر کے پہلے کریں اور اس کی اطلاع براہ مہربانی مجھے دے دیں۔

فقط آپ کا

راجندر پرشاد

(۳)

مکرمی تسلیم

آپ کا نوازش نامہ پہنچا۔ میں تو چاہتا ہوں کہ اس میں کسی طرح کا تصادم نہ ہو یا غلط فہمی تک نہ ہو اس کے لئے جو کچھ بھی مناسب ہو کرنے کے لئے ہمیشہ تیار ہوں آپ کے خط کو میں نے بھیج دیا ہے جواب آنے پر خبر دوں گا اس کے لئے میں ممنون ہوں کہ آپ آج کے اجلاس میں امیدواروں کی نامزدگی پر فیصلہ کر لینے کی کوشش کریں گے۔ مسٹر یونس صاحب نے بھی اس مضمون کا خط لکھا ہے اس سے امید ہوتی ہے کہ آج کچھ طے ہو جائے گا۔ نیاز مند راجندر پرشاد ۲۲ دسمبر



پٹنہ ۲۰-۱۱-۴۶

جناب قاضی احمد حسین تسلیم

اس دن آپ سے باتیں ہونے کے بعد میں نے مولانا آزاد صاحب کو خط لکھا تھا یہاں آنے پر مولانا صاحب کا خط مجھے رجسٹری سے ملا ہے آپ کے نام بھی ایک خط ہے جسے میں ساتھ اس خط کے آپ کے پاس بھیج رہا ہوں۔

آپ کا

راجندر پرشاد

مولانا ابوالکلام آزاد صدر کانگریس

بندھیاچل ۱۹ نومبر ۴۵ء

حبی فی اللہ

دہلی میں جو آل انڈیا مسلم الکشن بورڈ بنایا گیا ہے اس میں کانگریس کے ممبر بھی شریک ہیں اور یہ کاروائی میری رضامندی اور دوسرے ممبروں کے اصرار سے ہوئی چنانچہ اس کے ممبروں میں آپ رفیع احمد قدوائی اور حافظ محمد ابراہیم کا نام بھی آپ پائیں گے اس لئے بہار کے بورڈ میں کانگریس کے ممبروں کو نہ لینا صحیح نہ ہوگا اپنی قوت منتشر نہ کیجئے۔ تمام عناصر کو ایک دائرہ میں لائے۔ آزادی پسند مسلمان خواہ کانگریس میں ہوں خواہ جمیعتہ میں سب کا مقصد ایک ہے اور سب کو مجتمع اور متحد ہو کر کام کرنا چاہیے۔ دوسری صورت میں اندیشہ ہے کہ تفرقہ و تشتت پیدا ہو جائے گا اور وہ مقصد کے لئے مضر ہوگا۔ پس بہار کا جو بورڈ بنا ہے اس میں کانگریسی مسلمانوں کو بھی شریک کرلیجئے۔

باقی رہا مذہبی معاملات کا مسئلہ تو اس بارے میں اصولاً کوئی بات باقی نہیں رہی ہے جو اس وقت اٹھائی جائے۔ کانگریس کا طے شدہ مسلک ہے کہ مذہبی معاملات میں اسے دخل نہیں دینا ہے وہ مسلمانوں کا اپنا معاملہ ہے یکے بعد دیگرے اعلانات ہو چکے ہیں۔ تجویزیں پاس ہو چکی ہیں پس سر دست یہ سوال اٹھانا غیر ضروری ہے۔

میں نے ڈاکٹر راجندر پرشاد کو یہ مشورہ دیا ہے کہ وہ آپ حضرات کو ساتھ لے کر کام کریں اور خود انھوں نے بھی اس تجویز سے پورا اتفاق کیا مجھے یقین ہے کہ آپ

مولانا منت اللہ صاحب اور مولوی محمد یونس صاحب بیرسٹر باہم دگر ہم آہنگ ہو کر اس موقعہ پر سرگرمی کے ساتھ کام کریں گے اور وقت کو جو بہت قیمتی ہے ضائع نہیں کریں گے۔ اگر آپ یا مولانا منت اللہ صاحب یا مسٹر یونس مجھ سے مل کر بالمشافہ گفتگو کرنا چاہیں تو میں بخوشی اس کے لئے وقت نکالوں گا جب چاہیں مجھ سے مل سکتے ہیں۔ البتہ وقت کم ہے اسے محض مبادیات میں ضائع نہیں کرنا چاہیے

والسلام علیکم

ابوالکلام

نوٹ:۔ جہاں تک کانگریسی حضرات کو بورڈ میں لینے کا تعلق ہے پروفیسر عبدالباری صاحب خود ہی صوبائی بورڈ میں شریک نہیں ہوئے۔ انہوں نے کہا کہ ان کا پورا تعاون بورڈ کو حاصل ہے گا لیکن وہ کانگریس کے سوا کسی دوسرے بورڈ کے ممبر نہ ہوں گے چنانچہ وہ بورڈ کے دفتر پھلواری شریف برابر تشریف لاتے رہے اور صوبائی کانگریس کی مجلس عاملہ کے جلسہ میں مشورہ کے لئے مجھ کو اور قاضی احمد حسین صاحب کو بلایا بھی۔ ڈاکٹر محمود صاحب نے فرمایا کہ انہیں اصولا بورڈ میں شریک ہونے سے انکار نہیں ہے اور اس کا کوئی فیصلہ وہ قابل مخالفت سمجھتے ہیں بلکہ وہ حامی ہیں لیکن اس بارے میں کانگریس اور بورڈ کے درمیان کوئی فیصلہ ہونا چاہیے۔ باقی کانگریسی مسلمان بورڈ میں شریک تھے۔ جہاں تک مذہبی سوال کا تعلق ہے اس بارے میں قاضی صاحب اور مولانا آزاد کی ملاقات ہوئی مذہبی سوالات کیا تھے یہ قاضی صاحب کے خطوط اکابر کے نام میں ملے گے۔

(مؤلف)

جناب محمد اجمل خاں سکریٹری مولانا آزاد

۴- کنگ ایڈورڈ روڈ نئی دہلی

۲۹ / اپریل ۵۶ء

محترم قاضی احمد حسین صاحب تسلیم

آپ کا خط مورخہ ۲۶ / اپریل حضرت مولانا کو ملا۔ لیکن آپ لکھتے ہیں کہ ۱۲ / اپریل کے ایک ہفتہ بعد یعنی اپریل تک بل مذکور بہار اسمبلی میں آجائے گا (یہ تحدید اراضی کا بل ہے۔ مؤلف)

بہر حال اس سلسلہ میں آپ براہ راست حکومت بہار کو لکھیں اور اس کی نقل مولانا کو بھیج دیں۔ یہاں سے جو کاروائی ہوسکتی ہے وہ کی جائے گی۔

نیازمند محمد اجمل خاں

بخدمت قاضی احمد حسین صاحب ام بی
۱۰۱ ساؤتھ اوے نیو نئی دہلی
مسلم صاحب ایڈیٹر دعوت کا خط

۲۵ر جولائی
گرامی و معظمی قاضی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ

امید ہے آپ بعافیت ہوں گے۔ طالب خیر بخیر ہے۔ اس مرتبہ مجلس شوریٰ نے انتخابات کے بارے میں ایک کمیٹی بنائی ہے جو یہ تبلائے گی کہ اقامت دین کے مقصد کے لئے کس حد تک مفید ہو سکتے ہیں وغیرہ اس سلسلہ میں جماعت یا باہر کے علماء سے بھی مشورہ لیا جائے گا بلکہ اگر موقعہ ہوا تو دوسرے ملکوں کے علماء سے بھی۔

آپ سے گزارش ہے کہ مولانا سجادؒ کے لٹریچر میں ایسی جو بھی چیزیں ہوں محکمہ امارت شرعیہ کی تشکیل وغیرہ ان سب چیزوں کو حاصل کرکے آپ لیتے آئیں تو مہربانی ہوگی۔ والسلام خاکسار

محمد مسلم

مولانا نورالحسن صاحب قاضی شریعت وناظم بیت المال

آپ کا مرسلہ خط ملا۔ تبلیغی کاموں کی کامیابی کی خبر سن کر مسرت ہوئی اللہ اور کامیاب کرے۔ اور لوگوں کو شوق دے۔ کام کو جاری رکھنا چاہئے کوشش ہماری طرف سے ہے اور اس کا بارآور کرنا خدا کی طرف سے ہے۔

سید سالار مسعود غازی کی سوانح مل گئی۔ چھپوا لیجئے بہتر ہوگا اس کے پہلے بھی دو کارڈ آپ کا مل چکا ہے ان کا جواب دے چکا ہوں۔ نسیم صاحب کو ۱۳ جمادی الاول کو ایمان کی کتاب اور عبادت کی کتاب ہندی میں لکھنے کو دے دی گئی تھی اور بیس روپے بھی۔ ۲۲ دن ہوئے اس کے بعد تلاش کیا لیکن وہ نہ ملے پریس میں بھی وہ نہیں آئے ہیں سب کو کہہ دیا ہے آج بھی آدمی پریس میں جا رہا ہے ان کو تلاش کرے گا۔ امام الدین صاحب کو آج خط لکھ رہے ہیں جس وقت آئیں گے ان کو بھیج دوں گا۔

ایک سو روپیہ بیمہ سے آپ کو جا رہا ہے چھ فرد نقشہ بتیا سب ڈویژن کا ۳ر رجب کو بتیا کے پتہ سے رجسٹری سے بھیجا گیا ہے جو غالباً مل گیا ہوگا۔

عبدالحفیظ صاحب کو گھر کے اندر کچھ ایسی ضرورت ہے جس کی وجہ سے وہ جانے سے معذور ہیں شفیع صاحب کی لڑکی بیمار ہے تنہائی کے سبب وہ بھی معذور ہیں۔ کل پرسوں تک کسی آدمی کو بھیج دوں گا اس کے ساتھ ایمان کی کتاب عبادت کی کتاب امارت کی حقیقت مع جوڑا پوسٹ کارڈ لفاف بھیجوں گا۔ چونکہ روپیہ ساتھ سفر میں رکھنا مناسب نہیں تھا اس لئے اس کو بیمہ سے آج بھیج دیا ہے۔

عبدالرحمٰن سلمہٗ کا ۱۲ مئی کو انٹرویو تھا رانچی گئے ہوئے ہیں ابھی واپس نہیں آئے ہیں جمشید پور بھی درخواست بھیج دی گئی ہے۔ یہاں سب لوگ مع الخیر ہیں۔

ماسٹر وراثت رسول صاحب کا خط آیا ہے۔ وہ تبلیغی کام کے لئے آپ کو بلا رہے ہیں اور لکھتے ہیں یہاں کام کا یہی وقت ہے۔

محمد نورالحسن قاضی شریعت، رجب ۶۷ھ

ڈاکٹر عبدالعلی صاحب ناظم ندوۃ العلماء

ندوۃ العلماء

۳۰ جنوری ۵۵ء

مکرمی و محترمی جناب قاضی احمد حسین ناظم امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ وقف اورنگ آباد ضلع گیا کے متعلق آپ کو جیسا کہ لکھا تھا جس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا تھا کہ اب اس کا کام آسان ہو گیا ہے حکومت . . . اور جایداد کی وصولی اور اخراجات کے بعد جو رقم بچے گی اس کا ایک حصہ لے کر بقیہ رقم متولی وقف کو اخراجات کے لئے مل جائے گی۔ اس سلسلہ میں مجھے نہیں معلوم ہو سکا کہ کیا ہوا مہربانی کر کے اس کے متعلق دریافت کیجئے اور جو کچھ حصہ رسدی ندوہ کا ہے وہ اس کو ملنا چاہیے۔ عرصہ سے یہ جھگڑا چل رہا ہے اب تک تصفیہ نہ ہو سکا امید ہے کہ از راہ کرم پوری توجہ مبذول فرمائی جائے گی۔

عبدالعلی ناظم ندوۃ العلماء

سری کرشن سنہا وزیر اعلیٰ بہار

---

۳ فروری ۵۶ء

ڈیر قاضی احمد حسین صاحب

آپ نے جو پیغام بھیجا ہے اس کا شکر گزار ہوں۔ مغربی بنگال اور بہار دونوں صوبوں کو ملا دینے کی میری تجویز کی آپ نے تائید کی جس پر میرے اور ڈاکٹر بی سی رائے کا اتفاق ہوا ہے آپ کی

تائید سے میری یہ ہمت بندھی ہے کہ میں اس تجویز کو کامیاب بنانے کی کوشش کروں۔ مجھ کو امید ہے کہ دونوں صوبوں کے عوام بھی اس تجویز کو اسی نقطۂ نظر سے دیکھیں گے جس کے نقطۂ نظر سے آپ نے دیکھا ہے اور لوگ اس کی قدر کریں گے کہ مقامی اغراض کا کچھ نقصان بھی ہو جائے تو بڑے فایدہ کے لئے کہ لوگوں میں خوشگواری پیدا ہو ہندوستان متحد اور مضبوط ہو جائے تو اتنی قربانی خوشی سے برداشت کی جائے۔

آپ کا مخلص

ایس کے سنہا

آغا محمد حسین صاحب

نوٹ: آغا محمد حسین صاحب پھلوں کے بڑے تاجر قاضی احمد حسین صاحب کے دوست اور رشتدار تھے اور پشاور میں ان کا قیام تھا۔ مولانا آزاد کے عقیدہ پر قاضی صاحب کو کتاب لکھنے کا خیال ہوا تو انھوں نے آغا محمد حسین صاحب عرف آغاجی کو خط لکھا کہ وہ اس سلسلہ میں غلام رسول مہر مرحوم اور دوسرے اصحاب سے معلومات حاصل کریں۔ آغاجی کے مندرجہ بالا خطوط اسی سلسلہ سے تعلق رکھتے ہیں۔

(۱)

۲۲ $\frac{۱}{۵۸}$ برادر محترم السلام علیکم۔ تین دن کے لئے لاہور گیا تھا آج پھر پشاور آگیا ہوں حادثات کے الجھاؤ سے خدا نجات دے۔ شاید فروری کے اوائل میں لاہور جانا ہوگا۔

مہر صاحب سے ملا۔ عزیزی عتیق کا لاہور آنا۔ آپ سے براہ راست خط و کتابت نقش آزاد کا آپ تک پہنچنا سب معلوم ہوا۔ نقش آزاد کی قیمت کے لئے میں نے بہت اصرار کیا لیکن مہر صاحب فرماتے رہے کہ یہ بطور ہدیہ ہے اپنے لئے میں نے ایک جلد لے لیا پڑھا نہیں ہے۔ بعض بعض جگہ مہر صاحب کے عقیدت مندانہ نوٹ پر نگاہ پڑی ہے۔ خیر اس سے بحث نہیں۔ اکبر منیر والے نوٹ کے متعلق یاد نہیں رہا۔ مہر صاحب سے کہنا یا پوچھنا بھول گیا۔

ہو سکتا ہے مولانا ابراہیم سیالکوٹی کے اعتراض کے بعد ہی ان کے ہم مسلک علما نے اس طرف نگاہ کی ہو یہ عجیب بات ہے کہ اب تک جتنے معترض ملے سب مولانا ابراہیم اور حکیم سعد اللہ کے ہم مسلک ملے۔

بقول مہر صاحب آزاد مرحوم فرماتے تھے کہ قرآن پر جو عربی کتاب لکھ رہا ہوں بڑی چھان بین

اور احاطہ کرے ۲۴ (چوبیس) کتابیں میں نے ایسی منتخب کی ہیں کہ اس کے جاننے اور سمجھنے کے بعد پڑھنے والا قرآن کی بڑی بڑی تفسیروں سے بے نیاز ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کہ نورالدین کے علاوہ اور بھی اقارب پیدا ہو گئے ہیں اور آپس میں جنگ ہو رہی ہے اب حکومت یہ سوچ رہی ہے کہ خود جملہ وارثوں سے رائلٹی لیکر مولانا کے مسودات شائع کرے۔ اعلیٰ خانوادہ کی ایک سنجیدہ تعلیم یافتہ خاتون نے حال میں ایک رسالہ میں (نام یاد نہیں لیکن میں نے بھی پڑھا ہے) بیگم مولانا آزاد کے ساتھ اپنی ملاقات کا حال لکھا تھا۔ وہ لکھتی ہیں کہ مولانا آزاد نے کہا کہ شادی کے وقت میری عمر چھ سال اور مولانا کی عمر ۱۲ سال کی تھی۔ لیکن غبار خاطر کے ایک مکتوب میں بیگم کی وفات پر خود مولانا نے فرمایا کہ ۲۶ سال کے بعد دائمی مفارقت ہوئی ہے اس حساب سے شادی کے وقت مولانا کی عمر سترہ اٹھارہ سال ہونی چاہیئے۔ یہ تضاد کیوں۔ ہر صاحب فرماتے ہیں کیا دو لڑکیاں تھیں اور یہ دونوں مولانا آزاد اور ان کے بھائی کے ساتھ بیاہی گئیں۔ آفتاب الدین کے متعلق مجھے آتا یاد ہے کہ مولانا خیرالدین (والد مولانا آزاد) کے عقیدتمند مرید تھے۔

ہر صاحب مولانا خیرالدین مرحوم اور بیگم آزاد کے لوح مزار کا کتبہ بھی چاہتے ہیں اس کام کے لئے ملا جان اور عبدالاحد کو لکھ رہا ہوں۔

قاضی محمد حسین کی طرف سے میں فکر مند ہوں۔ معلوم نہیں وہ کہاں ہیں میں نے کونی پر کے پتہ پر خط لکھا جواب نہیں ملا۔ خدا کرے وہ اچھے ہوں براہ کرم آپ ہی ان کی خیریت سے مطلع کریں لاہور کے پتہ پر خط لکھئے۔ ڈاکٹر مجتبیٰ کی خیریت معلوم نہیں ہوئی ہے۔

والسلام

نیاز مند آغا محمد حسین

(۲)

۱۹/۴/۵۸ برادر محترم السلام علیکم یاد آتا ہے ترجمان القرآن شائع ہونے کے بعد سب سے زیادہ گراں اور اہم اعتراض مولانا ابراہیم سیال کوٹی نے کیا تھا۔ غالباً یہ فرمایا تھا کہ ترجمان القرآن میں الحاد کی تعلیم دی گئی ہے۔ پہلے مولانا آزاد کو اعتراض لکھ کر بھیجا جواب نہیں ملا تو مولانا سیال کوٹی نے اعتراض پریس میں دے دیا۔ اب مولانا آزاد جواب دینے پر مجبور ہو گئے۔ اور اعلان فرمایا کہ خط نہیں ملا تھا۔ اس کے بعد انقلاب میں کچھ چھپتا رہا لیکن یاد آتا ہے کہ ہم جاہلوں

کے پلے کچھ نہیں پڑا۔ ہم اعتراض اور رفع اعتراض کے چکر میں پھنس کر رہ گئے۔ دو ٹوک فیصلہ نہ کر سکے۔ بات یہ ہے کہ بڑے بڑے مولانا جب آپس میں جنگ کرتے ہیں خود تو تاویل و توضیح سے مسلح ہوتے ہیں اور محفوظ رہتے ہیں۔ ہم نہتے سادہ لوح جاہلوں کے اعتقادات کا خون ہو جاتا ہے۔

مولانا آزاد کی تحریر و تقریر سے بطور خود بڑے بڑے نے اکتساب فیض کیا لیکن خود مولانا نے کسی کو اپنے ساتھ رکھ کر تحریر و تقریر انشاء و ادب دینیات یا فنون لطیفہ کی تعلیم نہیں دی اب بھی کسی کی نسبت یہ نہیں کہہ سکتے کہ فلاں شخص مولانا کا شاگرد مولانا کا تربیت یافتہ ہے۔

قدامت پرست علمار کلکتہ مولانا کو کس نگاہ سے دیکھتے تھے آپ کو بھی اندازہ ہوگا یہ دوسری بات ہے کہ زبان و قلم کا لوہا سب مانتے تھے اور اسی کے زور پر وہ امام الہند کہلائے ہیں امید نہیں کہ کلکتہ میں کوئی آپ کے سوال کا صحیح جواب دے سکے گا۔ بہر حال کسی سے دریافت کر دں گا لاہور پہنچ کر اس کا جواب حاصل کرنا کچھ مشکل نہیں۔ شورش بہر سالک کسی سے بھی براہ راست دریافت کر کے آپ کو بتا دوں گا۔

اللہ تعالیٰ آپ کو تندرست و بعافیت رکھے۔ کلکتہ سے غالباً دس بارہ مئی تک خلاصی ہوگی۔ دہلی جانا ضروری ہے۔ خدا کو منظور ہے تو دہلی میں آپ کو سلام کروں گا۔ عبدالمتین کو بہت دنوں سے نہیں دیکھا ہے غالباً وہ بھی دہلی میں ملے گے۔

برادرم قاضی محمد حسین آج شب کو رانچی جا رہے ہیں۔ تین روز وہاں ٹھہر کے بعد کونی بر جائیں گے۔

نیاز مند

آغا محمد حسین



۹ ۱/۵۸ برادرم السلام علیکم مولانا آزاد مرحوم سے پہلے نام کے واقف تھے غالباً سنہ ۱۹۰۶ء کا واقعہ ہے ٹیٹا گڑھ (متصل کلکتہ) میں ہندو مسلم فساد ہوا۔ مولانا آزاد اور ڈاکٹر عبداللہ سہروردی لیڈر تھے پہلی مرتبہ ان دونوں بزرگوں کی زیارت ہوئی۔ محمود نامی ایک مدراسی اور خاکسار کا کام یہ تھا کہ جہاں جلسہ ہو لیڈران موصوف کے ساتھ ہٹو بڑھو میں شریک جہاں یہ لوگ جائیں وہاں جانا ہمارے لئے باعث فخر تھا لیکن الہلال کے دور میں کچھ کچھ زیادہ قریب سے دیکھنے کا موقعہ ملا۔ رانچی کی زندگی سے واقف رہے نظر بندی سے رہا ہونے کے بعد بھی وہ ہمارے سامنے رہے۔

سرگزشت آزاد جو بقول مرتب (ملیح آبادی) خود مولانا کی زبانی ہے افسوس کہ اس میں اس زمانہ کے واقعات وحالات نہیں ہیں جس سے ہم بھی واقف ہیں مجھ کو اس کتاب سے دلچسپی نہیں ہوئی۔

تاج محمد صاحب کا آج تار آیا ہے وہ ۱۵ ارمئی کو دہلی پہنچنے میں دو دن وہاں ٹھہریں گے ۱۸ ۱۹ امئی تک کلکتہ آئیں گے۔ ۲۰ کے بعد مجھے فرصت ہوگی آپ پھلواری میں ہوئے تو یہاں سے سیدھے پھلواری جاؤں گا ورنہ کوئی برا امید ہے کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔

اغا محمد حسین

(۴)

$\frac{6}{8\ 5}$ —— ۲۰ —— برادر محترم السلام علیکم میں یکم جون کو کلکتہ سے ڈھاکہ چلا گیا اور کل کی رات ڈھاکہ سے بذریعہ پلین لاہور آگیا ہوں۔ ترقی یافتہ دور میں وہ بیچارے چودھری اور شیخ صاحب باقی نہیں رہے جو رسالہ راہ نجات اور مذہبی کتابیں بیچا کرتے تھے چودھری چراغ دین سراج دین کتب فروش کشمیری بازار لاہور بھی اللہ کے پیارے ہو گئے جنھوں نے الفاظ القرآن شائع کی تھی اب تو جدھر دیکھئے علمستان دائرہ ادب مرکز ادب دبستان اور کتابستان جیسے مرعوب کن نام ملیں گے لیکن نام بڑے درشن چھوٹے کسی مذہبی یا فنی کتاب کا نام لیجئے تو وہ نظر اٹھا کر اس طرح دیکھتے ہیں کہ گویا اردو کتب فروش کی دکان پر آپ جرمنی اور روسی کتابیں ڈھونڈھنے کی حماقت کر رہے ہیں ان بیچاروں کو نام بھی معلوم نہیں۔ میں نے آج کئی دکانوں میں جستجو کی لیکن یہ کتاب نہیں ملی بہر حال پھر تلاش کروں گا۔ اور مل گئی تو بھیج دوں گا۔

مولانا آزاد کے مضمون کی تلاش میں میں رات مہر صاحب سے گھر پر ملا۔ انھوں نے اس مضمون کے متعلق تمام واقعات اسی طرح سنائے کہ گویا کل کی بات ہے اور ان کو سب کچھ یاد ہے مولانا آزاد کو مولانا سیال کوٹی کے اعتراض کی کس طرح خبر ہوئی کس نے جواب لکھنے پر آمادہ کیا مولانا سیالکوٹی جب مولانا سے کلکتہ میں ملے تو کیا گفتگو ہوئی۔ مولانا سیال کوٹی نے کہاں تک تحریری تصدیق کی اور کس حد تک زبانی۔ میں نے اپنا مدعا ظاہر کیا تو بڑی خوشی کا اظہار کیا اور فرمایا اور میں نے مولانا آزاد کے مکاتیب اور بعض مضامین ترتیب دے کر کاتب کو دے دیا ہے اس میں وہ پورا مضمون بھی ہے کتابت ہو رہی ہے اور کتاب جولائی کے آخر تک شائع ہو جائے گی

تم اس سے وہ مضمون لے سکتے ہو اگر تم کو جلدی ہے تو اس کاتب سے مسودہ واپس منگوا کر اس کی نقل دے سکتا ہوں۔ لیکن اس طرح میرے کام میں حرج ہوگا۔ اور کتاب کی اشاعت میں دیر ہو جائے گی۔"
میں نے مولانا مہر کا عذر مان لیا۔ مہر صاحب نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں اپنے قلم سے اپنے معلومات اس مضمون کے متعلق لکھ کر دوں گا۔ اس میں وہ گفتگو بھی درج ہوگی جو مجھ سے اور مولانا سیال کوٹی سے ہوئی تھی جس کا کچھ حصہ مولانا سیال کوٹی نے اپنی تحریر میں شائع کر دیا ہے اور کچھ زبانی باتیں اشاعت سے رہ گئی ہیں۔

میں نے شکریہ کہا واقعہ یہ ہے کہ مہر صاحب نے کچھ لکھ کر دیا تو اس مضمون کی اہمیت بڑھ جائے گی آپ کی کیا رائے ہے؟ وہ بار بار یہ کہتے رہے کہ اپنے دوست سے پوچھ لو میں نے اپنی طرف سے تو ہاں کہہ دی ہے وہ اس کے لئے بھی تیار ہیں کہ مسودہ کی کتاب مکمل ہو جائے تو اس کی اشاعت سے قبل مسودہ سے مضمون کی نقل کاتب سے لکھوا کر مجھ کو دے دیں۔

گرمی نے نڈھال کر دیا ہے بنگال میں شدت کی گرمی تھی لیکن لاہور تو جہنم بنا ہوا ہے بارش کا کہیں پتہ نہیں اللہ رحم کرے۔

امید کہ آپ مع الخیر ہوں گے۔

والسلام
آغا محمد حسین

(۵)

۵۸-۸-۴ — برادرم السلام علیکم مہر صاحب مولانا آزاد کے پرانے عقیدت مند صاحب تصنیف و تالیف اچھے انشا پرداز کہنہ مشق صحافی اور علمی و ادبی ذوق رکھتے ہیں۔ ذہن اور حافظہ بھی خوب ہے پچاس برس کی زندگی تاریخ ظاہر ہے کہ آغا صاحب کو اس سے کیا نسبت۔ ایسے آدمی سے مل کر شوق زیارت پورا کرنے یا کوئی ضرورت ہو تو اپنی غرض پیش کرنے کے سوا کسی موضوع پر گفتگو کی جائے لیکن وہ جو کسی نے کہا ہے دہلی میں بارہ برس بھاڑ جھونکتے رہے" کل بکواس کی دلچسپ گاڑی چلی تو مسلسل دو گھنٹہ کے بعد رکی۔

مولانا سیال کوٹی کا اختلافی مضمون، مہر صاحب کا مولانا آزاد کو آگاہ کرنا اور جواب دینے پر اصرار کرنا، مولانا ابراہیم مرحوم کا کلکتہ جانا اور مولانا آزاد سے وعدہ اور وقت تعین

کرنے کے بعد پھر نہ ملنا مولانا آزاد کا تحریری جواب مہر صاحب کے سامنے مولانا سیال کوٹی کا اظہار تشفی لیکن مولانا سیال کوٹی کا اختلافی مضمون شائع کرنے کے بعد پھر اپنی تشفی کا اعلان نہ کرنا مولانا آزاد کا کہنا کہ سورۃ فاتحہ کی تفسیر پورے قرآن مجید کی تفسیر نہیں اس میں توحید اور اصول توحید بتانے کی کوشش کی گئی ہے دوسرے احکام شرعیہ اور اس کی قطعیت کا بیان اپنے اپنے موقعہ پر آئے گا۔ سیال کوٹی کا جواب اپنے موقعہ پر احزاب کی تفسیر میں ملے گا۔ پوری کہانی مہر صاحب نے سنائی۔

ملیح آبادی کی کتاب کی اشاعت کا حق پاکستان میں شورش کاشمیری ایڈیٹر چٹان نے لے لیا ہے۔ کتابت ہو رہی ہے۔ عنقریب چھپ کر پاکستان کے بازار میں آجائے گی۔ مہر صاحب سے معلوم ہوا کہ اس کا دوسرا حصہ بھی ملیح آبادی عنقریب شائع کرنے والے ہیں۔ مہر صاحب اس کتاب کی ثقاہت پر افسوس کرتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ میری کتاب عنقریب شائع ہو جائے گی اس میں مجھ کو ملیح آبادی کی کتاب سے متضاد باتیں ملیں گی۔ یہ بھی فرمایا کہ دوسرا حصہ شائع ہونے کے بعد شاید میرے لئے یہ ضروری ہو جائے گا کہ مولانا کی پوزیشن صاف کرتے اور ان کی شخصیت کو اصلی خدوخال میں پیش کرنے کی کوشش کروں۔

ایک نئی بات مہر صاحب نے یہ سنائی کہ تذکرہ کا دوسرا حصہ مولانا آزاد نے خود لکھوا کر ایف ڈی احمد کو دیا تھا (فضل دین احمد سیال کوٹی جو نظر بندی رانچی کے زمانہ میں الہلال پریس کے نگراں تھے اور پریس کے پرزے بیچ بیچ کر اپنا خرچ پورا کرتے رہے روزانہ زکریا اسٹریٹ (کلکتہ) آکر زندہ پراٹھے شوق فرمایا کرتے تھے اسی نسبت سے ہماری پارٹی قادری مظفر وغیرہ نے مسٹر زندہ پراٹھا کا خطاب دیا تھا۔ ڈی احمد نے باوجود تقاضا پھر مسودہ مولانا کو واپس نہیں کیا نہ خود شائع کیا وہ فوت ہو گئے معلوم نہیں مسودہ کس کے پاس ہے۔

کل مہر صاحب نے کہا کہ کاتب بیمار ہو گیا تھا انشاء اللہ ایک ہفتہ کے بعد کتابت مکمل کر کے کاتب مضمون واپس کرے گا اس کے بعد بڑی خوشی کے ساتھ مضمون کی نقل فوٹو اپنا موجودہ مضمون سب کچھ دے دیں گے۔ آپ کا نام سن کر وہ دماغ پر زور دیتے رہے کہ قاضی صاحب کو میں نے کہیں دیکھا ہے۔

ڈاکٹر قادری کو لکھ رہا ہوں کہ مدرسہ دعوت وارشاد میں تفسیر سورہ فاتحہ پر جو نوٹ لکھا گیا تھا اگر محفوظ ہے تو اس کی ایک نقل دیں اور آپ کو یاد ہو گا وہ کہتے تھے کہ ترجمان القرآن کے سورۃ فاتحہ

کی تفسیر میں وہ روح نہیں ہے۔

امید کہ مزاج عالی بخیر ہوگا۔ آغا محمد حسین

(۶)

برادر مکرم السلام علیکم

آپ نے لکھا تھا کہ دارالارشاد کے طالب علم سے جو تفسیری نوٹ کی نقل آپ نے لی تھی وہ سو صفحات پر ہے۔ میں نے پروفیسر اکبر کو جو خط لکھا تھا اس میں نوٹ کے صفحات کا بھی ذکر کر دیا تھا۔ ماشاءاللہ پروفیسر صاحب کا حافظہ بہت مضبوط ہے اور جواب سنجیدہ اور معقول محمد حسین زمان (جن کا نام پروفیسر صاحب نے اپنے خط میں لکھا ہے) کے متعلق میں نے عبدالمجید سالک سے دریافت کیا تھا تو فرمایا کہ کئی سال ہوئے اللہ کو پیارے ہو گئے۔

میں چاہتا تھا کہ مضمون کی تصدیق ہو جائے اور کسی کو اعتراض نہ ہو لیکن یہ نہ ہو سکا۔ بہر حال آپ ایک نقل ضرور بھیج دیجئے کہ میں مہر صاحب کو دے دوں امید کہ مزاج عالی بخیر ہو گا۔ والسلام

اکبر صاحب نے مجھ کو جو جواب دیا تھا وہ درج ذیل ہے۔

پروفیسر محمد اکبر منیر ام اے پی ای ایس (ریٹائرڈ)

۵۸-۱۰-۹ - گجرات

جناب مکرم سلام مسنون

۱۔ آپ کا گرامی نامہ مل گیا ہے۔ عنایت کا شکریہ

۲۔ زمیندار کالج سے میرے درس و تدریس کا سلسلہ منقطع ہو چکا ہے آپ نے نوازش نامہ کالج کے پتہ پر ارسال فرمایا اس لئے اور چند دیگر وجوہ کی بنا پر آپ کا مکتوب مجھے دیر میں ملا۔ اور جواب میں تاخیر ہو گئی۔

۳۔ میں کلکتہ ۱۶ اکتوبر سنہ ۱۹۱۵ء کو پہنچا۔ اور ٹھیک یکم اپریل سنہ ۱۹۱۶ء کو لاہور آنے کے لئے وہاں سے روانہ ہوا اس دوران میں جو واقعات پیش آئے وہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے حافظے میں محفوظ ہیں مجھے کوئی ایسا واقعہ یاد نہیں کہ میں نے کلکتہ میں کسی کو اپنے نوٹ بک کی نقل کرنے کی اجازت دی ہو۔ اپنے رفقاء درس میں سے دو صاحبوں سے میں زیادہ

مانوس تھا ۔ یہ دو میڈیکل کالج کے طالب علم تھے ایک صاحب کا نام مظفر اور دوسرے کا نام قمرالدین تھا۔ یہ دونوں بہاری تھے ایک مونگیر اور دوسرے گیا کے رہنے والے تھے۔ اپنی روانگی سے بیشتر میں نے ایک خاص خیال کے ماتحت اپنے نوٹ قمرالدین صاحب کے حوالہ کئے تھے کہ بعد میں لاہور پہنچ کر انھیں لکھوں گا اور نوٹ منگواؤں گا لیکن پے در پے واقعات نے کچھ ایسی صورت پیدا کردی کہ میں ان سے فوراً خط و کتابت نہ کرسکا اور رفتہ رفتہ یہ بات ذہن سے اتر گئی اور وہ نوٹ انھی کے پاس رہے لیکن میرے نوٹ بہت مختصر تھے۔ میں رات کو لکچر سنتا تھا اور علی الصباح نماز فجر کے بعد نوٹ کرلیتا تھا۔ یہ نوٹ اتنے صفحات پر نہیں آسکتے جن کا آپ نے اپنے مکتوب میں ذکر فرمایا ہے۔ بہرحال اس کے لئے جناب قمرالدین صاحب کی طرف رجوع کرنا چاہئے جو گیا کے رہنے والے تھے اور غالباً ڈاکٹر ہوں گے۔

۴۔ دوسرے رفیق دارالارشاد جن کے متعلق آپ نے ارشاد فرمایا ہے ان کا نام محمد حسین زمان تھا وہ خاص گوجرانوالہ شہر کے رہنے والے تھے واپسی پر لاہور میں جب میں کالج میں پڑھتا تھا ان سے اکثر ملاقات ہوا کرتی تھی۔ پھر ایک مدت کے بعد ۱۹۲۳ء میں ملتان میں ملاقات ہوئی۔ یہ پچیس سال کا واقعہ ہے اس کے بعد ان سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی وہ مولانا عبدالمجید سالک کے دوست تھے اگر آپ جناب موصوف سے ان سے متعلق استفسار فرمائیں تو ممکن ہے وہ آپ کو مزید معلومات بہم پہنچا سکیں۔

باقی بہر وجوہ خیریت ہے امید کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔

والسلام

آپ کا مخلص اکبر منیر

(۷)

۳۲۔۱۰۔۸

برادرم السلام علیکم

خدا کرے آپ تندرست و توانا ہوں۔ مہر صاحب سے ملاقات ہوئی۔ خلاف توقع کراچی میں دیر ہوگئی وہ آج ہی لاہور واپس آئے ہیں وعدہ کرتے ہیں کہ دو تین دن کے اندر مضمون لکھ کر دوں گا۔ میں نے ان سے کوئی اچھا سا نام تجویز کرنے کی درخواست کی ہے۔ مہر صاحب اپنی تازہ تالیف مکتوب مولانا آزاد پر مقدمہ کا اضافہ کر رہے ہیں اس لئے کتاب کی اشاعت میں ہفتہ عشرہ دیر

ہو گی اکبر منیر مدرس سے ریٹائر ہو چکے ہیں معلوم ہوا تھا کہ فی الحال وہ زمیندار کالج میں پروفیسر ہیں خط لکھا اب تک جواب نہیں آیا ہے اس لئے شبہ ہے کہ وہ گجرات میں نہیں ہیں لیکن ابھی زیادہ دیر نہیں ہوئی جواب کا وقت باقی ہے۔ (نوٹ اکبر صاحب نے جواب دیا جو اس خط کی نقل سے پہلے نقل کیا جا چکا ہے۔

(مؤلف)

ہر صاحب سے ایک نئی بات معلوم ہوئی فرماتے ہیں

"۵۶ء میں دہلی میں مولانا آزاد سے ملاقات ہوئی۔ تو وہ تفسیر قرآن پر عربی میں مقدمہ لکھ رہے تھے مولانا نے فرمایا کہ کل ۲۴ باب ہوں گے بیس باب مکمل کر چکے تھے اکیسواں زیر تحریر تھا مولانا نے فرمایا تھا کہ یہ کتاب مصر میں چھپواؤں گا۔ عربی میں اس لئے لکھا ہے کہ ساری دنیا مستفیض ہو پھر اردو میں منتقل کرنا آسان ہے۔ مولانا کا دعویٰ تھا کہ اس مقدمہ کو پڑھنے اور سمجھ لینے کے بعد پڑھنے والا تفسیر پڑھنے سے بے نیاز ہو جائے گا۔ قرآن کے ہر پہلو پر سارے مباحث اس مقدمہ میں آ گئے ہیں لیکن مرحوم کا یہ عظیم الشان کارنامہ اب کہاں ہے کس کے پاس ہے معلوم نہیں۔ اجمل صاحب کے تازہ خط سے معلوم ہے کہ عبدالرزاق ملیح آبادی دہلی سے مستعفی ہو کر نورالدین کے ساتھ کلکتہ چلے گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے مولانائے مرحوم کا مقدمہ ان دونوں کے پاس ہو۔"

ملیح آبادی کے عقاید و اعمال اور مولانا مرحوم میں بہت تفاوت ہے شاید مسودہ ملیح آبادی کے ہاتھ لگ گیا ہو اور وہ من مانی اضافہ کرنے کے بعد مولانا سے منسوب کر کے یا خود اپنے نام سے شائع کریں یہ میرا احتمال ہے لیکن ان سے یہ حرکت بعید نہیں۔ اپنے برادرم قاضی عبدالمتین کے دوست نورالدین کی صلاحیت معلوم۔

والسلام

آغا محمد حسین

نوٹ:۔ آغا صاحب کا ملیح آبادی صاحب کے بارے میں خیال صحیح نہیں۔ محض بدگمانی ہے یہ صحیح ہے کہ مولانا آزاد اور ملیح آبادی صاحب کے خیالات میں یکسانیت نہیں لیکن ملیح آبادی صاحب خود ذی علم آدمی تھے۔ انھیں اس علمی چوری کی ضرورت نہیں دوسرے ایسی کوئی بات ظہور میں آئی بھی نہیں۔

(مؤلف)

(۸)

برادرم السلام علیکم　　میں حافظ۔ یہ عالم۔ مولانا آزاد مرحوم نے قرآن کی آیتیں فارسی

رسم الخط میں تحریر کی ہیں۔ میں نے اسے نقل میں خط نسخ میں کر دیا ہے آپ تصحیح کریں۔

فوٹو میرے پاس ہے۔ میں سوچ رہا ہوں صرف ایک فوٹو آپ کو بذریعہ ڈاک رجسٹرڈ بھیج دوں رسید ملنے کے بعد دوسرا اور رہبر صاحب کی تحریر ملنے کے بعد میرا فوٹو بھیجوں گا مقصود یہ ہے کہ آپ کے پاس پہنچ جائے راہ میں ضائع نہ ہو۔

آغا محمد حسین

مولانا منت اللہ صاحب رحمانی۔

مکرم جناب قاضی صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ

جناب کا تار میرے غائبانہ میں پہنچا۔ اس لئے نہ جواب دے سکا اور نہ حاضر ہو سکا۔ جناب امیر شریعت کا حادثہ ارتحال ۱۹۸۰ء کی ہیبت ناکی کو صحیح ثابت کرتا ہے اس قحط الرجال میں اچھے لوگوں کا اٹھتے جانا کچھ اچھی نشانی نہیں ہے۔ رب کریم حضرت مرحوم کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور آپ حضرات کو ان کا صحیح جانشین تلاش کرنے میں کامیابی نصیب ہو۔ جناب مرحوم کے پس ماندگان تک میری تعزیت پہنچا دیں۔ میں دو ایک روز میں پٹنہ پہنچ کر تعزیت کے لئے حاضر ہوں گا۔ انشاء اللہ والسلام

منت اللہ

سری کرشن سنہا وزیر اعلیٰ بہار

۲۰ / اپریل ۱۹۵۸ء

(۱)

ڈیر قاضی صاحب

مجھ کو آپ کا ۵ / اپریل کا خط ملا۔ جس میں آپ نے گریڈھ میں آریہ سماجیوں کی سرگرمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔ میں اس معاملہ میں تحقیقات کر رہا ہوں۔

ایس کے سنہا

(۲)

میرے مخلص قاضی احمد حسین صاحب

آپ کا ۷ / جولائی کا خط ملا۔ جس میں آپ نے بابو ماتھ تھانہ بلاموں کے قصابوں کی گرفتاری کا تذکرہ کیا ہے۔ میں اس کی تحقیقات کر رہا ہوں۔

ایس کے سنہا۔

پندرھواں باب

مکاتیب جناب قاضی احمد حسین

ڈاکٹر راجندر پرشاد کے نام

مکرمی آداب عرض ہے

۱۲ نومبر ۴۵ء کو مسٹر یونس کے یہاں جو گفتگو ہوئی تھی اس کو یاد دلاتے ہوئے یہ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ چونکہ موجودہ انتخابات کے لئے ہماری مسلم پارلیمنٹری بورڈ نے جمعیۃ علماء بہار و امارت شرعیہ کی حمایت حاصل کر لی ہے اور ظاہر ہے کہ ان دونوں مذہبی اداروں کی حمایت کے بغیر ہم الکشن کامیابی کے ساتھ نہیں لڑ سکتے۔ اس جمعیۃ علماء اور امارت شرعیہ کا ہم سے مطالبہ ہے کہ ہم ان کو اطمینان دلائیں کہ ہم انتخابات میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد مسلمانوں کے مذہبی حقوق کو حکومت سے منگوالیں گے اور اس کی حفاظت کریں گے اس لئے لازمی طور پر مسلم پارلیمنٹری بورڈ یہ چاہتا ہے کہ یہ بورڈ کانگریس ورکنگ کمیٹی یا پارلیمنٹری بورڈ سے گفتگو کر کے امارت شرعیہ کو اپنی جانب سے اطمینان دلائیں تاکہ انڈی پنڈنٹ پارٹی اور کانگریس سے جیسا تصادم پچھلے زمانہ میں ہوا اس کا اندیشہ جاتا رہے اور کانگریس اور جمعیۃ علماء بہار کا تعاون آپس میں دور تک اور دیر تک رہ سکے۔

آپ نے یہ فرمایا تھا کہ مذہبی امور کے متعلق کانگریس کے بنیادی مذہبی حقوق کے اگر وہ امور خلاف نہ ہوں گے تو ہو سکتا ہے اور اگر اس کے خلاف ہوں گے تو ہمیں بھی مرکز سے دریافت کرنا ہوگا۔ میں نے یہ عرض کیا تھا کہ میں ان مذہبی امور کو لکھ کر بھیجدوں گا جو پچھلے کانگریسی حکومت

کے زمانہ میں وجہ نزاع بنے رہے تاکہ آپ اسے دیکھ کر فیصلہ کریں کانگریس کے بنیادی مذہبی حقوق سے ان کا تصادم ہوتا ہے یا نہیں جو مسلمانوں کے مذہبی قسم کے معاملات سے متعلق ہیں۔

وہ امور حسب ذیل ہیں

(۱) الف۔ ابتدائی تعلیم میں مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم لازمی کی جائے۔

نوٹ:۔ کانگریس کی پچھلی حکومت میں کافی مناقشہ کے بعد وزیر تعلیم نے دیہات سدھار کے جلسہ میں کہا تھا کہ میں مولانا سجاد صاحب کے کہنے سے اس اصول کو تسلیم کرتا ہوں کہ ابتدائی تعلیم میں مسلمانوں کے لئے مذہبی تعلیم لازمی کی جائے گرچہ اس پر عمل درآمد کا موقعہ نہ آیا۔

ب۔ اس سلسلہ میں مولانا مرحوم نے فرمایا تھا کہ فی الحال یہ کام بغیر خرچ کے کیا جاسکتا ہے اس طرح کہ ان تمام پرائمری اسکولوں میں جہاں دو یا دو سے زیادہ معلم ہیں ایک معلم کا مسلمان ہونا لازم کیا جائے بقیہ ایک استاد کا مدرسہ اس کے متعلق غور کیا جائے گا۔

(۲) اعلیٰ مذہبی تعلیم کے لئے مدرسہ اکزامینیشن بورڈ کے نام سے جو بورڈ ہے اس میں ارکان کا تقرر حکومت کرتی ہے اس کو انتخابی اصول پر کر دیا جائے۔ اور تعلیم وتربیت نصاب وغیرہ میں اس کو آزادی دی جائے۔

نوٹ:۔ ابھی مدرسہ اگزامینیشن بورڈ کے ارکان کو حکومت مقرر کرتی ہے اس کو مدرسہ کے فارغ طلبہ کے انتخاب پر رکھا جاسکتا ہے (جیسے یونیورسٹی میں ہے)

(۳) مسلمانوں کے اوقاف کے تحفظ کا ایک ایسا مسودہ جس میں جایداد وقف قبرستان مساجد مسلمانوں کے ذریعہ ہو (جیسا کہ سکھ گردوارہ کا قانون ہے)

نوٹ:۔ اسی طرح کا قانون پچھلی حکومت نے بنایا تھا جو تکمیل کو نہ پہنچ سکا اور وہ امارت وجمعیۃ کے نقطۂ نگاہ سے کافی ناقص تھا مولانا سجاد صاحب کی کوششوں کے باوجود وزیر تعلیم اصلاح پر آمادہ نہ ہوسکے۔

نوٹ از مولف۔ انتخابات کے بعد ڈاکٹر محمود صاحب وزیر تعلیم ہوئے تو انھوں نے اس مطالبہ کے پیش نظر وقف ایکٹ بنوایا۔ انھوں نے منتخب بورڈ تو نہیں بنوایا لیکن بورڈ میں ایسے لوگ لے لئے گئے جو مذہبی رجحان رکھتے تھے اس کا کیا حال ہوا اس کا معمولی اندازہ قاضی صاحب

اور بورڈ کے عنوان کے تحت جو کچھ لکھا گیا اس سے ہو سکتا ہے)

(۴) خلع و تفریق وغیرہ جیسے مقدمات کے لئے مخصوص عدالتوں (مسلم قاضیوں) کے تقرر کا ایک قانون بنایا جائے۔ جب تک ایسا قانون نہ بنے اس وقت تک ایک سرکلر جاری کر دیا جائے کہ ایسے مقدمات صرف مسلمان حکام کے اجلاس میں پیش ہوں اس لئے کہ مسلمان اسلامی شریعت کے قانون سے زیادہ واقف ہیں جو اسلامی احکام کے ماتحت فیصلہ کریں۔

(۵) ایک مستقل کمیٹی حکومت بہار امارت شرعیہ کے مشورے سے بنائے جو ان مذہبی قوانین کے بارے میں جو اسمبلی میں پیش ہوں اسلامی نقطۂ نگاہ کو حکومت کے سامنے پیش کرتی رہے اور اس کمیٹی کا یہ بھی فرض ہو کہ پچھلے زمانہ میں مسلمانوں کے مذہبی قوانین میں جو غلطیاں انگریزی دور حکومت میں ہو گئی ہیں ان کی اصلاح کے متعلق بھی حکومت کو مشورہ دے اور ان امور کے متعلق بھی حکومت کو باخبر رکھے جن کا اثر مسلمانوں کے مذہب پر حکومت کے واسطہ سے مخالفانہ پڑ رہا ہو یا پڑ سکتا ہو جہاں تک یاد ہے تذکرہ صدر امور ہی باہمی تصادم کا باعث بنے اگر یہ امور کانگریس کے بنیادی مذہبی حقوق کے خلاف نہ ہو تو ہمیں خوشی ہوگی اگر بہار کانگریس ورکنگ کمیٹی یا پارلیمنٹری بورڈ ان امور کو قبول کر کے امارت شرعیہ اور جمعیۃ علماء کو مطمئن کرے۔

امید ہے جواب باصواب سے جلد تر آگاہ فرمائیں گے۔ احمد حسین

صدر مسلم پارلیمنٹری بورڈ

(۲)

۱۹ دسمبر ۴۵ء پھلواری شریف

مکرمی آداب عرض ہے

وہ خط جو میں نے آپ کو ۲۲ نومبر کو بھیجا تھا وہ پھلواری ڈاکخانہ سے ۲۳ نومبر کو روانہ ہوا جیسا کہ اس کے مہر سے معلوم ہوتا ہے اور اس پر ۲۷ نومبر کی دیگھا کی مہر ہے اور غالباً اسی دن وصول ہوا ہے گرچہ دستخط میں ۲۶/۱۱/۴۵ لکھا گیا ہے میں رجسٹری کی جوابی رسید بھی اسی خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

فقط احمد حسین

۲۲ نومبر کو جو خط راجندر بابو کو لکھا تھا وہ ان کو نہ ملا دوبارہ اس کی نقل اس خط کے ساتھ روانہ کی گئی ہے۔

(۳)

۱۹ دسمبر ۱۹۴۵ء

پھلواری شریف پٹنہ

مکرمی آداب عرض ہے

آپ کا گرامی نامہ ۱۹ دسمبر ۱۹۴۵ء وصول ہوا۔ میں کوشش کروں گا کہ جواب کی تاخیر کا اثر الکشن کے کاموں پر نہ پڑے اور ۲۳ دسمبر کو مسلم پارلیمنٹری بورڈ میں باہمی اعتماد سے کام ہو اور مجھے یقین ہے کہ ایسا ہو جائے گا۔

یوپی میں یہ سوال پیش آیا یا نہیں مجھ کو نہیں معلوم البتہ جمعیتہ علماء سہارنپور کے اجلاس مئی ۱۹۴۵ء میں سارجنٹ اسکیم کے سلسلہ میں جو تجویز پاس ہوئی ہے اور اس کے مذہبی تعلیم کے متعلق جمعیتہ کے احساس کا اندازہ ہوتا ہے وہ تجویز حسب ذیل ہے۔

"جمعیتہ علماء ہند کے اجلاس کو افسوس ہے کہ سارجنٹ اسکیم میں مسلمانوں کی مخصوص تعلیمی ضروریات کا کوئی تذکرہ نہیں ہے دراں حالانکہ ۱۸۸۲ء کے ہنٹر کمیشن سے لے کر اس وقت تک ہر کمیشن اور کمیٹی نے ان کے متعلق خیال کیا ہے نیز انگریزی تعلیم کے ساتھ مسلمانوں کی مذہبی تعلیم کے انتظام کا کوئی ذکر نہیں ہے جس کے بغیر مسلمانوں کی تعلیم مکمل نہیں کہی جاسکتی دراں حالانکہ انگلستان میں یہودیوں کی آبادی صرف چھ فی ہزار ہے اور جدید تعلیمی مسودہ قانون میں ان کی مذہبی تعلیم کی بھی ذمہ داری لی گئی ہے نیز مسلمانوں کو ہرگز منظور نہیں ہے کہ ان کے لڑکے اور لڑکیاں ایک ساتھ تعلیم پائیں۔"

اس سلسلہ میں اگر میں اس خواہش کا اظہار کروں کہ میں چاہتا ہوں کہ ہمارے صوبہ کی کانگریسی حکومت مسلمانوں کی حقیقی مذہبی خواہشوں اور تمناؤں کی پوری پوری ترجمان اور مددگار ہو تاکہ مسلمانوں کو احساس ہو کہ کانگریسی حکومت واقعی ان کی قومی حکومت ہے۔

مسلمانوں کی قومیت اور ان کی پوری زندگی کا محور مذہب ہی ہے یا یوں کہئے کہ مسلمانوں کی زندگی کا پورا ڈھانچہ مذہب ہی کی روح پر قائم ہے اگر مسلمان کے مذہب کو اس سے جدا کر دیجئے تو اس کی موت ہے جسے ظاہر ہے کہ وہ بخوشی قبول نہیں کر سکتا۔ انگریزوں کے خلاف جو نفرت اور غصہ مسلمانوں کو رہا ہے اس کی بنا زیادہ تر یہی ہے کہ ہر شعبۂ زندگی میں انگریزوں نے ان کے مذہب کو کمزور کیا اور ان کی نسلوں کو بے دین بنایا جس کے بعد

نہ وہ اچھے شہری رہے نہ بہتر ہم سایہ۔

میری دلی آرزو ہے کہ کانگریس اور کانگریسی حکومت کے متعلق ہمیں اس کا احساس نہ ہو کہ اس حکومت کی بنا بھی انگریزی حکومت کی طرح مادیت اور لادینیت پر ہے اور کانگریسی حکومت کے قیام کے بعد بھی ہم اپنے مذہبی معاملات میں انگریزی حکومت کے دور کی طرح بے بس اور لاچار ہیں۔

مجھے معلوم ہے کہ مذہب کے نام کے ساتھ عدم رواداری کا نقشہ لوگوں کی نظروں میں پھر جاتا ہے اس کی وجہ یقیناً مذہب کی عدم رواداری نہیں ہے بلکہ یہ ہے کہ ہم مذہب کی تاریخ کو مغربی مادیت کی عینک لگا کر دیکھتے ہیں۔ مذہب میں رواداری نہ ہوتی تو ابوالکلام آزاد آپ کی صف میں نہ ہوتے میں یقین رکھتا ہوں کہ مسلمان اگر اسلام کی حقیقی روح کو سمجھ لیں اور ہندو اگر سناتن دھرم کی روایتی رواداری کے حامل ہو جائیں تو ہماری دنیا چین اور مسرت کی دنیا بن جائے۔

میں کانگریسی حکومتوں سے یہ امید رکھتا ہوں کہ وہ ہندو مسلمانوں میں اس روح کو بیدار کریں گی جو ہندوؤں کی روایات اور مسلمانوں کے مذہب نے انہیں دی ہیں۔

میں اسی گم شدہ چین اور مسرت کو واپس لانے کا خواہشمند ہوں لیکن اگر مجھ سے میری یہ امید اور خواہش چھین جائے تو میں اس امید سے خالی زندگی میں کوئی لذت نہیں پاؤں گا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ مندرجہ بالا خیالات کا اظہار کر کے میں نے مسلمانوں کے مذہبی طبقہ کی سچی نمایندگی کی ہے۔

احمد حسین ۔۔۔۔

مولانا ابوالکلام آزاد کے نام

پھلواری شریف پٹنہ

حضرت مولانا السلام علیکم ورحمۃ اللہ

(۱) صوبہ بہار میں کانگریس اور انڈی پنڈنٹ پارٹی میں جو تصادم ہوا امید ہے کہ آپ کے حافظہ میں محفوظ ہوگا۔ اب انڈی پنڈنٹ پارٹی کی جگہ مسلم پارلیمنٹری بورڈ ہے۔ کانگریس اور بورڈ کے درمیان کافی بے اطمینانی ہے اس کے دور کرنے کے سلسلہ میں میں نے ایک خط راجندر بابو کو لکھا ہے جس کی نقل خط کے ہمراہ ہے۔

(۱۱) آپ کا قیام آج کل اتنا قریب ہے کہ طبیعت چاہی کہ آپ سے مل کر تفصیل سے حالات پیش کروں لیکن صحت کا یہ حال ہے کہ شب کو پلنگ سے دور استنجا کو بھی نہیں جا سکتا تنفس کی وجہ سے رات کا بیشتر حصہ بیٹھ کر کاٹتا ہوں دن کے وقت سطح زمین پر تو کچھ چل لیتا ہوں غیر سطح زمین پر چلنا مشکل ہے سیڑھی پر چڑھنا تو ناممکن ہے اس حالت میں سفر دشوار ہے مجبورا یہ خط لکھ رہا ہوں۔ میری خواہش تھی کہ آپ کوئی تائیدی خط راجندر بابو کے نام جلد روانہ فرمائیں تاکہ ان کو یکم دسمبر تک خط مل جائے ۲ر کو کانگریس ورکنگ کمیٹی کی میٹنگ ہے معلوم نہیں آپ کا قیام کب تک یہاں کی طرف رہے گا۔

(۱۱۱) کانگریس کی خواہش ہے کہ کافی جگہوں پر کانگریس سے براہ راست اُمیدوار کھڑا کرے ایسی صورت میں یہ بات اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ میں نے راجندر بابو کو جمعیۃ و امارت کے ذمہ دار لوگوں کے مشورہ کے بعد یہ خط لکھا ہے اگر کانگریس نے میرے مشورہ کو قبول نہ کیا تو اس کی وجہ سے الکشن میں ہم لوگوں کو کافی نقصان ہوگا۔

احمد حسین

(۲)

پھلواری شریف پٹنہ

۲۸ دسمبر ۴۵ء

حضرت مولانا السلام علیکم

۳۰ر نومبر ۴۵ء کو میں واپسی کے وقت نیاز حاصل نہ کر سکا۔ اس لئے کہ وقت کم تھا۔ میں نے جو خط ۲۲ر نومبر ۴۵ء کو راجندر بابو کو لکھا تھا، ۱ر تاریخ کو ملاقات کے وقت معلوم ہوا کہ ان کو نہ ملا۔ شاید ان کے آفس میں گم ہے میں نے ۱۹ر دسمبر کو پھر اس کی نقل ان کی خدمت میں بھیج دیا۔ ان کا جواب اور میں نے پھر جو جواب دیا ان کی نقل روانہ خدمت ہے۔ آپ نے وعدہ فرمایا تھا کہ کلکتہ میں آپ اس کے متعلق ڈاکٹر راجندر پرشاد سے گفتگو کریں گے لیکن افسوس ہے کہ وہ اپنی بیماری کی وجہ سے کلکتہ نہ جا سکے۔

اگر الکشن سے پہلے صوبہ کانگریس الکشن بورڈ یا ورکنگ کمیٹی یا اور کوئی ذمہ دار شخص اس کو قبول کرے تو توقع ہے کہ مسلمانوں کے ایک طبقہ کی تسکین ہو جائے گی اور الکشن

میں بھی اس کا فائدہ ہم لوگوں کو ضرور پہنچے گا۔

احمد حسین

مولوی عبدالغنی صاحب ایم ال سی کے نام

۱۱ دسمبر ۱۹۵۱ء
مکرمی السلام علیکم

آپ قانون وقف میں ترمیم کرنے والے تھے امید ہے مسودہ تیار ہو گیا ہو گا یا تیار کر رہے ہونگے۔ ۳۱ جنوری ۱۹۵۱ء کو سنی مجلس اوقاف میں آپ حضرات نے کچھ ترمیمیں پاس کی تھیں معلوم نہیں اس کی کاپی آپ کے پاس ہے یا نہیں اس لئے یہ کاپی بھیج رہا ہوں۔ معلوم ہوا ہے کہ آخر جنوری میں کوئی سیشن ہو گا۔ امید ہے اس میں آپ کا ترمیمی مسودہ آجائے گا۔

احمد حسین

مولانا حکیم شاہ محمد صاحب فردوسی شاگرد رشید مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ

برادرم محترم شاہ محمد صاحب فردوسی السلام علیکم

کارڈ موصول ہوا۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے تقریب جشن مسرت بخوبی انجام پائے۔ خیر اور خوبی اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے میں ہے حضور کی سنت اس خیر کی طرف رہنمائی ہے۔ کیا اچھا ہو کہ ابتدا سے آخر تک کیا جائز ہے اور کیا ناجائز رخصت پر عمل نہ کر کے حضور کی سنت پر عمل ہو اور پورا پروگرام حضور کی اپنی تقریب یا حضرت سیدہ کی تقریب کے نمونہ پر ہو اور لوگ دیکھ لیں کہ حضور کی زندگی میں شادی کی مسرت کیسی حقیقی مسرت تھی اگر کام رسم و رواج کی راہ پر چل پڑا ہو تو اس کے روکنے میں کوئی دقت بھی نہیں۔ بیٹے اور بیٹی دونوں کے آپ ہی سرپرست ہیں پھر آپ کا اور بیٹوں کا منصب ہدایت کا ہے۔ اچھا ہے صاحبزادوں کا امتحان بھی ہو جائے گا اور ان کو بھی اپنی حقیقت معلوم ہو جائے گی کہ کتنے پانی میں ہیں اگر کامیاب نکلے سبحان اللہ۔ آپ کی اور ان گنت اشخاص کی فلاح کی خوشخبری ہو گی۔ ایک بزرگ نے کیا دل دوز بات فرمائی ہے کہ شادی کی تقریب ایسی ہوتی ہے کہ آدمی نائی دھوبی مزدور اور مہتر تک کی خوشی کا خیال رکھتا ہے اگر وہ ناراض ہو جاتا ہے تو مناتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہماری بدعملیوں اور بے عملیوں سے کیسی روحانی اذیت ہے اور امت کی اس کیفیت پر کیسی ناراضگی کاش ہم لوگ اپنے عمل خیر اور اتباع سنت سے

اس کی توفیق پائیں کہ حضور راضی ہو جائیں۔ یہ ڈراما یہ تمثیل بابرکت کتنی موجب ہدایت ہوگی اور آپ دیکھیں گے کہ حق اور باطل کو کیسا نکھار دینے والی ہوگی۔ ہزار وعظ کی مجلسیں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتیں اور آپ میں ہر شخص کو سو سو شہیدوں کا ثواب ملے گا کہ حضور کی سنت جاری کرنے کا ذریعہ بن گئے۔

میرا حال یہ ہے کہ اب سفر چاہے آرام سے آرام کا ہو تکلیف دہ ہو جاتا ہے پھلواری سے دہلی اور دہلی سے پھلواری کے سفر میں بیمار ہو جاتا ہوں۔ دہلی کی واپسی ضروری ہے ورنہ آپ میری شرکت روحانی کا یقین کیجئے۔ احمد علی ان کے سب بھائیوں حکیم طاہر ان کے سب بھائیوں کو سلام فرما دیں۔ میں دل کی زبان سے اس خط میں آپ کے واسطے سے ان سے باتیں کر رہا ہوں۔ برادرم محمد عثمانی سلمہٗ کو بھی سلام کہدیں۔

● احمد حسین ●

مولانا شاہ معین الدین احمد ندویؒ کے نام

دار المصنفین شبلی منزل اعظم گڑھ

۱۰ر جنوری ۱۹۷۵ء

مکرمی السلام علیکم

عرصہ سے ڈراوڈین کے مکمل تاریخ کی تلاش ہے۔ ابھی حال میں مولانا ریاست علی صاحب سے ایک ملاقات میں اس بات کا پتہ چلا کہ کچھ دن ہوئے کہ حیدرآباد کے ایک پروفیسر نے جو مدراس ہی کے رہنے والے تھے ڈراوڈین کی تاریخ پر اردو میں ایک تفصیلی کتاب لکھی ہے جو تقریباً دو ڈھائی سو صفحات پر مشتمل ہے۔ دار المصنفین کی لائبریری میں موجود ہے اس وقت باعث تکلیف دہی یہ ہے کہ اس کتاب کا صحیح نام اور کس مکتبہ یا ادارہ سے شائع ہوئی ہے ان تمام تفصیلات سے براہ کرم مجھے مطلع فرمائیں۔ وہ کتاب ہمیں دستیاب ہو سکتی ہے یا نہیں؟ یا اس موضوع پر اور کوئی کتاب اردو میں آپ کے پیش نظر ہو تو اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ ممنون ہوں گا۔

جناب سید صباح الدین عبد الرحمٰن صاحب کی خدمت میں سلام عرض کر دیں۔

والسلام

● احمد حسین ●

انور صاحب مدراس کے نام

۲ر دسمبر ۱۹۶۱ء

برادرم السّلام علیکم

امید ہے کہ آپ کا مزاج بخیر ہوگا۔ یہ خط ایک ضرورت سے لکھ رہا ہوں آپ سے گفتگو ہوئی تھی کہ میں قدیم ہندوستان کی آبادی کے مذہب تمدن نسل زبان کے متعلق کچھ جاننا چاہتا ہوں اور اس سلسلہ میں آپ نے فرمایا تھا کہ ڈاکٹر اہرن فل (EHREN FEL) نے تحقیقات کی ہے انگریزی میں ان کی تحقیقات شائع ہوگئی ہے تو اس کے پبلشر کے پتہ کی ضرورت ہے تاکہ میں اس۔ سے منگوا سکوں۔

نیز آپ نے ایک مسلمان کا نام لیا تھا کہ ان کی تحقیقات ہیں کہ تامل زبان اور عربی بہت قریب ہے ان کی اس تالیف کے انگریزی یا اُردو ایڈیشن کی بھی ضرورت ہے۔ اس لئے جس زبان میں بھی شائع ہوتی ہو اس کے پبلشر کا پورا پتہ چاہیئے تاکہ دیکھ سکوں۔

اور ان صاحب کا نام بھی بھول گیا ان کے نام اور پتہ سے بھی اطلاع دیں تاکہ اگر کچھ دریافت کرنا ہو براہ راست بھی کر سکوں۔

آپ نے مجھ کو تامل زبان کے کچھ عوامی گیت بھی سنائے تھے جو توحید پر تھے اور جس سے یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ ڈراویڈین قوم میں توحید کا تصور قدیم ہے اس قسم کے گیت اور ان کے ترجمے اور اس کی تحقیق پر کوئی کتابچہ (BOOKLET) اگر انگریزی یا اردو میں ہو تو اس کے پتہ سے بھی مطلع فرمائیں۔

اپنی خیریت سے اور مندرجہ بالا امور سے مطلع فرما کر شکریہ کا موقع دیں۔

احمد حسین

محمد عثمانی مؤلف کتاب کے نام

نوٹ :- پہلا خط کے ام منشی صاحب کی ایک کتاب کے سلسلہ میں ہے جس میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا تذکرہ نامناسب انداز میں تھا۔)

۵ر جنوری ۱۹۵۶ء

(۱)

از دہلی

برادرم محمد عثمانی صاحب السّلام علیکم

(۱) میں نے کل اور پرسوں دو لفافے یکے بعد دیگرے بھیجا ہے اور کل پھر تار بھی دیا۔ اس سے حالت معلوم ہوئی ہوگی۔ مولانا آزاد کے سکریٹری نے جو بیان دیا تھا اس میں یہ تھا کہ کتاب ضبط ہو جائے گی اور منشی صاحب کی معافی کا اعلان ہو گا اور ہوا یہ کہ جس مجلس نے شائع کیا اس کے سکریٹری نے یار جسٹرار نے افسوس ظاہر کرتے ہوئے کہا کہ ہم بازار سے واپس لے لیتے ہیں۔

میرا خیال ہے کہ کتاب کو ضبط ہونا چاہیئے یہ کم سے کم بات ہے اس لئے میرے خیال میں امارت کی طرف سے اس کے ایجی ٹیشن کو منظم کرنے کا سامان کرنا چاہیئے اور پروگرام ایسا ہو کہ کسی تصادم کا خطرہ نہ ہو اور وہ یہی ہو سکتا ہے کہ کسی جمعہ کو مسجد میں جلسہ ہو اور تجاویز پاس کر کے وزیر اعظم ہند کے پاس بھیج دی جائیں۔

اس سے قوم میں نظم اور زندگی دونوں پیدا ہوگی۔ اگر ایسا نہ ہو گا تو امارت پر ایسے موقعہ پر اعتراض ہو گا غالباً ۲۴ ستمبر کا یہی جمعہ اب آپ کو ملے گا۔ کام کی تفصیلات پر آپ مشورہ کریں۔

(نوٹ۔ پھلواری شریف اور پٹنہ کے جلسوں میں راقم الحروف نے شرکت کی اور تقریریں کیں پٹنہ کا جلسہ غلام سرور صاحب کی کوششوں سے ہوا تھا۔ مولانا عبدالخبیر صاحب نے صدارت فرمائی تھی عبدالقیوم صاحب انصاری وزیر بہار نے بھی شرکت کی اور تقریر کی تھی۔ اس کے بعد حکومتِ بہار نے پہل کر کے اس کتاب کو خلاف قانون قرار دے دیا۔ مزید ایجی ٹیشن کی ضرورت نہیں رہی۔ (مؤلف)

(۲) مبلغ مولانا احمد علی سلمہ کو اب آنا چاہیئے ان کو خط لکھدیں اور مبلغ مولانا شفیع الدین صاحب کو بھی کہ وہ ۱۷ صفر تک اپنے کام پر آجائیں میں بھی انشاء اللہ ۱۷ تک آجاؤں گا۔

(۳) مبلغ مولانا یونس صاحب اب کیسے ہیں اگر خبر نہ ہو تو خط لکھ کر پوچھ لیں میں آج خط لکھوں گا۔

اس بات کو صاف کر دینا چاہیئے کہ ہڑتال اور جلوس ہرگز نہ ہو ورنہ بڑا نقصان ہو گا۔ یوپی میں جو خبر اس وقت تک ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ عوام قابو میں نہیں رہے۔

دعا گو

احمد حسین

(۲)

نئی دہلی ۱۱ ستمبر ۵۸ء

برادرم سلمہٗ السلام علیکم

آپ کا لفاف ملا۔ میرا حال یہ ہے کہ فلیٹ بس پھلواری ہی جیسا ہے غسل خانہ یا خانہ سب قریب پلنگ کے پاس ایک بڑی میز ہے پلنگ پر بیٹھا اس میز پر سے ناشتہ کھانا لے کر کھاتا ہوں۔ لکھتا پڑھتا بھی ہوں پارلیمنٹ ہر روز نہیں جاتا جب جاتا ہوں دوا وغیرہ کھا کر تیار ہو کر جاتا ہوں قریب ترین پھاٹک پر اترتا ہوں۔ اور دو تین جگہ بیٹھ کر پارلیمنٹ ہال میں پہنچتا ہوں۔ اسی طرح واپس ہوتا ہوں۔ اس بے بسی میں جو کچھ ہو سکے کروں گا۔

حساب کے متعلق میرا خیال ہے کہ زیادہ سے زیادہ صحیح حساب امارت کے ہمدردوں تک پہنچ جائے حساب موجود رہتے ہوئے یہ شائع کرنا یا دیر کرنا صحیح نہیں کیونکہ دشمنوں نے جو جھوٹی باتیں اڑائی ہیں ان کی اس طرح تصدیق ہو جاتی ہے البتہ کاغذ کی گرانی کی وجہ سے کم سے کم تعداد میں چھپے ایک ساتھ میں سب حساب نکال دیا جائے تاکہ وصول و باقی و تحویل سب معلوم ہو سکے۔

پٹنہ کا کام اچھا ہے اگر بانکی پور اور پٹنہ میں معاون کمیٹیاں بنانے کا موقعہ ہو تو بعض نئے شعبے بنا کر تعمیری کام شروع کیا جا سکتا ہے اس سلسلہ میں اگر روپے کے ساتھ کام کرنے کو وقت کا چندہ مل جائے تو خوب ہو غور کیجئے ہاں کام پہلے سوچ کر تب وقت کا چندہ لیا جائے ورنہ لوگ جلد بھول جائیں گے اگر حالات سازگار نہ ہوں تو جس طرح کام ہو رہا ہے اسی طرح کام رہے طلب الکل فوت الکل نہ ہو۔ البتہ کچھ نوجوان تیار کرنا چاہیے۔

والسلام

احمد حسین

(۳)

۱۰۱ ساؤتھ ایونیو

نئی دہلی ۲۷ نومبر ۵۹ء

برادرم محمد عثمانی صاحب السلام علیکم

آپ کا لفاف ملا۔ مع خط امیر صاحب اور آپ نے جو جواب دیا اس کی نقل یہاں کاؤنسل آف اسٹیٹ کے ممبروں میں ساؤتھ انڈیا کے بڑے پر جوش شیعہ ہیں۔ انھوں نے پارلیمنٹ کے مسلمان

ممبروں کو جمع کرنے کی کوشش کی۔ مجھے خبر لگ گئی اگر مجھے خبر نہ مل جاتی تو شاید وہ مجھ سے پارلیمنٹ میں نہ کہتے ۲۵ نومبر کو چند ممبر جمع ہوئے۔ میں پندرہ منٹ دیر سے پہنچا۔ اچھی گفتگو رہی بلکہ جھڑپ بھی رہی راوی کا بیان ہے کہ میں نہ پہنچتا تو یہ بات طے ہو جاتی کہ کتاب معاویہ ویزید کے خلاف وزیر اعظم کے پاس ایک وفد جائے۔ میں نے کہا چھوٹے چھوٹے مسائل کے لئے وفد لے جانا مسلمانوں کے بڑے مسائل کی طرف سے وزیر اعظم کو بے توجہ کرنا ہے مولانا حفظ الرحمٰن صاحب نے کہا کہ کتاب کی ضبطی تو ٹھیک ہے لیکن اب اس کے جواب میں جو کتاب آئی ہے اس میں خلفاء اربعہ اور حضرت عائشہ پر جو کچھ ہے اس کی بنا پر اس کتاب کو اور لکھنؤ سے شائع شدہ کتاب جو خلافت معاویہ و یزید کے خلاف لکھی گئی ہے تینوں ضبط ہونی چاہیئے۔ دسمبر میں جمعیۃ کی مجلس عاملہ ہو گی اس میں یہ مسئلہ پیش ہو گا۔ داؤد مرزا صاحب کا بیان ہے مظہر امام صاحب اور انیسہ قدوائی صاحبہ مرزا صاحب کی تجویز سے بالکل متفق ہیں کہ ضبط ہونا چاہیئے ممکن ہے زبانی یا تحریری طرح پر اس کی تحریک پرائم منسٹر یا ہوم منسٹری میں ہو ابھی کل تک کچھ پتہ نہ لگا میں سمجھتا ہوں ایسا ہوا تو عام خبر نہ ہو گی۔

اتفاقاً یہاں ایک رسالہ رحیق نامی جس کے ایڈیٹر محمد عطاء اللہ حنیف صاحب ہیں اور مکتبہ سلفیہ لاہور سے نکلتا ہے اس کا آخری پرچہ جون وجولائی ۵۹ء کا نظر سے گزرا۔ اس میں بڑی سنجیدہ تنقید ہے اس کا کچھ ضروری حصہ آپ کی دلچسپی کے لیے اس خط کے ساتھ بھیج رہا ہوں۔

کل ایک کارڈ سراج احمد صاحب کو بھیج چکا ہوں اور کوئی بات لائق تذکرہ نہیں۔

● احمد حسین ●

وزیر تعلیم حکومت بہار کے نام

جناب من۔ میں نے ایک خط آپ کو ۳۱۔ ۸۔ ۵۷ کو بھیجا تھا۔ اور پھر دوسرا خط ۱۲۔ ۸۔ ۵۷ کو کوئی جواب نہیں ملا۔ جمعہ کی نماز مسلمانوں کے یہاں ضروری نماز ہے۔ مجھ کو شکایت ملی ہے کہ جمعہ کی نماز کے لئے طلبہ اور اساتذہ کو بہت کم وقت دیا جاتا ہے۔ اس طرف توجہ فرمایئے اور جواب جلد دے کر پبلک کو مطمئن کرنے کا موقعہ دیجیئے۔

آپ کا مخلص

● احمد حسین ●

نور الاحسن صاحب لکھنؤ مونگیر کے نام

۵ر شوال ۸۳ھ مکرمی السلام علیکم

آپ کا خط ٹین کمانڈ منٹس کے فلم کے متعلق ملا۔

صورت حال یہ ہے کہ خود مسلمان اپنے دین سے ناواقف ہو گئے ہیں آج دہلی میں اولیاء اللہ کی تصاویر کی نقاب کشائی مسلمانوں کی طرف سے کرائی جاتی ہے تصاویر تمام دنیائے اسلام میں اس طرح جاری ہو گئی ہیں جس کا آپ کو اندازہ نہیں مصر اسلامی دنیا میں ممتاز ملک ہے اور پورے عرب کا رہنما ہے وہاں بھی یہ عام ہیں۔

آپ کی حکومت غیر مذہبی ہے اور اسکے یہاں یہ چیز بری نہیں بلکہ بھلی ہے۔ چنانچہ آپ کے ملک میں رام کا ڈراما عبادت میں داخل ہے عیسائی اور یہودی دنیا بغیر کسی خلش کے اس فلم کے ذریعہ توہین انبیا قبول کر رہی ہیں بلکہ اس کو عیسائی مذہب کی تبلیغ کا ذریعہ سمجھتی ہیں۔

میری رائے یہ ہے کہ ہم مسلمانوں کو اپنے علم و عمل سے مسلمانوں میں دین پھیلانے کا کام جاری کرنا چاہیئے تاکہ دین کی وقعت اور اہمیت ہمارے دلوں میں جم جائے اگر مسلمان خوشی سے اس قسم کے تماشوں کا دیکھنا چھوڑ دیں تو خود بخود یہ چیز بند ہو جائے گی ضرورت ہے کہ ہم لوگوں کے دل میں دین کی عظمت بیٹھے اور ہمارے ایمان میں زیادتی ہو آپ حسب مقدور سعی فرمائیں یہ یاد رکھیں کہ اس سمجھانے میں دعوت و تبلیغ سے کام لیں نہ کہ تشدد سے ورنہ کام بننے کے بدلے بگڑے گا۔ اگر آپ کا پٹنہ آنا ہو تو ملاقات کا موقعہ پیدا کریں تاکہ آپ سے پوری بات ہو اور کوشش کی صحیح راہ نکلے۔ میں ۱۵ر مئی کے بعد پھلواری میں رہوں گا۔

والسلام احمد حسین ناظم امارت شرعیہ

اھرن فیل صدر شعبہ انتھر یو لوجی

جامعہ مدراس کے نام

۲ر جنوری ۶۱ء پیارے بھائی

ہمارے ایک بہت ہی قریبی دوست انور صاحب ام پی نے آپ کا تعارف کرایا ہے انھوں نے بتایا کہ آپ قدیم ہندوستان کے باشندوں کی تہذیب تمدن زبان کلچر اور ان کی ابتدا کے

بارے میں تحقیق کر رہے ہیں اور کچھ لکھا بھی ہے۔ میں اس موضوع سے دلچسپی رکھتا ہوں اور مجھے بڑی خوشی ہوگی اگر آپ اپنی ایسی کتاب کا نام اور پتہ لکھ بھیجیں

اگر اس موضوع پر آپ کے علم میں انگریزی میں اور بھی کتابیں ہیں تو ان کی فہرست پتوں کے ساتھ بھیج دیں۔ خصوصیت کے ساتھ ڈراویڈین اور آریوں کی کشمکش اور ڈراویڈین کے زوال پر کوئی کتاب ہو تو اس سے ضرور مطلع کریں۔ میں آپ کا بہت شکر گزار ہوں گا اگر آپ ان کتابوں کے شایع کرنے والوں کے پتے روانہ فرمائیں۔

والسلام

قاضی احمد حسین

بنام قاضی محمد حسین صاحب

۱۶ ۲۴ ۴ - کٹک جیل۔ سپرنٹنڈنٹ جیل و اسسٹنٹ جیلر کے دستخطوں کے ساتھ جس پر لکھا ہوا ہے منظور کیا گیا بھیجا جا سکتا ہے۔

اصبروا وصابروا ورابطوا (القرآن الحکیم)

برادرم سلمہٗ دعا کے بعد واضح ہو کہ

تمہارا خط ملا میں خیریت ہوں۔ کسی طرح کی تکلیف نہیں ہے۔ موسم اچھا ہے گیا جیسی لو بھی نہیں چلتی ہے۔ میرے خط نہ ملنے سے متردد نہ ہونا چاہیے۔ اگر ایسا ہی انتشار ہو تو ڈاکٹر اکرام رسول صاحب کو لکھ کر دریافت کر لیا کریں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل شامل حال ہے۔ اکرام رسول صاحب کی محبت و عنایت نے غربت میں وطن کا لطف دے رکھا ہے۔ آپ نے پھر آنے کا وعدہ کیا تھا۔ بہتر ہے بار بار آنے کی تکلیف گوارہ نہ کریں۔ علاوہ بیکار خرچ کے وقت بھی ضائع ہوتا ہے بھائی وراثت رسول صاحب کو سلام کہہ دیں اور کہہ دیں کہ خرچ میں بھی کفایت شعاری سے کام لیں۔ ہر ہر سنگھ کے معاملہ میں ہوشیاری سے کام لیجیو۔ کوئی جھگڑا نہ ہونے پائے۔ رمضان قریب ہے زکوٰۃ کا حساب کر کے حضرت مولانا سجاد صاحب قبلہ کے پاس بھیج دو اور خود جو خرچ کرنا ہے ان کی اجازت سے خرچ کرو۔ بہتر ہے ورکنگ فنڈ میں بھی مولانا کچھ زکوٰۃ کا روپیہ بھیج دیں۔

بھائی ادریس۔ اسحاق۔ ڈاکٹر پیارے۔ اصغر۔ تمام غلام رسول اور تمام احباب کو سلام

و دعا کہہ دیں۔ قاسم (۔ یعنی قاسم مختار قاضی متین ام پی کے بھائی۔ مؤلف) اور بھائی اظہر صاحب کی خیریت نہیں معلوم (قاضی) متین کے پڑھنے کا سامان کر دیجیو۔ مولوی اسمٰعیل صاحب قبلہ کی رمضان میں خبر لینا چاہیئے۔ کم سے کم جو ہو سکے ان کی مدد کر دگے۔ بیچارے بوڑھے ہو گئے ہیں۔ (اس کے بعد کا حصہ پھٹ گیا ہے نہیں پڑھا جاتا۔ مؤلف)

ع‍ (نوٹ۔ وراثت رسول صاحب کا تعارف قاضی صاحب کے رفقا میں کر دیا گیا ہے۔ وہ گاندھی قومی اسکول کے ہڈ ماسٹر تھے اسی سلسلہ میں کفایت سے خرچ کرنے کی تاکید ہے۔ مؤلف)

بنام ڈاکٹر قمر الدین صاحب

۶/۳ — ۱۹۲۲ کٹک جیل سے سپرنٹنڈنٹ جیل اور جیلر کے دستخطوں کے ساتھ کر بھیجنے کی اجازت ہے۔

ڈاکٹر صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'

مختار ہم سے ملے تھے۔ ان سے محمد سے کچھ جھگڑا ہو گیا ہے۔ چونکہ معلوم نہیں ہے محمد (قاضی محمد حسینؒ) کہاں ہوں گے اس لئے آپ کو لکھ رہا ہوں آپ ان کو خبر کر دیں۔ چنانچہ بنی ان سے جس معاملہ میں جھگڑ رہے ہیں وہ غم کھائیں اور اپنے حق سے سر دست بردار ہو جائیں۔ اگر جھگڑا ہو جائے تو بہتر یہی ہے کہ اپنا ہی تھوڑا نقصان کر کے جھگڑا ختم کر دیں اس لئے ان سے کہہ دیں کہ اگر کوئی جھگڑا ہوا تو ہم کو سخت رنج ہو گا۔

احمد حسین

۶ / مارچ سنہ ۱۹۲۲ ء

نوٹ۔ جھگڑے سے حتی الامکان بچنا قاضی صاحب کی عادت تھی۔ چنانچہ ان سے ایک بار مولوی یونس صاحب مبلغ نے کہا کہ آپ ناظم امارت شرعیہ ہیں دوسرے اپنے کو ناظم امارت شرعیہ لکھتے ہیں تو آپ منع کیوں نہیں کرتے۔ قاضی صاحب نے جواب دیا کہ اس میں میرا کیا نقصان ہے میرے فرائض کی ادائگی میں تو وہ کوئی رکاوٹ ڈالتے نہیں۔ مؤلف)

بنام قاضی محمد حسین

۱۳/۱۰ — ۱۹۲۲ کٹک جیل سپرنٹنڈنٹ جیل اور جیلر کے دستخطوں کے ساتھ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

برادرم سلمہٗ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مندرجہ ذیل کتابیں بھیج دو۔

(۱) اسلامی اصول کی فلاسفی از مرزا غلام احمد قادیانی

(۲) احادیث نبوی کا اقتباس از خواجہ کمال الدین قادیانی

(۳) مہر نبوت از قاضی سلیمان منصور پوری

کسی انگریزی کتب خانہ سے ان کتابوں کی فہرست مع پتہ بھیجو جو ویدا ور ہندو مذہب وفلسفہ پر انگریزی میں لکھی گئی ہو خصوصاً جن کے مصنف ہندوستانی ہیں جیسے تلک وغیرہ۔ چند کتب خانوں کے پتے درج ذیل ہے۔

۱۔ گنیش اینڈ کمپنی مدراس

۲۔ ونکٹیش ور اسٹور بمبئی

۳۔ کھینڈ اس برادرس

دو بکس بھی بھیجدیں۔ ایک تو کتابوں کے رکھنے کو اور دوسرا ایسا جس میں کھانے کی چیزیں رکھی جاسکیں۔ یہاں بلیاں کثرت سے ہیں سحری کے وقت کوئی چیز رکھنی مشکل ہو جاتی ہے۔ عطر اور اگر کی بتی شاید بھول گئے ان کو بھی بھیج دو۔ دو جلدیں یسرنا القرآن اور پارہ عم بھی بھیج دو بے پڑھوں کو پڑھاتا ہے۔ تمام احباب سے سلام شوق کے بعد یہ عرض کر دیں۔ . . . . . . (نوٹ اس کے بعد کا حصہ پھٹ گیا ہے۔ مؤلف)

بنام قاضی محمد حسین

از دفتر وفد خلافت ہندیہ مکہ تاریخ نہیں ہے

برادرم سلمہٗ

الحمد للہ ہم لوگ مکہ بخیریت تمام پہنچ گئے۔ اللہ تعالیٰ تم سب لوگوں کو حج کرائے مکہ معظمہ مدینہ منورہ اور جدہ کے درمیان راستہ نہایت پر امن ہے۔ سلطان (ملک عبدالعزیز) کا رعب بہت ہے۔ مکہ معظمہ کے تمام آثار اور مقابر بری طرح برباد کر دئے گئے ہیں قبرستان اور آثر میں علی العموم

سب لوگوں کو اور خصوصاً حاجیوں کو جانے کی اجازت نہیں ہے۔

علیم سلمہٗ برادرم علی امجد اور بہت لوگ مدینہ طیبہ کی زیارت سے واپس آئے۔ مقابر و مآثر وہاں کے بھی برباد کر دئے گئے ہیں اور اکثر ان کے سامنے برباد ہوئے ہیں۔ مقابر و مآثر کے ساتھ مسجدیں بھی ڈھائی گئی ہیں۔ غرض یہ کہ ہر وہ چیز جس سے صحابہ کرام کی یاد تازہ ہو اس لائق سمجھی گئی ہے کہ برباد کی جائے۔

مجھ کو متعدد ایسے واقعات معلوم ہوئے جس سے مجھ کو یقین ہو گیا کہ حکمراں جماعت کے قول و فعل میں کوئی مطابقت نہیں ہے غرض کہ نجد کی فراست و دانائی پر جس قدر یقین و بھروسہ تھا اب جاتا رہا علی بھائی (مولانا محمد علی جوہر) اور شعیب قریشی صاحب (مولانا محمد علی جوہر کے داماد سابق وزیر تعلیم بھوپال و سفیر پاکستان و روس و الہند۔ مؤلف) بھی از حد کبیدہ ہیں۔ سلطان (ملک عبدالعزیز) بھی ان بھائیوں سے مخول اور ٹھٹھا کرتے ہیں ان بھائیوں کو ملانے کے واسطے زر و زار کی تمام منزلیں طے کی گئیں۔ جب کچھ کارگر نہیں ہوئیں تو اب شاید انھیں بھی ناامیدی ہوتی جا رہی ہے ان کی زبان پر کتاب و سنت کا لفظ موقعہ اور بے موقعہ ہر وقت رہتا ہے لیکن مجھ کو یقین ہے کہ ان کے اعمال اور اقوال کی حمایت ہم حامیین سعود کے لئے بھی ناممکن ہے ابن سعود آ رہے ہیں لیکن کسی نتیجہ کی امید نہ رکھئے وہ تمام وعدے جو کئے گئے تھے سب بھلا دئے گئے ہیں ہاں مولانا ثناء اللہ امرتسری اہل حدیث اور رشید رضا مصری حکومت کے خلاف شکایات کی تاویل کرتے ہیں۔ خطرہ ہے کہ ہندوستان اور مصر کی فضا میں پھر ایک دفعہ مسلمانوں کے درمیان فرقہ وارانہ جذبات (وہابی اور غیر وہابی۔ مؤلف) کا ابھار ہو ان واقعات کو دیکھ کر علماء سوء کے خلاف ترکوں نے جو کچھ کیا اس کو حق بجانب کہنے کو جی چاہتا ہے۔ غرض یہ کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو ہدایت و عقل دے اور ان کو واقعی کتاب و سنت پر عمل کی توفیق دے۔

حج کے بعد انشاء اللہ مدینہ طیبہ جاؤں گا اور وہاں سے انشاء اللہ تعالیٰ ہندوستان واپس آؤں گا۔ ہندوستان کے حالت سے مطلع کرو۔ عیدالاضحیٰ کے موقعہ پر امن رہنے کے واسطے انتہائی کوشش عمل میں لاؤ۔ اللہ تعالیٰ سب لوگوں کو خیریت سے رکھے۔ آمین

تمام احباب یہاں بخیریت ہیں۔

وراثت۔ آغا صاحب اور ندوی کو خط کی نقلیں بھجوادو۔

والسلام احمد حسین

(نوٹ از مولف۔ وفد خلافت کے تذکرہ کے سلسلہ میں یہ لکھ چکا ہوں کہ ہندوستانی وفد مکہ سے خوش نہیں آیا۔ بالخصوص مولانا محمد علی جوہر صدر وفد خلافت بہت ناراض تھے۔ قاضی صاحب وفد خلافت کے رکن تھے۔ اور تمام ارکان کی طرح وہ بھی ملول تھے لیکن جیسا کہ صفحات ماسبق میں ذکر کیا گیا ہے قاضی صاحب ہندوستانی مسلمانوں کے اپنے مسائل کو اہمیت دیتے تھے۔ سعودی حکومت کے خلاف ہندوستانی مسلمان کوئی مؤثر اقدام نہیں کر سکتے تھے البتہ ہندوستانی مسلمانوں کے مسائل سے جو بہت ضروری تھے اور ہیں توجہ ہٹ سکتی تھی اس لئے مکہ سے واپس آکر وہ امارت شرعیہ وغیرہ کے کاموں میں لگ گئے۔ دوسرے کافی عرصہ گزرنے کے بعد قاضی صاحب نے محسوس کیا کہ جو غلطی شروع میں ہوئی (اور وہ غلطی جذباتی تھی) اس کی تلافی اس طرح ہو گئی ہے کہ سعودی عرب میں غیر معمولی امن ہے۔ اسلام کا ضابطہ فوجداری پوری دیانت داری کے ساتھ نافذ ہے۔ چوری وغیرہ اخلاقی جرائم کے واقعات بہت کم ہوتے ہیں نماز وغیرہ فرائض کے لئے سختی ہے۔ حاجیوں کو سہولت مل گئی ہے کہ زیادہ سے زیادہ تعداد میں آکر حج کر سکیں۔ چنانچہ قاضی صاحب اپنی مجلسوں میں اس کا برملا اعتراف کرتے رہے۔ اب مسلمانان عالم کو جو مالی فایدہ ہوا ہے اس کو محسوس کرنے سے پہلے قاضی صاحب اللہ کو پیارے ہو گئے۔



سولہواں باب

انڈی پنڈنٹ پارٹی کا دستور اور انتخابی منشور عام

مرتبہ جناب قاضی احمد حسین

قاضی صاحب کی پارلیمنٹری سرگرمیوں کے تحت انڈی پنڈنٹ پارٹی کی ایک کاروائی درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قاضی احمد حسین صاحب نے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا دستور اساسی اور قواعد و ضوابط مرتب کیا اور مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کی نظر ثانی کے بعد مجلس عاملہ نے معمولی ترمیم و اضافہ کے بعد منظور کیا ہم نے وہاں پر لکھا ہے کہ یہ دستور کتاب کے آخر میں درج ہے جس سے معلوم ہوگا کہ اگرچہ قاضی صاحب الکشن میں امیدوار نہیں ہوئے کسی امیدوار کی حمایت یا مخالفت میں دورہ نہیں کیا لیکن مولانا سجادؒ کے اصرار سے انھوں نے پارٹی کی رکنیت قبول کی تو اس میں اپنا نقش چھوڑا اور ایسا نقش چھوڑا کہ مولانا مرحوم کے انتقال کے بعد انہی کو پارٹی کی صدارت تفویض کی گئی جسے قاضی صاحب نے اس شرط کے ساتھ منظور کیا کہ ارکان مناسب آدمی تلاش کریں مناسب آدمی مل جانے پر وہ صدارت سے علٰحدہ ہوجائیں گے کیونکہ وہ پارلیمنٹری سرگرمیوں پر یقین نہیں رکھتے ہیں۔

انڈی پنڈنٹ پارٹی کا دستور

باب اوّل (مبادیات)

دفعہ (۱)۔ صوبہ بہار کی اس سیاسی جماعت کا نام بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی ہوگا۔

دفعہ (۲)۔ اس جماعت کا دائرۂ عمل صوبہ بہار کے تمام اضلاع پر محیط ہوگا۔

دفعہ (۳)۔ اس جماعت کا صدر دفتر پٹنہ میں رہے گا۔

باب دوم (بنیادی اغراض ومقاصد)

دفعہ (۴)۔ مسلمانوں میں عام بیداری اور سیاسی احساس پیدا کرنے کی سعی کرنا۔

دفعہ (۵)۔ مسلمانوں کے تمام سیاسی اقتصادی معاشرتی اور مذہبی حقوق کی حفاظت اور اس کے حصول کے لئے جد وجہد کرنا۔

دفعہ (۶)۔ مسلمانوں کی معاشرتی اصلاح اور مالی ترقی کی سعی کرنا۔

دفعہ (۷)۔ قوم اور وطن کو غیروں کی غلامی سے آزاد کرانے کی حسب استطاعت سعی کرنا۔

دفعہ (۸) الف۔ اسلامی اور وطنی مفاد کے حصول کے لئے دیگر قوموں سے اشتراک عمل کرنا۔

(ب) اور جب تک باہمی مفاہمت سے مسلمانوں کے تمام قومی و مذہبی حقوق کی حفاظت کیلئے قابل اطمینان اصول پر اتفاق نہ ہوجائے ان حقوق کی حفاظت کرنا جو مسلمانوں کے لئے جدید انڈیا ایکٹ میں مندرج ہیں۔

دفعہ (۹)۔ صوبہ کے تمام بیکار اور بے روزگار مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے اور ان کی بیکاری دور کرنے کی ہر ممکن طریقہ سے کوشش کرنا۔

دفعہ (۱۰)۔ مسلمانوں میں دینی اور دنیاوی تعلیم کو وسیع تر کرنے اور ایسی تعلیم جاری کرنے کی سعی کرنا جو بیروزگاری اور بیکاری کا سبب نہ بنے۔

دفعہ (۱۱)۔ اپنی مادری زبان اردو اور رسم الخط کو ذریعہ تعلیم علوم وفنون قرار دئے جانے کی سعی کرنا۔

دفعہ (۱۲)۔ عدالتی اور دیگر سرکاری محکموں میں اردو زبان اور رسم الخط رائج کرانے کی سعی کرنا۔ سیاسی مسائل اور دیگر اہم امور کی اشاعت عامہ کے لئے اردو میں رسائل وکتب شایع کرنا۔

دفعہ ۱۳ الف اس امر کی کوشش کرنا کہ نظام حکومت کی مشنری خاص بڑے عہدہ داروں پر کم سے کم ہو تاکہ صوبہ کی سرکاری آمدنی کا روپیہ قوم وملک کی ترقی اور عوام کی فلاح و بہبود میں زیادہ سے زیادہ صرف ہو۔

(ب) اور جب کبھی پارٹی مجالس مقننہ میں اپنے منتخب شدہ ارکان کے لئے سرکاری عہدوں کا قبول کرنا تجویز کرے اور حکومت سرکاری عہدہ داروں کی بڑی بڑی تنخواہوں میں تخفیف منظور نہ کرے تو اس پارٹی کا سرکاری عہدہ دار اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ایک مناسب رقم لے کر بقیہ رقم اپنی قوم کے تعلیمی واقتصادی مفاد پر خرچ کرنے کے لئے پارٹی کو دے گا جو مجلس عاملہ کے مشورہ سے خرچ ہوگی۔

دفعہ ۱۴ ۔ اسلامی اصول اور تاریخی روایات کو ملحوظ رکھتے ہوئے دیگر قوموں کے ساتھ حسن سلوک و رواداری برتتے ہوئے ملکی نظام حکومت میں مسلمانوں کی مخصوص ملی و قومی ضروریات کی تحصیل و تکمیل کے لئے جد وجہد کرنا۔

دفعہ ۱۵ ۔ سیاسیات میں مسلمانوں کے تمام مذہبی فرقوں اور نسبی و نسلی قبائل کو متحد رکھنے کی سعی کرنا۔

دفعہ ۱۶ کاشتکاروں مزدوروں تاجروں اور دیگر اقتصادی طبقات کی فلاح و بہبود کی ہر ممکن طریق سے سعی کرنا۔

دفعہ ۱۷ حکومت کے کسی شعبہ میں خاص کر مجالس مقننہ میں جب کبھی ایسے معاملات پیش آجائیں جن کا مذہب سے تعلق ہو تو اس قسم کے تمام معاملات کو امارت شرعیہ صوبہ بہار واڑیسہ میں بھیجنا تاکہ صوبہ کے تمام اسلامی فرقوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہر فرقہ کے مستند عالم دین سے استصواب رائے کے بعد وہ جو کچھ مشورہ دے اس کے مطابق عمل کرنا یا خود امارت شرعیہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے مستند علماء دین کے استصواب رائے کے بعد کسی مسودۂ قانون کے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرے اور وہ پارٹی کو اس کی طرف توجہ دلائے تو ایسے مسودۂ قانون کو مجالس مقننہ سے منظور کرانے کی سعی کرنا۔

تشریحی نوٹ:۔ اگر کسی مسودۂ قانون کے متعلق فرق اسلامیہ کے مذہبی مسایل میں اختلاف ہو تو اس فرقہ کے مستند عالم دین اپنے فرقہ کی طرف سے جو رائے دیں گے اس کی اطلاع امارت شرعیہ پارٹی کو دے دے گی تاکہ قانون میں ہر فرقہ کی رعایت ہو جائے اور کوئی ایسا قانون نہ بن جائے جو کسی فرقہ کے مذہب کے خلاف اس فرقہ پر نافذ ہو جائے۔

باب سوم پارٹی کی رکنیت اور اس کی تشکیل

دفعہ ۱۸۔ اس پارٹی کا ہر وہ شخص ممبر ہو سکتا ہے جو (الف) مرد مسلمان ہو (ب) عاقل و بالغ ہو۔ (ج) صوبہ بہار کا باشندہ ہو (د) اور پارٹی کے تمام اغراض و مقاصد سے متفق ہو (س) دو آنہ سالانہ فیس رکنیت ادا کرتا ہو۔

جنرل کمیٹی

دفعہ ۱۹۔ پارٹی کی ایک مرکزی مجلس ہوگی جس کا نام جنرل کمیٹی ہوگا اور اس کے ارکان کی تعداد (۷) ہوگی جس کی تشکیل حسب ذیل طریق پر ہوگی۔

(الف) ہر ضلع بارہ نمایندے جنرل کمیٹی کے لئے منتخب کرے گا۔

(ب) صوبہ کے پانچ انتخابی شہری حلقوں کو جداگانہ حق نمایندگی مثل اضلاع کے حاصل ہوگا۔

(ج) جن اضلاع میں ایک سے زیادہ انتخابی حلقے ہوں گے اس ضلع کے بارہ نمایندوں کو اسی ضلع کے حلقوں پر تقسیم کر دیا جائے گا چونکہ شہری حلقوں کی نمایندگی علٰحدہ دے دی گئی ہے اس لئے اس تقسیم میں دوبارہ حق نمایندگی نہیں دی جائے گی۔ اور جہاں دو اضلاع مل کر ایک ہی انتخابی حلقہ بنا ہو تو وہاں دونوں اضلاع کو ملاکر بارہ اراکین کی نمایندگی دی جائے گی۔

(د) جنرل کمیٹی اپنے جلسہ میں تیس اشخاص کو خود منتخب کرے گی۔

دفعہ ۲۰ جنرل کمیٹی کے حسب ذیل عہدہ دار ہوں گے صدر ایک نائب صدر چار جنرل سکریٹری ایک ایک جائنٹ سکریٹر چار خازن ایک۔

ان عہدہ داروں کا انتخاب جنرل کمیٹی میں ہوگا

دفعہ ۲۱ جنرل کمیٹی کا ایک تنخواہ دار نائب سکریٹری ہوگا۔

دفعہ ۲۲ جنرل کمیٹی کے تمام ارکان اور عہدہ داروں کو سالانہ تین روپیہ چندہ ادا کرنا لازمی ہوگا۔

دفعہ ۲۳ اس پارٹی کی ایک مجلس عاملہ ہوگی جس کے ارکان کی تعداد ۳۵ ہوگی اور ان کا انتخاب جنرل کمیٹی کے جلسہ میں ہوگا۔

دفعہ ۲۴۔ جنرل کمیٹی کے جو عہدہ دار ہوں گے وہی مجلس عاملہ کے بھی عہدہ دار ہوں گے۔

دفعہ ۲۵ جنرل کمیٹی کے منتخب شدہ ارکان کی تعداد جب ۷۵ تک ہو جائے گی تو یہ تعداد جدید جنرل کمیٹی کے انعقاد کے لئے کافی ہوگی اور جب تک ۷۵ کی تعداد پوری نہ ہوگی سابق کمیٹی بدستور قائم رہے گی اور اس کی تمام کاروائی حسب قواعد وضوابط جائز متصور ہوگی۔

دفعہ ۲۶ جنرل کمیٹی کی پہلی تشکیل کے لئے دفعہ ۱۹ کی پابندی لازمی نہ ہوگی لیکن جب اس پارٹی کی شاخیں صوبہ کے تمام یا اکثر اضلاع میں قائم ہو جائیں تو جنرل سکریٹری کا فرض ہوگا کہ وہ تمام اضلاع کی شاخوں میں نمائندوں کے انتخاب کے لئے ایک تاریخ مقرر کرے اور ان شاخوں کے سکریٹریوں کو اس کی اطلاع دے دے کہ وہ حسب دفعہ ۱۹ نمائندوں کے نام منتخب کر کے صدر دفتر میں کسی معینہ تاریخ تک بھیج دیں۔

دفعہ ۲۷ الف جب ۷۵ نمائندوں کے نام حسب دفعہ ۲۵ صدر دفتر میں آجائیں تو سکریٹری کا فرض ہوگا کہ دو ماہ کے اندر جنرل کمیٹی کا ایک ایسا جلسہ طلب کرے جس میں قدیم اور جدید ارکان مدعو ہوں اور قدیم ارکان اپنا جلسہ کر کے جدید کمیٹی کی تشکیل کریں اور اس کمیٹی کے بعد تمام کام اس کے سپرد کر دیں۔

(ب) جنرل کمیٹی جو حسب دفعہ ۱۹ بنے گی اس کی مدت ایک سال کی ہوگی لیکن ملک کے حالات اور سیاسی مصالح کی بنا پر کمیٹی کی مدت میں ایک سال تک توسیع بھی ہو سکتی ہے۔

دفعہ ۲۸ الف جنرل کمیٹی کے جلسہ کا نصاب (کورم) پچاس ہوگا جبکہ وہ حسب دفعہ ۱۹ قائم ہوئی ہوگی اور عارضی کمیٹی جو حسب دفعہ ۲۶ قائم ہو اس کا نصاب بارہ ہوگا۔

(ب) مجلس عاملہ کے جلسہ کا نصاب (کورم) نو ہوگا۔

دفعہ ۲۹ جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے جلسوں کا انعقاد جب باضابطہ تکمیل نصاب کے بعد شروع ہو جائے تو جب تک اور جتنے دنوں تک اجلاس ہوتا رہے اس میں نصاب کی تکمیل ضروری

نہیں ہو گی۔

دفعہ ۳۰ جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے باضابطہ مدعو جلسہ میں نصاب (کورم) اگر پورا نہ ہو تو اس وقت مقررہ پر یہ جلسہ منعقد نہ ہو گا لیکن اگر سکرٹری کے اس دعوت میں یہ اطلاع بھی ممبروں کو دے دی ہو کہ اگر نصاب (کورم) پورا نہ ہو گا تو جلسہ وقت مقررہ پر دوسرے روز فلاں جگہ ہو گا تو دوسرے روز یہ ملتوی شدہ جلسہ اسی جگہ ہو گا جس میں نصاب کی تکمیل ضروری نہ ہو گی۔

دفعہ ۳۱ جنرل کمیٹی اور اس کے ماتحت کمیٹیوں کے تمام جلسوں میں بصورت اختلاف آرا اکثرت رائے سے فیصلہ ہو گا۔

دفعہ ۳۲ تمام کمیٹیوں کے ہر رکن کی ایک رائے شمار ہو گی۔ بصورت اختلاف رائے صدر کی رائے دو رائوں کے برابر ہو گی۔

باب چہارم

جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے فرایض و اختیارات

دفعہ ۳۳۔ جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ پارٹی کے اغراض و مقاصد مصرحہ باب دوم کے ماتحت تجاویز پروگرام منظور کر سکتی ہے۔

دفعہ ۳۴۔ مجلس عاملہ کی جدید تشکیل جنرل کمیٹی اپنے باضابطہ اجلاس میں کرے گی۔

دفعہ ۳۵۔ جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کو اختیار ہو گا کہ وہ دیگر سب کمیٹیاں حسب ضرورت بنائیں اور اس کے حدود و اختیارات و فرائض کی تعیین کر دیں۔

دفعہ ۳۶ مجلس عاملہ کی تجاویز پروگرام میں جنرل کمیٹی ترمیم و تنسیخ کر سکے گی۔

دفعہ ۳۷ مجلس عاملہ کا فرض ہو گا کہ وہ جنرل کمیٹی کی تجاویز کو عملی جامہ پہنانے کے لئے مناسب کاروائی کرے نیز اس کے پروگرام کو کامیاب بنانے کی سعی کرے۔

دفعہ ۳۸ پارٹی کے مالیات کا حساب و کتاب کی نگرانی جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے ذمہ ہو گی۔

دفعہ ۳۹ مجلس عاملہ دستور ہذا کے باب دوم کے کسی دفعہ میں کسی تغیر و تبدل کی مجاز نہیں ہو گی لیکن دیگر ابواب کے دفعات میں حسب ضرورت تغیر و تبدل کی جا سکتی ہے۔

دفعہ۴۰ جنرل کمیٹی عہدہ داروں کو کسی وجہ معقول سے معزول اور منتخب کر سکتی ہے اسی طرح کسی رکن کو بھی۔

دفعہ۴۱ جنرل کمیٹی اپنے ارکان اور عہدہ داران کا استعفیٰ قبول یا واپس کر سکتی ہے۔

دفعہ۴۲ جنرل کمیٹی میں جب کوئی جگہ کسی ممبر کی کسی وجہ سے خالی ہو جائے یا کسی ضلع کی کمیٹی سے نمایندوں کے نام صدر دفتر میں موصول نہ ہوں تو کمیٹی خالی جگہوں کے لئے اور اس ضلع کے نمایندوں کے لئے ممبر منتخب کرے گی۔

دفعہ۴۳ حسب دفعہ ۱۹ ضمن (د) کے ماتحت جب (۲۰) نمایندوں کا انتخاب کرے گی تو اس وقت یہ لحاظ رکھنا ضروری ہوگا کہ دس نمایندے کاشتکاروں اور مزدوروں کی انجمن سے مسلمان نمایندے کو طلب کرے اگر وہ اپنے نمایندے نہ بھیجیں تو جنرل کمیٹی کو اختیار ہے کہ دس کاشتکاروں اور مزدوروں کو از خود منتخب کرے۔

دفعہ۴۴ جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ اپنے باضابطہ جلسوں میں گزشتہ جلسوں کی کارروائی کی تصدیق و تصحیح کرے گی اور ان کو اختیار ہوگا کہ اپنے منظور شدہ تجاویز و پروگرام میں ترمیم و تنسیخ کریں۔

دفعہ۴۵ مجلس عاملہ کو اپنے ممبر یا عہدہ داروں کے استعفیٰ کے قبول اور واپس کرنے کا اختیار ہوگا و نیز یہ کہ جو جگہ مجلس عاملہ میں کسی وجہ سے خالی ہو جائے اس کی جگہ دوسرے ممبر اور عہدہ دار منتخب کرے۔

دفعہ۴۶ مجلس عاملہ کا فرض ہوگا کہ جنرل کمیٹی کے پاس شدہ تجاویز کو کامیاب کرے و نیز یہ کہ پارٹی کے اغراض و مقاصد اور جنرل کمیٹی کی طے شدہ پالیسی و تجاویز کے ماتحت تجاویز اور پروگرام منظور کر کے مناسب کارروائی کرے۔

دفعہ۴۷ مجلس عاملہ کو ماتحت مجالس کی شکایات و نزاعات سننے اور فیصلہ کرنے کا اختیار ہوگا و نیز یہ کہ صدر دفتر کے ملازمین کے تقرر و معزولی اور ان کی شکایات کی سماعت و فیصلہ کا حق ہوگا۔

دفعہ۴۸ اگر کوئی رکن پارٹی کے اصول و ضوابط پاس شدہ تجاویز یا پالیسی کی ایسی خلاف ورزی کرے جس سے پارٹی کے وقار کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو تو مجلس عاملہ کو یہ حق ہوگا کہ اگر ضرورت

وتفہیم کے بعد بھی وہ ممبر اپنی حرکت سے باز نہیں آئے تو اس کا نام ممبری سے خارج کر دے۔

دفعہ ۴۹ اگر کسی ممبر کو مجلس عاملہ یا جنرل کمیٹی کے عہدہ داروں سے یا پارٹی کے ممبر سے کوئی شکایت ہو اور وہ ان دو مجالس یا کسی ایک میں پیش کر دے تو وہ اس شکایت کی سماعت کرے گی اور بیان شکایات اور اس کے جواب کے وقت دونوں فریق مجلس میں موجود رہیں گے لیکن مجلس وقت بحث باہم اور فیصلہ ہر فریق کو مجلس سے علٰحدہ رہنے کی ہدایت کرے گی اور یہی طریقہ ہر دو مجالس اس وقت اختیار کریں گی جب کسی ممبر کو دوسرے ممبر سے کوئی شکایت ہو۔

دفعہ ۵۰ جب پارٹی مجلس مقننہ میں اپنے نمایندوں کو بھیجنا طے کرے اور جو تجویز یا پالیسی جنرل کمیٹی یا مجلس عاملہ منظور کرے یا کوئی عہدنامہ تیار کرے یا کوئی پابندی نمایندوں پر عاید کرے تو انھیں اس کی پابندی لازمی ہوگی۔

دفعہ ۵۱ مجلس عاملہ اور جنرل کمیٹی جب مناسب سمجھے سال میں ایک مرتبہ صوبہ کے کسی ضلع میں ایک کانفرنس کا انعقاد کرے جس میں صوبہ کی جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے ممبروں وعہدہ داروں کے علاوہ حسب ذیل ممبران واشخاص بھی شریک ہو سکتے ہیں اور یہ کانفرنس پراونشل انڈی پنڈنٹ کانفرنس کے نام سے موسوم ہوگی۔

(الف) اضلاع کے عام ممبران (ب) ہر ضلع کمیٹی کے ارکان وعہدہ دار۔

(ج) وہ اشخاص جن کو مجلس عاملہ یا اس کے عہدہ دار خصوصیت سے مدعو کریں۔

(د) عام مسلمان یا دیگر قوموں کے افراد بہ حیثیت وزیٹر۔

دفعہ ۵۲ (الف) جب کبھی انڈی پنڈنٹ کانفرنس حسب دفعہ ۵۱ منعقد ہوگی تو کانفرنس کے اجلاس عام میں تمام شرکائے اجلاس کو ہر تجویز پر بحث کرنے کا اختیار ہوگا سوائے ان اشخاص کے جو دفعہ ۵۱ ضمن (د) کے ماتحت شریک ہوں اور وقت رائے شماری تمام شرکائے اجلاس کو رائے دینے کا حق ہوگا سوائے ان لوگوں کے جو حسب دفعہ ۵۱ ضمن ج و د شریک اجلاس ہوں۔

(ب) کانفرنس کو اختیار ہوگا کہ مجلس عاملہ یا جنرل کمیٹی کی تجاویز کو مسترد یا اس میں ترمیم کرے

یا کوئی دوسرا پروگرام مرتب کرے اسی طرح جنرل کمیٹی کو بھی مجلس عاملہ کی تجاویز میں ترمیم یا رد کا اختیار ہوگا۔

دفعہ ۵۳ کانفرنس کے انتظامات اور اس کی کاروائی کے لئے مجلس عاملہ جو قواعد بنائے گی اس کی پابندی لازمی ہوگی۔

دفعہ ۵۴ سالانہ کانفرنس بالعموم سال میں ایک دفعہ اور جنرل کمیٹی کی مجلس بالعموم سال میں دو مرتبہ ہوگی اور مجلس عاملہ کا جلسہ کم سے کم ہر تین ماہ میں ایک مرتبہ لیکن غیر معمولی حالات میں مجلس عاملہ جنرل کمیٹی اور کانفرنس کا اجلاس اس سے زیادہ بھی ہو سکتا ہے۔

دفعہ ۵۵ اگر جنرل کمیٹی یا مجلس عاملہ کا جلسہ معمولی صدر و سکریٹری طلب نہ کریں تو جنرل کمیٹی کے دس ممبران اور مجلس عاملہ کے پانچ ممبران کے دستخطوں سے جلسہ طلب ہو سکتا ہے مگر شرط یہ ہے کہ پہلے یہ دستخط کرنے والے ممبران صدر و سکریٹری کو بذریعہ تحریر جلسہ طلب کرنے کی فرمائش کریں اور اس فہمائش کے باوجود صدر و سکریٹری جلسہ طلب نہ کریں تو مذکورالصدر تعداد میں ممبران اپنے دستخطوں سے جلسہ طلب کر سکتے ہیں۔

اسی طرح غیر معمولی حالات میں بھی ممبروں کو اسی قاعدہ کے مطابق خاص جلسہ طلب کرنے کا اختیار ہوگا۔

دفعہ ۵۶ کانفرنس کے صدر کا انتخاب مجلس عاملہ کرے گی اور کانفرنس کی صدارت کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اسی صوبہ کا کوئی آدمی ہو مگر یہ ضرور ہے کہ پارٹی کے اغراض و مقاصد سے متفق ہو۔

دفعہ ۵۷ اضلاع کی ماتحت مجالس کے قواعد و ضوابط کی منظوری اور ان مجالس کے الحاق کو توڑنے کا حق مجلس عاملہ کو ہوگا۔

باب پنجم
عہدہ داروں کے فرائض و اختیارات

دفعہ ۵۸ جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کے جلسوں کی صدارت منتخب شدہ صدر کرے گا اور صدر کی عدم موجودگی میں کوئی نائب صدر کرے گا بشرطیکہ جلسہ میں ایک بھی نائب صدر موجود ہو اگر چند نائب صدر ہوں تو جس نائب صدر کی صدارت پر کثرت رائے ہو وہی صدر جلسہ قرار پائے گا۔

دفعہ ۵۹ صدر یا قائم مقام صدر کا فرض ہو گا کہ جلسہ میں ضبط و نظم کو قائم رکھیں۔

دفعہ ۶۰ صدر کو اختیار ہو گا کہ ایجنڈا کے غور طلب امور میں سے جس امر کو چاہیں بحث و فیصلہ کے لئے پہلے اختیار کرے یعنی ایجنڈا کی ترتیب لازمی نہیں ہو گی لیکن یہ ضرور ہے کہ ایجنڈا کے امور ان امور پر مقدم ہوں گے جو صدر کی اجازت سے پیش ہوں گے۔

دفعہ ۶۱ صدر و سکریٹری کو اختیار ہو گا کہ پارٹی کے مقاصد اور پالیسی کے ماتحت اعلانات شائع اور سرکلر جاری کرے۔

دفعہ ۶۲ صدر کو سکریٹری اور کارکنان دفتر کے کاموں کی نگرانی کا حق ہو گا۔

دفعہ ۶۳ سکریٹری کو اختیار ہو گا کہ خزانہ سے کوئی رقم اپنے دستخط سے ان حدود کے اندر برآمد کرے جو مجلس عاملہ نے معین کر دیا ہو۔

دفعہ ۶۴ صدر کو اختیار ہو گا کہ وہ اپنی غیر موجودگی میں کسی ایک نائب کو اپنے کل اختیارات یا بعض تفویض کرے اور جب صدر بغیر تفویض اختیارات دو تین ماہ کے لئے صوبہ سے باہر جائے تو باجازت مجلس عاملہ کوئی نائب صدر صدارت کے فرائض و اختیارات کو استعمال کر سکتا ہے۔

دفعہ ۶۵ جنرل سکریٹری کے حسب ذیل فرائض و اختیارات ہوں گے۔

الف۔ دفتر کی تنظیم و ترتیب اور دستور ہذا کے اصولوں اور طے شدہ تجاویز و پالیسی کے ماتحت ضروری مراسلات جاری کرنا لیکن کسی اعلان عام یا اہم سرکلر کے لئے ضروری ہے کہ اس کی منظوری صدر سے حاصل کر لی جائے۔

(ب) جنرل کمیٹی اور مجلس عاملہ کانفرنس کے اجلاسوں کی کارروائیوں کو منضبط کرنا اور ان کو رجسٹروں میں محفوظ رکھنا اور کارکنان صدر دفتر و ماتحت مجالس کے کاموں و دفتروں کی نگرانی کرنا۔

(ج) آمد و خرچ کا حساب و کتاب صاف رکھنا۔

(د) پچاس روپیہ تک کے ملازم کا تقرر یا برطرف کرنا۔ لیکن اس سے زیادہ کے لئے صدر کی تحریری اجازت ضروری ہو گی۔ اور بہرصورت ہر تقرری اور برطرفی کو مجلس عاملہ

یا جنرل کمیٹی میں پیش کرنا ہوگا

ہ ۔ ششماہی میزانیہ اور آخر سال میں کل آمد و خرچ کا گوشوارہ مجلس عاملہ میں پیش کرنا۔

و ۔ پارٹی کے جملہ رقوم کو خازن کے پاس جمع کر کے دستخط حاصل کرنا۔

ز ۔ دفتری اور دیگر اخراجات کے لئے سو روپیہ کی رقوم جنرل سکریٹری اپنی تحویل میں رکھ سکتا ہے۔

ح ۔ میزانیہ کے علاوہ غیر معمولی اخراجات پچاس روپیہ تک بہ اختیار خود و سو روپیہ تک باجازت صدر جنرل سکریٹری کر سکتا ہے۔

ط ۔ اضلاع کے کسی کمیٹی کی تنظیم اور اس کی نگرانی کے لئے یا پارٹی کے مقاصد کے نشرو اشاعت کے لئے دورہ کرنا۔

دفعہ ۲۶۔ جوائنٹ سکریٹری جنرل سکریٹری کی عدم موجودگی میں اس کے قائم مقام ہوں گے اور اگر جنرل سکریٹری کسی کو قائم مقامی کے بغیر صوبہ سے باہر ایک ماہ یا اس سے زاید کے لئے جائے تو صدر جس کو قائم مقام کر دے گا وہ جنرل سکریٹری کے اختیارات کو استعمال کرے گا اور سکریٹری جو کام جس جوائنٹ سکریٹری کے سپرد کرے وہ اس کو انجام دے گا۔

دفعہ ۶۷۔ خازن کا فرض ہوگا کہ پارٹی کے تمام رقوم جو اس کی تحویل میں دی جائیں اور برآمد ہوں مفصل حساب ایک مستقل کتاب میں رکھے۔

دفعہ ۶۸۔ خازن کا فرض ہوگا کہ سکریٹری کے تحریری مطالبہ پر کوئی رقم خزانہ سے واپس کرے اور ان تجاویز کو پیش نظر رکھے جو مالیات کے جمع و برآمد کے متعلق مجلس عاملہ منظور کرے۔

باب ششم — مالیات

دفعہ ۶۹۔ پارٹی کے حسب ذیل ذرایع آمدنی ہوں گے

الف ۔ ممبران جنرل کمیٹی و مجلس عاملہ کی فیس رکنیت

ب ۔ ضلع کی کمیٹیوں کی معرفت جو رقوم حسب قاعدہ وصول ہوں۔

ج ۔ عطیات جو ممبروں اور ہمدردوں سے وصول ہوں

د ۔ سیاسی اقتصادی اصلاحی کتب کی اشاعت سے جو رقوم وصول ہوں۔

۵ ۔ اور وہ تمام رقوم جو مجلس کی تجاویز کے ماتحت پارٹی کے فنڈ میں محسوب ہو سکتی ہے ۔

دفعہ۷۰ ۔ پارٹی فنڈ کا تمام روپیہ اس دستور کے قواعد اور مجلس عاملہ کی تجاویز کے ماتحت خرچ ہوگا ۔

دفعہ۷۱ ۔ پارٹی کے لئے رقم دینے والوں کو پختہ رسید دینا لازم ہوگا جس پر پارٹی کی مہر اور جنرل سکریٹری کی دستخط ہوگی ۔

باب ہفتم

ضلع کمیٹیوں کے فرائض و اختیارات

دفعہ۷۲ ۔ ضلع کی مجالس اور کمیٹیوں کو اختیار ہوگا کہ وہ اس دستور کی روشنی میں اپنے لئے قواعد وضوابط وضع کریں بایں شرط کہ کوئی قاعدہ وضابطہ دستور ہذا کے کسی دفعہ کے خلاف نہ ہو ۔

دفعہ۷۳ ۔ تمام ضلع وار کمیٹیوں اور ماتحت مجالس کا فرض ہوگا کہ جنرل کمیٹی مجلس عاملہ اور کانفرنس کے اجلاس کے جملہ منظور شدہ تجاویز کا احترام کریں اور تمام عملی تجاویز کو اپنے حلقہ میں کامیاب کرنے کی پوری سعی بلیغ کریں ۔

دفعہ۷۴ ۔ تمام ضلع کمیٹیوں کا فرض ہوگا کہ عام ممبروں کے نام و پتہ کی فہرست اور ان کے قرطاس رکنیت کو تا انتخاب ثانی محفوظ رکھیں ۔

دفعہ۷۵ ۔ تمام ضلع کے ماتحت مجالس کا فرض ہوگا کہ اپنے جملہ آمدنی کا ایک چوتھائی جنرل کمیٹی کے صدر دفتر میں ہر سہ ماہی کے اندر روانہ کریں ۔

دفعہ۷۶ ۔ ہر ضلع کی کمیٹیوں کا فرض ہوگا کہ ۔

الف ۔ صدر دفتر کے ہر سرکلر کے مطابق عمل کریں ۔

ب ۔ اور جو تجویز و پروگرام صدر دفتر سے شایع ہو اپنے حلقہ کے عام مسلمانوں میں خاص کر پارٹی کے تمام ممبروں میں اس کو مقبول بنانے کی سعی کرنا ۔

دفعہ۷۷ ۔ ضلع کی کمیٹیوں کا فرض ہوگا کہ اگر وہ اپنے لئے کوئی قاعدہ وضابطہ وضع کریں تو اس پر عمل درآمد سے پہلے پارٹی کے صدر مجلس عاملہ سے اس کی منظوری حاصل کریں ۔

دفعہ۷۸ ۔ ضلع کی کمیٹیاں اپنے جلسوں میں تجاویز و عملی پروگرام منظور کر سکتی ہیں بشرطیکہ وہ پارٹی کے مقاصد و پالیسی اور جنرل کمیٹی و مجلس عاملہ کی تجاویز و پروگرام کے خلاف نہ ہوں اور شرط یہ ہے کہ ان پر عمل کرنے سے پہلے صدر دفتر کو اس کی اطلاع دی جائے ۔

دفعہ۷۔ ضلع کمیٹیوں کے ماتحت تھانہ کمیٹی اور تھانہ کمیٹی کے ماتحت مواضعات کی حلقہ کمیٹیاں ہوں گی جن کی تنظیم و نگرانی ضلع کمیٹیوں کے ذمہ ہوئی۔

دفعہ۸۔ ہر ماتحت کمیٹی اپنے عہدہ دار (سکریٹری صدر خازن) اپنے ممبروں میں سے خود منتخب کرے گی۔

بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کا انتخابی منشور عام

اس ملک میں اسلامی حکومت کے زوال کے بعد جب ایک ایسی اجنبی حکومت قائم ہوگئی جس کی بنیاد ہندوستان کے فایدہ پر نہیں بلکہ انگلستان کی بدیشی حکومت کے سیاسی واقتصادی فواید پر رکھی گئی اور ملک کے دوسرے باشندوں کی طرح مسلمان بھی محکومانہ زندگی بسر کرنے پر قانع ہوگئے تو اس کا نتیجہ وہی ہوا جو قدرتاً ہوا کرتا ہے کہ نہ دولت رہی نہ علم و ہنر وہ ہندوستان جہاں کے کارخانوں میں ولایت کے جہاز بنتے تھے جس کے کپڑے کی صنعت اس درجہ پر تھی کہ تقریباً تمام دنیا کی منڈیاں ہندوستانی کپڑوں سے پٹی ہوئی تھیں جن کی بدولت لاکھوں ہندوستانیوں کی روٹی کا سوال حل ہوتا تھا جس کے عطر و مسالے اور دیگر اشیائے لطیفہ کی مانگ ساری دنیا میں تھی انگریزی حکومت کی ناقص حکمتِ عملی کی بدولت تباہ ہوگیا اور ہندوستان فلاکت زدوں کی بستی ہو کر رہ گیا۔

افلاس آج سارا ملک افلاس اور غربت کی مصیبت میں مبتلا ہے۔ مسلمانوں کا افلاس اور ان کی تنگ دستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ تقریباً نوے فی صدی مسلمان نانِ شبینہ کے محتاج ہیں تن ڈھانکنے کے لئے پھٹے پرانے کپڑے بھی میسر نہیں آتے اور بقیہ دس فی صدی اگرچہ اس درجہ محتاج نہیں مگر روٹی اور کپڑے انھیں بھی اطمینان قلب کے ساتھ نہیں ملتے رات دن اسی فکر میں سرگردان و پریشان رہنے پر بھی آبائی عزت و آبرو کا نباہنا مشکل تر ہوگیا ہے۔ زمینداروں کے چہرے اداس کاشتکاروں کے زرد اور بدن لاغر و خشک ہوگئے ہیں۔ غرض ہندوستان کی معاشی حالت بد سے بدتر ہے اور معیشت کی تمام راہیں بند ہیں۔

جہالت نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کی دولت و صنعت ہی غارت ہوگئی بلکہ جہالت بھی عام ہوگئی۔ قدیم علوم و معارف جس سے انسانوں کے دماغ میں روشنی پیدا ہوتی ہے اخلاق بلند و برتر ہوتے ہیں اس کے تمام ذرایع ناپیدا ہوگئے نہ وہ مدارس رہے نہ مسجدوں

اور خانقاہوں میں لوجہ اللہ درس دینے والے، ہر گاؤں میں قدیم مکاتب کا دستور رہا جہاں غریب وامیر کے بچے بغیر کسی امتیاز کے مفت تعلیم پاتے تھے اور جن کے ذریعہ جہالت عامہ کا خاتمہ ہو سکتا تھا انگریزی حکومت نے اپنے استحکام کے لئے انگریزی زبان کے ذریعہ علوم کی تعلیم کا طریقہ جاری کرکے ملک کو مزید تباہی میں مبتلا کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اکثر مسلمانوں نے باپ دادا کی بچی کھچی جائداد کو بیچ بیچ کر اپنے بچوں کو انگریزی تعلیم دلائی لیکن یہ انگریزی خوانی بھی آخر وبال جان ثابت ہوئی قدیم آداب تہذیب اور سادہ زندگی رخصت روح کی پاکیزگی فنا ہو چکی تھی پیٹ پالنے کا سہارا صرف ایک انگریزی تعلیم رہ گئی تھی مگر اس کا بھی اب یہ حال ہے کہ ہمارے ہزاروں نوجوان بی اے ام اے در بدر خاک چھاننے کے بعد بھی بیکاری اور بے روزگاری کی مصیبت عظمیٰ میں مبتلا ہیں جس سے نجات پانے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔

اسلامی تمدن کی تباہی

انگریزی نظام حکومت اور اس کی پالیسی سے مسلمانوں کی دنیاوی زندگی تو ہر طرح تباہ و برباد ہو ہی گئی لیکن سب سے بڑی مصیبت جو نازل ہوئی وہ یہ ہے کہ اسلامی تمدن و معاشرت اور اسلامی کلچر (شعار) کے تحفظ و بقا کا بھی کوئی ذریعہ باقی نہیں رہا انگریزی عدالتوں ہائی کورٹوں کے غیر مسلم ججوں کی فہم وادراک کے سانچوں میں اسلامی قانون کو ڈھال کر اینگلو محمڈن لا بنا دیا گیا جس کو اسلامی احکام کی تخریب و تنسیخ ہی سے تعبیر کیا جا سکتا ہے آج بدقسمتی سے مسلمان اس اینگلو محمڈن لا کو اسلامی قانون سمجھ کر اس کی اتباع پر مجبور ہیں۔

دار القضاء کا انہدام

مسلمانوں کے باہمی تمدنی مذہبی معاملات کے انصرام وانفصال کے لئے اسلامی قانون کے مطابق دار القضاء کا قیام ایک نہایت ضروری امر ہے انگریزی حکومت نے اسلامی محکمۂ قضا کو توڑ کر دار القضاء کو بالکل منہدم کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج مسلمان خالص مذہبی حیثیت سے ہزاروں مصائب میں مبتلا ہیں دنیا و آخرت تباہ و برباد ہے دنیا کی ذلیل ترین زندگی بسر کرنے کے ساتھ صرف ایک محکمۂ قضا نہ ہونے سے بے شمار مسلمانوں کو زبردستی جہنم میں بھیجنے کا سامان مہیا کر دیا گیا کیونکہ بہت سے معاملات ایسے ہیں جن کا فیصلہ کسی حال میں غیر مسلم عدالتوں سے جائز نہیں۔

مجالس مقننہ کا فساد ان تمام مصائب دینی و دنیوی کے علاوہ انگریزی نظام حکومت کا ایک فساد انگیز کارنامہ یہ ہے کہ قانون سازی کے لئے ایسی اسمبلیاں اور کانسلیں مشترکہ تمام قوموں کے ملک میں قائم کردی گئی ہیں جن میں انسانی زندگی کے ہر شعبہ کے متعلق قانون بنتے ہیں اور بنائے جا سکتے ہیں۔

نکاح ہو یا طلاق حج کا سفر ہو یا مقامات مقدسہ کا قبرستان ہو یا عبادت گاہ اوقاف ہوں یا وراثت کوئی ایک چیز بھی ان مشترکہ مجالس قانون ساز کے احاطۂ اختیار سے باہر اور تمام قوانین کی منظوری محض اکثریت کی رائے پر موقوف ہے جس طرح وہ چاہیں قانون بنائیں مسلمانوں کے خالص مذہبی احکام تک میں تنسیخ و ترمیم ہوسکتی ہے اور اس قسم کی فساد انگیز کاروائیوں کے انسداد کا کوئی قابل اعتماد ذریعہ نہ حکومت کے دستور ۱۹۱۹ء میں موجود ہے اور نہ جدید انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء میں بلکہ اس آخری دستور سے مسلمانوں کے لئے مزید خطرات لاحق ہوگئے ہیں۔

مسلمانوں کی ذمہ داری

غلامی پر قناعت اور اس قسم کے تمام دین و دنیا کی تباہی و بربادی کی ذمہ داری بڑی حد تک مسلمانوں کے سر پر عاید ہوتی ہے کہ انھوں نے ایک طرف اجنبی حکومت کی غلامی پر قناعت کرلی جس کے سامنے انگریزوں کا مفاد سب سے مقدم تھا اور اس کے خود ساختہ قوانین کی بلا چوں وچرا اطاعت کرتے رہے غریب کاشتکاروں و مزدوروں کاریگروں کو حکومت کے نظام اور طریق کار سے ناواقف اور اصول کشمکش حیات و رموز زندگی سے بے خبر رکھا۔

نظام ملت سے غفلت اور دوسری طرف نظام ملت کی طرف سے غفلت برتی گئی جو اسلامی زندگی کا لازمی جزو ہے جس کو تمام مسلمانوں کی قومی و مذہبی زندگی کا مرکز ہونا چاہئے اور حق یہ ہے کہ مسلمانوں کی اسلامی زندگی اور مذہبی تحفظ کا یہی ایک واحد ذریعہ عقلاً و نقلاً ہے۔ مگر ہمارے بہت سے مسلمان لیڈروں نے بدقسمتی سے شاید یہ سمجھ رکھا ہے کہ مسلمانوں کی دنیا اسمبلی و کانسل کی ممبریوں اور سرکاری نوکریوں سے بن جائے گی باقی رہا مذہب تو وہ اللہ کا دین ہے وہی اس کا محافظ ہے اس کی ہمیں فکر کرنے کی کیا حاجت۔

تمام مصائب کا علاج

الغرض مسلمانوں کے دین و دنیا کی تباہی کے حقیقتاً دو سبب ہیں ایک اجنبی حکومت کی محکومی دوسرے نظام ملت کی طرف سے غفلت اس مسلمانوں کے تمام طبقات کاشتکار ہوں یا مزدور کاریگر ہوں یا بے روزگار ان کی حالت سدھرنے کے لئے ضروری ہے کہ اجنبی حکومت کی غلامی سے نجات حاصل کی جائے تاکہ ملک کی دولت اسی ملک کے باشندوں پر مناسب طریقہ سے تقسیم ہو اور اس ملک کا روپیہ حتی الامکان باہر جانے نہ پائے۔

اسی کے ساتھ مسلمانوں کی قومی خصوصیات اور مذہبی تحفظ کے لئے اسلامی نظام ملت کو جس کا دوسرا نام امارت شرعیہ ہے مضبوط و استوار کیا جائے تاکہ ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیہ کے فرض سے سبکدوشی حاصل ہو اور اس کی رہنمائی میں تمام مسلمان مذہبی فرقہ بندیوں اور نسلی وقبائلی ٹولی بندیوں سے بالاتر ہو کر متحدہ طاقت کے ساتھ مذہبی احکام وقوانین کے احترام کو قائم کرسکیں کیونکہ مسلمانوں کی جماعتی زندگی کے قیام کے لئے شرعی حکم یہ ہے کہ جب کسی ملک میں اسلامی حکومت موجود نہ ہو تو مسلمانوں پر واجب ہے کہ ایک لائق اعتماد شخص کو امیر منتخب کریں اور تمام مذہبی امور میں جو خدا اور رسول کے حکم کے مطابق ہو اس میں اس کی اطاعت کریں۔

مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی اہمیت

ان ہی دو اہم مقاصد کے حصول کے لئے عرصہ زاید ایک سال سے مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی صوبہ بہار میں قائم ہوئی ہے اور یہی ایک ذریعہ ہے جس سے کھوئی ہوئی آزادی اور ضایع شدہ دولت وعلم اور برباد شدہ نظام ملت کا حصول ہمت وجرأت کے ساتھ ممکن ہے اور اس کی یہی صورت ہے کہ مسلمانوں کے تمام طبقات امیر غریب کاشتکار ومزدور بغیر کسی مذہبی اور نسلی تفریق کے مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں اس طرح مسلمانوں کی عزت وآبرو محفوظ رہ سکتی ہے نہ کسی انگریزی اصلاحات اور ریفارم کے ذریعہ۔

گورنمنٹ اف انڈیا ایکٹ کی عدم مقبولیت

بلکہ اس پارٹی کو یقین ہے کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء غلامی کا ایک بوجھل طوق ہے جس سے غریب مسلمان مزید مصیبتوں میں مبتلا ہو جائیں گے

اور اس ایکٹ کے ماتحت جو حکومت قائم ہوگی اس سے ہندوستانیوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً کسی فایدہ کی توقع نہیں ہے اور اسی وجہ سے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ کانفرنس نے ایک مفصل تجویز میں اس کی حقیقت کو واضح کرتے ہوئے اس کی عدم قبولیت کا اعلان کردیا ہے۔

آزاد دستور حکومت کی تشکیل

اور یہ فیصلہ کیا ہے کہ وہی دستور حکومت قابل قبول ہو سکتا ہے جس کو ہندوستانی اقوام کے مختلف نمایندے باہمی مفاہمت سے تیار کریں جس کی بنیاد کامل جمہوریت پر ہو اور یہ کہ دستور میں تمام اقلیتوں کے حقوق کی کافی ضمانت ہو اسی کے ساتھ مسلمانوں کے لئے خصوصیت سے دستور میں یہ ضمانت ہو کہ اسلامی احکام میں جمہوری حکومت کوئی مداخلت نہیں کرے گی اور یہ مسلمانوں کے باہمی معاملات کے انفصال وانصرام کے لئے مستقل نظام احکام اسلام کے مطابق قائم کیا جائے گا جس کی جمہوری حکومت ذمہ دار ہوگی۔

مجالس مقننہ کی نمایندگی

اس پارٹی کو یقین ہے کہ جبتک آزادی حاصل نہیں ہوتی اور آزاد دستور حکومت تیار نہیں ہوتا ان تمام مصائب کو دور کرنا جس میں اہل ملک عموماً اور مسلمان خصوصاً برطانوی حکومت کی وجہ سے مبتلا ہو گئے ہیں ناممکن ہے اسی کے ساتھ یہ بھی یقین ہے کہ برطانوی حکومت کی قائم کردہ مجلس مقننہ کے ذریعہ آزادی حاصل نہیں ہو سکتی ہے لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انگریزی حکومت رجعت پسند نمایندوں کے ذریعہ غلامی کی مدت کو طویل کرسکتی ہے اور غریب کاشتکاروں اور مزدوروں اور کاریگروں کو زیادہ تباہی میں مبتلا کیا جا سکتا ہے ان تمام مضرتوں سے اہل ملک اور مسلمانوں کو بچانے کے لئے اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے ٹکٹ پر لایق و قابل اور باہمت مسلمانوں کو مجالس مقننہ میں بھیجا جائے۔

نمایندوں کی حکمتِ عملی

ہمارے نمایندے اپنی حکمت عملی سے نہ صرف یہ کہ مسلمانوں کو ان نقصانات سے بچانے کی سعی کریں گے جو غیر مسلم

وسلم رجعت پسندوں یا انگریزوں کی پالیسی سے پہنچنے کا اندیشہ ہے بلکہ سعی کریں گے۔

(۱) ان متشددانہ قوانین کو منسوخ کرایا جائے جو شخصی حریت یا پریس کی آزادی میں حائل ہیں۔

(۲) ان قوانین کو منسوخ کرایا جائے جن سے مذہب اسلام میں مداخلت ہوگئی ہے اور ان مسودات قانون کی مخالفت کی جائے جن سے اسلامی یا قومی مفاد کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو۔

(۳) اس وقت تک کیمونل اوارڈ کی مخالفت کی جائے جبتک کہ باہمی مفاہمت سے اس کا نعم البدل حاصل نہ ہو جائے۔

(۴) رعایا پر سے ٹیکسوں کا بار کم ہو۔

(۵) دینی تعلیم سرکاری اثرات سے آزاد ہوکر جمہور مسلمانوں کے ہاتھ میں آئے۔

(۶) نہر و آبپاشی کے متعلق ایسی اسکیم تیار ہو جو کاشتکاروں کے لئے امکانی آسانی پیدا کرے۔

(۷) ہندوستانی (اردو) زبان و رسم الخط تمام محکموں میں جاری ہو۔

(۸) بے ضرورت عظیم الشان فوج اور بے پناہ فوجی اخراجات کا بار ہندوستان پر سے کم کیا جائے۔

(۹) نظام حکومت میں خاص کر بڑے بڑے عہدہ داروں پر کم سے کم خرچ ہو تاکہ صوبہ کی سرکاری آمدنی کا روپیہ قوم و ملک کی ترقی اور عوام کی فلاح و بہبود پر زیادہ سے زیادہ خرچ ہو اور اگر اس تخفیف کو حکومت نے منظور نہیں کیا اور پارٹی کے ہاتھ میں آئے تو اس پارٹی کا سرکاری عہدہ دار اپنی ذاتی ضروریات کے لئے ایک مناسب رقم لے کر بقیہ رقم اپنی قوم کے تعلیمی اقتصادی مفاد پر خرچ کرنے کے لئے پارٹی کو دے دے گا۔

(۱۰) بہار مسلم انڈی پنڈنٹ کانفرنس کے تجویز کردہ پنج سالہ پروگرام کو کامیاب کرنے کی سعی کریں گے یعنی۔

(الف) جبری تعلیم اور مدارس شبینہ جاری کئے جائیں (ب) نصاب و طریق تعلیم میں انقلاب پیدا ہو اور ہندوستانی (اردو) زبان ذریعۂ تعلیم ہو (ج) نصاب تعلیم سے تمام غلط تاریخی کتابیں خارج ہوں (د) اعلیٰ تعلیم کے اخراجات میں تخفیف ہو (ہ) ہر ضلع میں صنعتی تعلیم کے لئے

اسکول جاری ہوں (د) بہار کے تمام اضلاع خاص کر تربت میں سیلاب کی روک تھام کا کافی سامان کیا جائے (ز) سود کی مصیبت سے ملک کو نجات ہو (ح) کسانوں مزدوروں زمینداروں سرمایہ داروں کی کشمکش مناسب قوانین کے ذریعہ دور اور قانون لگان میں مفید اور ضروری ترمیم ہوں۔

غرض ہمارے نمائندے ایسی تجاویز پیش کرکے منظور کرانے کی سعی کریں گے جن پر عمل کرنے سے ملک و قوم کی اقتصادی اخلاقی تعلیمی حالت درست ہو سکتی ہے اور اس قسم کی مفید عام کارروائیوں میں گورنر کی رکاوٹ پیدا کرنے سے نہ صرف یہ کہ گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ ۳۵ء کا بدترین اور ناقابل قبول ہونا دنیا پر ظاہر ہو جائے گا بلکہ اس حکمت عملی کے سوا اسکی تبدیلی کی اور کوئی بہتر تدبیر نہیں ہو سکتی ہے۔

مسلمانوں سے اپیل

مگر ان سب امور کے لئے ضرورت ہے کہ تمام مسلمان ان چیزوں کو خود سمجھیں دوسروں کو سمجھائیں اور عوام کی نمائندہ جماعت مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی ہی کے امیدواروں کو ووٹ دے کر مجالس قانون ساز میں بھیجیں اور رجعت پسندوں حکومت کی جماعتوں یا افراد کے غلط پروپگنڈوں سے متاثر نہ ہوں اور ووٹ محض قوم و ملت کے مفاد کے لئے استعمال کریں۔ شخصی یا خاندانی تعلقات کیلئے ہرگز ووٹ نہ دیں۔

اس لئے بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کی مجلس عاملہ تمام مسلمان ووٹروں سے اپیل کرتی ہے کہ وہ اس پارٹی کے امیدواروں کو ووٹ دے کر مجالس قانون ساز میں اپنا نمائندہ بنائیں"۔

بہار مسلم انڈی پنڈنٹ پارٹی کے بعض بنیادی اغراض و مقاصد۔

(۱) مسلمانوں کے تمام سیاسی اقتصادی معاشرتی اور مذہبی حقوق کی حفاظت اور اس کے حصول کے لئے جدوجہد کرنا (۲) قوم اور ملک کو غیروں کی غلامی سے کامل طور پر آزاد کرانے کی سعی کرنا (۳) کاشتکاروں مزدوروں تاجروں اور دیگر اقتصادی طبقات کی فلاح و بہبود کی ہر ممکن سعی کرنا (۴) اسلامی اور وطنی مفاد کے حصول کے لئے دیگر قوموں سے اشتراک عمل کرنا اور جبتک باہمی مفاہمت سے مسلمانوں کے تمام قومی و مذہبی حقوق

کی حفاظت کے لئے کامل اطمینان اور اصولوں پر اتفاق نہ ہو جائے ان حقوق کی حفاظت کرنا جو مسلمانوں کے لئے جدید انڈیا ایکٹ میں درج ہیں (۵) صوبہ کے تمام بیکار اور بے روزگار مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے اور ان کی بیکاری کو دور کرنے کی ہر ممکن طریق سے کوشش کرنا۔ (۶) حکومت کے کسی شعبہ میں خاص کر مجالس مقننہ میں جب کبھی ایسے معاملات پیش آجائیں جن کا مذہب سے تعلق ہو تو اس قسم کے تمام معاملات کو امارت شرعیہ صوبہ بہار واڑیسہ میں بھیجنا تاکہ صوبہ کے تمام اسلامی فرقوں کا لحاظ کرتے ہوئے ہر فرقہ کے مستند عالم دین سے استصواب رائے کے بعد وہ جو کچھ مشورہ دے اس کے مطابق عمل کرنا یا خود امارت شرعیہ مسلمانوں کے تمام فرقوں کا لحاظ کرتے ہوئے اس کے مستند علماء دین کے استصواب رائے کے بعد کسی مسودہ قانون کے پیش کرنے کی ضرورت محسوس کرے اور وہ پارٹی کو ان کی طرف توجہ دلائے تو ایسے مسودۂ قانون کو مجالس مقننہ سے منظور کرانے کی سعی کرنا۔"

انڈی پنڈنٹ پارٹی کے مندرجہ بالا مینی فسٹو نے بہار کے غریب مسلمانوں میں بڑا جوش پیدا کر دیا اور انھوں نے کمال بیداری حریت پسندی اور مذہب دوستی کے ساتھ انڈی پنڈنٹ پارٹی کے امیدواروں کو کامیاب بنایا اور اس کے اثرات ہندوستان گیر ہوئے۔

انگریزوں سے جو لوگ قریب تھے اور مسٹر جناح مکمل آزادی کے مطالبہ کو لغو سمجھتے تھے مسٹر عزیز بیرسٹر جو بہار میں انگریزی عہد میں وزیر تھے اور یونائٹڈ پارٹی کے نام سے اپنی پارٹی کیلئے الکشن لڑ رہے تھے کہتے تھے کہ میں مولانا سجاد سے اس بنیاد پر مصالحت کر سکتا ہوں کہ مذہبی معاملات میں امارت شرعیہ کی رائے پر عمل کیا جائے گا لیکن مکمل آزادی کی بات تو کبھی نہیں مان سکتا یہ ایک مضحکہ خیز مطالبہ ہے۔ یہی خیال بنگال کے لیڈر سر ناظم الدین کا تھا جو ہمیشہ انگریزوں کے ساتھ رہے یہی خیال سر سکندر حیات خاں کا تھا یہی خیال نواب چھتاری کا تھا۔ مسٹر جناح اسی خیال کے تھے اور ان کی مسلم لیگ انگریزوں کے ماتحت ہندوستان میں اندرونی خود مختاری کی حامی تھی لیکن بہار میں مسلمانوں نے مکمل آزادی کی حمایت کر کے انڈی پنڈنٹ پارٹی کو کامیاب بنایا تو ان حضرات کی آنکھیں کھل گئیں اور انھوں نے محسوس کیا کہ مسلم رائے عامہ مکمل آزادی سے کم تر چیز پر راضی نہیں چنانچہ لکھنؤ میں آل انڈیا مسلم لیگ کا جلسہ ہوا اور اس میں مسلم لیگ کا مقصد بدل کر پوری آزادی کا مقصد منظور کیا گیا اس پوری آزادی کا لطیفہ یہ ہے کہ حسرت صاحب نے جو تجویز

مسلم لیگ کے اس اجلاس میں پٹنہ کی اس میں COMPLETE INDEPENDENCE کا لفظ تھا جناح صاحب نے کہا کہ COMPLETE کی جگہ FULL کا لفظ رکھا جائے تاکہ کانگریس کی تقلید نہ محسوس کی جائے۔ جناح صاحب کو مسلمانوں میں جو مقبولیت حاصل ہوگئی تھی ان کی مخالفت کرکے مسلم لیگ سے کوئی تجویز منظور نہیں کرائی جا سکتی تھی اس لئے مسلم لیگ کا مقصد FULL آزادی قرار پایا۔ بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ یہ ایک مغالطہ ہے اور تفصیل میں جانے سے اس کی وہی تعریف نکلے گی جو مسٹر عزیز سر ناظم الدین نواب چھتاری سر سکندر حیات خاں مسٹر جناح وغیرہ کے دل میں پہلے سے جڑ پکڑے ہوئے تھی۔ لکھنؤ مسلم لیگ میں پوری آزادی کا مطالبہ منظور ہوا اس کے اور بھی عوامل تھے لیکن بڑا سبب یہ تھا کہ بہار کے عام مسلمانوں نے مکمل آزادی کی حمایت کر دی تھی امارت شرعیہ کی حد تک مسٹر عزیز مولانا سجاد کا مطالبہ ماننے کو تیار ہی تھے لیکن پورے ہندوستان میں اس کا ماننا مشکل تھا لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ اگر امارت شرعیہ دینی اعتبار سے اتنی ہی ضروری ہے جتنا کہ مولانا سجاد کہتے ہیں تو علماء نے بہار سے باہر اس ضروری کام کو کیوں نہیں کیا اگر انڈی پنڈنٹ پارٹی کی کامیابی کے بعد فوراً علماء ہندوستان گیر طور پر امارت شرعیہ قائم کر دیتے تو ممکن تھا کہ ہر جگہ قانون ساز میں قانون بنتے وقت مذہبی معاملات میں امارت شرعیہ کی رائے کو اہمیت دی جاتی لیکن امارت ہی موجود نہیں تھی وہ علماء کے اختلاف باہم کی وجہ سے وجود ہی میں نہ آسکی۔

جس طرح مکمل آزادی کا مطالبہ انگریزوں سے تعلقات رکھنے والے حلقوں میں بھی ناقابل انکار بن گیا تھا دستور ساز اسمبلی میں بھی مسلمانوں کے مذہبی تحفظات کو منظور کرایا جا سکتا تھا بدقسمتی سے ہندوؤں کے خلاف نفرت کی تحریک خوب زور سے چلا کر جو جمعیۃ علماء نہیں چاہتی تھی (کیونکہ ہندوستان کے طول و عرض میں ہندوؤں کے ساتھ مسلمانوں کی آبادی جس طرح ملی جاتی تھی اس سے مسلمانوں کو نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا اور نقصان پہنچا) مسلم لیگ نے دستور ساز کی مسلمان نشستوں پر قبضہ کر لیا یا یوں کہئے کہ ان حریت پسند مسلمانوں کا راستہ روک دیا جو ہندوستان میں رہنا چاہتے تھے اور ہندوستانی مسلمانوں کے لئے کچھ کر سکتے تھے۔ مسلم لیگ کے لوگوں نے دستور سازی سے دلچسپی نہیں لی پاکستان بن گیا تھا اور پاکستان کے سیاسی اقتدار میں شریک ہونے کے لئے وہ پاکستان جانے کو بے چین تھے لیکن انھوں نے اپنی جگہیں خالی نہیں کیں اور حریت پسند مذہبی

مسلمان بے دست وپا رہے۔ مسلم لیگ نے جس طرح دوسروں کا راستہ بند کیا اور جس طرح انھوں نے اپنے فرایض سے کوتاہی کی اس کا بڑا نقصان ہوا اور انڈی پنڈنٹ پارٹی کے وہ دفعات دستور ساز سے منظور نہیں کرائے جاسکے جس کی طرف منشور میں اشارہ ہے۔ بہرحال اللہ کو یہی منظور تھا۔ دستور میں اقلیتوں کو جو حقوق ملے ہیں وہ مولانا آزاد کے ذاتی اثر اور جواہر لال وغیرہ کی شرافت کی وجہ سے ملے ہیں۔

قاضی احمد حسین صاحب نے اپنی حد تک کوشش ترک نہیں کی جیسا کہ مولانا آزاد اور راجندر پرشاد سے ان کی خط وکتابت بتا رہی ہے۔

سترہواں باب

خطبات و مؤلفات جناب قاضی احمد حسین

قاضی صاحب نے تقریریں تو بہت کی ہیں بہت عمدہ مقرر تھے لیکن ان کی تقریریں زبانی ہوتی تھیں لکھ کر نہیں کرتے تھے۔ وہ کبھی ضبط تحریر میں آئی بھی نہیں۔ یہاں خطبات سے مراد عیدین کے خطبات ہیں۔

یہ امر کہ اُردو میں خطبہ دیا جائے تمام دوسرے مسائل کی طرح وجہ اختلاف رہا ہے۔ بہت علماء اب بھی اردو خطبہ کے خلاف ہیں لیکن مولانا ابوالکلام آزاد اردو میں عیدین کا خطبہ عرصہ دراز تک دیتے رہے۔ امیر شریعت اول بہار مولانا شاہ بدر الدینؒ نے خطبۂ اول کے اردو میں دئے جانے کی حمایت کی۔ مشہور واعظ عالم اور صوفی مولانا قاری شاہ سلیمان پھلواریؒ بھی اُردو خطبہ کے حامی تھے ان کے صاجزادگان جمعہ وعیدین کے خطبات اُردو میں دیتے رہے۔ امیر جماعت اہل حدیث بہار مولانا حکیم عبدالخبیر صاحب بھی برابر جمعہ وعیدین کے خطبے اُردو میں دیتے تھے۔ ملک العلماء مولانا ظفرالدین شاگرد و مرید و خلیفہ مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی بھی برابر خطبہ جمعہ اردو میں دیتے تھے۔ اس سلسلہ میں مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کا ایک نوٹ ہے جو نقیب ذی الحجہ ۱۳۵۶ھ میں شائع ہوا ہے یہ نوٹ ہدیۂ ناظرین ہے۔

"مسلمانوں کے وحدت ملی کے قیام وبقا کے لئے عربی ہی ان کی قومی وملی زبان ہے کیونکہ یہ قرآن کی زبان ہے۔ مسلمانوں کی فتوحات کا دائرہ صحابہ کے وقت ہی میں عرب کے علاوہ دوسرے ممالک تک پھیل چکا تھا اور وہ دوسری زبانوں سے واقف بھی تھے تاہم خطبہ کسی دوسری زبان میں دینا ثابت نہیں ہے

اس لئے غیر عربی میں خطبہ بہتر و انسب نہیں ہے کیونکہ یہ سنت متواترہ کے خلاف ہے۔

جو لوگ غیر عربی میں خطبہ کو جائز رکھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ یہ عمل طبعی تھا خطبہ کی نوعیت عبادت کے ساتھ نصیحت کی بھی ہے اس لئے اب جبکہ قوم محکومی و پستی میں ہے اور اس میں وہ ولولہ اور شوق اور ہمت باقی نہیں ہے تو اس کو رخصت دینی چاہئے اور ملکی زبان میں خطبہ کی اجازت دینی چاہئے لیکن اس جہل اور علمی پستی کے زمانہ میں غیر عربی میں خطبہ کی اجازت دینا اور کوئی خطبہ پیش نہ کرنا بھی خطرہ سے خالی نہیں ہے کیونکہ تجربہ شاہد ہے کہ بعض لوگ نادانستہ بے اصل روایات جھوٹے اور فرضی افسانوں سے خطبہ کی عبادت کو آلودہ کرتے ہیں کوئی پرہیز نہیں کرتے"۔

مولانا مرحوم کی اس تحریر سے تین سال پہلے قاضی صاحب نے اپنے قریہ کی مسجد کے لئے اردو میں تین خطبے یکے بعد دیگرے لکھے تھے جو اس مسجد میں عیدین کے موقع پر پڑھے گئے ہم یہ تینوں خطبے یکے بعد دیگرے درج ذیل کرتے ہیں۔

پہلا خطبہ جو عید اضحیٰ کے موقعہ پر ۱۳۵۳ھ میں پڑھا گیا

الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونتوب الیہ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا ومن سیئات اعمالنا من یھد اللہ فلا مضل لہ ومن یضلل اللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہ ورسولہ امابعد قال اللہ تعالیٰ فلما بلغ معہ السعی قال یا بنیّ انی ارٰی فی المنام انی اذبحک فانظر ماذا ترٰی قال یاابت افعل ما تؤمر ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین فلما اسلما وتلّہ للجبین وناديناه ان یا ابراھیم قد صدقت الرؤیا انا کذلک نجزی المحسنین ان ھذا لھو البلاء المبین وفدیناہ بذبح عظیم۔

(۲۳ پارہ رکوع ۲ سورۃ الصّٰفّٰت)

ترجمہ: پھر جب وہ لڑکا اس کے ساتھ چلنے لگا تو حضرت ابراہیم نے کہا بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں۔ تیری کیا رائے ہے۔ کہا اے باپ آپ کو جو حکم ہوا ہے کر گزریئے اللہ نے چاہا تو میں صابر رہوں گا (یعنی ثابت قدم رہوں گا) پھر جب دونوں نے حکم کو مانا اور پیشانی کے بل پچھاڑا تو اللہ کی پکار آئی، اے ابراہیم تو نے خواب سچا کر دکھایا اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں بے شک اللہ نے بڑا امتحان لیا اور ہم نے ان کو ذبح عظیم دیا۔

دینی بھائیو! آپ کے سامنے قرآن کریم کی چند آیات پڑھی گئیں جن میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اس حصّہ کو بیان فرمایا گیا ہے کہ حضرت ابراہیم نے خواب دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہوا کہ اپنے بیٹے کی قربانی کریں اس حکم کے ادا کرنے کے لئے آپ نے جب حضرت اسمٰعیل سے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ میں اس کی یعنی اللہ تعالیٰ کی راہ میں تمہاری قربانی کروں تو حضرت اسمٰعیل نہایت خوشی سے اس کے لئے راضی ہو گئے۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر واللہ اکبر وللہ الحمد

جس کا تو قاتل ہو اس کے واسطے
کون سی لذت ہے خنجر سے عزیز

یہاں تک کہ جب باپ یعنی حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی گردن پر چھری رکھ دی تو اللہ نے پکارا۔ اے ابراہیم تم نے اپنے خواب کو سچ کر دکھایا اور اپنے بیٹے کے بدلے میں دوسری قربانی کا حکم دیا کیونکہ اللہ کے یہاں انسانی گوشت اور چمڑے کی مانگ نہ تھی بلکہ انسان کے دل کا تقویٰ مطلوب تھا۔

لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم

ترجمہ: اللہ کے یہاں تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ (سورہ حج رکوع ۵) یعنی دل کی نیکی سچائی اور پرہیزگاری۔ اس لئے خدا کے حکم کے بموجب ظاہری طرح پر قربانی کریں کہ قربانی کرنا واجب ہے اور دل میں قربانی کی حقیقت یعنی تقویٰ پیدا کریں۔

غرض یہ ہے کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے اس کام اور عمل کو خدائے تعالیٰ نے قبول فرمایا اور ہم لوگوں کو ہمارے پیغمبر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ

سے یہ حکم دیا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام کے اس واقعہ کو یادگار بنائیں اور آج کا یہ تہوار اسی کی یادگار ہے۔

اس میں سوچنے کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس یادگار کے ذریعہ ہماری کون سی تربیت اور تعلیم مطلوب ہے۔ اس واقعہ کی یاد سے ہم کو کیا بتانا ہے تعلیم کھلی ہوئی ہے وہ یہ کہ اپنی عزیز سے عزیز اور پیاری سے پیاری چیز کو بھی اگر خدا کا حکم ہو تو اس کی راہ میں دے دینا یہاں تک اولاد اور بال بچے جو بہت پیارے ہوتے ہیں ان کو بھی اگر حکم ہو اللہ کی راہ میں قربان کر دینا یہی تقویٰ کی حقیقت اور روح ہے لن تنالوا البر حتیٰ تنفقوا مما تحبون۔

ترجمہ: تم نیکی میں کمال ہرگز حاصل نہیں کرسکو گے جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز میں سے۔ (آل عمران رکوع ۵)

آج کا تہوار منانے کے معنی یہی ہیں کہ کم سے کم سال میں ایک دفعہ ضرور ہر مسلمان کو کھلے کھلے معلوم ہو جائے کہ مسلمان کا جینا اور مرنا سب اللہ کے لئے ہے اس کے حکم کے بجا لانے میں اگر موت بھی آجائے تو خوشی خوشی قبول کریں جیسا کہ حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل نے اللہ کے حکم سے کیا اور اسی کی ترغیب کے لئے قرآن کریم میں فرمایا ان اللہ اشتریٰ من المؤمنین انفسہم واموالہم بان لہم الجنۃ (ترجمہ: اللہ نے مسلمانوں کی جان اور ان کے مال کو جنت کے بدلہ میں خرید لیا ہے۔)

اسی لئے جب اصحاب رسول اللہ نے یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھیوں نے رضوان اللہ علیہم اجمعین نے کہا کہ اگر ہم کو وہ عمل معلوم ہو جائے جو خدا کو سب سے زیادہ پیارا ہے تو ہم اس کو کریں۔ تو اللہ تعالیٰ نے سورہ صف میں فرمایا کہ ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفا کانہم بنیان مرصوص (ترجمہ اللہ محبت کرتا ہے ان لوگوں سے جو اس کی راہ میں قطاریں باندھ کر لڑتے ہیں گویا ایسی دیواریں جن میں سیسہ پلا دیا گیا ہے) تو معلوم ہوا کہ اگر خدا کی محبت ہم حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو دنیا کی ہر چیز اور شخص کی محبت یا اس کے خوف کے مقابلہ میں صرف اللہ ہی سے محبت کرنی چاہئے اگر وہ کبھی اپنی راہ میں لڑ جانے کا حکم دے تو اس طرح بے خوف ڈٹ جائیں کہ سیسہ پلائی ہوئی دیواریں اور اس کا

سب سے کم بدلہ جنّت ہے کہ مسلمانوں کی جان اور مال کے بدلہ میں تو اللہ نے جنّت کا وعدہ کیا ہے اور اس سے زیادہ بھی وہ کچھ دے گا رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ (اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی) یہی بات ہے اور یہی چیز ہے جس کے حاصل کرنے کی ترغیب اور شوق دلانے کو اور یاد رکھنے کو آج کا تہوار ہے اور آج کی خوشی صرف انہی کے لئے ہے جو اللہ کی اطاعت اور حکم کو ماننے کے لئے تیار ہو کر سچّے دل سے وہی اقرار و اعلان کریں جو حضرت ابراہیم نے کیا تھا اور کہا تھا

ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین

لاشریک لہ بذالک امرت وانا اول المسلمین ۔

ترجمہ: میری نماز میری قربانی میری زندگی میری موت اللہ رب العالمین کے لئے ہے جو تمام جہان کا پالنے والا ہے اس کا کوئی شریک نہیں یہی ہم کو حکم دیا گیا ہے اور ہم سب سے اول فرماں بردار ہیں) انعام رکوع ۱۹

یہی دعا ہے جو آپ آج پڑھ کر قربانی کریں گے اگر یہ سچّے دل سے نہ ہوئی تو خوشی کی جگہ غم کرنا چاہئے کہ ہدایت اور رہنمائی کے اتنے اہتمام پر بھی خدا کے حکم کے آگے گردن نہ جھکا سکے ۔

روح اور جسم میں جب یہ جھکاؤ پیدا ہو جائے تو یقیناً انسان دین اور دنیا میں کامیاب ہو جاتا ہے جیسا کہ اصحاب رسول اور پچھلے مسلمان ہو گئے تھے دنیا میں بھی کوئی کامیاب نہیں ہو سکتی جبتک اپنی خواہشوں کو فنا کر کے یعنی چھوڑ کر اجتماعی یعنی قوم و ملّت اور جماعت کیلئے یا یوں کہو کہ خدا کے لئے اپنی چھوٹی چھوٹی خواہشوں کو چھوڑنے کی طاعت نہ پیدا کرے ۔

یہی حقیقت تھی جس کو آنحضرت نے اپنے آخری حج کے خطبہ میں فرمایا جس کے بعد کوئی خطبہ رسول اللہ نے حج کے بعد نہیں دیا۔ مسلم بن عامر روایت کرتے ہیں کہ ان سے حضرت ابوامامہ نے کہا کہ حج الوداع میں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم خطبہ دے رہے تھے بس آپ نے فرمایا۔

اللہ تعالیٰ سے ڈرو

پانچ وقت کی نماز پڑھا کرو

ماہ رمضان کا روزہ رکھا کرو

اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو

جب کسی کو امیر بناؤ تو اطاعت اور فرماں برداری کیا کرو

نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے رب کی جنّت میں داخل ہو جاؤ گے

حدیث کے عربی الفاظ یہ ہیں۔

عن مسلم بن عامر قال سمعت ابا امامہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فی حجۃ الوداع فقال اتقوا اللہ وصلوا خمسکم وصوموا شہرکم وادوا زکوٰۃ اموالکم واطیعوا اذا امرتم تدخلوا جنۃ ربکم۔

آج کا خطبہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسی خطبہ پر ختم کرتا ہوں جو سب سے آخری حج کے موقع پر فرمایا۔ اس کے بعد بعض روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا۔

الا فیبلغ شاھدکم غائبکم ولا نبی بعدی ولا امۃ بعدکم ثم رفع یدیہ حتی انہ لیری بیاض ابطیہ ثم قال اشھد انی قد بلغت ھل بلغت۔

(ترجمہ) : دیکھو حاضر غیر حاضر کو پہنچا دے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے اور تمہارے بعد کوئی امت نہیں ہے پھر آپ نے دونوں ہاتھ اٹھائے کہ بغلوں کی سفیدی دکھائی دیتی تھی پھر کہا کہ اے اللہ گواہ رہ کہ میں پہنچا چکا کیا میں حکم پہنچا چکا۔ سب بول اٹھے نعم نعم یا رسول اللہ ہاں ہاں رسول اللہ آپ نے فرمایا اللھم اشھد اے اللہ گواہ رہ

اسی خطبہ میں صحیح مسلم میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ

ان امر علیکم عبد مجدع اسود یقودکم بکتاب اللہ فاسمعوا لہ واطیعوا۔

(ترجمہ) : اگر کوئی حبشی غلام بھی تمہارے اوپر امیر ہو اور تم کو اللہ کی کتاب پر چلائے تو اس کی بات سنو اور اس کی اطاعت کرو یعنی اس کے حکم پر چلو)

غالباً یہ اس لئے فرمایا کہ آدمی کو جب اس کی خواہش کے خلاف کوئی حکم دیا جاتا ہے تو نفس پر جبر ہوتا ہے اور طرح طرح کے حیلے سے جس میں امیر کی بے وقوفی وغیرہ کا خیال دل میں آتا ہے

انسان اس کے حکم کے ماننے سے انکار کر دیتا ہے اسی کے لئے تاکیداً آپ نے یہ فرمایا۔ اور اس خیال کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو بخاری کی روایت ہے کہ۔

عن ابن عباس یرویه قال نبی صلی اللہ علیہ وسلم من رای من امیرہ شیئاً فکرهه فلیصبر فانه لیس احد یفارق الجماعة شبرا فیموت الا مات میتة جاهلیة۔

ترجمہ:۔ حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو شخص اپنے امیر کے کسی کام کو دیکھے جو برا سمجھا ہو تو چاہئے کہ صبر کرے کیونکہ جو جماعت سے ایک بالشت بھی الگ ہوا اور مر گیا تو وہ جاہلیت کی موت مرا)

تو غرض یہ ہے کہ آج حقیقت قربانی ہم پر کھل گئی ہے یا نہیں اور ہمارا دل خدا کے آگے جھک گیا یا نہیں اس کا اندازہ ہم کو اسی سے ہوگا ہم غور کریں کہ حجۃ الوداع کے اس آخری خطبہ پر ہم کس حد تک عمل کرنے کو تیار ہیں۔

مسلمانو! تقویٰ احتیار کرو (یعنی اللہ کی محبت اور خوف دل میں پیدا کرو اور بری بات چھوڑنے کی طاقت) پانچ وقت کی نماز پڑھو رمضان میں روزہ رکھو اپنے مال کی زکوٰۃ دو اپنے امیر کی اطاعت کرو اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔

امید ہے کہ اگر ہم آج اللہ کے لئے اپنا اختیار کسی مرکز میں دے دیں تو دل پر جبر کرتے کرتے حقیقت تقویٰ اور قربانی انشاء اللہ تعالیٰ ضرور پیدا ہو جائے گی۔

اصبروا وصابروا ورابطوا واتقوا اللہ لعلکم تفلحون (صبر کرو صبر کرا ور مربوط ہو تقویٰ اختیار کرو تاکہ تم فلاح پاؤ۔

(۲) خطبہ عید الفطر ۵۴ھ

الحمد للہ نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونتوب الیه ونعوذ باللہ من شرور انفسنا وسیئات اعمالنا من یهدہ اللہ فلا مضل له ومن یضللهٗ فلا هادی لهٗ واشهد ان لا اله الا اللہ وحدہٗ لا شریک له واشهد ان محمداً عبدہٗ ورسوله اما بعد قال اللہ تعالیٰ یا ایها الذین امنوا کتب علیکم الصیام کما کتب علی الذین

من قبلکم لعلکم تتقون (البقرہ ۱۸۲)

اوکما قال شھر رمضان الذی انزل فیہ القرآن ھدی للناس و بینٰت من الھدیٰ والفرقان (البقرہ ۱۸۵)

یہ دو آیتیں جو آپ کے سامنے پڑھی گئیں ان کا ترجمہ یہ ہے کہ "اے ایمان والو تم کو روزہ کا حکم اس طرح ہوا جیسے تم سے پہلے لوگوں کو ہوا تھا اس لئے کہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔ دوسری آیت کا ترجمہ ہے کہ یہ قرآن رمضان کے مہینہ میں اتارا گیا جو لوگوں کے واسطے ہدایت ہے جس میں ہدایت کی کھلی دلیلیں ہیں اور حق کو باطل سے الگ کرنے والا ہے"۔

یہ آیتیں سورہ بقرہ کی ہیں روزہ کی حکمت پہلی آیت میں بتائی گئی کہ ہم پرہیزگار بن جائیں اس سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہم جب اپنی خواہش کو روک کر اس کے حکم سے ایک مہینہ چلیں گے تو ہم میں اپنی خواہش کو روکنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم پر چلنے کی طاقت قوت اور سلیقہ پیدا ہو جائے گا اور پرہیزگار بن سکیں گے اس کے بعد کی آیت میں تبلایا گیا کہ کیوں اس ماہ رمضان کو ضبط نفس یعنی اپنی خواہشوں کو روکنے اور اللہ تعالیٰ کے حکم میں اچھی طرح دے دینے کی مشق کے لئے چنا گیا اور مقرر کیا گیا تو فرمایا گیا کہ یہی مہینہ ہے جس میں پہلے پہل قرآن اتارا گیا۔ تو معلوم ہوا کہ یہ قرآن کے اترنے کی یادگار ہے اور اب غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے اترنے کی اس سے بہتر یادگار اور خوشی کیا ہوگی کہ اپنی تمام طاقتوں سے ہم اس کے احکام پر چلنے کی کوشش شروع کر دیں دن بھر ہر قسم کی نعمت ہم کو ملے لیکن ہم ان پر آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھیں کیونکہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہیں ہے رات کو مسجدوں میں جمع ہو کر تراویح میں قرآن سنیں اور دن کو قرآن پڑھیں اور سمجھیں، دوسرے کاموں سے رک کر اعتکاف میں بیٹھ جائیں اور قرآن میں خوب غور و فکر کریں۔

بھائیو! اس سے بڑھ کر اور بہتر قرآن کے اترنے کی یادگار ہو سکتی ہے جنھوں نے روزہ کو ان تمام شرائط کے ساتھ اور اس کے تمام آداب کے ساتھ ادا کیا قرآن کو پڑھا سمجھا اور عمل کیا یہی جماعت ہے جس کے بارہ میں قرآن میں کہا گیا ہے کہ الا ان حزب اللہ ھم الغالبون۔ آگاہ ہو جاؤ ہوشیار ہو جاؤ کہ یہ اللہ کی جماعت ہے اور اللہ کی جماعت ہی غالب رہے گی۔ بھائیو جب مسلمان ایسے تھے تو عرب سے ہندوستان اور ساری دنیا میں عزت بڑائی اور غلبہ کے ساتھ

پہنچ گئے اور جب حقیقت روزہ اور رمضان کے اچھے عمل اور کام سے بے خبر ہو گئے تو آج تعداد دولت علم سب بیکار ہو گئے اور ساری دنیا میں اربوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود ذلیل رسوا اور خوار ہیں۔ حقیقت میں آج کی عید صرف ان لوگوں کے لئے ہے جنھوں نے تقویٰ کی حقیقت یعنی نیک پرہیزگار بننے کے راز کو معلوم کر لیا ہے کہ وہ قرآن پڑھنے اس کے سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی حقیقت کا نام ہے۔

اب آیئے ہم دیکھیں کہ آج ہماری حالت کیا ہے کتنے آدمی اس جگہ ایسے ہیں جنھوں نے اس مہینہ میں روزہ رکھا ہے اور ان آداب اور شرائط کے ساتھ رکھا ہے جو روزہ کی روح اور حقیقت ہے۔ ہم میں کتنے لوگ ہیں جنھوں نے دن بھر کھانے اور پینے سے رکنے کے ساتھ ساتھ آنکھ کان زبان اور دل کو برائی سے بچانے کی کوشش کی ہے قرآن میں ہے ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا (بنی اسرائیل رکوع ۴) بیشک کان آنکھ اور دل سب سے پوچھ ہو گی رمضان میں مسلسل عبادت اور تلاوت قرآن خدا کا جو خوف اور اس کے حکم کو جاننے کا جو ذوق پیدا ہو جاتا ہے اسی بنا پر خدا اور اس کے رسول کی خواہش ہوئی کہ عید کے دن کسی مرکزی جگہ پر سب مسلمان جمع ہو جائیں عبادت کریں اور دین کا علم لوگوں تک پہنچانے کی محنت شروع کریں اس کی ابتدا خطبۂ عید سے ہوتی ہے۔ اس اجتماع کے لئے بچے بوڑھے اور بیمار کو معاف کر دیا گیا ہے اور عبادت کو اپنی خواہش اور دلچسپی کا ذریعہ بنانا پسند نہیں کیا گیا بلکہ اسے استغفار کا ذریعہ بنایا گیا۔ اصلاح کا ذریعہ بنایا گیا خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کا ذریعہ بنایا گیا۔

یہ بات بھی مصلحت سے خالی نہیں ہے کہ قرآن میں شہر رمضان الذی کی آیت کے معا بعد اسی رکوع میں اللہ تعالیٰ نے (۱) آپس میں ایک دوسرے کا مال کھانے (۲) دوسروں کا مال کھانے کے لئے رشوت دینے (۳) لغو اور مہمل رسوم کے بارہ میں فرمایا کہ نیکی ان لغو رسموں میں نہیں ہے جو ہم برابر کرتے چلے آرہے ہیں اور ان کو اپنے خیال میں ضروری سمجھتے ہیں حالانکہ خدا نے اس کا کوئی حکم نہیں دیا بلکہ اللہ سے ڈرنے اور اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے میں ہے اگر ہم روزمرہ کی زندگی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے چلنے کی کوشش کریں تو اس طرح انفرادی اور شخصی زندگی بسر کرنے سے جو آخری بات ہم میں پیدا ہو گی وہ یہ ہے کہ اپنے جان مال اولاد سب کو اپنا نہیں بلکہ خدا کا سمجھنے

لگیں گے اور ان سب چیزوں کی قدر و قیمت اتنی ہی رہے گی جتنی ایاز کو ہیرے کی تھی۔

چنانچہ شخصی زندگی کی ان اہم باتوں کو بیان کرتے ہوئے سب سے بڑی نیکی اور بھلائی کو اللہ تعالیٰ نے بیان کیا اور فرمایا انفقوا فی سبیل اللہ ولا تلقوا بایدیکم الی التھلکۃ واحسنوا ان اللہ یحب المحسنین۔ اور صرف کرو اللہ کی راہ میں یعنی جہاد میں اور نہ ڈالو اپنی جان ہلاکت میں اور نیکی کرو اللہ چاہتا ہے نیکی والوں کو۔

اعراض عن الجہاد جہاد اور قتال سے بچنے کو یہاں اللہ تعالیٰ نے زندگی نہیں بلکہ ہلاکت فرمایا۔ دنیا کی تاریخ گواہ ہے کہ وہی قومیں زندہ رہتی ہیں جو اپنی انفرادی اور شخصی زندگی اور ہستی کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتی اور اپنے جان مال کو جماعت کے قیام اور باقی رکھنے میں صرف کرتی ہیں اسی لئے اللہ تعالیٰ نے جان اور مال کو صرف نہ کرنے کو یہاں ہلاکت فرمایا۔ اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہم اپنی بے وقوفی سے اسی کو زندگی سمجھتے ہیں کہ اپنی ذاتی جایداد اور مال کو اور اپنی جان کو کسی طرح بچالیں اور ان کو بے وقوف اور احمق سمجھتے ہیں جو اپنا مال اور اپنا وقت اور اپنی جان جماعتی کاموں پر لگاتے ہیں لیکن ہماری نظر قرآن پر ہوتی اور ہمارا دل اس کی سچائی کو قبول کر لیتا تو ہم اللہ کی مرضی اور خواہش پر نیک کام کے لئے جان مال اولاد کنبہ ہر ادری سب کو قربان کرنے کو تیار ہو جاتے اور کہتے۔

جس کا تو قاتل ہے اس کے واسطے
کون سی لذت ہے خنجر سے عزیز

کیونکہ قرآن میں خدائے تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

وعد اللہ الذین امنوا منکم وعملوا الصلحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم ولیمکنن لھم دینھم الذی ارتضی لھم ولیبدلنھم من بعد خوفھم امنا یعبدوننی لا یشرکون بی شیئا ومن کفر بعد ذالک فاولئک ھم الفاسقون (سورۂ نور ۷ رکوع)

ترجمہ: وعدہ کر لیا اللہ نے ان لوگوں سے جو تم میں ایمان لائے اور نیک کام کئے البتہ بعد کو

حاکم بنا دے گا ان کو ملک میں جیسا کیا تھا ان سے اگلوں کو اور جما دے گا ان کے لئے دین ان کا جو پسند کر دیا ان کے واسطے اور دے گا ان کو ڈر کے بدلے امن میری بندگی کریں گے شریک نہ کریں گے میرا کسی کو اور جو کوئی ناشکری کر دے گا اس کے بعد سو وہی لوگ فاسق ہیں۔

دوسری جگہ کہا لاینال عھدی الظالمین (ترجمہ: میرا وعدہ ظالموں کو نہیں پہنچے گا۔

آپ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں سے کس طرح اپنا وعدہ پورا کیا ان کو تقریباً ساری دنیا کی حکومت بخشی لیکن افسوس کہ ہم نے ان کو کھو دیا اور ان لوگوں میں ہو گئے جن کے بارہ میں کہا گیا فخلف من بعد ھم خلف اضاعوا الصلوٰۃ واتبعوا الشھوات (ترجمہ۔ پھر ان کی جگہ ناخلف آئے کھو بیٹھے نماز اور اپنی خواہشوں کے پیچھے پڑ گئے۔

اس آیت کو پڑھئے اور غور کیجئے کہ کس طرح ہم پر چسپاں ہے اور ہم میں تلافی کا کوئی جذبہ نہیں۔

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

اس گئے ہوئے مقام کو حاصل کرنے کے لئے ضرورت ہے کہ ذاتی اور جماعتی زندگی کے اخلاق کو پھر سے درست کیا جائے۔ ہم کو جماعتی زندگی یعنی ایک ہو کر رہنے اور قوم کو خدا کی ایک ہی رسی میں باندھنے کی کوشش کرنا چاہئے قرآن نے فرمایا کہ واعتصموا بحبل اللہ جمیعًا ولا تفرقوا (ترجمہ: اللہ کی رسی کو سب مل کر مضبوط پکڑو اور متفرق نہ ہو)

اس حکم پر ہم لوگ مضبوطی سے عامل ہوں۔ انسانی طبیعت ایک نہیں ہے متحد ہونے کی صورت یہ ہے کہ اتحاد کے لئے کوئی مرکز ہو قرآن کی اصطلاح میں یہی صاحب امر ہے۔ اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول واولی الامر منکم اللہ اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے امیر کی۔ بھلی بری جب تک حکومت اسلامی ہندوستان میں تھی اور مسلمان بادشاہ تھے ہمارا ملک میں بھرم تھا حکومت اسلامی کو مٹے ہوئے برس ہا برس گزر گئے لیکن جماعتی زندگی کے لئے ہم نے کوئی نظم نہ کیا ادھر چند سال سے ہندوستان کے علماء نے اس حال کو بدلنے کی کوشش

کی قوم میں بے عملی انتشار اور جدا جدا رہتے رہتے پراگندگی جو عادت ہوگئی تھی اور اس سے بڑھ کر اللہ کی رسی کو پکڑنے کا جذبہ بہت کمزور ہو گیا تھا اس لئے کامیابی نہیں ہوئی۔ مسلمانوں میں ایک بڑا گروہ اتحاد کے لئے راضی ہوا لیکن اللہ کی رسی کو پکڑنے پر متفق نہیں ہوا اس پر یورپ کا اثر چھایا ہوا تھا اور وہ چاہتا تھا کہ مسلمان متحد ہو کر یورپ کی رسی کو مضبوطی سے پکڑ لیں۔ اس کو اس میں کامیابی بھی ہوئی لیکن اس سے مسلمانوں کو عزت نہیں ملی بلکہ ان میں دشمنوں سے ڈر اور خوف بڑھ گیا۔

بہرحال صوبہ بہار کے مسلمانوں نے امارت شرعیہ یعنی مذہبی سرداری کو قائم کیا اور اپنے صوبہ میں ایک امیر چنا تاکہ جماعتی زندگی کے جو حکم اور فرائض قرآن شریف نے بتلائے ہیں اور جن کے ادا نہ کرنے کے گناہ میں قوم مبتلا ہے اس سے بچانے کی کوشش کی جائے۔ لیکن افسوس ہے کہ ہم لوگ اپنی کم علمی اور مذہبی باتوں سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے اس سے فایدہ حاصل نہ کرسکے اب بھی ہم لوگ کوشش کریں کہ اپنی شخصی اور جماعتی زندگی کو قرآن کے سانچہ میں ڈھال لیں تو حقیقت میں ہم خدا سے وہ سب کچھ پالیں گے جو کھویا ہے اور پھر ایک دفعہ ہم اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر واللہ اکبر وللہ الحمد کے نعرہ سے دنیا کو معمور کردیں گے۔

(۳) یہ تیسرا خطبہ ذی الحجہ ۵۴ھ میں پڑھا گیا

بعد خطبہ مسنونہ۔ اما بعد قال اللہ تعالیٰ فلما بلغ معه السعی قال یا بنی انی فی المنام انی اذبحك فانظر ماذا تری قال یا ابت افعل ما تؤمر ستجدنی ان شاء اللہ من الصابرین فلما اسلما وتله للجبین وناديناه یا ابراهیم قد صدقت الرؤیا انا كذالك نجزی المحسنین ان هذا لهو البلاء المبین وفدیناه بذبح عظیم ○

ترجمہ: پھر وہ لڑکا جب اس کے ساتھ چلنے لگا تو (حضرت ابراہیم نے) کہا بیٹے، میں نے خواب میں دیکھا کہ میں تجھ کو ذبح کر رہا ہوں تیری کیا رائے ہے (حضرت اسمٰعیل نے کہا) اے باپ آپ کو جو حکم ہوا ہے اسے گذریئے اللہ نے چاہا تو میں صابر رہوں گا (یعنی نہیں گھبراؤں گا)

پھر جب دونوں نے حکم مانا اور پچھاڑا ماتھے کے بل پھر اللہ کی پکار آئی کہ اے ابراہیم تونے سچ کر دکھایا خواب اسی طرح ہم نیک کام کرنے والوں کو اچھا بدلہ دیتے ہیں اور بے شک امتحان ہوگیا اور اسمٰعیل کی قربانی کے بدلہ ہم نے ایک بڑا جانور ذبح کرنے کو دیا۔"

دینی بھائیو! قرآن کی جو آیتیں تلاوت کی گئیں اور جن کے معنی آپ کے سامنے دہرائے گئے ان سے آپ کو معلوم ہوگیا کہ حضرت ابراہیم خدا کے حکم اور وحی کے مطابق (انبیا کا خواب بھی وحی میں داخل ہے) بیٹے کو ذبح کرنے کو لے چلے بیٹے سے پوچھا تو انھوں نے فرمایا کہ جو حکم اللہ تعالیٰ کا ہوا ہے اس کو کر گذرئیے انشاء اللہ تعالیٰ جیسے آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو تیار ہیں مجھے بھی ثابت قدم پائیں گے۔ اور میں بے صبر نہ ہوں گا۔ اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد۔ یہاں تک کہ جب حضرت ابراہیم نے اللہ تعالیٰ کے حکم کو بجا لانے میں حلق پر چھری رکھ دی تو اللہ تعالیٰ نے پکارا "اے ابراہیم سچ کر دکھایا تونے اپنا خواب ہوگیا امتحان اور ہم نے ایک بڑا جانور اسمٰعیل علیہ السلام کے بدلہ میں ذبح کرنے کو دیا۔

آپ کو معلوم ہے کہ حج کا موسم یہی ہے اور حج کے تمام مراسم حضرت ابراہیم کی یادگار ہیں اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان پر جس کو حج کے اخراجات میسر ہوں ان پر حج فرض فرمایا ہے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہوگیا کہ حضرت ابراہیم کی یادگار یا یوں کہئے خدا کے حکم کے آگے اپنے کو سپرد کر دینے اور اس کی عشق و محبت میں فنا ہو جانے کے عزم کی یادگار اللہ تعالیٰ نے حج کی صورت میں قائم کی لیکن مسلمان بیک وقت حج نہیں کر سکتے اس لئے اس کے ایک اہم رکن قربانی کو ہم سب پر واجب کر دیا چاہے ہم جہاں بھی ہوں قربانی کریں۔ حضرت ابراہیم کے اسوہ اور نقش قدم کو قائم رکھنے اور بھول نہ جانے کے لئے آج کا اجتماع اور اکھٹے ہونا آج کی نماز اللہ کی حمد و ثنا اور اس کی تعریف و بزرگی بیان کرنا اور قربانی کرنا ہے لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہر چیز کی ایک روح ہوتی ہے اور وہی اہم ہے اگر روح نکل جائے تو جسم کی کوئی اہمیت نہیں اسی طرح عبادات کی بھی روح ہے۔ عبادت کی روح نکال دو تو اس کی بھی اہمیت جاتی رہتی ہے جیسے سوکھا درخت اور مردہ جسم اسی لئے قربانی کے موقعہ پر بھی قرآن کریم نے فرمایا کہ لن ینال اللہ لحومہا ولا دماؤھا ولکن ینالہ التقویٰ منکم خدا کے پاس قربانی کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا

البتہ تمہارا تقویٰ اس کو پہنچتا ہے۔ سورہ حج۔ ۵)

جب یہ معلوم ہو گیا کہ گوشت اور خون اسی دنیا میں رہ جاتا ہے اور خدا کے یہاں صرف تقویٰ پہنچتا ہے تو معلوم کرنا چاہئے کہ تقویٰ کی حقیقت کیا ہے۔ تقویٰ دل کی اس کیفیت کا نام ہے کہ آدمی میں اچھائی اور برائی کی تمیز پیدا ہو جائے تاکہ وہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کے حکم اور مرضی پر چلنے کی توفیق پائے۔ یہاں تک کہ اپنی جان کی محبت یا اپنی اولاد کی جان کی محبت بھی اللہ تعالیٰ کے محبت کے آگے باقی نہ رہے۔ تمام اعمال اور عبادت کی روح اور جان یہی ہے اسی حالت کے پیدا ہو جانے کا نام تقویٰ ہے۔ یہ اچھی طرح یاد رکھئے کہ جس طرح بغیر جسم کے روح کے اعمال اور کام ظاہر نہیں ہو سکتے اسی طرح شریعت کے اعمال کے بغیر تقویٰ بھی ظاہر نہیں ہو سکتا اسی لئے ضرورت ہے کہ ہم شریعت کے ہر حکم کو بجا لائیں اور کوشش کریں کہ جسم کے عمل کے ساتھ دل میں بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھکاؤ پیدا ہو جائے اسی لئے جس جگہ اور موقع پر شریعت نے جو عمل اور کام مقرر کیا ہے اس کو ضرور کرنا چاہیئے کہ اس کے بغیر تقویٰ ظاہر نہیں ہو سکتا اسی لئے آپ میں سے ہر شخص کو جس پر قربانی واجب ہے قربانی ضرور کرنا چاہئے اگر کوئی قربانی نہ کرکے دوسرے عمل کو کرے تو یہ تقویٰ کے خلاف ہوگا اس لئے کہ اس موقعہ پر خدائے تعالیٰ کا یہی حکم ہے اور جس موقعہ پہ اللہ تعالیٰ کا جو حکم ہے اس کو جسم و جان سے بجا لانا ہی نیکی اور تقویٰ ہے۔

جب یہ بات صاف ہو گئی کہ تقویٰ کا نمو اور ظہور شریعت حقہ کے اعمال ہی کے ذریعہ ہو سکتا ہے تو جاننا چاہئے کہ شریعت کے وہ اعمال کیا ہیں۔ ایمانیات کو جدا کرکے اللہ و رسول فرشتہ قرآن قیامت جنت دوزخ پر ایمان لانا ہے۔ شریعت کے اعمال کی دو موٹی موٹی تقسیم سمجھ لیجئے۔

شخصی اور جماعتی

نماز پڑھنا روزہ رکھنا زکوٰۃ دینا حج کرنا جہاد کرنا قربانی کرنا نیک کام کرنا انفرادی اور شخصی اعمال ہیں۔

لیکن اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی یاد رکھئے کہ کسی قوم کی زندگی اس کے نظم جماعت

کے بغیر نہیں رہ سکتی جب یہ گرہ کھل جاتی ہے تو قوم کا شیرازہ منتشر اور پراگندہ ہو جاتا ہے اسی لئے اسلام نے ایک ایسے امیر کا چناؤ مسلمانوں پر فرض کیا ہے جس کے انتخاب اور چناؤ کے بعد ہر کام میں اس کی باتوں کو سنا اور مانا جائے جس وقت تک وہ امیر رہے اس کے حکم سے انحراف اور بپھر جانے کو اسلام نے گناہ قرار دیا ہے یہاں تک بغیر حکم جمعہ اور جماعت بھی نہیں ہو سکتی۔

شخصی اور انفرادی اعمال بھی اسلام میں اس طرح ادا ہوتے ہیں کہ ان میں اجتماعی شان ہوتی ہے اور اجتماعی زندگی کے اعمال کے لئے وہ بطور ابتدائی مشق کے ہوتے ہیں جیسے نماز فرض کیا تو جماعت سے پڑھنے کا حکم دیا جس میں یہ فائدہ بھی ہے کہ ایک امام اور امیر کے ماتحت عمل کرنے کی اہلیت وصلاحیت پیدا ہو جائے اور اس کو ایسی اہمیت دی کہ امام کی غلطی میں سجدہ سہو مقتدی پر بھی واجب کیا یہ نہیں کیا کہ اس حال میں امام کو چھوڑ دیا جائے۔ زکوٰۃ تو امیر کا حق ہی ہے اور اصحاب رسول اور فقہائے اُمت کا اس پر اتفاق ہے کہ بغیر امیر کو دیئے ادا نہیں ہو سکتی یا کہ کوئی شرعی مجبوری ہو۔

حج تو اس کی ظاہری صورت ہی سے جماعتی کیفیت ظاہر ہے جدا جدا ملک جدا جدا نسل جدا جدا قومیت جدا جدا رنگ ودریپ کے مسلمانوں کا ایک ہی لباس ایک ہی زبان اور ایک امیر المومنین کے ساتھ عرفات میں جمع ہونا ہی حج ہے اس کا بہترین مظاہرہ صرف خلافت راشدہ تک رہا۔

اب رہا جہاد، تو یوں تو جہاد راہ حق میں ہر کوشش کا نام ہے لیکن اس کی آخری اور بہترین صورت احکام کی رو سے امیر شریعت اور امام ہی کی ہدایت کے ماتحت ہونی چاہیے۔ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نے مسلمانوں کے تمام آپسی جھگڑوں کو اپنے امیر ہی کے ذریعہ چکانے کی ہدایت فرمائی ہے۔

قربانی کے بارے میں بیان کر چکا ہوں کہ یہ ارکان حج کا وہ اہم حصہ ہے جس کو ہر مسلمان بہ جسے استطاعت ہو اللہ تعالےٰ نے فرض فرمایا ہے۔ غرض مذہب اسلام میں ہر شخص کو عبادت اس طرح کرنے کا حکم ہے کہ قدرتاً جماعتی زندگی کی روح پیدا ہو جائے اگر آج یہ بات پیدا نہیں ہو رہی ہے تو یقین کرنا چاہئے کہ ہماری عبادت میں کوئی نہ کوئی رکن چھوٹ جاتا ہے۔ اپنے عبادات

واعمال کو زیادہ توجہ اور درستگی کے ساتھ ادا کرنے کی کوشش کرنا چاہئے تاکہ کوئی رکن نہ چھوٹے۔ جان و جسم کے عمل کے ساتھ دل میں بھی حکم الٰہی کی طرف جھکاؤ کی مشق کرنی چاہئے کہ اتقٰی کا اصلی تعلق دل ہی سے ہے۔

انفرادی اور اجتماعی زندگی کی یہی حقیقت ہے کہ دنیا کے بہترین انسان شریعت ابراہیمی کے زندہ کرنے والے اور دنیا کے آخری رسول ہمارے آقا اور سردار حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری خطبہ حج میں فرمایا۔

ابا امامہ یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخطب فی حجۃ الوداع فقال اتقوا اللہ وصلوا خمسکم وصوموا شہرکم وآتوا زکوٰۃ اموالکم واطیعوا اذا امرکم تدخلوا جنۃ ربکم۔

(ترجمہ: ابو امامہ فرماتے تھے کہ حجۃ الوداع میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے ڈرو پانچ وقت کی نماز پڑھو اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرو اور جب تم کسی کو امیر بناؤ تو اس کی اطاعت کرو نتیجہ یہ ہوگا کہ اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔)

میں رسول اکرم کی اسی حدیث پر جو شخصی اور جماعتی اعمال کا عطر ہے آج کا یہ خطبہ ختم کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں کہ اے اللہ اپنی راہ میں قربانی کرنے کے اصلی معنی ہم گناہ گاروں کو بھی اسی طرح سمجھا دے جس طرح صحابہ کرام کو تو نے سمجھا دیا اور اے اللہ ہم میں بھی حضرت ابراہیم کا عزم و استقامت اور حضرت اسمٰعیل کا صبر عطا فرما دے آج جب ہم تیری راہ میں جانوروں کے رگ گلو کو تیرے نام سے کاٹیں تو اسی کے ساتھ وہ بندھنیں بھی کٹ جائیں جو خواہش نفس کی ہم نے لگا رکھی ہیں۔

جس طرح تو نے ان بے زبانوں کو آج قربانی کے لئے ہمیں بخشا ہے اور ہم خوشی خوشی تیری راہ میں انھیں قربان کر رہے ہیں اسی طرح اپنی ہر محبوب سے محبوب تر چیز تیرے حکم سے قربان کرنے کی توفیق پائیں یہاں تک کہ اے اللہ جب تو ہماری جانوں کو ہم سے طلب فرمائے تو اس کو خوشی خوشی اس طرح تیری راہ میں دے دیں کہ اس کے خون کے ہر قطرہ سے دنیا میں اور آخرت میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد

کی صدا بلند ہوتی رہے جبتک کہ تیری صدائے محبت لبیک عبدی کی صدا نہ سن لے آمین یا رب العالمین ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم ○

جب امیر شریعت ثانی مولانا شاہ محی الدینؒ نے قاضی صاحب کو مولانا ابوالمحاسن محمد سجادؒ کے انتقال کے بعد ۱۹۴۰ء میں ناظم امارت شرعیہ کے عہدہ پر فائز کیا تو اس نوٹ کی بنا پر جو خطبات عیدین کے سلسلہ میں مولانا سجادؒ نے لکھا تھا پانچ سال کے بعد ۱۹۴۵ء میں ذی الحجہ کا خطبہ طبع کرایا تاکہ جہاں جہاں ضرورت ہو اس مطبوعہ خطبہ کو بھیجا جا سکے۔ لیکن مولانا عثمان غنی صاحب مفتی امارت شرعیہ اور مولانا نورالحسن صاحب قاضی شریعت اردو میں خطبہ دینے کے خلاف تھے اور امارت شرعیہ کا مسلک یہ تھا کہ اختلافی مسائل میں غیر جانبداری برتی جائے اس لئے قاضی صاحب نے اس خطبہ کو تقسیم نہیں کرایا ــــــ

خطبۂ ۴ خطبۂ عید اضحیٰ ۱۹۴۵ء مطبوعہ

نحمدہٗ ونستعینہٗ ونستغفرہٗ ونعوذ باللہ من شرور انفسنا من یھدہ اللہ فلا مضل لہ ومن یضللہ فلا ھادی لہ واشھد ان لا الہ الا اللہ واشھد ان محمداً عبدہٗ ورسولہ۔

اما بعد۔ قال اللہ عز وجل فی القران الحکیم علی لسان نوح علیہ السلام استغفروا ربکم انہ کان غفارا یرسل السماء علیکم مدرارا ویمددکم باموال وبنین ویجعل لکم جنت ویجعل لکم انھارا (ترجمہ): اے میری قوم کے لوگو تم اپنے پروردگار سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو وہ بہت بخشنے والا ہے پھر وہ تم پر خوب بارش بھیجے گا اور تمہارے مال و دولت اور تمہاری اولاد میں زیادتی دے گا اور تمہارے لئے باغات اور نہریں بنا

دے گا اسی طرح حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم سے فرمایا یاقوم استغفروا ربکم ثم توبوا الیہ یرسل السماء علیکم مدرارا ویزدکم قوۃ الی قوتکم۔

(ترجمہ: ای میری قوم کے لوگو تم اللہ سے اپنے گناہوں کی معافی چاہو پھر توبہ کرکے اس کی طرف پلٹ جاؤ وہ تم پر خوب بارش بھیجے گا اور تمہاری قوت میں اپنی طرف سے قوت کا اضافہ کردے گا۔

آپ نے دیکھا انسانوں کو جس معاشی مال و دولت اور اولاد کی طلب و جستجو رہتی ہے اور جس قوت کے وہ متلاشی رہتے ہیں اس کے حاصل کرنے کا صحیح طریقہ انبیاء علیہ السلام کے یہاں صرف مادی ساز و سامان کی کھوج اور تلاش ہی نہیں ہے بلکہ برائیوں اور گناہوں سے الگ ہونا اور اپنی اصلاح و درستگی بھی ہے جس کے بغیر مادی قوت بھی بیکار ہے۔

حکمتِ الٰہی قوموں کو آزمائش کی گرم بھٹیوں میں ڈالتی ہے پھر وہ ان بھٹیوں سے اس طرح مضبوط اور پختہ ہو جاتی ہیں جس طرح آپ کی خام مٹی پختہ ہو کر اینٹ کی شکل اختیار کرلیتی ہے۔

انبیاء علیہم السلام چونکہ ہمارے معلم و مربی ہوتے ہیں اور وہ انسانوں کے لئے نمونہ بن کر آتے ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ انھیں بڑے بڑے امتحانات میں ڈالتا ہے تاکہ مختلف حالتوں میں ان کے صبر و رضا کا نمونہ ہمارے سامنے ہو اسی صبر و رضا کے امتحان میں حضرت اسمٰعیل اور ابراہیم علیہما السلام ڈالے گئے اور اللہ تعالیٰ نے ان کے صبر و رضا کو ہمارے لئے یادگار بنایا اب ہم مسلمان اگر سچ مچ مسلمان ہیں تو اس اسوہ اور نمونہ کو اختیار کرکے ترقی کی راہ پر لگ جائیں اور آج جب قربانی کے جانوروں کے حلق پر چھری رکھیں تو ان کی گردنوں کے ساتھ ہم اپنے دل کی تمام ناجائز خواہشوں کو بھی ذبح کردیں اور بدن کے روئیں روئیں سے خدا کے حمد و ثنا میں اللہ اکبر اللہ اکبر لا الہ الا اللہ اللہ اکبر و اللہ اکبر و للہ الحمد کی صدا بلند ہو۔

اللہ نے فرمایا ہے لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن ینالہ التقوی منکم کذالک سخرها لکم لتکبروا اللہ علی ما ھدٰکم و بشر المحسنین ان اللہ یدافع عن الذین آمنوا۔

(ترجمہ: اللہ تک ان قربانیوں کا نہ گوشت پہنچتا ہے نہ خون۔ اس کے حضور جو کچھ پہنچتا ہے وہ صرف تمہارا تقویٰ ہے ان جانوروں کو تمہارے لئے اس طرح مسخر کر دیا کہ اللہ کی رہنمائی پر اس کے شکرگزار رہو اور اس کے نام کا آواز بلند کرو اور نیک کرداروں کے لئے قبولیت حق کی خوشخبری ہے جو لوگ ایمان لائے یقیناً اللہ تعالیٰ ظالموں کے ظلم وتشدد سے ان کی مدافعت کرتا ہے۔

آیت بالا من اللہ تعالیٰ نے تین باتیں بیان فرمائی ہیں پہلی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تک گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ ہمارا تقویٰ پہنچتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ نیک کام کرنے والوں کو اپنی قبولیت کی خوشخبری دی تیسری یہ کہ مخالفوں کے ظلم وتشدد سے ایمان والوں کی مدافعت کرتا ہے۔

تقویٰ کی حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ناخوشی سے ڈرنے اور اس کی رضا کی خواہش سے قلب میں ایک کیفیت وحالت پیدا ہو جاتی ہے اور انسان اللہ کی مرضی کی تلاش اور کھوج میں لگ جاتا ہے جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو اس کام کو کرتا ہے جو کام اللہ کو ناپسند ہو اس سے بھاگتا ہے اللہ کی رضا کا یہاں تک پابند ہو جاتا ہے کہ اس کے کسی حکم کے خلاف نہیں کر سکتا تقویٰ کی یہی انتہائی کیفیت تھی جو حضرت ابراہیم اور اسمٰعیل علیہما السلام پر طاری ہوئی اللہ نے حکم دیا کہ اپنے محبوب بیٹے اسمٰعیل کو ہماری راہ میں قربان کیجئے تو انھوں نے بیٹے کی گردن پر چھری رکھ دی اور جب بیٹے سے پوچھا تو انھوں نے بھی یہی کہا کہ انشاءاللہ جس طرح آپ اللہ تعالیٰ کے حکم پر عمل کرنے کو تیار ہیں مجھے بھی ثابت قدم پائیں گے اور میں ہرگز بے صبر نہ بنوں گا اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ واللہ اکبر اللہ اکبر وللہ الحمد (اللہ بہت بڑا ہے سوائے اللہ کے کوئی معبود نہیں اللہ بہت بڑا ہے ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کے لئے ہے) اس ثابت قدمی کا نتیجہ یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے نیکی والوں کی نیکی کو قبول کر لیا اور ان کو کامیابی کی بشارت و خوشخبری دی اور پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو لوگ ایمان لائے ہیں یقیناً اللہ تعالےٰ ظالموں کے ظلم وتشدد سے ان کی مدافعت کرتا ہے اور جب اللہ تعالیٰ کسی کی مدافعت کو کھڑا ہو جائے تو پھر کون ہے جو اس کے مقابلہ میں ٹھہر سکے۔ یہی مدافعت تھی جس نے تنگ کلدانیوں کے جوش وغضب اور بھڑکتی ہوئی آگ سے حضرت ابراہیم کو بچا لیا

اور اپنی جناب میں ان کے درجے بلند کئے۔

آیات بالا میں حضرت نوح اور حضرت ہود علیہما السلام کی نصیحت اور اس کا نتیجہ ہمیں معلوم ہو گیا کہ اگر ہم نے گناہوں کو چھوڑ کر قرآن کے حکم کے مطابق نیکیاں اختیار کریں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ایسی بارش ہو گی جو ہمارے کھیتوں کو ہرا بھرا کرے گی اللہ تعالیٰ ہمارے مال اور اولاد کو بڑھا دے گا اور ہمارے باغوں کے دائمی ہرے بھرے رہنے کا سامان ہو جائے گا اور ہمیں دنیا کی اچھی گزران خیر اور امن کی زندگی عطا ہو گی لیکن اس کے لئے امتحان ابراہیمی سے گزرنا اور اس پر ثابت قدم رہنا ہے اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے حضرت ابراہیمؑ کا یہ طریقہ مقرر کیا ہے اور ہمارے لئے اس کو نمونہ بنایا ہے قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ فی ابراھیم والذین معہ (ترجمہ: تم کو چال چلنی چاہیئے ابراہیم کی اچھی چال اور جو ان کے ساتھ تھے ان کی)

ایسا تو نہیں کہ آج بھی ہو لوگوں کے درجے بلند ہونے کو ہیں ہم اور آپ بھی امتحان ابراہیمی میں ڈالے گئے ہیں۔

دوستو اور عزیزو! عزم اور ہمت سے کام لو۔ پختہ اور پکا ارادہ کرو وقت کے مصائب سے دل گیر نہ ہو اور اللہ کے دین کی حفاظت اور مدافعت میں جد و جہد وسعی و کوشش کا پورا پورا حق ادا کر کے رضائے باری کو حاصل کرو اور اگر ہم نے ایسا کر لیا تو یقیناً اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہو کر رہے گا جو قرآن میں فرمایا لا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (ترجمہ: دیکھو نہ تو ہمت ہارو نہ غمگین ہو تمہیں سب سے برتر ہو بشرطیکہ مؤمن ہو۔

ربنا لا تؤاخذنا ان نسینا او اخطانا ربنا ولا تحمل علینا اصرا کما حملتہ علی الذین من قبلنا ربنا ولا تحملنا ما لا طاقت لنا بہ واعف عنا واغفر لنا وارحمنا انت مولانا فانصرنا علی القوم الکافرین۔

نوٹ:۔ خطبۂ ثانیہ راقم الحروف نے ہر جگہ حذف کر دیا ہے کیونکہ عربی کی یہ عبارت جو خطبۂ ثانیہ

کے طور پر لکھی گئی قاضی صاحب کی اپنی عبارت نہیں ہے۔

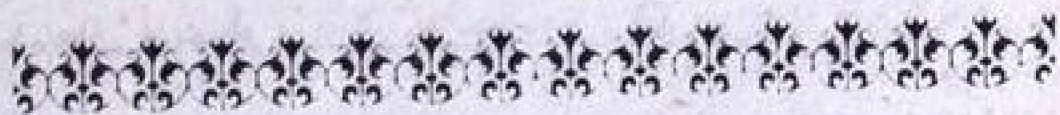
قاضی صاحب نے متعدد کتابچے بھی شائع کئے ایک کے سوا سب امارت سے متعلق ہیں ایک میرا عقیدہ مولانا آزاد کے متعلق ہے۔ قاضی صاحب نے فرمایا تھا کہ مولانا آزاد کے دشمن ہر طرح کے ہیں ایک تو مذہبی طبقہ میں کسی غلط فہمی کی بنا پر ہیں دوسرے مادر پدر آزاد لوگ ہیں جو مولانا آزاد کو اپنے رنگ میں پیش کرتے ہیں۔ اس لئے ضرورت ہے کہ مولانا آزاد کا عقیدہ ان کے اپنے خطوط کی کی روشنی میں بتادیا جائے۔ چنانچہ مولانا آزاد کے وضاحتی خطوط عکسی فوٹو کے ساتھ قاضی صاحب نے اپنے خرچ سے شائع کیا۔

اس مندرجہ بالا کتاب کے علاوہ سب کتابیں امارت سے متعلق ہیں۔ کتابیں تنظیم امارت اور تنظیم زکوٰۃ رہنمائے دار القضا تو امارت کی تحریک سے متعلق ہیں اور تین کتابیں ایمان کی کتاب عبادت کی کتاب اور اخلاق کی کتاب بالغ مبتدیوں اور بچوں کے لئے ہیں۔ ایمان کی کتاب کا ہندی ترجمہ بھی ہوگیا ہے۔

ہم ذیل میں کتاب میرا عقیدہ کو چھوڑ کر کہ اس میں قاضی صاحب کی اپنی کوئی تحریر نہیں ہے مولانا آزاد کی تحریریں ہیں اور ان کے عقیدہ کے متعلق ہیں باقی کتابیں نقل کئے دیتے ہیں۔

(۱) تنظیم امارت (۲) تنظیم زکوٰۃ، (۳) ایمان کی کتاب

(۴) عبادت کی کتاب (۵) اخلاق کی کتاب۔



تنظیم امارت

ایک گاؤں میں علیم و سلیم دو ہم عمر نوجوان پڑھے لکھے رہتے ہیں۔ دونوں میں باہمی دوستی بھی ہے۔ علیم ایک غریب پسر نوجوان ہے۔ مگر غربت کے ساتھ خوش اخلاق، نماز روزہ کا پابند ہے۔

سلیم اگرچہ ایک خوشحال گھرانے کا چشم و چراغ ہے۔ مگر نوجوانی کے جنون پر ساری دولت قربان کر دینے کے باوجود اپنے آبا و اجداد کی شہرۂ آفاق مہمان نوازی کی خصلت حمیدہ کو آج بھی نباہنے کی کوشش کرتا ہے۔ لیکن مذہبی احکام کی پابندی کا چنداں خیال نہیں رکھتا۔ سلیم کو علیم کی صحبت سے اس وقت تک اس قدر فائدہ پہنچا ہے کہ مسلمانوں کی روز افزوں تباہی و پراگندگی کو دیکھ کر قومی کاموں سے دلچسپی لینے لگا ہے۔ ایک مقامی انجمن کا ممبر بھی بن گیا ہے۔ انجمن والوں نے سلیم کے خاندانی اعزاز کا لحاظ رکھتے ہوئے اسی کو انجمن کا سرپرست بنا دیا ہے

علیم اپنی ملازمت کی وجہ سے گاؤں میں اب بہت کم رہتا ہے۔ لیکن جب چھٹی میں گھر آتا ہے تو سلیم کے یہاں زیادہ رہتا ہے۔ اور اکثر وہیں سے اٹھ کر نماز پڑھنے کے لئے مسجد جاتا ہے اور چاہتا ہے کہ سلیم بھی اس کے ساتھ مسجد جائے مگر سلیم اپنی عادت سے باز نہیں آتا۔

علیم کی عادت تھی کہ مغرب کی نماز پڑھ کر جب وہ مسجد میں سے جاتا تو پھر وہاں سے تھوڑی دیر کے لئے مکان جاتا اور عشاء کی آذان سے کچھ پہلے سلیم کے مکان پر آبیٹھتا۔

ایک روز علیم مغرب کی نماز مسجد میں باجماعت ادا کرنے کے بعد سلیم کے ہی مکان پر لوٹ آیا۔ اس خلافِ معمول عادت کو دیکھ کر سلیم نے پوچھا خیر تو ہے؟ آپ اس قدر جلد کیوں لوٹ آئے۔

علیم نے کہا، ہاں خیریت ہی ہے بات یہ ہے کہ مسجد میں ایک مولانا صاحب تنہا بیٹھے ہیں، ابھی مغرب کے وقت آئے ہیں۔ امارت شرعیہ کے مبلغ ہیں، اچھا ہو اگر آپ ان کو مہمان بنالیں۔

سلیم نے کہا۔ امارت شرعیہ کا نام سُنا ہے۔ لیکن یہ ہے کیا؟

علیم نے کہا۔ امارت شرعیہ کو آپ نہیں جانتے، مذہب اسلام کا اصول ہے کہ مسلمان کبھی بھی بغیر امیر وخلیفہ نہ رہیں حتیٰ کہ مسلمان کسی ملک میں اگر ایسے بے طاقت ہو جائیں کہ احکام اور قانون اسلام اور شعائر اسلام (یعنی وہ چیزیں جو دین اور اسلام سے تعلق رکھتی ہیں) کی حفاظت نہ کرسکیں جیسے مسجد قرآن اور خالص اسلامی معاشرتی احکام، مال، عزت وآبرو وغیرہ تو وہاں کے مسلمانوں پر واجب ہے کہ ان چیزوں کی حفاظت اور اپنے اوپر احکام اسلامی کو جاری ونافذ کرنے کے لئے محکومی کے بُرے اثرات سے محفوظ اور بچے رہنے کے لئے اور ملک میں اچھائی اور بھلائی کو پھیلانے کیلئے اللہ کے بندوں کو اچھی راہ چلانے اور بری راہ سے بچانے اور مخلوق الٰہی (یعنی اللہ تعالیٰ نے جن کو پیدا کیا ہے) کی خدمت کے فرض کو اچھی طرح انجام دینے کے لئے اور مسلمانوں کو متحد رکھنے، جماعتی قوت پیدا کرنے اور اپنی کھوئی ہوئی طاقت کو حاصل کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کریں کہ مسلمانوں میں سے ایک متدین مذہبی امور سے واقف مسلمان کو امیر (یعنی سردار) چن لیں اور تمام نیک کام میں اور ان کاموں میں جو شریعت اسلامیہ کے احکام کے خلاف نہ ہوں، اس کے حکم پر چلیں۔ اور اس کے حکم کے خلاف نہ کریں تاکہ افراد قوم کے قومی وجماعتی خیال وعمل میں یکسانی اور یکتائی پیدا ہو جائے، اور اختلاف وپراگندگی باقی نہ رہے دین کے اسی اصول وبنیاد پر صوبہ بہار کے مسلمانوں کے انگریزی تعلیم یافتہ، عالم وصوفی اور سمجھدار لوگوں نے مل کر اپنا ایک امیر چنا ہے اور وہ مسلمانوں کی اصلاح وبھلائی کے لئے انتظام کرتے ہیں۔ ان کا ایک مرکزی دفتر ہے جس کا نام دفتر امارت شرعیہ ہے۔

سلیم نے کہا۔ اتنے بڑے کام کو چلانے کے لئے ایک امیر یا سردار کے بدلے اچھا تو یہ تھا کہ ہم لوگ بہت سی انجمنیں قائم کرتے، اور ہم لوگ ایسا کر رہے ہیں۔ کیا اس ترکیب سے یہ مقصد حاصل نہیں ہو سکتا۔

علیم نے کہا، حکیموں کی حکمت نے انجمن سازی کا طریقہ بنایا اور وہ ہم تک پہنچا ہے،

لیکن نبوت کی تعلیم نے جو طریقہ ہمارے لئے مقرر فرمایا سب سے بہتر ہے۔ اور اس میں خدا اور رسول کے حکم پر چلنے کا ثواب اور برکت بھی حاصل ہے، ہم مسلمان ہیں اور ہمارا کام اپنے تمام امور میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہؓ کرام کی پیروی کرنا ہے اور انھوں نے تنظیم اسلامی کا جو طریقہ بتایا ہے، وہ قیام امارت شرعیہ ہے اور وہ اس درجہ اہم ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد آپ کی تدفین سے پہلے امیر المسلمین کا قیام صحابہ کرامؓ نے ضروری سمجھا یہاں تک کہ فرمایا من استطاع منکم ان لا ینام نوما ولا یصبح صبحا الا وعلیہ امام فلیفعل (ابن عساکر عن ابی سعید ابن عمر) تم میں جو شخص اس کی طاقت رکھتا ہو کہ (کسی رات کو) نہ سوئے اور نہ صبح گذارے، لیکن ایسی حالت میں کہ اس پر کوئی امام (مقرر) ہو تو ایسا ہی کرے۔

پھر انجمن قائم کرنے کی ترکیب بظاہر چاہے کتنی ہی دلکش ہو لیکن عملاً اس سے تنظیم اسلامی کا وہ مقصد پورا نہیں ہو سکتا جو اسلام کے مدنظر ہے، جدا جدا بہت سی انجمنوں کے ذریعہ کام کرنے میں سب سے بڑا نقصان تو یہ ہے کہ ہر شخص ابنی اپنی سمجھ سے جدا جدا کام اختیار کرتا ہے اور جدا جدا ٹولیاں بن جاتی ہیں پھر ان میں مقابلہ ہوتا ہے۔ جھگڑے ہوتے ہیں، پھر جدا جدا سوچنے سے مقاصد مختلف ہو جاتے ہیں وحدت اور یکتائی کی جگہ اختلاف اور انتشار پیدا ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ قوم کی برہمی اور انتشار اپنی جگہ قائم رہتا ہے چھوٹی چھوٹی ٹولی جدا جدا خیال پر بن جاتی ہے۔ کہیں مذہبی فرقہ بندی کہیں ذاتوں کی تقسیم، کہیں عہدوں کا جھگڑا غرض یہ کہ یکتائی اور وحدت، مرکزیت، جو طاقت اور قوت کی جڑ ہے وہ ہونے نہیں پاتی اور یہی بیماری ہے جس کا نتیجہ محکومی، غیر قوموں کی غلامی، اور انتشار اور افتراق ہے، جسے ہمیں دور کرنا ہے۔ اس بیماری کے دور کرنے کا صحیح طریقہ یہی ہے جو مذہب اسلام نے تبلایا ہے۔ اور جس اصول پر امارت شرعیہ قائم ہے، اسلام ایک وحدت و یکتائی ہے۔ اسلام ہم کو اللہ اور اللہ کے رسول کے بتائے ہوتے اصول اور طریقوں پر اکٹھا کرنے اور ایک بنانے کو آیا تھا، ہمارا خدا ایک، ہمارا رسول ایک، ہمارا قبلہ ایک، ہماری کتاب بھی ایک، تو ہمارے دین کا سردار بھی ایک ہونا چاہیئے۔ اس کے خلاف اپنی رائے اور خواہش سے جو طریقہ بھی اختیار کریں اللہ اور اس کے رسول کا بتایا ہوا طریقہ نہ ہوگا ہاں اگر کبھی کوئی انجمن کسی خاص غرض سے بنے بھی تو اس کو امیر سے جدا نہ ہونا چاہیئے اور تسبیح کے دانوں کی طرح

امام (یعنی امیر) کے ساتھ ہی ہونا چاہیے۔

سلیم نے کہا۔ آپ کی اچھی اور پکی دلیلیں میرے دل میں اتر گئیں، میں غفلت اور بھول میں تھا اور آفتاب اسلام کے رہتے ہوئے چراغ کی روشنی ڈھونڈ رہا تھا، خدا آپ کا بھلا کرے، آپ نے میری رہنمائی کی اور مجھ کو ٹھیک راستہ پر لگا دیا۔ اتنا اور عرض ہے کہ آپ نے اس کو مذہب اسلام کا اصول کہا ہے کیا ایسی کوئی کتاب کا نام بتائیں گے جس سے امارت شرعیہ کے متعلق مزید معلومات حاصل ہوں۔ آپ یہ خیال نہ کریں کہ شک وشبہہ کی وجہ سے ایسی کتاب چاہتا ہوں بلکہ آپ کا بتایا ہوا سیدھا اور اچھا اصول میرے دل میں اتر گیا، البتہ چاہتا ہوں کہ ایسی کتاب دیکھ کر اپنی معلومات بڑھاؤں۔

علیم نے کہا۔ میں نے مولانا محمد علی مونگیریؒ کا خطبہ صدارت۔۔۔۔۔ اور سلیمان ندوی کا خطبۂ صدارت جمعیۃ العلماء۔۔۔۔ اور رسالہ امیر شریعت۔۔۔۔ دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف سے وی پی کے ذریعہ منگوایا تھا اور وہ میرے پاس بھی ہے۔ مکان جاکر بھیج سکتا ہوں، آپ بھی ایک ایک جلد یہ سب کتابیں منی آرڈر کے ذریعہ قیمت بھیج کر منگوالیں۔ ممکن ہے ان کتابوں کے علاوہ دفتر امارت شرعیہ سے دوسری کتابیں بھی مل سکیں۔

سلیم یہ کہتے ہوئے کہ گفتگو میں دیر ہوگئی مولانا کو لے آؤں، مسجد میں گئے اور مولانا کو لے آئے۔ کھانے میں دیر تھی، امارت شرعیہ پر گفتگو ہوتی رہی۔ سلیم صاحب دلچسپی سے سنتے رہے۔ مولانا سے گاؤں کی تنظیم کا طریقہ اور کام دریافت کیا۔

مولانا نے کہا۔ گاؤں کے تمام مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر اپنے میں سے ایک شخص کو چنتے ہیں اور امیر شریعت کو اطلاع دیکر استدعا کرتے ہیں کہ میرے گاؤں کا یہ آدمی نیک منتی، قوم اور مسلمانوں کی بھلائی کا درد دل میں رکھتا ہے۔ اور مسلمانوں کی خدمت کے لئے آمادہ اور تیار ہے۔ اس کو ہمارے گاؤں کا سردار مقرر کر دیجئے۔ امیر شریعت ایسے شخص کو سند نقابت دے دیتے ہیں، اور وہ اس گاؤں کے مسلمانوں کا سردار ہو جاتا ہے۔ اور اسی کو اسلام میں نقیب کہتے ہیں۔ اسی لئے ایسے سرداروں کا لقب امیر شریعت نے نقیب رکھا ہے۔ اگر چھوٹا گاؤں ہوتا ہے تو ایک ہی نقیب بنایا جاتا ہے اور کبھی بڑے گاؤں میں ایک ہی نقیب ہوتا ہے۔ لیکن وقت ضرورت

اور مقامی حالت کے لحاظ سے اکثر بڑے گاؤں میں حلقہ متعین کرکے ہر حلقہ سے ایک ایک نقیب چنا جاتا ہے، اسی کے ساتھ بڑے گاؤں اور بڑے حلقوں میں تین، یا پانچ، سات یا زیادہ جیسی ضرورت ہو، دوسرے سمجھدار اور لائق آدمیوں کو چن لیا جاتا ہے جو مشیرانِ نقیب کہلاتے ہیں تاکہ امارت کے نقیب ان سے مشورہ لیتے رہیں۔

بعض استثنائی صورتوں کے علاوہ علی العموم ایک تھانہ کے تمام اسلامی آبادی کے مواضعات کی اسی طرح تنظیم کرلینے کے بعد تمام تھانہ کے نقیبوں کو جمع کرکے ان کے مشورہ سے ایک رئیس النقبا چنا جاتا ہے جو پورے تھانہ کے نقیبوں کی کارگذاری، اور اس حلقہ کے تنظیم کی نگرانی کرتا رہتا ہے۔ اسی طرح جب پورے ایک سب ڈویژن کی تنظیم ہوجاتی ہے تو ڈویژن کے نقیبوں اور رئیس النقبا کے مشورہ سے ایک لائق اور ہوشیار کارکن کو سب پر سردار چنا جاتا ہے۔ جس کا لقب صدر النقیب ہوتا ہے ——— اس کا فرض ہوتا ہے کہ پورے سب ڈویژن کے اسلامی اور تنظیمی کاموں کی نگرانی کرتا رہے اور جب پورے ضلع کی تنظیم ہوجاتی ہے تو تمام ضلع کے نقبا در ئیس النقبا اور صدر النقبا کے مشورہ سے ایک شخص چنا جاتا ہے جس کا لقب عاقب ہوتا ہے۔ اور یہ شخص پورے ضلع کا اسلامی سردار ہوتا ہے، اور اس کے لئے بھی سات، نو، گیارہ یا زیادہ جیسی ضرورت ہو، آدمیوں کا چنا ہوتا ہے جو عاقب کے مشیر کہلاتے ہیں، جس سے وقتِ ضرورت وہ مشورہ لیا کرتا ہے، یہ تو تمام مسلمانوں کی تنظیم کا ایک دستوری ڈھانچہ ہوتا ہے، لیکن اسی کے ساتھ ہر گاؤں، ہر حلقہ، یا شہر کے محلوں کے اس تنظیمی ڈھانچہ میں عملی تنظیم کی روح اس طرح ڈالی جاتی ہے کہ ان حلقوں کے تمام مسلمانوں پر نقیب یا مبلغ یا منظم کے ذریعہ قومی محصول کی تشخیص ہوتی ہے جس کا طریقہ یہ ہے کہ ہر آدمی کی حیثیت کے مطابق ایک رقم سالانہ مقرر کی جاتی ہے (ایسے غریب جو ۳ر سالانہ بھی نہیں دے سکتے قومی محصول سے مستثنیٰ ہیں) یہ رقم نقیب کے واسطے سے وصول کی یا کرائی جائے۔ یہ رقم مرکزی دفتر کے چلانے کے خرچ کے لئے مخصوص ہے۔ اس رقم سے دوسرا خرچ نہیں ہوسکتا ہے جب تک کہ آمدنی اس خرچ سے زیادہ نہ ہو نقیب ایک آنہ سالانہ اپنے حلقے کے مسلمانوں پر قومی محصول کے علاوہ زیادہ سے زیادہ مقرر کرسکتا ہے جس سے وہ اپنے گاؤں یا حلقہ کا دفتر چلاتا رہے۔ اس سے زیادہ محصول گاؤں اور حلقے پر لگانے کی

اجازت امارت شرعیہ کے مرکزی دفتر کی نہیں ہے۔

سلیم نے کہا: مولانا! امارت کی تنظیم کون کرتے ہیں، اور کس طرح کرتے ہیں۔؟

مولانا نے کہا! امارت شرعیہ کی طرف سے مبلغ، منظم وغیرہ مقرر ہیں، وہ اس خدمت کو انجام دیتے ہیں اور اکثر مقامی ہوشمند مسلمان خاص کر پرجوش نوجوان تنظیم قائم کر کے مرکزی دفتر پھلواری شریف میں اطلاع دیتے رہتے ہیں، اور وہ اس طرح کرتے ہیں کہ پہلے چند سمجھ دار لوگوں سے تنظیم کے متعلق مشورہ کرتے ہیں، پھر ان کے مشورہ سے گاؤں یا محلہ کی مسجد میں، یا کسی شخص کے دروازہ پر یا کسی مناسب جگہ میں اس حلقے کے مسلمانوں کو اس تنظیم امارت کی ضرورت اور اس کے اصول بتاتے ہیں اور یہ سب سمجھانے کے بعد حاضرین کے مشورہ سے نقیب چنتے ہیں اور قومی محصول تشخیص کرتے ہیں اور اس کارروائی کی اطلاع اور مفصل رپورٹ دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف پٹنہ کے پتہ سے بنام ناظم امارت شرعیہ بھیج دیتے ہیں۔

سلیم نے کہا! یہ تو میں سمجھ گیا لیکن رئیس النقبا اور صدر النقیب و عاقب کا چناؤ کون کرتا ہے، اور کیونکر ہوتا ہے۔

مولانا نے کہا! یہ بھی کبھی مبلغ اور منظم کے ذریعہ ہوتا ہے اور کبھی تھانہ ڈویژن، ضلع کے پرجوش نقبا از خود جلسہ کر کے، چناؤ کر کے دفتر امارت شرعیہ میں رپورٹ بھیجتے ہیں، اور اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ تھانہ کے ایک یا چند پرجوش نقیب باہمی مشورہ سے ایک دن متعین کر کے اپنے حلقے کے تمام نقیبوں کے جلسہ نقباد کا اعلان کرتے ہیں جگہ ایسی مقرر کرتے ہیں جہاں ہر گاؤں وضلع کے نقیب جمع ہو سکتے ہوں، یہی لوگ اس مقام پر پہنچ کر اس جگہ میں فرش و فروش کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسجد میں جلسہ رکھتے ہیں تو اس کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر کسی مکان یا میدان میں جلسہ کرتے ہیں اور ٹاٹ یا چٹائی وغیرہ دستیاب نہیں ہوتا ہے تو پوال و گھاس بچھا دیتے ہیں اس جگہ کسی شخص سے کھانے کا ہوٹل کھلوا دیتے ہیں تاکہ باہر سے جو لوگ آئیں وہ اپنے پاس سے خرید کر کھائیں، اور اس کا بھی وہ پہلے سے اعلان کر دیتے ہیں، الغرض نہایت سادگی اور بغیر کسی تکلف اور مزید خرچ کے جلسہ کر کے کارروائی کرتے ہیں۔

اسی طرح ڈویژن کے نقبا اور ضلع کے نقبا کی کانفرنس، مقامی پرجوش مسلمانوں کی کوشش سے ہوتی ہے۔ اگر اس قسم کی کانفرنس میں چٹھی چپاتی، اشتہار اور بعض ضروری کاموں کے لئے خرچ

کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ لوگ آپس میں فوری چندہ کر لیتے ہیں اور اس سے خرچ کرتے ہیں اور اس کا باقاعدہ حساب رکھتے ہیں اور ایسے بڑے جلسوں کے وقت دفترِ امارت شرعیہ میں پندرہ، بیس روز قبل اطلاع بھیجکر وہاں سے مشورہ بھی لیتے ہیں۔

اور اس موقع پر جلسہ میں تنظیم امارت ضرورت نقباء اور تمام مسلمانوں کے فرائض کو کوئی شخص ..... خوب اچھی طرح بیان کرتا ہے۔ پھر رئیس النقباء صدر النقیب، عاقب، جیسی صورت بھی ہو اس کا انتخاب کرتے ہیں اور بعد جلسہ پوری کارروائی کی رپورٹ امارت شرعیہ میں بھی بھیجتے ہیں۔

سلیم نے کہا! مولانا! نقیب، رئیس النقباء، صدر النقیب اور عاقب کے فرائض کیا ہوتے ہیں؟

مولانا نے کہا! ہر حلقہ کے نقیب، رئیس النقیب، صدر النقیب کا فرض ہے کہ وہ مسلمانوں کی اصلاح اور بھلائی کے تمام کام کو انجام دے، مثلاً مسلمانوں کو احکام شریعت کی پابندی کی ہدایت کرنا، نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج کی ادائیگی کی تلقین مسلمانوں کو کرنا۔ اور ناواقف مسلمانوں کو کلمہ ایمان مفصل، نماز کی ترکیب یاد کروانا، نماز با جماعت کی اہمیت بتانا، آپس میں مسلمانوں کے ساتھ مساویانہ اخوتِ اسلامی کا برتاؤ رکھنے کی تلقین کرنا، ہر طرح کے غیر شرعی رسوم مسلمانوں سے چھڑوانا اور مشرکانہ رسوم اور غیر قوموں کے طور وطریقہ سے بچنے کی ہدایت کرنا، مسلمانوں میں نفاق اور پھوٹ نہ پڑنے دینا، آپس میں اگر جھگڑا ہو جائے تو حکم یا پنچایتی کے ذریعہ طے کرا دینے کی کوشش کرنا اور اگر طے نہ ہو سکے تو لوگوں کو کہنا کہ عدالتوں میں جا کر اپنے کو گنہگار اور زیر بار نہ کریں بلکہ امارت شرعیہ کے قائم کئے ہوئے دار القضا میں مقدمہ لے جائیں اور دین اور شریعت کی رو سے فیصلہ کریں اگر کوئی واقعہ گاؤں میں یا اطراف میں پیش آجائے، چاہے وہ مسلمانوں سے متعلق ہو یا غیر مسلموں سے، اس کی دفتر کو اطلاع دینا، قومی محصول کو سالانہ دفتر کی ہدایت سے وصول کرنا، یا عامل کو وصول کرا دینا اور صدر دفتر بھجوا دینا اور اس کی رسید لوگوں کو ضرور دلوا دینا، بغیر رسید کے کوئی رقم نہ دینے کی سخت ہدایت کرنا، غیر مسلموں کے سامنے بہ احسن وجوہ اسلام کی تعلیمات پیش کرتے رہنا تاکہ اسلام کے متعلق جو غلط فہمی ہو وہ دور ہو جائے اور اسلامی تعلیمات کے قبولیت کی اہلیت اگر کسی جماعت میں ہو تو اسلام ان پر پیش کرنا یا مرکزی دفتر کو اطلاع دینا تاکہ وہ اس کام کو انجام دے

اور مسلمانوں کو ورزش کی تاکید کرنا، اور یہ کہ وہ لاٹھی اور دیگر جائز اسلحہ کی مشق کرتے رہیں تاکہ ضرورت کے وقت اپنی اور پڑوسی بھائیوں کی جان و مال کی حفاظت ہو سکے اور حزب اللہ کی ایک جماعت بنانا۔

شادی، غمی اور دوسری تقریبات میں کفایت شعاری برتنا اور دوسروں کو اس کی ہدایت کرنا۔ مسلمانوں کو تجارت کا شوق دلانا، اور ان کو کام کرنے کی ترغیب دینا اور جو مسلمان تجارت کر رہا ہو اس سے دینی بھائی چارہ اور اخوت اور دینی تعلق کی بنا پر لوگوں کو خرید و فروخت کی ہدایت کرنا، گاؤں کی صنعتوں کو ترقی دینا اور غیر ملکی چیزوں سے جہاں تک ہو سکے پرہیز کرنا اور لوگوں کو اس کی ہدایت کرنا، تاکہ غریبوں، مزدوروں کا فائدہ ہو اور ملک کی خوشحالی میں ترقی ہو، جس سے غریب مسلمان کا خصوصیت سے فائدہ ہو اور بھی مسلمانوں کی بھلائی اور فائدہ کے جو امور ہوں ان کو انجام دینا ان کے علاوہ سب سے اہم اور سب سے ضروری کام یہ ہے کہ مسلمانوں کی دینی تعلیم اور تربیت کا خیال رکھنا اور ایسے واعظوں، علما اور لیڈروں کی بات نہ سننا جو مسلمانوں کو آپس میں لڑائیں یا ان میں نفاق پیدا کریں یا تنظیم شرعی و مذہبی کی مخالفت کریں یا اس کی اہمیت کو گھٹائیں اور اس کو کبھی نہ بھولنا کہ سب مسلمان آپس میں بھائی ہیں اور یہ کہ قومی تنظیم وحدت و یکتائی کے بقا کی اصلی صورت امیر شریعت کے تمام دینی احکام کی تعمیل ہے اور اپنے حلقے کے تمام کاموں کی رپورٹ مرکزی دفتر میں بھیجتے رہنا اور یہ کوشش کرنا کہ غیر مسلموں سے بھی خوشگوار تعلقات رہیں مگر ان کے مذہبی اور قومی رسم و رواج میں شریک نہ ہونا بلکہ اس کو ترک کرنا، اگر کسی جگہ غیر مسلموں کے فساد کا اندیشہ ہو تو اس کو روکنا، مرکزی دفتر کو رپورٹ کرنا اور اگر خدانخواستہ کسی جگہ فساد ہو جائے تو دفتر میں بذریعہ تار یا آدمی فوراً خبر کرنا۔ اور اسی کے ساتھ ڈویزن یا ضلع کے کسی مسلمان قانون داں سے مشورہ لیکر قانونی کارروائی کرنا تاکہ مسلمانوں پر ظلم نہ ہونے پائے۔ اسی کے ساتھ تھانہ میں جلد از جلد پہنچکر سانحہ یا اطلاع اول لکھانا تاکہ معاملہ خراب نہ ہو، اور ظالم کی سزا ہو، لوگوں کو سخت تاکید کرنا بعد فساد ہرگز ایک منٹ کیلئے سُستی نہ کریں نہ غفلت، اور نہ کوئی بزدلی کریں، اکثر مسلمان ایسے موقع پر اپنی کاہلی یا بزدلی سے معاملہ خراب کرتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہندو مسلم فساد میں مسلمان ہی مظلوم بھی ہوتے ہیں اور سرکاری کچہری میں مقدمہ جانے کے بعد مسلمانوں کو سزا بھی ہوتی ہے۔

سلیم نے کہا! یہ عامل کون ہیں؟

مولانا نے کہا! امیر شریعت کے مالی محکمہ کا نام بیت المال، بیت المال کی طرف سے قومی محصول عشر، زکوٰۃ وغیرہ کی وصولی کے لئے جو اشخاص مقرر ہیں ان کو عامل کہتے ہیں۔

سلیم نے کہا! مولانا یہ دارالقضا کیا ہے؟

مولانا نے کہا! مسلمان آپس میں لڑ لڑ کر کچہریوں میں تباہ ہوتے ہیں۔ انگریزی عدالتوں میں اکثر جھوٹ بولنے کی نوبت آتی ہے دوسروں کے سامنے اپنے مقدمات پیش کرتے ہیں جس سے بے حیائی اور بے شرمی پیدا ہوتی ہے۔ مذہب اسلام ہمیں عزت دار بنانا چاہتا ہے۔ ہمارے مذہب کی اجازت نہیں کہ ہم اپنے معاملات غیر مسلمانوں کے سامنے لے جائیں۔ خاص خاص معاملات جیسے نکاح، طلاق، خلع، تفریق وغیرہ تو ایسے ہیں کہ گھر سے باہر جانا بھی اچھا نہیں، اور غیر مسلموں کی عدالت تو بہت دور ہے، پھر ہم مسلمان، ہمارا تمام جھگڑا قرآن اور حدیث کے مطابق طے ہونا چاہیئے۔ غیر مسلم ہماری مذہبی کتاب کو اس طرح سمجھ نہیں سکتے جس طرح مسلمان۔

اسی لئے امارت شرعیہ نے اسلامی عدالت قائم کی ہے۔ تاکہ مسلمان اگر بدقسمتی سے لڑ بھی جائیں تو اسی اسلامی عدالت میں اپنا مقدمہ لے جائیں۔ اس میں مسلمانوں کے تمام ایسے مقدمات فیصل ہوتے ہیں جس کو حکومت انگریزی کا قانون بھی اس اسلامی عدالت سے فیصلہ کرانے کو نہیں روکتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی انگریزی عدالت سے منتقل ہو کر اس اسلامی عدالت میں مقدمات فیصلے کے لئے آتے رہتے ہیں، اسی اسلامی عدالت کا نام دارالقضا ہے۔ جو اس وقت پھلواری شریف اور صوبہ کے بعض دیگر مقامات مثلاً کشن گنج (پورنیہ) کٹیہار، سپول (دربھنگہ) وملہ (دربھنگہ) بھوجپور (آرہ) اورنگ آباد (گیا) میں قائم ہیں، جہاں مسلمانوں کے مقدمات دائر اور فیصل ہوتے ہیں۔

سلیم نے کہا! اور یہ حزب اللہ کیا ہے؟

مولانا نے کہا! حزب اللہ، عربی لفظ ہے جس کے معنی گروہ یا جماعت کے ہیں۔ اس کا مطلب ہے اللہ کی جماعت، یعنی اللہ کی رضا جوئی کے لئے خدمت کرنے والی جماعت آپ نے "بوائے اسکاوٹ" سیوا سمتی، والنیٹر کور، وغیرہ کا نام سنا ہوگا۔ اسی طرح کی یہ بھی ایک جماعت ہے۔ جس کا کام ہر مصیبت اور ضرورت کے وقت لوگوں کی خدمت کرنا ہے، آپ ایک چھوٹا رسالہ "حزب اللہ" نامی دفتر امارت سے منگوالیں اس سے آپ کو اس کے بنانے کا قاعدہ معلوم ہو جائے گا۔

سلیم نے کہا! مولانا آپ نے تھانہ، ڈویژن، اور ضلع کے نقیب کی کانفرنس، انتخاب رئیس النقیب اور عاقب کے لئے جو ترکیب بتائی ہے، وہ ٹھیک ہے لیکن کیا یہ کانفرنس صرف ایک ہی مرتبہ ہوسکتی ہے؟

مولانا نے کہا! نہیں ایک مرتبہ چناؤ کے بعد سال بھر تک کاموں کو انجام دینا چاہیئے۔ اس کے بعد ہر سال اس قسم کی کانفرنس ہوسکتی ہے۔ جس میں نیا چناؤ بھی ہوسکتا ہے۔ اور سال بھر کے کارگزاری کی رپورٹ پیش ہوسکتی ہے اور آئندہ کے کاموں امارت کے اصول کے مطابق آگے بڑھانے پر غور ہوسکتا ہے مگر ہر کانفرنس کی رپورٹ امارت شرعیہ میں بھیجنا ضروری ہے۔

سلیم نے کہا! مولانا آپ نے جو کچھ کہا ہے، وہ سب حق ہیں اور نہایت مفید کارآمد باتیں ہیں لیکن مجھے اُمید نہیں کہ مسلمان اس پر عمل کریں اگر ان میں یہی صلاحیت ہوتی تو آج یہ دن کیوں دیکھنے پڑتے۔

مولانا نے کہا! بھائی ناامیدی سے دنیا میں کوئی کام نہیں ہوسکتا۔ ناامیدی کفر ہے۔ ہمارا کام اسلام کے اصولوں پر عمل کرنا، اور تنظیم مسلمین کے صحیح اصول کے ماتحت اطاعتِ امیر پر مسلمانوں سے عمل کرانے کی کوشش کرنا ہے۔ اگر کوئی فائدہ نہ ہو تو یہی کیا کم ہے کہ آپ کو ایک نیک کام کی توفیق ہوئی خدا کے یہاں ہر شخص اپنے عمل کے لئے پوچھا جائے گا۔ آخر ہم سے لوگوں کو اس اچھی بات کی طرف نہ بلانے کی بھی تو اللہ تعالٰی کے یہاں پوچھ ہوگی، اس وقت ہم کیا جواب دیں گے۔ دوسرے یہ کہ حرکت میں برکت ہے۔ تیرنے کی ہمت کرنے والے ہی دریا کے پار ہوجاتے ہیں۔

یہ ٹھیک ہے کہ ہماری خواہش کے مطابق کام نہ ہو، لیکن انشاء اللہ تعالٰی کام کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا۔ آپ کے بزرگوں نے اپنے یقین اور اپنے عمل، سمع وطاعت کی بدولت پہاڑ اور سمندر میں تہلکہ ڈال دیا ہے۔ آپ بھی راہ حق اور خدمت دین میں اگلوں کی طرح زندگی گزار دینے کی کوشش کیجئے۔

آج دُنیا کے لئے یورپ والے کیا کچھ نہیں کر رہے ہیں۔ کیا ہم دین کے لئے مسلمانوں کے لئے آخرت کے لئے، جنت کے لئے، خدا کے لئے کچھ نہیں کرسکتے، قرآن شریف میں ہے کہ خدا نے مسلمانوں کے جان ومال کو جنت کے بدلے میں خرید لیا ہے"۔ پس ہر مسلمان کو چاہیئے کہ جب تک زندہ رہے خدا کے حکم پر چل کر اپنے جان ومال کو اللہ تعالٰی کی راہ میں یعنی اچھے کاموں میں لگا دے۔

سلیم نے کہا! مولانا! آپ کی ہمت مردانہ نے مجھ میں تازہ روح پھونک دی، کام کرنے کی خواہش اور طاقت پیدا ہوگئی ہے۔ بیشک دوسرے کیا کریں گے۔ اس سے بے پرواہ ہوکر مجھے اپنا کام کرنا چاہیئے۔

ہمارے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی تو کہا تھا کہ مجھے ساری دنیا چھوڑ دے تو بھی سچائی کا پیغام پہنچانا نہیں چھوڑوں گا۔

اب آپ یہ بتائیں کہ میں کیونکر اس کام کو انجام دوں؟

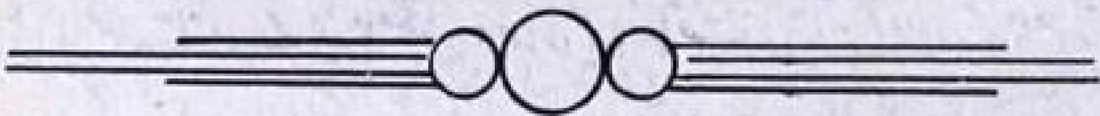
مولانا نے کہا! آپ سب سے پہلے اپنے گاؤں کی تنظیم کریں اور پھر اطراف میں کام شروع کردیں۔

رات کو سب لوگ سو گئے۔ مولانا علی الصباح اٹھے، صبح کی نماز پڑھی۔ آج خلاف معمول سلیم بھی علی الصباح اٹھے۔ انھوں نے بھی نماز پڑھی۔

مولانا نے کہا! سلیم صاحب! میرا یہاں کا کام ختم ہوگیا، میں تنظیم کرنا چاہتا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے آپ کو توفیق خیر دی، آپ نے اس کام کو لے لیا۔ ہم لوگ امارت کے دس بارہ مبلغ کیا کر سکتے ہیں، کہاں کہاں پہنچ سکتے ہیں، میرا کام آپ جیسے لوگوں کو آمادہ کردینا ہے۔ اب مجھ کو اجازت دیجئے کہ دوسروں تک یہ پیغام پہنچا سکوں، آپ کام شروع کردیں، میں دفتر کو آپ کے نام اور پتہ سے مطلع کردوں گا، آپ بھی ایک کارڈ لکھ دیں۔

اب سلیم اپنے حلقہ میں امارت کے بڑے پُر جوش کارکن ہیں اور اپنے بہت سے ساتھی بنا چکے ہیں، ان کا علاقہ مسلمانوں کے لئے خیر و فلاح کا نمونہ ہوگیا ہے۔

ہر گاؤں، اور شہر کے مسلمانوں کو سلیم بننا چاہیے۔ اگر تنظیم شدہ حلقہ ہو تو اس کو مضبوط کرنا چاہیے اور غیر منظم ہو تو اس کی تنظیم کرنی چاہیے۔



عرضِ ناشر

قاضی احمد حسین صاحب مرحوم

نقوش وتاثرات

محسن عثمانی ندوی

علماء وصلحاء کے سیر وسوانح لکھنے کی روایت اسلام کی تاریخ میں صدیوں پہلے شروع ہو چکی تھی، تاریخ وسیر کے میدان میں مسلمانوں کا مقام دوسری قوموں سے بہت آگے ہے اگر اہلِ قلم نے اپنے قلم سے تاریخ میں باکمال شخصیتوں کے خدوخال محفوظ نہ کر لیے ہوتے تو زمانے کی گردان کے کارناموں کو گوشۂ گمنامی میں ڈال دیتی، اللہ تعالیٰ اپنی حکمتوں اور مصلحتوں کے تحت کسی کو بقائے دوام کی خلعت سے سرفراز کرتا ہے اور کسی کو گمنام رکھتا ہے یمحی اللہ مایشاء ویثبت وعندہ ام الکتاب۔

ریاست بہار کی بہار کا اگر تذکرہ کیا جائے اور اس کے خوش رنگ اور خوشبودار پھولوں کا کوئی گلدستہ تیار کیا جائے تو یقیناً وہ قاضی احمد حسین صاحب کے بغیر نامکمل رہے گا۔ قاضی صاحب امارت شرعیہ کے ناظم، جمعیۃ العلماء کے رکن، تحریک خلافت کے کارکن، پارلیمنٹ کے ممبر، دار العلوم ندوۃ العلماء کی انتظامیہ کے رکن رکین تبلیغی جماعت کے ذمہ داروں کے معتمد علیہ اور تمام دینی اور ملی کام انجام دینے والوں کا مرجع تھے، جمعیۃ علماء کی تاریخ ان کے ذکر کے بغیر ادھوری، امارت شرعیہ کا تذکرہ ان کی داستان کے بغیر نامکمل، بہار میں خلافت کی تاریخ ان کے نام کے بغیر ناقص، انڈیپنڈنٹ پارٹی کی روداد ان کی سرگرمیوں کے بغیر ناتمام، جمعیۃ علماء کی سرگزشت ان کی سرگزشت کے بغیر بے روح ہے۔ کیونکہ وہ ان تمام تحریکوں کے روحِ رواں اور نفس ناطقہ تھے، ایسی ہمہ جہت، ایسی فعال اور ایسی کارگزار شخصیت کے حالات پر بہت پہلے کتاب شائع ہونی چاہیے تھی، کیونکہ ان کی شخصیت اس لائق ہے کہ نئی نسل کے لئے نمونہ بن سکے، اور اندھری رات میں قندیل کا کام دے۔ زندہ قومیں اپنے مخلص قائدین کو ان کے مرنے کے بعد بھی زندہ رکھتی ہیں۔

اور مردہ قومیں زندہ شخصیتوں کو بھی مرحومین کی فہرست میں داخل کر دیتی ہیں۔ قاضی صاحب کی حیات صحیح معنوں میں حسن حیات ہے اور اب اسی نام سے ان کی سوانح زیر طبع ہے۔

موت کا ایک وقت سب کے لئے معین ہے اور یہ ہر اس مخلوق کا انجام ہے جو متاعِ زیست سے گراں بار اور زندگی کے مرض الموت میں گرفتار ہے۔ لیکن بعض موتیں ایسی ہوتی ہیں جو دل کا داغ اور سینے کا چراغ بن جاتی ہیں۔ قاضی احمد حسین صاحب کا انتقال جولائی ۱۹۶۱ء میں ہوا تھا تقریباً تیس سال گذر گئے لیکن ان کی یاد کی شمع دلوں میں فروزاں ہے۔

مصائب اور تھے پر دل کا جانا
عجب اک سانحہ سا ہو گیا ہے

اس حادثے کا اثر ہر باشعور انسان کے دل پر ہوا اور ابھی تک ہے۔ کیونکہ ان کے ناخنِ تدبیر سے ملت کے عقدہ ہائے لاینحل کی گرہ کشائی ہوتی تھی وہ دلِ درد مند کے ساتھ فکر ارجمند کے مالک تھے اور جب ایسی ستودہ صفات ہستی فساط فانی سے اُٹھتی ہے تو ایک خلاء چھوڑ جاتی ہے اور یہ خلاء صرف اسی وقت پر ہوتا ہے جب اس خلاء کے پیدا کرنے والے کی مشیت ہوتی ہے۔

مجھے مرحوم کی سیاسی، دینی، مذہبی اور تعلیمی تحریکات اور خدمات کا ذکر کرنا نہیں ہے، اس داستانِ طولانی کی داستان سرائی کا حق ان کی مفصل سوانح حیات سے ادا ہو چکا ہے۔ جو "حسنِ حیات" کے نام سے منظرِ عام پر آرہی ہے، اور یہ حق وہی شخص ادا کر سکتا ہے جو مرحوم کا رفیق معاون اور دمساز رہ چکا ہو، میں نے اس گوہرِ شب چراغ کو اس عمر میں دیکھا تھا جب اس کی زندگی کا چراغ گل ہونے کے قریب تھا۔ مجھے ان کی صحبت بحیثیت مجموعی چند مہینوں سے زیادہ نہیں ملی۔ اس لئے یہاں تو دامانِ نظر ہی تنگ ہے اور ان کے حسن و جمال اور اوجِ کمال کے پھول بسیار اور بے شمار ہیں۔

قاضی صاحب "حسن حیات" کے مصنف، والد ماجد مدظلہ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔ اس قریبی قرابت کے باوجود میں ان کے ساتھ زیادہ نہ رہ سکا اس لئے کہ میں ندوۃ العلماء میں زیرِ تعلیم تھا اور قاضی صاحب پارلیمنٹ کے ممبر تھے وہ دہلی میں رہتے تھے یا پھلواری میں کیوں کہ وہ امارت شرعیہ کے ناظم بھی تھے، میں تعطیلات میں جب وطن آتا تو کبھی کبھی گھر پر

ایک مردِ کہن سال اور سفید ریش بزرگ کو آتے دیکھتا ہاتھ میں عصا، لباس و پوشش سادہ، پیرانہ سال، کشیدہ قامت لیکن خمیدہ کمر، چہرہ نہایت روشن و تابناک اور شگفتہ و شاداب گلاب کی طرح کھلا ہوا۔ میں ان نورانی مہمان سے بہت مانوس ہو گیا تھا۔ جب بھی آتے کچھ نہ کچھ تحفہ ساتھ لاتے۔ اکثر کھجوریں ہوتیں۔ میں ان کے پاس جا کر بیٹھتا، وہ انتہائی لطف و شفقت سے گفتگو کرتے تھے، میں اسوقت ان کی شخصیت کی دلکشی اور جاذبیت سے متاثر ہونے لگا تھا اور کچھ ایسا محسوس ہونے لگا تھا کہ جیسے یہ کسی بڑے بزرگ انسان کا ورودِ مسعود ہے یا کسی فرشتے نے انسانی صورت میں نزول اجلال فرمایا ہے جو زفرق تا بقدم نور و تقدیس ہے اور لطف و رحمت سے لبریز۔ یہ ان کا ابتدائی نقش ہے جو حافظے میں محفوظ ہے۔

روز و شب کا چکر چلتا رہا اور ماہ و سال کی گردش ہوتی رہی۔ ایک بار میرا دہلی جانا ہوا جہاں وہ ساؤتھ ایونیو میں مقیم تھے کئی دنوں تک شبانہ و روز ان کا ساتھ رہا۔ ان کی دلنواز شخصیت کا عکس دل پر اور زیادہ گہرا ہو گیا، ان کی نالۂ نیم شبی کا حال معلوم ہوا۔ فجر کی نماز ان کے ساتھ پڑھتا تھا۔ نماز کے بعد وہ اجتماعی طور پر قرآن کے ایک رکوع کا مطالعہ کرتے تھے، گھر کے لوگ اور مہمان سب اس میں شریک رہتے تھے۔ دن میں ملنے والوں کا سلسلہ ہوتا اور اس میں بڑی اہم شخصیتیں ہوتی تھیں۔ اسلامی جماعتوں کے ذمہ دار حضرات آتے تھے اہلِ علم دانشوروں اربابِ سیاست اور اور دانا و بینا حضرات کی بزم میں بلبلِ ہزار داستان کی زمزمہ سنجی لائق دید اور قابلِ شنید ہوتی تھی۔ گفتگو کا موضوع مذہبی علمی تاریخی اور سیاسی ہوتا تھا۔ قاضی صاحب کی گفتگو جامع و مانع پر حاصل اور بے حد شگفتہ ہوتی تھی۔ لوگ ان کی ذہانت نکتہ رسی وسعت معلومات اور بلندی فکر کے معترف ہو جاتے تھے ان کی طبیعت میں ظرافت بھی تھی وہ اصلاح آمیز انداز میں استہزا بھی کرتے تھے لیکن کبھی کوئی ان کی زبان سے مجروح نہیں ہوتا تھا، کواکب و نجوم کی جھرمٹ میں مجھے ان کی شخصیت ماہ تمام کی طرح جلوہ آرا نظر آتی تھی، کتنی دل آویز کتنی پرکشش اور کتنی سحر طراز شخصیت تھی ان کی اور کیسی متین اور دلنشین اور کتنی پر مغز گفتگو ہوا کرتی تھی ان کی بس ایک بار جو ان کی محفل میں شریک ہو جاتا یہ کہتا ہوا اٹھتا کہ ؎

بہت لگتا ہے جی صحبت میں انکی

جہاں تک مجھے علم ہے انھوں نے نہ کسی مدرسے میں تعلیم حاصل کی اور نہ کسی دانشگاہ کا فیض پایا انھوں نے اپنے فطری ذوق مطالعہ سے اپنی استعداد وصلاحیت کو پروان چڑھایا تھا، علماء دین اور صفِ اوّل کے مسلمان قائدین کی صحبت نے ان کی صلاحیتوں کو جلابخشی تھی وہ ایک ذہین اور فکرمند دماغ کے ساتھ حساس اور دردمند دل بھی رکھتے تھے۔ مسلمانوں کے مسائل سے دلچسپی اور غمگساری ان کی فطرت تھی۔ پیرانہ سالی کے عالم میں بھی جب میں نے انھیں دیکھا تھا ان کے نورانی جسم اور لاغر ونحیف خانۂ استخواں میں وہ جوش وخروش اور وہ اُمنگ وحوصلہ تھا اور مقصد کے حصول کی وہ بےچینی اور تڑپ تھی جس کی کارفرمائی سے بسا اوقات ایوان حکومت زمیں بوس نظام استبداد زیروزبر اور نہنگوں کے نشیمن تہ وبالا ہو جاتے ہیں اور اچھے اچھے نوجوان بھی اس ولولے اور تڑپ کے مقابلے سے عاجز رہتے ہیں ان کا یہ حال پیرانہ سالی کے اس آخری حصے میں بھی تھا جب وہ سخت بیمار اور تنفس کی تکلیف میں گرفتار رہتے تھے۔ چند قدم چلنا بھی ان کے لئے سخت دشوار کام تھا لیکن اس حالت میں بھی وہ صرف سواریوں پر نہیں بلکہ دیہاتوں میں مسلمانوں کے لئے پیدل چلتے تھے، سانس پر قابو نہیں رہتا تو کچھ دیر کے لئے بیٹھ جاتے اور دوا استعمال کرتے تھے۔

قاضی صاحب نے پیرانہ سالی اور ضعف وبیماری کی حالت میں ایک مشن کا بیڑا اٹھایا تھا، جہاں تک مسلمانوں کے درمیان ان کی اصلاح وتربیت اور ان کے مسائل کے حل کا کام ہے تو اس کو تو وہ اپنا فریضہ سمجھتے تھے، مسلمانوں کا کوئی اجتماعی کام ایسا نہیں تھا جس میں ان کا قائدانہ رول نہ ہو، لیکن قاضی صاحب نے وہ مشن بھی اٹھایا تھا جس میں وہ منفرد تھے اور مسلمان قائدین میں اس میدان میں کوئی ان کا شریک وسہیم نہیں تھا اور وہ مشن تھا ہندوؤں کے پسماندہ طبقات کے درمیان کام کرنے کا، قاضی صاحب نے جنوبی ہندوستان کی ڈراور فرڈ کازگھم تحریک کے لیڈروں سے رابطہ قائم کیا تھا، وہ اپنے اس کام کے سلسلے میں انگریزی اور ہندی کا لٹریچر جمع کرتے تھے، اور بعض کتابیں پسماندہ طبقات کے درمیان تقسیم کرواتے تھے۔ تاکہ ان کے اندر ظلم واستبداد کی زنجیروں کو کاٹنے کا جذبہ پیدا ہو۔

قاضی صاحب اگرچہ باقاعدہ عالمِ دین نہ تھے لیکن توجہ الی اللہ، مطالعۂ صالحین کی صحبت اور میدان سیاست نے نور بصیرت ان کے اندر پیدا کر دیا تھا۔ وہ اپنے بعض کاموں کے سلسلے میں

ایسی علمی دلیل پیش کرتے تھے جس سے ان کی ژرف نگاہی اور ذہانت ذکاوت کا اندازہ ہوتا تھا۔
وہ اپنے مشن کے سلسلے میں ایک دعائے ماثور سے استدلال کرتے تھے جو خاص حالات میں پڑھی جاتی ہے اور جس کی بعض عبارتوں سے ان کی تائید ہوتی ہے۔ سیرت میں بھی ایک واقعہ حضرت نعیم بن مسعودؓ کا ملتا ہے۔ جنھوں نے بڑی حکمت اور تدبیر کے ساتھ اپنے کام کو تکمیل تک پہونچایا یہاں تک کہ ایک سیرت نگار نے لکھا ہے کہ "تمزق الشمل وتفرقت الکلمۃ"۔

قاضی صاحب کے انتقال کے بعد زمانہ دراز تک یہ مشن تشنۂ تکمیل رہا اور مرد میدان کا منتظر رہا۔ اگر راقم سطور کے قلم سے یہ سطریں چند سال پہلے نکلتیں تو شاید لکھا جاتا کہ اب رومی کا چراغ لے کر تلاش کرنے سے بھی ایسے صاحب فراست اور مرد حقیقت آگاہ کا ملنا مشکل ہے۔ لیکن اندازہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اس بندے کے جذبے کو جو اخلاص پر مبنی تھا، قبول فرمایا اور یہ قاضی صاحب کی نیت کی برکت اور قبولیت کی علامت ہے کہ ان کا چھوڑا ہوا کام اخلاص وللہیت کے ساتھ انجام دیا جا رہا ہے۔ اور ملک میں اس کے لئے حالات بھی پیدا ہوئے ہیں، جو ہو سکتا ہے کسی بڑی تبدیلی کا پیش خیمہ ثابت ہوں وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

قاضی صاحب کا سب سے بڑا امتیاز ان کی جامعیت اور ان کا اعتدال و توازن ہے۔ ایک طرف تو وہ تبلیغی جماعت کی تحریک میں شریک ہوتے تھے وقت دیتے تھے، اور گاؤں گاؤں کا سفر کرتے تھے۔ اس کام کے ایمان آفریں اور روح پرور ماحول سے خود مستفید ہوتے اور دوسروں کو مستفید کرتے تھے۔ چنانچہ تبلیغی جماعت کے سابق امیر مولانا محمد یوسف صاحبؒ، مولانا منظور صاحب نعمانی اور تبلیغی کام کے دوسرے اعیان واساطین کے خطوط ان کے نام ہیں جو "حسن حیات" میں شامل ہیں، دوسری طرف جماعت اسلامی اور دوسری اسلامی تنظیموں کی کوئی ایسی اہم شخصیت نہ تھی جس سے ان کے گہرے روابط نہ ہوں، اور مسلمانوں کا کوئی بھی اجتماعی کام ایسا نہیں ملے گا جس میں قاضی صاحب کی فعال شخصیت شریک نہ ہو۔ بہار میں وہ خلافت کمیٹی کا کام انجام دے رہے تھے۔ پارلیمنٹ میں مسلمانوں کے مسائل پر تقریر کرتے تھے مولانا سجاد کی رفاقت میں جمعیۃ العلماء اور امارت شرعیہ کی خدمات انجام دے رہے تھے، مکے میں جب ملک عبدالعزیز کی دعوت پر مؤتمر عالم اسلامی منعقد ہوئی تو

علامہ سید سلیمان ندوی صاحبؒ کے ساتھ مکہ مکرمہ گئے تھے، بہار میں انڈیپنڈنٹ پارٹی اور نیشنلسٹ مسلم پارلیمنٹری بورڈ کے قیام میں اپنی صلاحیتیں صرف کرتے تھے۔ انتخابی سیاست میں سرگرم حصہ لیتے تھے۔ کانگریس میں مسلمانوں کی نمائندگی کرتے تھے۔ اوقاف کے نظام کی دیکھ بھال کرتے تھے۔ جامعہ ملیہ اور مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے اسلامی کردار کے تحفظ کے لئے بے قرار تھے، اہل علم اور اصحابِ فکر وقیادت کو سرکلر روانہ کرتے تھے، پارلیمنٹ میں اسلام کے تعارف کے لئے کتابچے تقسیم کرتے تھے یکساں سول کوڈ کا معاملہ جب دستور ساز اسمبلی میں آیا تو انھوں نے لوگوں کو خطوط لکھ کر اپنی تشویش کا اظہار کیا۔ پھر ان سب کاموں کے ساتھ امارت شرعیہ کے کاموں کی نگرانی انھیں کے ذمہ تھی۔

اس دنیا میں صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر مثالی نمونہ کس کا ہو سکتا ہے۔ ان کی زندگی کی تصویر "رہبان باللیل وفرسان بالنہار" کے بلیغ الفاظ میں کھینچی گئی ہے۔ یعنی یہ صحابہ کرامؓ جب رات آتی تو زاہد شب زندہ دار ہوتے اور جب دن کا وقت آتا تو میدانِ کارزار میں شہسواری کے جوہر دکھاتے تھے۔ یہ صحابہ کرامؓ تھے جو دین کے حامل اور اس پر سب سے زیادہ عامل تھے۔ وہ زندگی سے الگ تھلگ نہیں تھے۔ بلکہ وہ معاشرے میں دخیل تھے اور دشمنوں کی سازشوں پر نظر رکھتے تھے۔ ان کی انگلیاں نبض ہستی پر ہوا کرتی تھیں، اب صحابہ کرامؓ کے اسوہ کی بہترین پیروی یہ ہے کہ انسان ان دونوں خصوصیتوں کو اپنے اندر جمع کرلے۔ اس کے اندر انابت الی اللہ بھی ہو اور تعلق مع المومنین بھی۔ سوزِ یقین بھی ہو اور جرأت اندیشہ بھی۔ نالۂ نیم شبلی بھی اور امور مسلمین کا اہتمام بھی۔ قاضی صاحب کا سب سے بڑا امتیاز یہ تھا کہ یہ جامعیت انھوں نے اپنے اندر پیدا کرلی تھی۔ یہ جامعیت جو بہت کم پائی جاتی ہے۔ یہ جامعیت جو اسوۂ صحابہ کی پیروی سے عبارت ہے۔ یہ جامعیت جب تک اُمت کے خواص میں پورے طور پر نہ پائی جائے کسی فلاح وخیر کی امید نہیں کی جاسکتی ہے۔ ملت کو کثیر تعداد میں ایسی روشن ضمیر قیادت کی ضرورت ہے۔

گیسوئے ملت ابھی منت پذیر شانہ ہے
شمع بہ سودائی دل سوزیِ پروانہ ہے

یادوں کے نقوش کا آخری نقش یہ ہے کہ تیئس جولائی ۱۹۶۱ء کی دوپہر تھی اور میں پھلواری میں تھا۔ کہ یہ اطلاع ملی کہ قاضی صاحب کا شہر گیا میں مختصر علالت کے بعد انتقال ہو گیا۔ میں امارت شرعیہ کے دفتر پہونچا تو ہال میں دیوار پر ایک شعر جو نہ جانے کتنے عرصے سے آویزاں تھا میرے لئے وجہ کشش بن گیا ؎

کلیوں کو میں سینے کا لہو دے کہ چلا ہوں
برسوں مجھے گلشن کی فضا یاد رکھے گی

انھوں نے بڑی جاں فشانی اور سرگرمی و خلوص کے ساتھ تا دمِ آخر امارت شرعیہ کی خدمت کی تھی امارت کی ہر وہ تاریخ نامکمل کہلائے گی جس میں قاضی صاحب کی خدمات کا تذکرہ نہ ہو۔ یہ ان کی خدمات کا ہی فیض ہے کہ ہم امارت کو زندہ و تابندہ دیکھتے ہیں۔ دفتر امارت میں اس وقت قرآن خانی ہو رہی تھی فضا غم سے بوجھل تھی یہ صرف امارت کا نہیں بلکہ پوری ملت اسلامیہ کا حادثہ تھا۔

مولانا مفتی عتیق الرحمٰن صاحب عثمانی نے اپنے تاثرات ان الفاظ میں بیان کئے تھے۔

"قاضی صاحب کے غیر معمولی کمالات اور خصوصیات ہمیشہ زندہ رہیں گے ان کی زندگی لائق تقلید تھی۔ حسنِ تدبیر، اصابتِ رائے، عزم و ہمت اور جوشِ عمل کا پیکر تھے۔ خلوص اور حق کے لئے تڑپ ان کی حیات کا جوہر خاص تھا۔ خوشحال اور فارغ البال ہونے کے باوجود انتہائی سادہ زندگی بسر کرتے تھے۔ ریشم سے زیادہ نرم بھی تھے اور فولاد سے زیادہ سخت بھی جس بات کو حق سمجھتے تھے بلا جھجک کہتے تھے۔ پھر کوئی مروت اور کوئی تعلق ان کو اس راستے سے ہٹا نہیں سکتا تھا۔ حق و صداقت کی بیباکانہ حمایت کے لئے جیسا ولولہ میں نے مرحوم میں دیکھا تھا کم لوگوں میں دیکھا ہے"۔

انتقال کے دو دن کے اندر میں مصنفِ کتاب ہذا قبلہ والد صاحب کے ساتھ گیا پہونچا اور برادر معظم جناب طیب عثمانی ندوی کے ساتھ قاضی صاحب کی آخری آرام گاہ پر

حاضر ہوا۔ فاتحہ پڑھی ایصال ثواب کیا۔ میں مٹی کے ڈھیر کو عبرت کی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا جو سفر حیات کی آخری منزل اور صحیفۂ حیات کا آخری ورق ہے، اور جس کے نیچے جلیل القدر شخصیت محو خواب تھی۔
کل من علیہا فان و یبقی وجہ ربک ذوالجلال والاکرام۔

پیش نظر کتاب صرف سوانح نہیں ہے بلکہ اس کی حیثیت ایک دستاویز کی بھی ہے۔ اس میں ہندوستان کی نامور شخصیتوں کے خطوط بھی ہیں جو پہلے کبھی نہیں چھپے اس میں امارت خلافت جمیعتہ علماء، کانگریس انڈیپنڈنٹ پارٹی اور ملی تحریکوں کی روداد ہے۔ جس سے ان اداروں کی تاریخ پر قلم اٹھانے والا مورخ صرف نظر نہیں کر سکتا۔ تفصیلی خطوط اور اقتباسات نے اس کتاب کو ایک دستاویزی حیثیت عطا کر دی ہے۔ جس سے مستقبل کے مورخین فائدہ اٹھائیں گے۔ قاضی صاحب کی شخصیت کے بارے میں مصنّف نے اپنے قلم سے جتنا کچھ پیش کیا ہے۔ اس سے کہیں زیادہ خود قاضی صاحب کی تحریروں اور قاضی صاحب کے بارے میں دوسروں کی تحریروں کے ذریعہ پیش کر دیا ہے۔

یہ دنیا انقلابات کا گہوارہ ہے۔ اس کی گود میں قومیں پلتی اور بڑھتی ہیں۔ ہو سکتا ہے، کہ ایک قوم کی تاریخ جو خود اس کے نوجوانوں کے نظر میں ان کی غلط بینی کی وجہ سے کم اہم ہو وہی آئندہ چل کر بہتر، برتر اور معتبر بن جائے۔ اور آج جو نظر فریب بلندیاں نظر آتی ہیں کل پستیاں قرار پائیں۔ اس لئے ضروری ہے کہ ہمارے تاریخی سفر کے ہر سنگ میل اور ہمارے رہنماؤں کے ہر نقشِ پا کا ریکارڈ ہمارے کتاب خانوں میں محفوظ رہے اور آنے والی نسلیں ان سے فائدہ اٹھائیں۔

تنظیمِ زکوٰۃ

زکوٰۃ کی تنظیم پر ایک مضمون مکالمہ کی صورت میں

کریم:۔ غنی! تم زکوٰۃ نہیں نکالتے، یہ بہت برا ہے۔ اسلام کے اتنے ضروری اور اہم فرض سے لاپروائی اچھی نہیں ہے۔

غنی:۔ جو کچھ آمدنی ہوتی ہے، سب ضروریات میں صرف ہو جاتی ہے، بچتا کیا ہے؟ پھر زکوٰۃ تو اسلامی حکومت کا ٹیکس تھا۔ آج اُس سے کہیں زیادہ حکومت کو دینا ہوتا ہے۔ ایک سرکاری ٹیکس ہی کو لے لو جو زکوٰۃ سے کہیں زیادہ ہے۔ دوسرے ٹیکس جو بالواسطہ ہیں وہ الگ رہے۔ ہر چیز پر ٹیکس ہے۔ جلانے کا تیل، کھانے کا نمک بھی بچا ہوا نہیں ہے۔

کریم:۔ فراخی اور تنگی، آرام اور تکلیف، ہر حال میں خدا کے حکم پر چلنا، یہی بہادری ہے۔ یہ کیا، کہ ہر طرح کے عیش و عشرت کے بعد اگر کچھ بچ رہا تو خدا کی راہ میں دیا۔ پھر کچھ بچے تو کیونکر بچے؟ آپ یہ کوشش ہی نہیں کرتے کہ ملک میں دولت پیدا ہو، اور ملک کی دولت ملک میں محفوظ رہے۔ پھر ملک کی غربت کا لحاظ کر کے جس طرح کی زندگی بسر کرنی چاہیئے آپ اس کو اختیار نہیں کرتے، بلکہ اُس سے کہیں زیادہ آرام و تعیش میں آپ گزار رہے ہیں۔ اگر آپ کفایت شعاری سے کام لیں اور اسراف سے بچیں تو آپ کو زکوٰۃ نکالنی مشکل نہ ہو، اور جناب آپ کو یہ کس نے بتا دیا ہے کہ

زکوٰۃ کی حیثیت حکومت کے عام ٹیکس جیسی ہے۔ یاد رکھئے زکوٰۃ نماز کی طرح خاص ایک عبادت ہے۔

قرآن شریف میں ہے۔

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَارْکَعُوْا مَعَ الرّٰکِعِیْنَ۔ (بقرہ)

نماز پڑھو اور زکوٰۃ دو اور نماز پڑھنے والوں کے ساتھ مل کر (باجماعت) نماز پڑھا کرو۔

ایک دوسری آیت میں فرمایا:-

وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِکُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْہُ عِنْدَ اللّٰہِ (بقرہ)

نماز پڑھا کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور جو نیکی تم اپنے لئے (مرنے سے پہلے) کرو گے، اس کا ثواب اللہ کے یہاں پاؤ گے۔

اسی طرح کی بہت سی آیتیں قرآن شریف میں ہیں۔ ۳۲ جگہ تو نماز کے ساتھ زکوٰۃ کی تاکید فرمائی گئی ہے۔

کلام مجید، احادیث اور اجماعِ اُمت سے زکوٰۃ کی فرضیت ثابت ہے۔ اس کی فرضیت کا منکر کافر اور دین اسلام سے خارج ہے۔

تمام دولت خدا کی دی ہوئی ہے، اس کے مالدار بندے خدا کے امانت دار ہیں۔ خدا نے مقرر کر دیا ہے کہ ایک رقم تو ضرور ہر مالدار بندہ شکر نعمت کی طرح اپنے غریب بھائیوں کے لئے نکالے۔ اگر آپ اس کو خدائی ٹیکس کہتے تو ایک حد تک صحیح ہوتا۔

حکومت آپ سے ٹیکس لیتی ہے تو اس سے خدائے تعالیٰ کا حق آپ کے ذمہ سے نہیں اُترتا ہے۔ اگر آپ نے سرکاری ٹیکس ادا کرنے کے بدلے اپنے گاؤں کی سڑک بنوادی، اسپتال بنوادیا، اور سرکاری ٹیکس نہ دیا کہ سرکاری ٹیکس جن کاموں پر صرف ہوتا ہے، وہ آپ نے کر دیا تو کیا آپ حکومت کے مطالبہ سے بَری ہو جائیں گے اور کیا حکومت آپ سے بازپُرس نہیں کرے گی؟ اسی طرح اگر آپ خدا کا حق ادا نہیں کریں گے تو آپ اس حق سے بَری ہرگز نہیں ہوں گے اور آپ اُس سزا کے مستحق ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے حق نہ ادا کرنے والوں کے لئے مقرر ہے۔

پیدا ہونے سے لے کر کتنے روپے پیسے ہم لوگ غیر ضروری رسموں میں صرف کر ڈالتے ہیں۔
ابھی لڑکے اور لڑکی کی شادی میں آپ نے کتنے روپے صرف کر دیئے۔ اور شادی ہی پر کیا منحصر ہے
ہر کام میں پیدائش سے موت تک سینکڑوں بے ضرورت کاموں میں ہملوگ اپنی کمائی صرف
کر ڈالتے ہیں۔

زکوٰۃ وعشر ادا نہ کرنے کا عذاب

جن بال بچوں کے لئے آج ہم لوگ سب کچھ کرتے ہیں مرنے کے بعد وہ کچھ کام نہ
آئیں گے۔ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِیْنَۃُ الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْبٰقِیٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَیْرٌ عِنْدَ رَبِّکَ ثَوَابًا
وَّخَیْرٌ اَمَلًا۔ (سورۂ کہف ۵ رکوع ۶) مال اور اولاد رونق ہیں دُنیا کی زندگی میں، اور باقی رہنے والی نیکیوں کا
بہتر ہے بدلہ تیرے رب کے یہاں اور بہتر ہے توقع کے اعتبار سے۔

دوسری جگہ فرمایا:۔
یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُلْھِکُمْ اَمْوَالُکُمْ وَلَآ اَوْلَادُکُمْ عَنْ ذِکْرِ اللّٰہِ۔
اے ایمان والو! ایسا نہ ہو کہ تمہارے مال اور اولاد تمہیں اللہ کی یاد سے غافل کر دیں۔
زکوٰۃ نہ ادا کرنے پر قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ کی عدم خوشنودی کا ذکر بہت جگہ آیا ہے۔

صحیح بخاری کی ایک حدیث :۔ قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من اتاہ
اللہ مالا فلم یود زکوتہ مثل لہ مالہ یوم القیمۃ شجاعا اقرع لہ زبیبتان یطوقہ
یوم القیمۃ ثم یاخذ بلھزمتیہ یعنی شدقیہ ثم یقول انا مالک انا کنزک ثم تلا
ولا یحسبن الذین یبخلون۔ الایہ۔

حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس شخص
کو اللہ تعالیٰ نے مال دیا ہے اور اُس نے زکوٰۃ نہیں ادا کی تو قیامت کے دن اُس کا مال (جس کی
زکوٰۃ نہیں دی گئی ہے) نہایت زہریلے سانپ کی شکل میں بدل دیا جائے گا اور اُس کے گلے میں
وہ طوق بن جائے گا۔ پھر اپنے دونوں جبڑوں سے اُس کو پکڑے گا یعنی خوب کاٹے گا، اور

کہے گا کہ میں تیرا مال ہوں تیرا خزانہ ہوں۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:۔

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِينَ يَبْخَلُونَ بِمَا آتَاهُمُ اللهُ مِنْ فَضْلِهِ هُوَ خَيْرًا لَّهُم بَلْ هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُونَ مَا بَخِلُوا بِهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ ؕ (سورۂ آل عمران ع ۱۸)

ترجمہ:۔ اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اُس چیز (یعنی مال) پر جو اللہ تعالیٰ نے اُن کو دی ہے اپنے فضل سے، کہ یہ بخل بہتر ہے اُن کے حق میں، بلکہ یہ بہت بُرا ہے اُن کے حق میں، طوق بنا کر ڈالا جائے گا اُن کے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا، قیامت کے دن۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے:۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما منع قوم الزکوٰۃ الا ابتلاھم اللہ بالسنین (رواہ البیہقی)

ترجمہ:۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے جب کسی قوم نے زکوٰۃ دینا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اُس کو قحط کی بلا میں مبتلا کیا۔

اس کے علاوہ اور دوسری حدیثوں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ بخل اور ترک زکوٰۃ سے بہت طرح کے عذاب خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ اور یہ تو کھلی بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہر کام میں مصلحت ہے۔ زکوٰۃ نہ ادا کرنے میں دینی ضرر اور نقصان کے علاوہ دنیا کا جو نقصان ہے اُس کے اثرات تو اِس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ دیکھ لو قوم کے تمام کام درہم برہم ہیں۔

غنی۔ بس اب مجھ کو معلوم ہوگیا اور میں نے اپنی دلیلوں کی کمزوری کو سمجھ لیا۔ بیشک میں غفلت اور بھول میں تھا۔ مرنے کے بعد بال بچے چھوڑ دیں گے۔ اپنی نیکی ہی ساتھ جائیگی۔ میں کیوں غرباء کا حق روکوں، جو جس کا حق ہے اُسے دیدوں گا۔

زکوٰۃ ادا کرنے کا صحیح طریقہ

کریم۔ جناب! زکوٰۃ اس قاعدہ اور اُصول سے ادا فرمایئے جو اُس کے ادا کرنے کا طریقہ ہے۔

اِسلام کا سب فرض اجتماعی طرح پر ادا کیا جاتا ہے۔ جب تک کہ کوئی معذوری، یا مجبوری نہ ہو، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ۔ اسلام کی سب ہی عبادت میں ایک اجتماعی شان ہے۔ نماز جماعت سے واجب ہے روزہ کے لئے ایک خاص مہینہ مقرر کر دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ سال میں تیئس روزے جب چاہے ہر شخص رکھ لے۔ حج کے لئے ایک دن اور ایک جگہ مقرر کر دی۔ یہ نہیں کیا جب جی چاہے حج کر لے۔ اسی طرح زکوٰۃ بھی نظم سے ادا کرنا چاہیئے۔ یہ نہیں کہ ہر شخص بطور خود خرچ کر دے۔ یہی وجہ ہے کہ زکوٰۃ کو بار بار نماز کے ساتھ بیان کیا کہ اَقِیمُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتُوا الزَّکٰوۃَ۔

اگر خدائے قدوس زکوٰۃ کے متعلق خصوصیت کے ساتھ کوئی اور حکم نہ دیتا تو نماز کے ساتھ ساتھ زکوٰۃ کے بیان کرنے ہی سے اُس کا نظم اور جمع وصرف سمجھا جاتا۔ مگر خدا تعالیٰ کی مزید مہربانی ہے کہ اُس نے صاف اور صریح طرح پر زکوٰۃ کے نظم اور جمع وصرف کے متعلق خاص حکم دیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اور خلفائے راشدین نے اس پر عمل کر کے اُمت کو بتلا دیا۔

غنی۔ بھائی! تم نے تو ایسی باتیں کہیں جو آج تک نہیں سُنیں۔ جو لوگ زکوٰۃ دیتے ہیں، وہ تو اسی طرح دیتے ہیں۔ آپ میری تشفی کے لئے کتاب وسنت سے اور بھی کوئی دلیل پیش کیجئے۔

کریم۔ لوگوں کی تو بات نہ کیجئے۔ لوگوں نے آجکل دین کو کھیل بنا رکھا ہے۔ نفس نے جو صلاح دی بس اُسی پر عمل کیا۔ اگر زکوٰۃ بھی دُرست طرح پر ادا نہیں کرتے تو تعجب ہی کیا ہے۔ آپ دلیل مانگتے ہیں۔ میں کوئی مولوی نہیں ہوں لیکن ضروری مسائل جاننا تو ہر مسلمان پر واجب ہے۔ قرآن وحدیث کتب فقہ کے بغور پڑھنے سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ زکوٰۃ کا ایک خاص نظم سے ادا کرنا واجب ہے۔ قرآن کی آیت خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيهِمْ بِهَا۔ یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم آپ مُسلمانوں کے مالوں میں سے زکوٰۃ لیجئے تا کہ اُس کی وجہ سے آپ اُن کو پاک اور بابرکت فرمائیے۔

یہ تو آپ کو معلوم ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر زکوٰۃ لینا حرام تھی بلکہ آپ کے خاندان پر بھی۔ پھر آپ کو زکوٰۃ لینے کا حکم کیوں دیا گیا؟ اس لئے تا کہ زکوٰۃ ایک جگہ

جمع کر کے نظم سے صرف ہو، یہی اللہ تعالیٰ کی مرضی اور خواہش تھی۔

دوسری آیت قرآن شریف کی:۔ اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالْمَسَاكِينِ وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوبُهُمْ وَفِي الرِّقَابِ وَالْغَارِمِينَ وَفِي سَبِيلِ اللهِ وَابْنِ السَّبِيلِ فَرِيضَةً مِنَ اللهِ وَاللهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ (سورہ توبہ) یعنی زکوٰۃ جو ہے، سو حق ہے مفلسوں کا (جن کے پاس کچھ نہ ہو) اور محتاجوں کا (جن کو بقدر حاجت میسر نہ ہو) اور عاملین کا صدقہ کے متعلق کام کرنے والے، جس میں جمع کرنے والے، تقسیم کرنے والے، حساب رکھنے والے، اور ہر طرح کے نظم کرنے والے سب داخل ہیں)، اور موتلفۃ القلوب کا (جن کے اسلام لانے کی امید ہو، یا اسلام میں کمزور ہوں اور اس کی بہت سی شکلیں ہیں)، اور گردنوں کے چھڑانے میں (یعنی غلاموں اور اسیروں کے فدیہ میں) اور جو تاوان بھریں (جن پر کوئی حادثہ پڑے جیسے مقروض) اور مجاہدین اور راہ کے مسافر (جو حالت سفر میں مالک نصاب نہ ہوں) یہ خرچ اللہ کا ٹھہرایا ہوا ہے۔ اور وہ تمام جماعت اور فرد کے اقوال و مقتضیات سے خوب واقف ہے اور نہایت حکمت والا ہے، اس لئے یہ احکام و انتظام سب کے سب حکمت پر مبنی ہیں۔

پہلی آیت کریمہ میں تو صرف وصول کرنے کا حکم دیا گیا ہے جس سے معلوم ہوا کہ مال رکھنے والوں کو زکوٰۃ خود سے صرف نہیں کرنا چاہیئے۔ دوسری آیت کریمہ میں وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا سے مطلب بالکل صاف ہو گیا۔ اگر اللہ پاک کا یہ حکم و منشا نہیں ہوتا کہ زکوٰۃ کے جمع و صرف کا خاص نظم ہو بلکہ ہر شخص جہاں چاہے صرف کر دے تو پھر صدقات کے مصارف میں وَالْعَامِلِينَ عَلَيْهَا کے بیان کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ عمال کون مقرر کرے گا اور کس کام کے لئے۔ جب صدقات کے نہ ایک جگہ اکٹھا ہونے کی ضرورت ہے، نہ خاص نظم کے ساتھ اس کے صرف ہونے کی۔ اگر اللہ تعالیٰ کی یہ مرضی نہ ہوتی کہ جماعتی نظم کے ساتھ زکوٰۃ صرف ہو تو مصرف زکوٰۃ میں عمال کا تذکرہ نہ کرتا۔ عمال کا خرچ میں مذکور ہونا ہی اس بات کی کافی دلیل ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے ایک والی من الشرع یعنی مذہبی سردار ہو اور اس کی طرف سے عامل مقرر ہوں اور پھر خاص انتظام سے صرف کیا جائے۔

بغیر عذر انفرادًا زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی

اور یہی وجہ ہے کہ فقہاء میں سے امام محمدؒ جو امام ابو حنیفہؒ کے شاگرد اور اُن کی فقہ کے سب سے بڑے مُدوّن (جمع کرنیوالے) ہیں، وہ فرماتے ہیں: قال، فان قال دفعتها الی المساکین لم یصدق ویؤخذ منه الزکوٰة عندنا. (مبسوط)۔ یعنی اگر ارباب اموال (مال والوں) نے صدقہ وصول کرنے عامل سے کہدیا کہ ہم نے صدقہ اور زکوٰۃ مساکین کو دے دیا تو اُن کے بیان کی تصدیق نہ کی جائے گی۔ اور دوبارہ زکوٰۃ وصول کی جائے گی۔

امام محمدؒ کی بات پر تعجب نہ کیجئے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر کام کا طریقہ مقرر کر دیا ہے۔ جب نماز فرض کردی تو اس کا ایک خاص طریقہ مقرر فرمایا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ اُسکی تعلیم دی۔ اگر آپ رسول اللہ صلی کے بتائے ہوئے طریقہ پر عبادت کریں گے تو وہ نماز کہلائیگی۔ اور اگر دوسری ہیئت وصورت سے (چاہے وہ آپ کے نزدیک کتنی ہی بہتر معلوم ہو) عبادت کریں اور یہ سمجھیں کہ اس سے نماز ادا ہو گئی تو یہ غلطی ہے۔ نماز پھر سے ادا کرنی ہوگی۔

یہی حال زکوٰۃ کا ہے کہ اس کی ادائیگی بھی اُسی شکل سے ہے جس طرح اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بتلایا ہے۔ اگر اُس کے خلاف ہوگا تو زکوٰۃ کی ادائیگی نہ ہوگی۔

یہی وجہ تھی کہ خلیفہ اوّل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اُن مسلمانوں کے بارے میں جنھوں نے امیرالمومنین حضرت ابو بکر صدیقؓ کو زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تھا اُن پر جہاد اور قتال تک کا ارادہ فرمایا۔ اس لئے زکوٰۃ کو اُس نظم سے ادا کرنا جس کی اسلام نے تعلیم دی ہے واجب اور ضروری ہے۔ اور یہ مسئلہ اتنا واضح ہے کہ تمام صحابہؓ نے اس کی تائید فرمائی ہے۔ صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو شروع میں مسلمانوں کے امیر کو زکوٰۃ نہ ادا کرنے والے مسلمانوں کے قتال میں تردد تھا۔ جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ

نے قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دلیل بیان فرمادی تو وہ بھی متفق ہو گئے۔
زکوٰۃ وعشر پر ایک مختصر رسالہ دفتر امارت شرعیہ پھلواری شریف ضلع پٹنہ سے تین ۳ پیسے کا ٹکٹ ڈاک سے بھیج کر منگوالیں، اس سے انشاء اللہ تعالیٰ پوری تشفی ہو جائیگی۔
غنی۔ بہت خوب رسالہ زکوٰۃ وعشر امارت شرعیہ کے پتے سے منگوالوں گا۔ لیکن آپ نے جو کچھ کہا اُس سے بھی میری تشفی ہو گئی کہ زکوٰۃ خود سے خرچ کرنا نہیں چاہیئے۔ اَب بتلایئے کہ زکوٰۃ کس کو دوں؟

زکوٰۃ، امیر شریعت کو ادا کرنا چاہیئے

کریم۔ آپ اللہ تعالیٰ کا شکر کیجئے کہ آپ کے صوبۂ بہار میں امارت شرعیہ (مذہبی سرداری) قائم ہو چکی ہے۔ امیر شریعت کو زکوٰۃ کے طلب کرنے اور لینے کا شرعاً حق ہے۔ آپ اپنی زکوٰۃ کا حساب کرکے امیر شریعت کے مالی محکمہ "بیتُ المال" میں ناظم بیتُ المال، پھلواری شریف ضلع پٹنہ کے پتہ پر بھیجدیں یا ایک کارڈ لکھ دیں کہ آپ کے یہاں عامل (زکوٰۃ وصول کرنے والے) بھیجدیں۔ اس کا خیال رکھئے گا کہ ہر عامل کے پاس ایک سَند ہوتی ہے جس پر امارت شرعیہ اور ناظم بیتُ المال کی مُہر ہوتی ہے پھر اس کے پاس امارت شرعیہ کے دفتر کی رسید ہوتی ہے۔ آپ رقم دینے سے پہلے سَند اور رسید کو پڑھ کر یا پڑھوا کر دیکھ لیں تب رقم دیں اور ہر رقم کی رسید بھی ضرور لے لیں ورنہ اگر غلطی سے کسی دھوکہ باز کو دے دیا تو زکوٰۃ ادا نہ ہوگی۔
غنی۔ میرے گاؤں میں بہت سے غریب ہیں، یتیم ہیں، بیوائیں ہیں، آخر اُن کا بھی تو حق ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ اُن کی خدمت کیسے ہوگی۔ میں زکوٰۃ قاعدہ سے تو نہیں نکالتا تھا البتہ ان کی خدمت کرتا تھا۔ اور اَب زکوٰۃ بھی نکالوں اور اُن غریبوں کو بھی دوں یہ مشکل ہے۔ اس مشکل کی کوئی ترکیب بتلایئے۔
کریم۔ یہ بہت آسان ہے۔ امارت شرعیہ کا قاعدہ ہے کہ اگر آپ اپنی زکوٰۃ کے روپیہ کے ساتھ اپنے گاؤں یا اطراف کے مستحق لوگوں کی فہرست اور جتنی رقم آپ اُن کو دینا چاہتے ہیں، لکھ کر

بھیجدیں تو اُن مستحق لوگوں کے پاس آپ کی ہدایت کے مطابق بیت المال سے وہ رقم آجائے گی۔ اور اگر آپ اپنی زکوٰۃ میں سے گاؤں کے مستحق لوگوں کے واسطے اپنے پاس رکھ لینا چاہیں تاکہ ضرورت کے وقت دے سکیں تو اجازت سے کچھ رقم رکھ بھی سکتے ہیں، غرض یہ ہے کہ بغیر امیر شریعت کی اجازت کے اپنے اغنیار اور اپنی رائے سے صدقات کی رقم صرف کرنا نہیں چاہیئے۔

غنی۔ ایک شُبہ اور پیدا ہوتا ہے۔ بہتر تھا کہ آپ اس میں میری تشفی کردیتے۔ زکوٰۃ تو میں امیر شریعت کے حکم کے مطابق اُن کو ادا کردوں۔ لیکن مجھے کیا معلوم کہ میری زکوٰۃ غلط طریقہ پر صرف نہ کردی جائے گی۔ ایسی صورت میں میرا مال بھی گیا اور زکوٰۃ بھی ادا نہ ہوئی۔

کریم۔ "توکیل" کی صورت میں تو اس کا شبہ ہو سکتا ہے۔ مثلاً یہ کہ کسی شخص یا انجمن کو آپ نے زکوٰۃ کی رقم زکوٰۃ کے مصرف میں صرف کرنے کو دی تو وہ دراصل آپ کے ہی وکیل، گماشتہ، یا ایجنٹ ہوں گے۔ اور وہ گویا آپ کی طرف سے صرف کریں گے۔ اُنھوں نے اگر آپ کی ہدایت کے بموجب زکوٰۃ کے مصارف میں صرف نہ کیا تو بلاشُبہ عند اللہ آپ پر اس کی جوابدہی رہ جائے گی۔ لیکن امیر (مسلمانوں کی مذہبی سرداری) کے قیام کے بعد صورتِ حال بدل جاتی ہے اور اس صورت میں یہ مسئلہ ہے کہ زکوٰۃ آپ نے جب امیر شریعت کو ادا کردیا تو اللہ کے نزدیک آپ کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ اگر امیر غلط صرف کرے تو وہ اللہ کے نزدیک گنہگار ہوگا۔ نہ کہ آپ۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے خود حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے آئندہ پیش آنے والے خطرات کا لحاظ کرتے ہوئے اس قسم کے شبہات پیش کئے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو جو جواب دیا تھا اور جس سے اُن کی تشفی ہوگئی تھی وہ فرمان نبوی آج بھی ہماری تشفی کے لئے کافی ہے۔ اس وقت میں آپ کو صرف دو حدیث سُناتا ہوں:

عن عبد اللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال انکم لترون بعدی اثرۃ وامورا تنکرونھا قال فما تامرنا قال ادوا الیھم حقھم واسئلوا اللہ لکم۔

(رواہ الترمذی)

یعنی حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میرے

بعد دیکھو گے کہ اُمراء اور ولاۃ مسلمین (یعنی مسلمانوں کے مذہبی سردار) غیر مرجح کو ترجیح دیں گے۔ اور بہت سے کام ایسے کریں گے جو تمہارے نزدیک تعلیم اسلام کے مطابق نہیں ہوں گے۔ اس پیشین گوئی کو سن کر صحابہ کرام نے عرض کیا کہ ایسے زمانہ کے لئے حضور ہمیں کیا حکم دیتے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارا فرض ہے کہ تم اُمراء کے حقوق کو ادا کرتے رہو اور اپنے لئے جو کچھ تم کو طلب کرنا ہو، اللہ تعالیٰ سے سوال کرو۔

اسی طرح ایک دوسری حدیث ہے جو اس سے بھی واضح ہے۔ وہ یہ ہے کہ ایک صحابی نے اصحاب کے مجمع میں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ ایسے وقت کے لئے کیا حکم دیتے ہیں کہ ہمارے اُمراء اور ولاۃ امور —— یعنی مذہبی سردار ایسے ہوں جو ہمارے حقوق کو اچھی طرح ادا نہیں کرتے ہوں، تو ہم کیا کریں۔؟ (مطلب یہ تھا کہ ہمارے لئے یہ جائز ہے کہ ہم اُن کی اطاعت نہ کریں اور اُن کے شرعی مطالبات زکوٰۃ وعشر وغیرہ اُن کو نہ دیں۔) تو آپ نے ارشاد فرمایا:۔

اسمعوا واطیعوا فانما علیھم ما حملوا وعلیکم ما حملتم۔ (رواہ الترمذی)

یعنی تمہارا فرض اس حال میں بھی یہی ہے کہ تم اُن کی باتوں کو سنو اور فرماں برداری کرو۔ اس لئے کہ جو چیز اُن پر فرض ہے اُس کے وہ ذمہ دار ہیں۔ اور جو تم پر فرض ہے اُس کے ذمہ دار تم ہو۔

اس قسم کی بہت سی حدیثیں اور آثار ہیں جن کا منشاء یہ ہے کہ جب ہمارا کوئی والی اور امیر مقرر ہو تو ہمیں اُسی کو زکوٰۃ دینی چاہیئے اور اس کو دے دینے سے ارباب اموال وصدقات (یعنی جن لوگوں پر صدقات وزکوٰۃ واجب ہے) کے ذمہ سے زکوٰۃ وصدقات ساقط (یعنی ادا) ہو جاتی ہے، اسی لئے ہمارے محققین فقہائے اُمت نے بھی اس کی صراحت فرمائی ہے۔ چنانچہ مشہور حنفی عالم امام ابو جعفر فرماتے ہیں کہ اما ولایۃ الاخذ فیسقط عن ارباب الصدقۃ فان لم یضعھا موضعھا لا یبطل اخذہ وبہ یفتیٰ۔ (رد المختار)

یعنی امیر اور والی کو صدقہ والوں سے وصول کرنے کا شرعاً حق حاصل ہے، اس لئے ان کے وصول کرنے سے ارباب صدقات کے ذمہ سے زکوٰۃ ساقط ہو جائے گی۔

اب اگر والی اور امیر اُس صدقہ کو اُس کے صحیح مصرف میں صرف نہ کرے تو اس سے اُن کا وصول کرنا باطل وناجائز نہیں ہوگا۔ اور یہ قول مفتیٰ بہ ہے یعنی فقیہوں کا اسی پر فتویٰ ہے۔

یہ تو آپ کے شبہ کا شرعی جواب تھا۔ لیکن جس شخص کو تمام علمار و رہنما اور مسلمانوں نے اپنا مذہبی سردار اور امیر شریعت مقرر کیا ہو، اُس کی نسبت ضروری ہے کہ ہم یہ یقین کریں کہ وہ ایک دیانت دار اور امین شخص ہے۔ امیر شریعت کے خلاف جو بات سُنے اُس کو بغیر تحقیقات تسلیم کر لینا مذہب کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی۔ کچھ لوگوں کا یہ پیشہ ہو گیا ہے کہ جب کسی سے اختلاف ہوا، جھٹ جھوٹی تہمت تراش دی۔ اور یہ بڑی ہنر مندی سمجھی جاتی ہے۔ مغرب سے جو بُرائیاں ہمارے مُلک میں آئیں، اُن میں یہ بھی ہے۔ کہتے ہیں کہ جنگ عظیم کے جیتنے میں اسلحہ نے اتحادیوں کی اتنی مدد نہ کی جتنی محکمہ خبر رسانی نے۔ چنانچہ ہر حکومت پروپگنڈا کا محکمہ اب مستقل رکھتی ہے۔ ہماری قوم نے اس برائی کو قبول کیا اور اس ہتھیار کو مسلمانوں کی تنظیم توڑنے میں صَرف کرتی ہے۔ ایسے مسلمان، افسوس ہے کہ اپنے انجام سے بے پرواہ اور بے خبر ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا ہے:۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُحِبُّوْنَ اَنْ تَشِیْعَ الْفَاحِشَۃُ فِی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ۔ (سُورہ نور۔ رکوع ۲)

یعنی جو لوگ چاہتے ہیں کہ چرچا ہو بدکاری کا ایمان والوں میں، اُن کے لئے عذاب ہے دردناک دنیا اور آخرت میں۔

اس لئے ہمیں ایسی تہمت اور بدظنی سے بچنا چاہیے۔ قرآن شریف میں ہے اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔ یعنی بعض بدظنی گناہ ہے۔ اس لئے ہر موقع پر بدظنی سے کام نہ لینا چاہیے۔ قرآن شریف میں ہے اِذَا جَآءَ کُمْ فَاسِقٌ بِنَبَاٍ فَتَبَیَّنُوْا۔ (جب تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لائے تو تحقیق کر لو۔)

قرآن شریف کے ان صریح احکام کے بعد ہمارا فرض ہے کہ اگر کوئی بے احتیاط آدمی ایسی خبر دے تو شیطانی اغوا اور بہکاوا سمجھ کر ہمیں یقین نہ کرنا چاہیے۔ لیکن اگر کبھی کوئی شبہ دل میں پیدا ہو جائے تو تحقیقات بہت آسان ہے۔ تحقیق کر کے اپنی تشفی کر لینی چاہیے۔ بیت المال امارت کا اجمالی حساب ہر سال اخبار "نقیب" پھلواری شریف ضلع پٹنہ میں برابر شائع ہوتا ہے، اس کو دیکھنا چاہیے۔

اس کے علاوہ، سوائے جُمعہ اور عیدین وغیرہ کی تعطیل کے، اَمیر کا دفتر ہر وقت کھلا رہتا ہے۔ ہر مسلمان، ناظم بیت المال کے ذریعہ سے ہر وقت حساب دیکھ سکتا ہے۔ اگر آپ کو کوئی غلطی معلوم ہو تو دریافت کر کے اپنی تشفی کر سکتے ہیں۔ جو شُبہ ہو پیش کر سکتے ہیں اور اپنا پُورا پورا اطمینان کر سکتے ہیں۔ اس سے زیادہ اطمینان کی صورت اور کیا ہو سکتی ہے کہ ہر مسلمان کے دیکھنے کیلئے ہر وقت بیتُ المال کا دفتر کھلا رہے۔

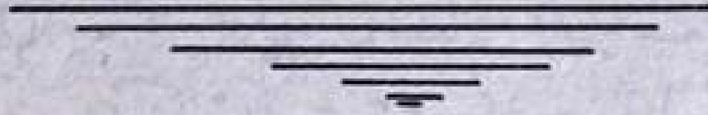
غنی۔ بلاشبہ میں اَب مطمئن ہو گیا۔ میں نے ارادہ کر لیا ہے کہ اَب اللہ اور اس کے رسولؐ کے حکم کے مطابق ضرور اپنی زکوٰۃ امارت شرعیہ کے بیت المال میں دوں گا۔ آپ کا شکر گذار ہوں کہ آپ نے مجھ کو دین کا ایسا ضروری مسئلہ بتلایا جس سے میں واقف نہ تھا۔

صَدقۂ عیدالفِطر اور اس کا نظم

احادیث اور آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ صدقہ فطر کے جمع و تقسیم کا قرونِ اولیٰ میں خاص نظم تھا اور اس زمانے کی طرح بے ترتیبی و بدنظمی نہ تھی۔ موطا امام محمد میں ہے کہ امام محمدؒ امام مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ ان کو حضرت نافع نے خبر دی کہ البتہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے صدقہ فطر کو دو یا تین دن پہلے اُس شخص کے پاس بھیجد یتے تھے جس کے پاس صدقہ جمع کیا جاتا تھا۔ صدقہ فطر کے وجوبات کا منشاء بھی ظاہر ہے کہ اُس روز کوئی مسلمان بھوکا نہ رہے اور نماز عید سے پہلے ہر شخص کھا پی لے اس لئے بلحاظ تکمیل مقصد بہتر صورت یہ ہے کہ رمضان کے اندر ہی یا کم از کم علی الصّباح نماز عید سے پہلے ہر شخص اور ہر گھر کا فطرہ ہر گاؤں و ہر محلہ میں ایک جگہ جمع کیا جائے اور فقراء و مساکین اہل حاجت کو کم از کم ایک فطرہ کی مقدار دی جائے۔ اس سے زیادہ دینا بھی جائز ہے۔

امارت شرعیہ کے نقباء کو چاہیئے کہ اپنے اپنے حلقے کا فطرہ ایک جگہ جمع کر کے اپنے حلقہ میں تلاش کر کے اہل حاجت کو دیں۔ عام تندرست گداگری کرنے والوں کو نہ دیں کیونکہ اُن میں اکثر تونگر ہوتے ہیں اور پیشہ کے طور پر گداگری کرتے ہیں۔ اُن کو دینے

یں غیر مصرف میں خرچ ہونے کا اندیشہ ہے. تقسیم کے بعد جو بچ رہے یا وہاں کوئی فقیر نہ ہو تو اُسکو بھیجکر بیتُ المال پھلواری شریف میں بھیجدیں اور حساب لکھیں کہ اتنا صَرف ہوا اور باقی اتنا جاتا ہے۔ تاکہ دفتر میں حساب رہے جس سے مسلمانوں کی اسلامی حالت کا اندازہ ہوتا ہے. جہاں تنظیم نہیں ہوئی ہے اور نقباء نہیں ہیں، وہاں بھی کسی دیندار شخص کو یہ خدمت انجام دینی چاہیئے۔



ایمان کی کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً و مصلیاً و مسلماً

عقائد

جانتے ہو، یہ سورج، چاند، تارے، زمین، پہاڑ، دریا، ندی، نالے کس نے بنائے ہیں؟
اللہ نے!
یہ طرح طرح کے پھل، اناج، پھول، آدمی، جانور، پرند، مچھلیاں، کس نے پیدا کی ہیں؟
اللہ نے!
وہ کون ہے جس نے ہم سب کو عقل (سمجھ بوجھ) دیا اور دنیا کی سب چیز کا مالک بنایا۔
اللہ!
وہ کون ہے کہ جب ہم بیمار ہوتے ہیں تو اچھا کر دیتا ہے؟
اللہ!
ہم جو ایک ایک دانہ اناج بوتے ہیں تو وہ کون ہے جو سو سو دانہ کر کے پیدا کر دیتا ہے۔
اللہ!
وہ کون ہے کہ جب ہم پودے لگاتے ہیں تو اس کو بڑھا کر بڑا درخت کر دیتا ہے؟ جس کی لکڑی کے تختوں سے صندوق، کواڑ، چوکی، اور طرح طرح کی چیزیں بناتے ہیں۔
اللہ!
وہ کون ہے جو ہمارے لئے درختوں سے پھل اور لتوں سے اچھی ترکاریاں پیدا کرتا ہے؟

اللہ!

وہ کون ہے جو ہمارے لئے لکڑی جلانے سے آگ پیدا کر دیتا ہے جس سے ہم اپنے کھانے پکاتے ہیں؟

اللہ!

وہ کون ہے جس نے مٹی اور پتھر پیدا کیا، جس سے ہم اپنے رہنے کے گھر، کھانے کے برتن، اور طرح طرح کی چیزیں بناتے ہیں؟

اللہ!

یاد رکھو! اللہ سب سے بڑا ہے، اللہ اکیلا ہے۔ نہ اس کے ماں باپ ہے، نہ بیٹا، بیٹی، نہ بیوی ہے۔ اس کے جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اللہ ہی سب کا مالک ہے۔ جو کچھ ہم دیکھتے ہیں، اور جو کچھ نہیں دیکھتے، سب کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے، بنایا ہے۔ ساری دنیا کو چلا رہا ہے، وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ اللہ نے آدمی کو سب سے بڑا اور طاقتور بنایا ہے۔ اور دنیا کی سب چیز کو اس کے قابو میں کر دیا ہے۔

ایسے مہربان اللہ کو یاد رکھو اور یاد کرو اور اللہ کے حکم پر چلو۔ اللہ کے سوا کسی سے نہ ڈرو، اللہ کے سوائے کسی کے سامنے سر نہ جھکاؤ، سجدہ نہ کرو۔ اللہ کے سوا اپنا مالک حقیقی کسی کو نہ سمجھو۔ اللہ نے آدمی کو دنیا کی ہر چیز کا مالک اور حاکم بنایا ہے، اس لئے ہم تم اور سب آدمی دنیا کی ہر چیز سے بڑے ہیں، اللہ کے سوا کوئی ہم سے بڑا نہیں۔ اللہ کے سوا کسی کو مت پوجو۔ یاد رکھو! اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ۔

نبوّت! لوگو! شہر مکہ میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ایک بڑے اچھے اور نیک آدمی تھے۔ اللہ کے بڑے پیارے تھے۔ اللہ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو رسول بنایا اور حکم دیا کہ وہ لوگوں کو اچھی بات بتائیں، اور بری باتوں سے روکیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اللہ کے حکم سے اچھی باتیں بتائیں۔

قرآن! وہ باتیں اور وہ حکم جو اللہ سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ملے اس کو آپ نے ہم لوگوں کے لئے پورا پورا لکھوا دیا۔ اسی کو اللہ کی کتاب اور قرآن کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ

جس آدمی کے ذریعہ اپنا حکم سب کو بھیجتے ہیں، ان کو نبیؐ کہتے ہیں، رسولؐ بھی کہتے ہیں، اور پیغمبرؐ بھی کہتے ہیں۔ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہم لوگوں کے رسولؐ ہیں اور دنیا کے آخری نبی اور رسول ہیں۔ ان کے بعد نہ کوئی نبی اور رسول ہوا ہے۔ اور نہ ہو گا؟

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اللہ کے رسول ہیں: مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔

قرآن کے احکام

لوگو! قرآن شریف میں کیا ہے جانتے ہو قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا سب حکم جب تم قرآن پڑھو گے تو سب باتیں جانو گے۔ سنو!

قرآن شریف میں ہے

(۱) اللہ کے سوا کسی کو مالک اور حاکم مت سمجھو۔
(۲) چاند، سورج، درخت، مٹی، پتھر، دریا، ندی، نالے، آدمی جانور، کسی کو مت پوجو، کسی کی عبادت نہ کرو۔ اللہ ہی کی عبادت کرو۔ اللہ کے سوا کسی کی پوجا جائز نہیں۔
(۳) سچ بولو۔ جھوٹ نہ بولو۔
(۴) اچھی بات بولو گالی نہ بکو۔
(۵) سب آدمی سے بھلائی کرو۔
(۶) ماں باپ کا کہا مانو۔
(۷) اچھے کام کرو، برے کام نہ کرو۔
(۸) کوئی قصور کرے تو معاف کردو۔
(۹) قرآن شریف میں جو کام کرنے کو لکھا ہے۔ اس کو کرو۔
(۱۰) قرآن شریف میں جس بات سے منع کیا گیا ہے، اس کو مت کرو۔
(۱۱) حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جس بات کا حکم دیا ہے اس کو کرو۔
(۱۲) جس بات کو منع کیا ہے اس کو مت کرو۔
(۱۳) لوگوں کو اچھی بات بتاؤ اور بری بات سے منع کرو۔
(۱۴) سب مل کر اللہ کے دین کو مضبوطی کے ساتھ پکڑو۔

(۱۵) آپس میں اختلاف اور جھگڑا امت پیدا کرو۔

(۱۶) اللہ، اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور اپنے امیر کے حکم پر چلو۔

قیامت

اللہ تعالیٰ مرنے کے بعد پھر سب لوگوں کو زندہ کریں گے۔ جو لوگ اچھا کام کرتے ہیں ان کو جنت میں رکھ دیں گے، جہاں بے حد آرام ہے، اور جنھوں نے برا کام کیا ہے ان کو دوزخ میں رکھ دیں گے، جہاں بہت بہت تکلیف ہے۔ جس دن اللہ تعالیٰ ایسا کریں گے اسی دن کو "قیامت" اور آخرت کا دن کہتے ہیں۔

فرشتہ

تمہارے اور ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ نے آدمی، جانور، درخت، چاند، سورج، ستارے، پانی ہوا، اور سب چیزوں کو پیدا کیا ہے۔ اسی طرح ملائکہ کو بھی پیدا کیا ہے۔ جن کو فرشتہ بھی کہتے ہیں۔ یہ ہم لوگوں کی طرح اپنی خواہش اور ارادہ سے کچھ نہیں کرتے، بلکہ جس کام پر مقرر ہیں، بس اسی کو کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف نہ وہ کسی کو فائدہ پہونچا سکتے ہیں اور نہ کسی کو نقصان۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں ملک عرب کے بہت سے لوگ اپنی جہالت اور بے علمی سے فرشتوں کی پوجا کرتے تھے۔ اور ان کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ یہ بات غلط ہے۔ اس بات کو یاد رکھو کہ فرشتوں کو اللہ نے پیدا کیا ہے، اور دنیا کے بہت سے کام پر مقرر کیا ہے۔ ان کا جسم بہت نورانی ہے۔ اس لئے ہم لوگ نہیں دیکھتے ہیں۔ ان کی عبادت یا پوجا کرنا بہت بری بات ہے، عبادت صرف اللہ کی کرنی چاہیئے، اور کسی کی نہیں۔

جن اور شیطان

اسی طرح ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مخلوق بنایا ہے جس کو جن کہتے ہیں۔ اللہ نے ان کو آدمی کی طرح ہر کام کرنے کی قوت دی ہے، بھلے اور برے جو کام چاہیں کر سکتے ہیں ان ہی میں ایک جن کا نام ابلیس ہے۔ جس کو ہم لوگ شیطان کہتے ہیں، وہ آدمی کا بڑا دشمن ہے۔ شیطان اور تو کچھ نہیں کر سکتا، پر آدمی کے دل میں بری بات ڈالتا ہے آدمی کو چاہیئے کہ جب بری بات دل میں آئے تو نہیں کرے اور جانے کہ یہ شیطان بہکا رہا ہے۔

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے وقت میں بہت سے لوگ فرشتے سے، جن سے، شیطان سے ڈرتے تھے، اور ان کی پوجا اور عبادت کرتے تھے۔ چڑھاوا چڑھاتے، نیاز دیتے تھے۔ ہمارے رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ نے اس سے بہت منع کیا اور ارشاد فرمایا کہ اللہ کے سوا کسی سے مت ڈرو، خدا کی مرضی کے بغیر کوئی کچھ نہیں کر سکتا، اللہ کے سوا کسی کی عبادت اور پوجا نہ کرو اور نہ چڑھاوا چڑھاؤ۔

آدمی کے بھلے برے کا اختیار صرف اللہ کو ہے، جو فرشتہ، جن، شیطان، یا آدمی کی پوجا کرے گا، چڑھاوا چڑھائے گا تو اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوں گے، اور قیامت کے دن اس کو دوزخ میں ڈالیں گے جہاں آگ میں جلنا ہوگا اور بہت طرح کی تکلیفیں ہوں گی اس وقت اللہ کے حضور میں کسی کا کچھ بس نہ چلے گا، ان ہی سب باتوں کو دل سے یقین کرنے کو **ایمان اور عقیدہ** کہتے ہیں۔

لوگو! ایمان مفصل یہ ہے اس کو یاد رکھو۔

میں ایمان لایا اللہ پر، اور ان کے فرشتوں پر، اور اللہ کی کتابوں پر اور اللہ کے رسولوں پر، اور آخرت کے دن پر اور اس بات پر کہ نیکی و بدی کا اندازہ اللہ کی طرف سے ہے، اور مرنے کے بعد جی اُٹھنے پر۔

طہارت

ہمارے رسول حضرت محمدؐ (اللہ کی ان پر رحمت اور سلام ہو) صاف ستھرا رہنے کو پسند فرماتے تھے، اور میلے کچیلے رہنے کو ناپسند کرتے تھے، پیشاب کر کے پانی سے استنجا فرماتے، پانی نہ ملتا تو کلوخ لیتے، پاخانہ کے بعد کلوخ لیتے، پھر پانی لیتے، گوبر، مینگنی، گائے، بیل، بکری وغیرہ کا پیشاب بدن یا کپڑے میں لگ جاتا تو دھو ڈالتے اور فرماتے کہ یہ چیزیں ناپاک ہیں، ان کو چھونا پڑے تو ہاتھ دھو ڈالنا چاہئے۔ روزانہ صبح سویرے آفتاب نکلنے سے پہلے اٹھ جاتے، ہاتھ دھوتے، وضو کرتے، دتون (مسواک) سے منہ صاف کرتے۔ اور فرماتے تھے کہ اس سے دانت اور منہ خوب صاف ہوتا ہے۔ اور اللہ خوش ہوتا ہے۔ آپؐ برابر نہاتے اور نہانے کو پسند فرماتے تھے۔

نماز

ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے حکم سے روزانہ دن رات میں پانچ وقت نماز پڑھتے تھے اور نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرتے تھے، اور مسلمانوں کو نماز کی تاکید کرتے تھے۔ ایک صبح کو آفتاب نکلنے کے پہلے جس کو فجر کی نماز کہتے ہیں۔ ایک دوپہر کے بعد جس کو ظہر کی نماز کہتے ہیں، ایک سورج ڈوبنے سے دو گھڑی پہلے جس کو عصر کی نماز کہتے ہیں، ایک آفتاب ڈوبنے کے بعد جس کو مغرب کی نماز کہتے ہیں۔ ایک ڈیڑھ دو گھنٹے رات جانے کے بعد سونے سے پہلے جس کو عشاء کی نماز کہتے ہیں۔ فرض نماز مل کر (جماعت سے) پڑھنے کی تاکید فرماتے تھے۔ اور فرماتے تھے تنہا نماز سے جماعت کی نماز ستائیس درجہ افضل اور اونچی ہے۔

روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ

ہمارے نبی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے مہینہ میں، مہینہ بھر روزہ رکھتے اور سیانے (بالغ) مسلمانوں کو روزہ رکھنے کی تاکید کرتے اور فرماتے کہ رمضان کا روزہ فرض ہے۔

مالدار مسلمانوں کو جن کے پاس مکہ جانے آنے تک کا سامان ہو، مکہ جا کر حج کرنے کو بھی کہتے اور عمر بھر میں ایک مرتبہ اس کو فرض فرمائے اور مالدار مسلمانوں کو فرماتے کہ اللہ کا حکم ہے کہ غریبوں پر خرچ کریں، غریبوں کو کھلائیں، پہنائیں اور اچھے کام میں روپیہ پیسہ خرچ کریں، اس خرچ کرنے کو ہم لوگ خیرات اور صدقہ کہتے ہیں۔ مالدار مسلمانوں کے مال پر ایک خاص قسم کا شرعی ٹیکس بھی ہوتا ہے، جس کو زکوٰۃ اور عشر کہتے ہیں۔ جس کو مسلمانوں کے امیر کو دینا چاہئے۔ زکوٰۃ و عشر بغیر عذر خود سے خرچ کرنا منع ہے۔

طرزِ معاشرت

ہمارے نبی حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم داہنے ہاتھ سے کھاتے تھے۔ جو مل جاتا کھا لیتے اور کھانے کے لئے ضد نہ کرتے، ہر پاک اور ستھری چیز کھاتے، ناپاک اور گندی چیز جیسے سور، خون، مردار (وہ جانور جو بغیر ذبح کے مر جائے یا مار ڈالا جائے) کیڑے، مکوڑے، شراب اور سب نشہ لانے والی چیزوں سے منع کرتے اور فرماتے کہ اللہ نے ایسا ہی حکم دیا ہے۔

ہمارے رسول حضرت محمدؐ کو امیرانہ ٹھاٹھ پسند نہ تھے، معمولی گھر میں رہتے، ننگے رہنے کو منع فرماتے اور مردوں کے لئے کم سے کم ناف سے گھٹنے کے نیچے تک کپڑا پہننے کی تاکید کرتے،

اس سے کم کو گناہ فرماتے۔ گھر کا سب کام کاج کرتے، کسی کام کرنے کو برا نہیں جانتے۔ ہر کام بسم اللہ کہہ کر شروع کرتے اور ہر کام کو ختم کرتے تو الحمد للہ کہتے۔ ہر کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے، ہر آدمی سے محبت کرتے، بری بات کو ناپسند کرتے، جو لوگ برا کام کرتے ان کو برے کام سے منع کرتے، اچھا کام بتاتے، محنت مزدوری کرنے کو پسند کرتے اور لوگوں کو محنت مزدوری کرنے کی تاکید کرتے، ہر اچھی بات کو مان لیتے۔

ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، عید، بقرعید میں خوب خوشی کرتے، غریبوں اور دوستوں کو کھلاتے پلاتے، لیکن باجے گاجے کو ناپسند کرتے اور برے کھیل سے منع کرتے۔

رفاہِ عام

ہمارے سردار اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہر نیک کام کو جی لگا کر خوشی خوشی کرتے۔ نیک کام میں اگر جان کا ڈر ہوتا تب بھی آپؐ نیک کام کرنے سے باز نہ آتے اور ضرور کرتے، اور کہتے کہ نیک کام کرتے ہوئے اگر جان بھی چلی جائے تو مت گھبراؤ، اور نیک کام کو نہ چھوڑو، اس سے اللہ تعالیٰ بہت خوش ہوتا ہے، اور مرنے کے بعد جنّت دیتا ہے۔ نیک کام کرتے ہوئے جو آدمی مارا جاتا ہے اللہ تعالیٰ کے یہاں اس کا بڑا درجہ ہے، اور اس کو **شہید** کہتے ہیں۔ نیک کام میں اللہ کے لئے تن من دھن لگا دینے کو **جہاد** کہتے ہیں۔ اور اس کا بڑا ثواب ہے۔

آپؐ خود لوگوں کی خدمت کرتے، اندھوں کو راستہ بتاتے، بھوکوں کو کھانا کھلاتے، ننگوں کو کپڑا پہناتے، سب کے ساتھ مل جل کر رہتے، لڑائی جھگڑے نہ کرتے، کسی کو بری بات نہ کہتے، کسی کو برے نام سے نہ پکارتے۔ اللہ تعالیٰ کے سب حکم پر جو قرآن شریف میں ہے خود چلتے اور اللہ کے حکم پر چلنے کو سب کو کہتے ہیں۔ اور فرماتے کہ اللہ سے ڈرو، پانچوں وقتوں کی نماز پڑھا کرو، رمضان کے مہینے میں روزے رکھا کرو۔ اپنے مالوں کی **زکوٰۃ** دیا کرو۔ اور جس کو تم **امیر** بناؤ اس کی اطاعت کرو، یعنی اس کے حکم کو مانو، اس کے حکم پر چلو، اگر تم لوگوں نے ایسا کیا تو جنّت میں داخل ہو جاؤ گے۔



عبادت کی کتاب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حامداً وّ مصلیاً وّ مسلماً

عبادت

عبادت کی کتاب شروع کرنے سے پہلے یہ جان لو کہ عبادت کے کیا معنی ہیں۔ عبد کے معنی بندے اور غلام کے ہیں۔ صرف اللہ کو مالک، حاکم، آقا جاننے اور ماننے والا اللہ کا بندہ اور غلام ہے، اس لئے آدمی کا فرض ہے کہ وہ جو کام بھی کرے یہ سوچ کر اور جان کر کرے کہ اس کام کے کرنے کے لئے کیا حکم ہے اور جب معلوم ہو جائے تو اسی طرح کرے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی یاد کو تازہ رکھنے کے لئے نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کا حکم دیا ہے۔ انھیں کو عام بول چال میں عبادت کہتے ہیں۔ انھیں عبادتوں کے کرنے کا طریقہ اس کتاب میں مختصراً درج ہے۔

لیکن یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی اور عبادت صرف اتنا ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ کام جس سے اللہ کی پاکی اور بڑائی کا بیان ہو یا کسی انسان اور حیوان کے فائدے کے لئے ہو۔ اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اس کی محبت اور خوشنودی اور رضامندی کے لئے ہو تو وہ سب کام عبادت اور بندگی ہی کی ایک قسم ہے۔ باقی رہا اس کی تفصیل تو جب تم قرآن، حدیث، فقہ اور اسلامی اخلاق کی بڑی بڑی کتابیں پڑھوگے تو معلوم ہوگی۔

اسلامی عبادتُ

نماز

سب سے اہم عبادت نماز ہے۔ روزانہ پانچ وقت کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے فجر، ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔

نماز میں اللہ نے بڑے بڑے فائدے رکھّے ہیں۔ جیسے:۔

(۱) نماز بے حیائی اور بُرائی کے کاموں سے باز رکھتی ہے۔

(۲) نماز پڑھنے سے آدمی کا دل روشن ہوتا ہے۔ اس کے کاموں میں برکت ہوتی ہے اور تکلیفوں سے بچتا ہے۔

(۳) نمازی سے اللہ راضی ہوتا ہے۔ اس کے گناہوں کو مٹاتا رہتا ہے اور مرنے کے بعد جنّت دیتا ہے۔

(۴) نماز پڑھنے والے وقت کے پابند ہوجاتے ہیں اور بدن اور کپڑوں کو پاک رکھتے ہیں

(۵) نماز اسلام کی بڑی نشانی ہے۔ جس نے اس کو قائم رکھا اس نے دین کو قائم رکھا اور جس نے چھوڑ دیا اس نے اپنے دین کو ڈھا دیا۔

(۶) نماز فطرت ہے یعنی دنیا کی ہر مخلوق اللہ کی بندگی میں لگی ہوئی ہے۔ جو مسلمان ہوکر نماز نہ پڑھے وہ جانور سے بھی بدتر ہے۔

نماز کے شرائط

نماز سے پہلے سات چیزیں ضروری ہیں جن کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔

بدن کا پاک ہونا کہ اس پر نہ کوئی ظاہری نجاست لگی ہو جیسے پاخانہ، پیشاب

اور خون وغیرہ، نہ کوئی شرعی نجاست ہو، جیسے غسل فرض ہو یا وضو نہ کیا ہو۔

(۲) کپڑوں کا پاک ہونا۔ جو کپڑے نماز میں پہنے جائیں نجاست سے پاک ہوں۔

(۳) جگہ پاک ہونا۔ نماز جس جگہ پڑھی جائے وہاں کوئی گندگی نہ ہو۔

(۴) سَتر چھپانا۔ مرد کو ناف سے لے کر گھٹنوں تک ڈھانکنا فرض ہے۔ نماز میں بھی اور نماز سے باہر بھی اور عورت کو سوائے دونوں ہاتھ اور پاؤں اور چہرہ کے تمام بدن کا نماز میں چھپانا فرض ہے جس میں سَر کے بال بھی شامل ہیں۔

(۵) وقت کا ہونا یعنی جو نماز پڑھی جائے اس کا وقت ہو۔ اگر وقت سے پہلے پڑھی جائے گی تو نماز بالکل نہ ہوگی اور بعد کو پڑھی جائے گی تو ادا نہ ہوگی۔ قضا ہوگی۔

(۶) قبلہ کی طرف مُنہ ہونا۔ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ شریف یعنی کعبہ ہے جو مکہ معظمہ میں ہے اور ہمارے ہندوستان سے پچّھم کی طرف پڑتا ہے۔ ہر نماز میں اسی طرف مُنہ کرنا چاہیئے۔

(۷) نیت کرنا۔ جس نماز کو شروع کرے دل میں اس کا ارادہ کرے زبان سے کہنا ضروری نہیں۔



وضو یا غسل پاک پانی سے ہوتا ہے۔ اس لئے پاک پانی اور ناپاک پانی کے فرق کو تھوڑا جان لو۔

تمام حلال جانور جیسے اُونٹ، گائے، بھینس، بکری، کبوتر، فاختہ وغیرہ کا جوٹھا پانی پاک ہے، بلّی (بشرطیکہ فوراً چوہا نہ کھایا ہو) چھپکلی، چوہا، نجاست کھانے والی مرغی، کوّا، شکرا، چیل اور تمام حرام جانوروں کا جوٹھا مکروہ ہے۔

کتّا، سور، شکاری چوپائے کا جوٹھا ناپاک ہے۔ ایسی ہی بلّی جو چوہا اور جانور کھا کر پانی پی لے، اس کا جوٹھا بھی ناپاک ہے۔ جس آدمی نے شراب یا تاڑی پی یا کوئی حرام

چیز کھایا اور فوراً پانی پیا وہ جوٹھا بھی ناپاک ہے۔

بڑے حوض اور تالاب کا پانی، اور بہتا ہوا پانی، نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا، البتہ نجاست گرنے سے رنگ یا بو یا مزہ بدل جائے تو ناپاک ہو جاتا ہے۔ اگر پانی میں کوئی ایسا جانور گر کر مر جائے جس میں بہتا ہوا خون ہے جیسے چڑیا، چھپکلی، مرغی، کبوتر، بلی، چوہا، تو یہ پانی ناپاک ہو جاتا ہے اور جو جانور پانی میں رہتے ہیں جیسے مچھلی، مینڈک اور وہ جانور جن میں خون نہیں ہے، جیسے مکھی، مچھر، چیونٹی ان کے مرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا۔

کنوئیں کا پانی

کوئی نجاست یا کوئی بہتے ہوئے خون والا جانور کوئیں میں گر کر مر جائے یا ایسا جانور گر جائے جس کا جوٹھا ناپاک ہے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اور وہ حلال یا حرام جانور جن کا جوٹھا ناپاک نہیں، اور اُن کے بدن پر نجاست بھی نہ ہو اگر کوئیں میں گر جائے اور زندہ نکل آئے تو وہ کنواں ناپاک نہ ہوگا۔ البتہ اگر ان پر نجاست لگی ہو یا پیشاب یا خانہ کر دینے کا یقین ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا۔

کنوئیں کو پاک کرنے کے چار طریقے

(۱) جب کنوئیں میں نجاست گر جائے تو تمام پانی نکالنے سے پاک ہو جائے گا۔

(۲) آدمی، سوّر، کتا، بکری یا ان کے برابر یا اُن سے بڑا کوئی اور جانور کنوئیں میں گر کر مر جائے تو سارا پانی نکالا جائے۔

(۳) بہتے ہوئے خون والا جانور کنوئیں میں گر کر پھول جائے یا پھٹ جائے تو تمام پانی نکالا جائے۔ جانور خواہ چھوٹا ہو یا بڑا البتہ اگر کل پانی نکالنا دشوار ہو تو تین سو ڈول نکالا جائے۔ اگر رنگ یا بو یا مزہ، پاک پانی جیسا نہ ہو تو اتنا پانی نکالا جائے کہ مزا یا رنگ

یا بو جو بدلا ہوا اپنی اصلی حالت پر آجائے۔

(۴) کبوتر، مرغی، بلّی یا اتنا ہی بڑا کوئی جانور کنوئیں میں گِر کر مرجائے (لیکن پھولا پھٹا نہیں) تو ساٹھ ڈول نکالا جائے۔ گوریّا، چھپکلی، چوہا گر کر مرجائے تو ۳۰ ڈول سے ۴۰ ڈول تک پانی نکالا جائے۔ اس قدر پانی نکالنے کے بعد، ڈول، رسّی، کنواں ہر چیز پاک ہو جائے گی۔

ظاہری ناپاکی دُور کرنے کا طریقہ

نجاست کپڑے یا بدن پر لگ جائے تو پانی سے تین مرتبہ دھونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ لیکن کپڑے کو ہر مرتبہ نچوڑنا بھی ضروری ہے اور جن چیزوں کا نچوڑنا مشکل ہے جیسے بوریا اور دری، ان کے پاک کرنے کی یہ صورت ہے کہ ایک مرتبہ انھیں خوب دھو کر چھوڑ دیا جائے۔ جب پانی خشک ہو جائے اور قطرے ٹپکنا موقوف ہو جائیں تو پھر دوسری مرتبہ دھویا جائے۔ اسی طرح تین دفعہ دھونے سے پاک ہو جائے گا۔ برتن وغیرہ پاک کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ تین بار ان کو مٹی سے مانج دیا جائے۔

چمڑے کی چیزیں۔ جیسے جوتا، بستر بند اور لوہے کی چیزیں اور چاندی، سونا، تانبا، المونیم، پیتل وغیرہ دھات کی چیزیں اور شیشہ اور ہاتھی دانت اور ہڈی کی بنی چیزیں اور چینی کے برتن یہ تمام چیزیں جب صاف ہوں اور کھردا پن نہ ہو تو اس طرح رگڑنے سے کہ نجاست کا اثر بالکل جاتا رہے پاک ہو جاتے ہیں۔ زمین جب خشک ہو جائے اور نجاست کا اثر (رنگ، بو، مزہ) جاتا رہے تو پاک ہو جاتی ہے۔

استنجے کا بیان

پاخانہ اور پیشاب کے بعد جو ناپاکی بدن پر لگی رہے اس کو دُور کرنے کو استنجا کہتے ہیں۔ پیشاب کرنے کے بعد مٹی کے پاک ڈھیلے یا پتھر سے پیشاب کے قطروں کو خشک کیا جائے پھر پانی سے دھویا جائے۔ پاخانہ کے بعد مٹی یا پتھر کے تین یا پانچ یا سات ڈھیلوں سے

پاخانہ کا مقام صاف کرے پھر پانی سے دھوئے۔

استنجا کے لئے پانی اور ڈھیلے دونوں کا استعمال افضل اور بہتر ہے۔ اس میں اچھی طرح صفائی ہوجاتی ہے۔ لیکن اگر ایک پر اکتفا کرنا چاہے تو پانی پر اکتفا کرنا مناسب ہے۔

ہڈی۔ کوئلہ۔ کپڑا قیمتی، انسان اور حیوان کی ضرورت اور کھانے کی چیزوں سے استنجا کرنا مکروہ ہے۔

قبلہ کی سمت منہ یا پیٹھ کر کے پاخانہ یا پیشاب کرنا۔ کھڑے ہوکر پیشاب کرنا۔ تالاب، نہر، کنوئیں کے اندر یا ان کے کنارے پیشاب یا خانہ کرنا۔ مسجد کی دیوار کے پاس یا قبرستان میں پیشاب یا پاخانہ کرنا۔ پیشاب یا خانہ کرتے وقت بات کرنا۔ داہنے ہاتھ سے استنجا کرنا۔ یہ سب باتیں مکروہ ہیں۔

غسل

انسان کے بدن سے پسینہ اور اس کے ساتھ ایک قسم کی گندگی نکلتی رہتی ہے، باہر سے گرد و غبار بھی پڑتا رہتا ہے جس کی وجہ سے میل جم جاتا ہے اس لئے جمعہ کے دن نہانا چاہیئے کہ یہ سنت ہے، اسی طرح عید اور بقر عید کو بھی غسل کرنا سنت ہے۔

کبھی کبھی جوان مرد یا عورت کو ایک قسم کی ناپاکی ہوجاتی ہے۔ جس کو جنابت کہتے ہیں۔ اس وقت اُن کے اوپر غسل فرض ہوجاتا ہے۔ جب تک نہانہ لیں اُن کو قرآن کی تلاوت کرنا یا نماز پڑھنا اور مسجد میں جانا منع ہے۔

غسل کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک دھوئے استنجا کرے پھر بدن پر جہاں گندگی ہو مل کر دھو ڈالے اس کے بعد وضو کرے۔

پھر دونوں مونڈھوں پر باری باری سے پانی گرائے اس طرح کہ پانی اوپر سے نیچے کی طرف پھیلتا اور بہتا ہوا گرے آخر میں سر پر اس طرح پانی ڈالے کہ سارے جسم پر بہہ کر نیچے تک آجائے اگر ضرورت ہو تو پاؤں دھو ڈالے۔

اگر ندی یا تالاب وغیرہ میں نہائے تو غوطہ لگا کر اچھی طرح بدن صاف کرے غسل میں کلی کرنا اور ناک کے اندر پانی پہنچانا اور تمام بدن کا دھونا فرض ہے۔ بال کے برابر بھی کہیں پر بدن خشک رہے گا تو غسل نہیں ہوگا۔



نماز کے لئے وضو شرط ہے۔ وضو کرنے والے کو بڑا ثواب ملتا ہے۔ پانی کے قطروں سے جو وضو کرنے میں اعضا پر سے ٹپکتے ہیں گناہ دُھلتے ہیں۔ قیامت کے دن وضو کرنے والوں کے اعضاء چمکتے ہوں گے جس کی وجہ سے رسول پاک ان کو پہچان لیں گے کہ میری اُمت کے لوگ ہیں۔

وضو کا طریقہ یہ ہے کہ پاک پانی صاف برتن میں لے کر کسی اُونچی جگہ بیٹھے تاکہ چھینٹیں اوپر نہ آئیں بسم اللہ پڑھ کر پہلے دونوں ہاتھ گٹوں تک تین بار دھوئے پھر تین بار کلی کرے دانتوں کو بھی صاف کرے۔ اور اگر مسواک سے مانج لے تو زیادہ بہتر ہے۔ اس کے بعد دونوں نتھنوں میں تین بار پانی ڈال کر صاف کرے۔ پھر چہرے یعنی پیشانی سے جہاں سے سر کے بال شروع ہوتے ہیں ٹھوڑی کے نیچے تک اور ایک کان کی لو سے دوسرے کان کی لو تک تین بار دھوئے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھوں کو کہنیوں سمیت تین تین بار دھوئے۔ پہلے دایاں پھر بایاں۔ اگر اُنگلی میں چھلّا یا انگوٹھی ہو تو اس کو ہلائے تاکہ اس کے نیچے کی کھال تر ہو جائے۔ پھر ایک بار سر کا مسح کرے یعنی دونوں ہاتھوں کو بھگو کر پیشانی سے سر پر پھیرتا ہوا گدّی تک لے جائے۔ آخر میں دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت تین تین بار دھوئے پہلے دایاں پھر بایاں۔

وضو میں چار چیزیں فرض ہیں۔ پورے چہرہ کا دھونا۔ دونوں ہاتھوں کا کہنیوں سمیت دھونا۔ سر کا مسح کرنا اور دونوں پاؤں ٹخنوں سمیت دھونا۔

ایک ہی وضو سے اگر وہ قائم رہے کئی نمازیں پڑھی جاسکتی ہیں۔

مسح

اگر وضو کے کسی عضو میں زخم کی وجہ سے پٹی بندھی ہو یا پھایا لگا ہو جس کو کھولنے سے تکلیف ہو یا جس پر پانی لگ جانے سے نقصان کا ڈر ہو تو اس پر صرف پانی سے تر ہاتھ پھیرلے۔

اگر پاؤں میں چمڑے کے موزے ہوں اور ان کو وضو کی حالت میں پہنا ہو تو اب وضو کرتے وقت ان پر مسح کرلینا کافی ہے۔ گھر رہنے والا ایک دن رات تک مسح کرسکتا ہے اور مسافر تین دن رات تک اس کے بعد اُتار کر وضو میں پاؤں دھولے پھر موزے پہن لے اور اتنی مدت تک پھر مسح کرسکتا ہے۔

تیمم

جب پانی نہ ملے یا اس کے استعمال سے بیمار پڑ جانے یا بیماری کے بڑھ جانے کا اندیشہ ہو یا اعضائے وضو میں سے کوئی کامل عضو کو پانی مضر ہو تو اس وقت تیمم کرنا چاہیئے۔ تیمم پاک مٹی سے کیا جاتا ہے اس طرح کہ بِسْمِ اللّٰہ کہہ کر دونوں ہاتھ مٹی پر مارے اور ان کو چہرے پر مل لے پھر دوبارہ ان کو مٹی مار کر دونوں ہاتھوں پر کہنیوں سمیت پھیرلے۔ یہی تیمم وضو کا ہے اور یہی غسل کا ہے۔

وضو کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے

وضو توڑنے والی پانچ چیزیں ہیں۔

(۱) پاخانہ یا پیشاب یا ان کے راستوں سے کسی چیز کا نکلنا۔

(۲) بدن کے کسی مقام سے خون یا مواد کا بہنا۔

(۳) منہ بھر کے قے آنا۔

(۴) لیٹ کر یا سہارا لگا کر سو جانا۔

(۵) بے ہوش ہو جانا۔

جن چیزوں سے وضو ٹوٹتا ہے ان سے تیمم بھی ٹوٹ جاتا ہے اور جو تیمم پانی نہ ملنے کی وجہ سے کیا گیا ہو وہ پانی مل جانے پر ٹوٹ جاتا ہے۔

نمازوں کے وقت

فجر۔ طلوع فجر یعنی پَو پھٹنے کے بعد سے فجر کا وقت شروع ہوتا ہے اور آفتاب نکلنے سے پہلے تک رہتا ہے۔

ظہر۔ سورج ڈھلنے کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور جب ہر چیز کا سایہ اصلی سایہ کو چھوڑ کر دوگنا ہو جائے ختم ہو جاتا ہے۔

عصر۔ ظہر کے وقت کے بعد عصر کا وقت آجاتا ہے اور آفتاب کے ڈوبنے تک رہتا ہے، مگر دھوپ زرد ہو جانے کے بعد پڑھنا مکروہ ہے۔

مغرب۔ آفتاب کے غروب ہونے کے بعد سے شفق یعنی شام کی سُرخی مٹنے تک رہتا ہے،

عشاء۔ شفق کے غائب ہونے کے بعد سے طلوع فجر سے پہلے تک ہے لیکن آدھی رات سے پہلے عشاء کی نماز پڑھ لینا بہتر ہے۔

ہر نماز اوّل وقت پڑھنا افضل اور بہتر ہے مگر عشاء کی نماز میں کسی قدر دیر کرنا بہتر ہے۔

جمعہ - کا وقت وہی ہے جو ظہر کا ہے اور عیدین کا وقت آفتاب کے ایک نیزہ بلند ہونے کے بعد سے دوپہر تک ہے۔ عید میں کسی قدر دیر کرنی چاہیئے تاکہ لوگ کچھ کھا پی کر آسکیں اور بقرعید میں جلدی کرنا بہتر ہے تاکہ لوگ قربانیاں سویر کر سکیں۔

جس وقت آفتاب ٹھیک سر پر ہو، یا ڈوبتا یا نکلتا ہو اس وقت نماز پڑھنا منع ہے۔

نماز پڑھنے کا طریقہ

نیت کر کے قبلہ رُخ کھڑے ہو کر دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاؤ اور اللہ اکبر کہہ کر ان کو ناف کے نیچے باندھ لو اس طرح کہ دایاں ہاتھ اوپر اور بایاں ہاتھ نیچے رہے۔ پھر ثنا پڑھو۔
سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَبِحَمْدِكَ وَتَبَارَكَ اسْمُكَ وَتَعَالٰى جَدُّكَ وَلَا اِلٰهَ غَيْرُكَ۔
اے اللہ ہم تیری پاکی کا اقرار کرتے ہیں اور تیری تعریف بیان کرتے ہیں اور تیرا نام بہت برکت والا ہے۔ اور تیری بزرگی بہت برتر ہے اور تیرے سوا کوئی مستحق عبادت نہیں۔ اس کے بعد اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ اور پناہ مانگتا ہوں میں اللہ کی شیطان راندے ہوئے سے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ کہہ کر سورۃ اَلْحَمْدُ پڑھو شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت رحم والا ہے۔ اس کے بعد کوئی اور سورۃ یا قرآن کریم کی چند آیتیں جو تم کو یاد ہوں پڑھ کر اَللّٰهُ اَكْبَرُ (اللہ بہت بڑا ہے) کہتے ہوئے رکوع میں جھک جاؤ اور کم سے کم تین بار کہو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ (پاک ہے میرا رب بزرگی والا) پھر سَمِعَ اللّٰهُ لِمَنْ حَمِدَهٗ۔ (سن لیا اللہ نے جس نے اس کی حمد کی) کہتے ہوئے سیدھے کھڑے ہو جاؤ۔ ہاتھوں کو نہ باندھو اور نیچے لٹکا رہنے دو اور کہو رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ (اے ہمارے رب ہر طرح کی تعریف تیرے ہی لئے ہے) پھر اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر سجدے میں گر جاؤ اور پیشانی اور ناک فرش پر رکھو اور کم سے کم تین بار کہو سُبْحَانَ رَبِّيَ الْاَعْلٰى (پاک ہے میرا رب جو سب سے اعلیٰ ہے) پھر تکبیر کہتے ہوئے بایاں پیر بچھا کر اس پر بیٹھ جاؤ۔ دایاں پیر اس طرح رہے کہ اس کی انگلیاں قبلہ رُخ مُڑی ہوئی ہوں دونوں ہاتھوں کو زانو پر گھٹنے کے پاس رکھو پھر دوسرا سجدہ کرو اس کے بعد کھڑے ہو جاؤ۔ یہ ایک رکعت ہوئی۔ اسی طرح دوسری رکعت ادا کرو۔ آخر میں بیٹھ جاؤ اور تحیات پڑھو۔

اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلَوٰتُ وَالطَّیِّبٰتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ

تمام قولی عبادتیں اور تمام فعلی عبادتیں اور تمام مالی عبادتیں اللہ ہی کے لئے ہیں سلام تم پر اے نبی

اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصّٰلِحِیْنَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ

اور اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں سلام ہو ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر گواہی دیتا ہوں میں کہ

اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَرَسُوْلُہٗ۔

اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد اللہ کے بندے اور اس کے پیغمبر ہیں۔

التحیات پڑھنے میں اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر دائیں ہاتھ کی کلمہ کی انگلی اٹھا کر سیدھے قبلہ رو کرو۔

اگر دو ہی رکعت نماز پڑھنی ہے تو التحیات کے بعد درود شریف اور کوئی ماثورہ دعا پڑھ کر سلام پھیر دو نہیں تو صرف التحیات پڑھ کر کھڑے ہو جاؤ۔ تین یا چار رکعت جیسی نماز پوری کر کے دوسری نشست میں التحیات کے بعد درود شریف اور کوئی دعا ماثورہ پڑھ کر پہلے دائیں طرف پھر بائیں طرف اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ کہہ کر سلام پھیر دو۔

درود شریف یہ ہے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا

اے اللہ رحمت نازل فرما محمد پر اور ان کی آل پر جیسے کہ رحمت نازل

صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

فرمائی تو نے ابراہیم اور ان کی آل پر بیشک تو تعریف کے لائق بڑی بزرگی والا ہے۔

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ

اے اللہ برکت نازل فرما محمد پر اور ان کی آل پر جیسے برکت نازل فرمائی تو نے ابراہیم پر اور ان کی

عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ؀

آل پر بیشک تو تعریف کے لائق بڑی بزرگی والا ہے۔

درود شریف کے بعد کی دعائے ماثورہ یہ ہے

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ عَذَابِ الْقَبْرِ وَاَعُوْذُبِکَ مِنْ فِتْنَۃِ الْمَسِیْحِ

اے اللہ میں پناہ مانگتا ہوں تیری قبر کے عذاب سے اور پناہ چاہتا ہوں تیری مسیح دجال کے فتنہ

الدَّجَّالِ وَاَعُوْذُبِكَ مِنْ فِتْنَةِ الْمَحْيَا وَفِتْنَةِ الْمَمَاتِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ

سے اور پناہ ڈھونڈتا ہوں تیری، زندگی کے فتنوں سے اور موت کے فتنوں سے. اے اللہ میں پناہ مانگتا

اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْمَاْثَمِ وَالْمَغْرَمِ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا كَثِيْرًا وَّ

ہوں تیری، گناہ اور دین سے اے اللہ میں نے اپنے نفس پر بہت ظلم کیا ہے اور (اس میں شک نہیں کہ)

لَا يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَةً مِّنْ عِنْدِكَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّكَ

سوا تیرے اور کوئی گناہوں کو بخش نہیں سکتا پس تو اپنی طرف سے خاص بخشش سے مجھ کو بخش دے.

اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

اور مجھ پر رحم فرما دے بیشک تو ہی بخشنے والا نہایت رحم والا ہے۔

فرض یا سنت کوئی نماز ہو ہر ایک کے پڑھنے کا طریقہ یہی ہے. فرق صرف اتنا ہے کہ چار رکعت والی فرض میں آخر کی دو رکعتوں میں صرف اَلْحَمْدُ پڑھتے ہیں سورہ نہیں ملاتے ہیں۔

فرائضِ نماز

نماز میں بعض چیزیں فرض ہیں۔ اگر ان میں سے ایک بھی بھول کر یا جان کر چھوٹ گیا تو نماز نہ ہوگی (اور انہی کو ارکان نماز کہتے ہیں) اور نماز کا دوبارہ پڑھنا لازم ہوگا۔ بعض چیزیں واجب ہیں۔ اگر ان کو جان کر چھوڑ دیا، تو نماز دوبارہ پڑھی جائے گی۔ اور اگر بھول کر ان میں سے کوئی چیز رہ گئی تو سجدہ سہو کرنے کے بعد نماز درست ہو جائے گی، ورنہ نہیں۔

اور بعض چیزیں سنت و مستحب ہیں کہ ان میں سے کوئی چیز بھول کر رہ گئی تو حرج نہیں۔ اور اگر جان کر چھوڑی تو نماز ہو جائے گی۔ مگر ثواب میں کمی ہوگی۔

(۱) تکبیر تحریمہ۔ یعنی اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھنا۔ اس کو تحریمہ اس لئے کہتے ہیں کہ اس کے بعد وہ تمام باتیں جو نماز کے خلاف ہیں حرام ہو جاتی ہیں۔

(۲) قیام یعنی کھڑے ہونا۔ اگر کھڑے ہونے پر قدرت تھی اور بیٹھ کر ادا کر لی تو فرض نماز ادا نہ ہوگی، دوبارہ کھڑے ہو کر پڑھے البتہ کسی وجہ سے کھڑے ہونے پر قادر نہ ہو تو بیٹھ کر

نماز پڑھ سکتا ہے۔

(۳) **قرأت** یعنی قرآن مجید کی کم سے کم تین آیتیں پڑھنی۔ یہ قرأت تین وقتوں کی نمازوں یعنی مغرب، عشاء اور فجر کی دو رکعتوں میں آواز سے کی جاتی ہے بلکہ جماعت کی نمازمیں امام پر آواز سے قرأت کرنی واجب ہے، اور ظہر اور عصر کی نمازوں میں آہستہ کی جاتی ہے۔ ہاں جمعہ یا عیدین میں آواز سے قرأت کرنی ضروری ہے۔ جن نمازوں میں آہستہ آہستہ قرأت کی جاتی ہے۔ ان کو سری' نمازیں اور جن میں زور سے قرأت کی جاتی ہے ان کو جہری کہتے ہیں۔

(۴) **رکوع** یعنی جھک کر گھٹنوں پر ہاتھ رکھنا۔ اس کی ادنیٰ مقدار اس قدر جھکنا ہے کہ ہاتھ گھٹنوں تک پہنچ جائے۔ اور مسنون طریقہ یہ ہے کہ اس قدر جھکے کہ سر کمر اور کولھے برابر ہو جائیں۔ اور بازو کو پسلی سے جُدا رکھے اور دونوں ہاتھ کی انگلیوں کو کشادہ کر کے گھٹنوں کو پکڑلے اور تسبیحات پڑھے۔

(۵) **سجدہ**۔ ہر رکعت میں دو سجدے فرض ہیں اور سجدہ کے اندر پیشانی، ناک، دونوں ہاتھ اور دونوں قدم اور گھٹنوں کا زمین پر ٹیکنا ضروری ہے اور پیروں کی انگلیاں قبلہ کی طرف رہنی چاہئیں۔ اگر بلا عذر صرف پیشانی سے سجدہ کیا اور ناک کو نہ ٹیکا تو سجدہ ہو جائے گا مگر نماز بہتر نہ ہو گی۔ اگر صرف ناک سے سجدہ کیا اور پیشانی زمین پر نہ ٹیکی تو سجدہ ادا نہ ہو گا، اور نماز صحیح نہ ہو گی۔

دو سجدوں کے درمیان اطمینان کے ساتھ بالکل سیدھا بیٹھ جائے۔ اگر سیدھا نہ بیٹھا اور ذرا سا سر اُٹھا کر دوبارہ سجدہ میں چلا گیا۔ تو یہ ایک سجدہ ہی شمار ہو گا۔

(۶) **قعدہ** یعنی نماز کے آخر میں بقدر التحیات پڑھنے کے بیٹھنا۔

(۷) اپنے فعل و ارادہ سے نماز کو ختم کرنا۔

نماز کے واجبات

نماز میں چودہ ۱۴ واجب ہیں

(۱) سورہ فاتحہ پڑھنا (۲) فرض کی دو رکعت میں اور وتر اور سنت اور نفل کی ہر رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد کوئی سورۃ یا ایک بڑی آیت یا تین چھوٹی آیت پڑھنا (۳) فرض نمازوں کی پہلی دو رکعت کو قرأت کے لئے مقرر کرنا (۴) تمام ارکان میں ترتیب کو قائم رکھنا۔ (۵) تمام ارکان کو اطمینان کے ساتھ ادا کرنا۔ (۶) رکوع سے فارغ ہو کر سیدھا کھڑا ہونا (۷) دونوں سجدوں کے درمیان بالکل سیدھا بیٹھنا (۸) قعدہ اولی یعنی تین اور چار رکعت والی نماز میں دو رکعت پڑھنے کے بعد تشہد کی مقدار بیٹھنا (۹) دونوں قعدوں میں تشہد پڑھنا (۱۰) تمام ارکان پے درپے ادا کرنا (۱۱) امام کو مغرب اور عشا کی پہلی دو رکعت میں اور فجر اور عید اور تراویح کے بعد وتروں میں بلند آواز سے قرآن پڑھنا۔ اور ظہر اور عصر میں آہستہ پڑھنا (۱۲) لفظ سلام کے ساتھ نماز کو ختم کرنا (۱۳) نماز وتر میں دعائے قنوت کے لئے تکبیر کہنا۔ اور دعائے قنوت پڑھنا (۱۴) دونوں عید کی نماز میں چھ تکبیریں زائد ہیں۔

نماز کی سنتوں کا بیان

جو چیزیں نماز میں رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں لیکن ان کی تاکید فرض اور واجب کے برابر ثابت نہیں انھیں سنت کہتے ہیں۔

نماز میں یہ امور سنّت ہیں:۔

(۱) تکبیر تحریمہ کہنے سے پہلے دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھانا (۲) ہاتھ اٹھاتے وقت

انگلیاں کشادہ رکھنا (جو نہ زیادہ جڑی ہوئی ہوں اور نہ زیادہ کھلی ہوئی ہوں، اور ہتھیلی کی جانب کو قبلہ رُخ رکھنا (۳) تکبیر کہتے وقت سر کو سیدھا رکھنا (۴) امام کا تکبیروں کو بلند آواز سے کہنا (۵) سیدھے ہاتھ کی چھوٹی انگلی اور انگوٹھے سے بائیں ہاتھ کے پہنچے کو پکڑنا اور ناف کے نیچے ہاتھ باندھنا (۶) ثنا پڑھنا (۷) تعوذ اور بسم اللہ پڑھنا (۸) فرض نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں صرف سورہ فاتحہ پڑھنا (۹) بعد سورۂ فاتحہ آمین کہنا (۱۰) ثنا تعوذ اور بسم اللہ اور آمین سب کو آہستہ پڑھنا (۱۱) قیام کی حالت میں دونوں قدموں کے درمیان چار انگشت کے برابر فاصلہ رکھنا (۱۲) سنت کے موافق قرأت کرنا یعنی فجر اور ظہر میں بڑی بڑی سورتیں پڑھنا اور عصر وعشا میں متوسط سورتیں پڑھنا اور مغرب میں چھوٹی سورتیں پڑھنا (۱۳) رکوع اور سجدہ میں تین بار تسبیح پڑھنا (۱۴) رکوع میں سر اور پیٹھ اور کولھوں کو برابر رکھنا، اور ہاتھ کی انگلیاں پھیلا کر گھٹنوں کو پکڑنا (۱۵) رکوع سے اُٹھتے وقت امام کو سَمِعَ اللّٰہُ لِمَنْ حَمِدَہٗ کہنا اور مقتدی کو رَبَّنَا لَکَ الْحَمْدُ کہنا اور تنہا نماز پڑھنے والے کو دونوں کہنا (۱۶) سجدہ میں جاتے وقت پہلے گھٹنے پھر ہاتھ پھر پیشانی زمین پر رکھنا اور سجدہ سے اٹھتے وقت اول پیشانی پھر ہاتھ پھر گھٹنوں کو زمین سے اٹھانا (۱۷) دونوں ہاتھ زمین پر رکھ کر ان کے درمیان سجدہ کرنا (۱۸) سجدہ کی حالت میں پیٹ کو رانوں سے اور بازوؤں کو پہلو سے علٰحدہ رکھنا اور عورت کے لئے مناسب ہے کہ سجدہ پست کرے اور پیٹ کو رانوں سے اور بازو کو پیٹ سے ملائے (۱۹) قعدہ اور جلسہ میں بایاں پاؤں بچھا کر اس پر بیٹھنا اور سیدھے پاؤں کو اس طرح کھڑا رکھنا کہ انگلیوں کے سرے قبلہ رخ رہیں اور دونوں ہاتھ رانوں پر رکھنا اور عورت کو چاہئے کہ دونوں پیر داہنی جانب نکال کر بیٹھے (۲۰) تشہد پڑھتے وقت جب لاالٰہ پر پہنچے تو شہادت کی انگلی کو اُٹھانا اور الااللہ پر جھکا دینا (۲۱) قعدہ اخیر میں تشہد کے بعد درود شریف پڑھنا اور پھر دعائے مسنون پڑھنا (۲۲) پہلے دائیں طرف سلام پھیرنا، پھر بائیں طرف۔

نماز کے آداب

(۱) ہاتھوں کو کپڑے سے باہر رکھنا (۲) قیام کی حالت میں نگاہ کو سجدہ کی جگہ پر رکھنا اور رکوع کی حالت میں قدم پر نگاہ رہنا اور سجدہ کی حالت میں ناک پر نگاہ رہنا اور قعدہ کی حالت میں اپنی گود پر نگاہ رہنا اور سلام پھیرنے کی حالت میں مونڈھے پر نگاہ رہنا (۳) بقدر استطاعت کھانسی کو روکنا (۴) جمائی کے وقت منہ کو بند رکھنا (۵) حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ پر نماز کے لئے کھڑا ہونا (۶) قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ پر امام کا نماز شروع کرنا۔

نماز کن چیزوں سے ٹوٹتی ہے

فرض نماز میں نہایت ادب اور عاجزی کے ساتھ کھڑا ہونا چاہیئے ــــــ اِدھر اُدھر نہ دیکھے اور اللہ ہی کی طرف دھیان رکھے کہ وہ دیکھ رہا ہے۔

اگر نماز میں کلام کرنے لگے یا آواز میں ہنس دے یا ستر کھول دے یا ایسا کام کرے جس سے دیکھنے والا یہ سمجھے کہ یہ نماز میں نہیں ہے۔ یا وضو یا تیمم ٹوٹ جائے تو نماز ٹوٹ جاتی ہے۔

بیمار کی نماز

اگر کوئی بیماری کی وجہ سے نماز میں قیام نہیں کر سکتا تو اس کو اجازت ہے کہ بیٹھ کر نماز پڑھے۔ اگر رکوع و سجود کی قدرت نہ ہو تو سر کے اشارے سے کرے۔ اگر بیٹھ بھی نہ سکتا ہو تو اس طرح لیٹ کر کہ اس کا رُخ قبلہ کی طرف ہو سر کے اشارے سے نماز ادا کرے۔

فرض اور سنّت

پانچوں وقت کی نماز ہر مسلمان مرد عورت پر فرض ہے۔ صرف دیوانوں اور نابالغ بچوں پر نہیں ہے۔ مگر بچوں کو سات سال کی عمر سے نماز کی عادت ڈلوانی چاہئے اگر دس سال کے ہوجائیں اور نماز نہ پڑھیں تو ان کو جھڑکنا بلکہ مارنا بھی چاہئے تاکہ جوان ہونے تک نماز کی عادت پڑ جائے۔

ہمارے رسول فرض نمازوں کے ساتھ چند رکعتیں اور بھی پڑھا کرتے تھے ان کو "سنّت" کہتے ہیں۔ ان میں کچھ ایسی ہیں، جن کو بلا عذر کبھی آپ نے نہیں چھوڑا اور ان کی تاکید فرمائی۔ یہ مؤکدہ کہلاتی ہیں اور باقی غیر مؤکدہ یا نفل۔ ان میں سے کوئی فرض نماز سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور کوئی بعد۔ ذیل کے نقشے سے فرض اور سنّت مؤکدہ کی رکعتوں کی تعداد معلوم ہوگی۔ اور یہ بھی کہ کون سنّت فرض سے پہلے پڑھی جاتی ہے اور کون بعد۔

نماز کا نام	سنت فرض سے پہلے	فرض	سنت فرض کے بعد
فجر	دو رکعت مؤکدہ	دو رکعت	
ظہر	چار رکعت مؤکدہ	چار رکعت	دو رکعت مؤکدہ
عصر		چار رکعت	
مغرب		تین رکعت	دو رکعت مؤکدہ
عشاء		چار رکعت	دو رکعت مؤکدہ تین رکعت وتر واجب

نماز وتر

وتر کی نماز میں تیسری رکعت میں الحمد اور سورہ پڑھنے کے بعد دونوں ہاتھ کانوں تک اٹھاکر

اللہ اکبر کہہ کر تحریمہ باندھ لیتے ہیں۔ اور دعاءِ قنوت پڑھتے ہیں پھر رکوع، سجدہ، قعدہ حسب دستور ادا کرکے سلام پھیر کر نماز ختم کرتے ہیں۔

دعاءِ قنوت یہ ہے:

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَسْتَعِیْنُکَ وَنَسْتَغْفِرُکَ وَنُؤْمِنُ بِکَ وَنَتَوَکَّلُ عَلَیْکَ وَنُثْنِیْ عَلَیْکَ

اے اللہ ہم تجھ سے مدد مانگتے ہیں اور مغفرت طلب کرتے ہیں اور تیرے اوپر ایمان لاتے ہیں اور تیرے اوپر

الْخَیْرَ وَنَشْکُرُکَ وَلَا نَکْفُرُکَ وَنَخْلَعُ وَنَتْرُکُ مَنْ یَّفْجُرُکَ۔ اَللّٰھُمَّ اِیَّاکَ نَعْبُدُ

بھروسہ رکھتے ہیں اور تیری بہت تعریف کرتے ہیں اور تیرا شکر ادا کرتے ہیں اور تیری ناشکری نہیں کرتے ہیں اور

وَلَکَ نُصَلِّیْ وَنَسْجُدُ وَاِلَیْکَ نَسْعٰی وَنَحْفِدُ وَنَرْجُوْ رَحْمَتَکَ وَنَخْشٰی عَذَابَکَ اِنَّ

علٰحدہ کردیتے ہیں اور چھوڑ دیتے ہیں اس شخص کو جو تیری نافرمانی کرے اے اللہ ہم تیری عبادت کرتے ہیں اور خاص

عَذَابَکَ بِالْکُفَّارِ مُلْحِقٌ ؕ

تیرے لئے نماز پڑھتے اور سجدہ کرتے ہیں اور تیری جانب دوڑتے ہیں اور جھپٹتے ہیں اور تیری رحمت کی اُمید رکھتے اور تیرے عذاب سے ڈرتے ہیں بیشک تیرا عذاب کافروں کو پہنچنے والا ہے!

تہجد، وتر، جمعہ اور عیدین

ہمارے رسولؐ پاک رات کو جب دنیا سوئی ہوئی رہتی تھی اٹھ کر اندھیرے اور تنہائی میں اپنے رب کی عبادت کرتے تھے۔ اس کو تہجد کی نماز کہتے ہیں۔ اگرچہ یہ فرض نہیں ہے مگر اس کا ثواب بڑا ہے عموماً آٹھ رکعتیں پڑھتے تھے۔ ہر دو رکعت پر سلام پھیرتے تھے۔

وتر کی تین رکعتیں لوگ عشاء کے بعد پڑھ لیتے ہیں۔ مگر جس کو تہجد پڑھنا ہو اس کو تہجد کے بعد پڑھنا بہتر ہے، کیونکہ ہمارے رسول اسی وقت پڑھا کرتے تھے۔ تراویح پڑھنے والوں کے لئے بھی یہی بہتر ہے کہ وتر تراویح کے بعد پڑھیں۔

ان پانچوں نمازوں کے علاوہ جمعہ اور عیدین کی نمازیں دو دو رکعت ہیں۔ جمعہ کی نماز فرض ہے اور عیدین کی واجب ہے۔

قصرِ نماز

قصر کمی کرنے کو کہتے ہیں۔ آدمی سفر میں ہو تو حکم یہ ہے کہ ظہر عصر اور عشاء کی فرض نمازوں کو بجائے چار چار رکعت کے دو ہی دو رکعت پڑھے۔ مغرب اور فجر میں قصر نہیں ہے۔

نمازِ جماعت

کئی نمازی ایک ساتھ مل کر نماز پڑھتے ہیں تو اس کو نمازِ جماعت کہتے ہیں۔ ہمارے رسولؐ ہمیشہ فرض نمازیں جماعت کے ساتھ پڑھا کرتے تھے۔ اکیلے نماز پڑھنے سے جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے میں ستائیس گنا زیادہ ثواب ہے۔

نمازِ جماعت کے لئے جو گھر بنایا جاتا ہے اس کو مسجد کہتے ہیں یہ اللہ کا گھر ہے۔ فرض نمازوں کو مسجد میں جماعت سے پڑھنے کا حکم ہے۔ بغیر عذر جماعت نہیں چھوڑنا چاہئے۔ ہاں سنت اور نفل نمازوں کو گھر میں پڑھ سکتے ہیں۔ گھر میں پڑھنا خیر و برکت کا باعث ہے۔

نمازِ جماعت میں ایک شخص صفوں کے آگے کھڑا ہوتا ہے اس کو امام کہتے ہیں اور جو لوگ پیچھے کھڑے ہوتے ہیں وہ مقتدی کہلاتے ہیں۔ مقتدیوں کو چاہئے کہ صفیں سیدھی رکھیں۔ کوئی آگے پیچھے نہ ہو۔ سب مونڈھے سے مونڈھے ملاکر برابر کھڑے ہوں اور سوائے قرأت کے جو کچھ امام کرتا جائے وہ بھی اس کے ساتھ کرتے جائیں اور جو دعائیں اور تسبیحیں نمازوں میں مقرر ہیں ان کو آہستہ آہستہ کہتے جائیں۔

جماعت کھڑی ہوجانے کے بعد جو لوگ آئیں وہ اس میں شامل ہوتے جائیں جس قدر حصہ نماز کا ان کو نہیں ملا ہے اس کو امام کے سلام پھیرنے کے بعد پورا کریں۔

اگر جماعت میں دو ہی آدمی ہوں تو ساتھ مل کر کھڑے ہوں امام بائیں طرف اور مقتدی داہیں طرف۔ اگر کوئی تیسرا آ کر ملے تو چاہئے کہ پہلے مقتدی کو پیچھے کھینچ کر اس کے

ساتھ کھڑا ہو۔ اگر پیچھے جگہ نہ ہو تو امام کے بائیں طرف کھڑا ہو جائے۔ امام موقع دیکھے تو آگے بڑھ جائے۔

اذان کا بیان

بارگاہِ خداوندی میں حاضر ہونے کے لئے مخصوص الفاظ میں جو اعلان کیا جاتا ہے اس کا نام "اذان" ہے۔ ہر فرض نماز اور جمعہ کی نماز کے وقت مخلوق کو اذان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی عبادت کے لئے بلایا جاتا ہے۔ جس میں اسلامی شان وشوکت اور عبادت کا اہتمام اور تعظیم ہے۔

اذان سنّت مؤکدہ ہے اور شعائر اسلام میں سے ہے۔ اس کو کسی حال میں ترک کرنا مناسب نہیں۔

اذان کا طریقہ:۔ ایک شخص وضو کر کے کسی اونچی جگہ پر قبلہ رُخ کھڑا ہو اور شہادت کی انگلی کان میں دے پھر بلند آواز سے اذان کے الفاظ پڑھے۔ جب حیَّ علَی الصَّلوٰۃ کہے تو منہ کو داہنی جانب پھیر لے اور جب حیَّ علَی الفَلاح کہے تو منہ کو بائیں جانب پھیر لے۔

اذان کے الفاظ

اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ

اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ

گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے

اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ

گواہی دیتا ہوں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں	گواہی دیتا ہوں میں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں
حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ	حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ
آؤ! نماز کے لئے	آؤ! نماز کے لئے
حَیَّ عَلَی الفلاح	حَیَّ عَلَی الْفَلَاح
آؤ! کامیابی کی طرف	آؤ! کامیابی کی طرف
اللہ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ	لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ
اللہ سب سے بڑا ہے اللہ سب سے بڑا ہے	اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں

صبح کی اذان میں حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کے بعد اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمْ ۰ (نماز بھلی ہے نیند سے) بھی دو مرتبہ کہنا چاہیئے۔

اذان باوضو کہنا چاہیئے۔ اور ٹھہر ٹھہر کر بلند آواز سے کہنا چاہیئے اور وقت سے پہلے اذان نہ دینی چاہیئے۔ اگر وقت سے پہلے اذان دی تو وقت آنے پر دوبارہ کہی جائے۔

اقامت

جس وقت نماز کھڑی ہو اور امام مصلّے پر پہنچ جائے تو پیچھے کھڑے ہونے والے نمازیوں میں سے ایک شخص اذان کے الفاظ کو جلدی جلدی کہے زیادہ بلند آواز سے نہ کہے اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاحْ کے بعد دو مرتبہ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ (کھڑی ہوگئی نماز) کہے اس کو "تکبیر" اور "اقامت" کہتے ہیں۔

جس شخص نے اذان کہی ہے بہتر یہ ہے کہ وہی تکبیر بھی کہے۔ یا اس کی اجازت سے کوئی دوسرا شخص کہے۔ اذان کی طرح تکبیر بھی فرض نمازوں اور جمعہ کی نماز کے لئے سنّت ہے اور اس کی شریعت میں بہت تاکید ہے۔ اگر سفر میں ہو تب بھی اذان اور تکبیر کہہ کر نماز پڑھنی چاہیئے۔ البتہ کسی عذر کی وجہ سے گھر میں نماز پڑھے تو محلہ کی مسجد کی اذان کافی ہے۔ صرف تکبیر کہنی چاہیئے۔

مسئلہ:۔ اذان اور تکبیر کی اجابت مستحب ہے۔ اجابت سے مراد یہ ہے کہ سننے والے بھی آہستہ آہستہ انہیں الفاظ کو کہتے جائیں۔ جن کو موذن کہہ رہا ہے مگر حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ اور حَیَّ عَلَی الْفَلَاح کے بجائے لَاحَوْلَ وَلَاقُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ کہنا چاہیے اور صبح کی اذان میں اَلصَّلٰوۃُ خَیْرٌ مِّنَ النَّوْمِ کی جگہ صَدَقْتَ وَبَرَرْتَ اور تکبیر میں قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃ کی جگہ اَقَامَھَا اللّٰہُ وَاَدَامَھَا کہنا چاہیے۔

اذان کی دُعا

اذن کے بعد اذان کہنے والے اور سننے والے کو یہ دُعا پڑھنی چاہیے:۔

اَللّٰھُمَّ رَبَّ ھٰذِہِ الدَّعْوَۃِ التَّامَّۃِ وَالصَّلٰوۃِ الْقَائِمَۃِ اٰتِ

یا اللہ اس آواز اور نماز کے پروردگار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ اور فضیلت عطا فرما اور ان کو

مُحَمَّدَنِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْفَضِیْلَۃَ وَابْعَثْہُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِالَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ اِنَّکَ

اس مقام محمود تک پہنچا جس کا تونے وعدہ کیا ہے۔ بے شک ہرگز تو وعدہ خلاف

لَاتُخْلِفُ الْمِیْعَاد۔

نہیں ہے۔

سجدۂ سہو

جب نماز میں کوئی اس قسم کی بھول ہو جائے جس سے اس کی ترتیب بگڑ جائے یا سری نماز میں زور سے پڑھے یا جہری نماز میں امام آواز سے قرأت نہ کرے یا دوسری رکعت کا قعدہ چھوٹ جائے یا عیدین کی نماز میں زائد تکبیریں بھول جائے اور کوئی واجب جس کو تم پڑھ چکے ہو، چھوٹ جائے تو بھولنے کا سجدہ جس کو سجدۂ سہو، کہتے ہیں لازم آتا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ آخر میں ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد دو سجدے کرے پھر اَلتَّحِیَّاتُ

اور درود پڑھ کر سلام پھیر دے۔ اگر سجدہ نہ کرے گا تو نماز ہو جائے گی مگر ناقص رہے گی۔
امام کے ساتھ مقتدی کو بھی سجدۂ سہو کرنا لازم ہے۔ اگرچہ سہو کے وقت جماعت میں شریک نہ رہا ہو۔ اگر نماز کی ترتیب میں امام سے کچھ بھول ہونے لگے تو مقتدی مرد کو چاہئے کہ آواز سے سُبْحَانَ اللہ کہدے تاکہ وہ آگاہ ہو جائے۔

نماز جمعہ و عیدین

جمعہ کی نماز میں جماعت کھڑی ہونے سے پہلے دوسری اذان دی جاتی ہے اسوقت امام کو کسی بلند جگہ پر کھڑے ہو کر دو خطبے پڑھنے چاہئیں جن میں اللہ کا ذکر اور وعظ و نصیحت ہو۔ دونوں کے بیچ میں تھوڑی دیر کے لئے بیٹھ جائے۔
جس کو جمعہ کی نماز نہ مل سکے وہ ظہر کی نماز پڑھے۔
عید، بقرعید خوشی کے دن ہیں۔ ان میں سنّت یہ ہے کہ آدمی کے پاس جو اچھے کپڑے ہوں ان کو پہنے اور خوشبو لگا کر عید گاہ میں جائے عیدین کی نمازوں پہلی رکعت تکبیر تحریمہ کے بعد قرأت سے پہلے اور دوسری رکعت میں قرأت کے بعد امام تین تین زاید تکبیریں کہے۔
عیدین میں خطبے نماز کے بعد ہوتے ہیں اور عیدین کے لئے اذان واقامت نہیں ہے۔

نماز جنازہ

جنازہ کی نماز میں نہ رکوع ہے نہ سجود، کیونکہ یہ دراصل نماز نہیں ہے، بلکہ مردے کے لئے مغفرت کی دعا ہے۔ اس کا طریقہ یہ ہے کہ جنازہ امام کے آگے رکھا جائے۔ امام اس کے سینے کے مقابل کھڑا ہو۔ مقتدی اگر زیادہ ہوں تو تین، پانچ یا سات صفیں بنا لیں۔ امام کی پہلی تکبیر پر ہاتھ اسی طرح باندھیں جس طرح نمازوں میں باندھتے ہیں اور ثناء

پڑھیں۔ دوسری تکبیر پر درود شریف اور تیسری تکبیر پر دعا پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ اغْفِرْ لِحَیِّنَا وَمَیِّتِنَا وَشَاھِدِنَا وَغَائِبِنَا وَصَغِیْرِنَا وَکَبِیْرِنَا وَ

اے میرے اللہ بخش دے ہمارے زندوں کو اور مردوں کو اور حاضر کو اور غائب کو چھوٹے اور بڑے کو

وَذَکَرِنَا وَاُنْثَانَا۔ اَللّٰھُمَّ مَنْ اَحْیَیْتَہٗ مِنَّا فَاَحْیِہٖ عَلَی الْاِسْلَامِ وَمَنْ

اور مرد کو اور عورت کو۔ اے میرے اللہ ہم میں سے تو جسے زندہ رکھے۔ اسلام کے ساتھ زندہ رکھ اور جس کو موت

تَوَفَّیْتَہٗ مِنَّا فَتَوَفَّہٗ عَلَی الْاِیْمَانِ

دے ایمان کے ساتھ۔

یہ دعا ہر بالغ جنازے کے لئے ہے۔ مرد ہو یا عورت۔ چوتھی تکبیر پر سلام پھیر دیں۔

جنازہ کی نماز مسجد کے اندر ٹھیک نہیں ہے باہر ہونی چاہیئے۔

نابالغ اگر لڑکا ہو تو تیسری تکبیر کے بعد یہ دعا پڑھے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْہُ لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْہُ لَنَا شَافِعًا

یا اللہ اس بچہ کو ہماری نجات کے لئے آگے جانے والا بنا اور اس کی موت کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ بنا

وَّمُشَفَّعًا۔

اور اس کو ہمارے لئے سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا ہوا بنا۔

اور لڑکی ہو تو یہ دعا پڑھے:۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلْھَا لَنَا فَرَطًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا اَجْرًا وَّذُخْرًا وَّاجْعَلْھَا لَنَا شَافِعَةً

یا اللہ اس بچی کو ہماری نجات کے لئے آگے جانے والا بنا اور اس کی موت کو ہمارے لئے اجر اور ذخیرہ

وَّمُشَفَّعَةً۔

(آخرت بنا) اور اس کو ہمارے لئے سفارش کرنے والا اور سفارش قبول کیا ہوا بنا۔

زکوٰۃ

جب کسی کے پاس سونا یا چاندی یا غلہ یا مویشی اس حد تک ہو جائے جس کو نصاب کہتے ہیں تو اس

کے اوپر ایک خاص مقدار میں اللہ کا حق ہوجاتا ہے جس کا ادا کرنا اللہ نے اسی طرح فرض کیا ہے جس طرح نماز۔ جو نصاب کا مالک ہو کر زکوٰۃ ادا نہ کرے گا اس کو قیامت کے دن عذاب الیم (دردناک عذاب) ہوگا۔

زکوٰۃ کے معنی پاک کرنے اور نکھارنے کے ہیں۔ چونکہ اس حق کے ادا کر دینے سے مسلمان کا سارا مال پاکیزہ ہوجاتا ہے۔ اس لیے اس کا نام زکوٰۃ رکھا گیا۔

سوائے دیوانوں اور نابالغ بچوں کے ہر مسلمان کو جو نصاب کا مالک ہو زکوٰۃ کا ادا کرنا فرض ہے۔

زکوٰۃ میں اللہ نے بڑی بڑی مصلحتیں رکھی ہیں۔

(۱) زکوٰۃ قیامت کے دن روشنی ہوگی۔

(۲) زکوٰۃ نکالنے سے مال میں برکت ہوتی ہے۔

(۳) جس مال کی زکوٰۃ نکالی جاتی ہے وہ اللہ کی حفاظت میں رہتا ہے۔

(۴) زکوٰۃ سے جماعت کے محتاج بھائیوں کا کام چلتا ہے اور وہ زکوٰۃ دینے والوں کے حق میں دعا کرتے ہیں جن کو اللہ قبول کرتا ہے۔

نصاب

زکوٰۃ اس مال پر ہوتی ہے جو بڑھنے والا ہو اور جس پر سال بھر گذر جائے۔ مکان اور گھر کے کاموں کے سامان پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

چاندی کا نصاب چالیس روپے ہے۔ اس سے کم پر زکوٰۃ نہیں ہے۔ جس کے پاس چالیس روپے بھر چاندی یا اس کی مالیت سال بھر تک بچی رہے اس کو چاہئے کہ ایک روپیہ بھر چاندی (یا اس کی قیمت) زکوٰۃ نکالے۔ اور زائد پر اسی حساب سے۔

سونے کا نصاب پانچ تولہ ڈھائی ماشہ ہے۔ جس کے پاس اتنا سونا سال کے آخر تک بچا رہے وہ چالیسواں حصہ سونا نکال دے یا اس کی قیمت دے۔

مویشیوں میں سے ہر ایک کا نصاب الگ الگ ہے۔ بکری کا چالیس راس، گائے، بیل، بھینس کا تیس اور اونٹ کا پانچ۔

غلّہ کی زکوٰۃ کا نام عشر ہے۔ اگر زمین کی سیرابی آسمانی و دریائی پانی سے ہوتی ہو تو اس کی پیداوار میں سے دسواں حصہ زکوٰۃ دینی ہوگی اور اگر چاہی زمین کی پیداوار ہے جس میں کسان کو ڈول۔ لاٹھا۔ کنڈی وغیرہ سے پانی دینا پڑتا ہے یا پانی مول لینا پڑتا ہے تو بیسواں حصہ پیداوار زکوٰۃ میں دینی پڑے گی۔

زکوٰۃ کے مصارف

زکوٰۃ آٹھ کاموں میں صرف کی جائے گی۔ یہ لازم نہیں کہ سب کاموں میں برابر تقسیم کی جائے، بلکہ ضرورت دیکھ کر امیر شریعت کا محکمہ تقسیم کرے گا۔

(۱) مسکینوں کی پرورش میں جن کے پاس کھانے کو نہ ہو (۲) فقیروں کی امداد میں جن کے پاس قدر نصاب سے کم مال ہو اور صاحب حاجت ہو (۳) زکوٰۃ کے کام کرنیوالے ملازموں کی تنخواہوں میں (۴) امیر شریعت کے حکم سے اسلام پھیلانے میں (۵) غلام کو آزاد کرانے میں (۶) ان قرض داروں کے قرض ادا کرنے میں جو سکت نہ رکھتے ہوں یعنی ادا کرنے کے بعد جن کے پاس بقدر نصاب مال نہ بچے (۷) اللہ کی راہ میں یعنی صاحب حاجت۔ مجاہدین اور دینی علوم کے طالب العلم وغیرہ (۸) مسلمان مسافروں کے سفر خرچ میں۔

زکوٰۃ امیر شریعت کے بیت المال میں بھیجنا چاہیئے۔ بطور خود نہیں صرف کرنا چاہیئے۔ ہاں بیت المال سے اجازت حاصل کر کے اپنے یہاں کے مستحقین کو دینا جائز ہے۔

روزہ

صبح صادق یعنی فجر کے پو پھٹنے سے سورج ڈوبنے تک کھانے پینے اور عورت کی صحبت سے اللہ کے لئے رُکے رہنے کو روزہ کہتے ہیں۔

سنہ ۲ھ میں رمضان شریف کے مہینے کا روزہ رکھنا مسلمانوں پر فرض کیا گیا جو بالغ، عاقل روزہ رکھنے کے قابل ہو پورے رمضان کے روزے رکھے۔ اگر ایک روزہ بھی نیت کر لینے کے بعد قصداً توڑ دے تو قضا اور کفارہ لازم آئے گا یعنی اس کے بدلے میں لگاتار ساٹھ روزے رکھنا پڑیں گے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہوگا۔

روزے کے فائدے

(۱) روزہ دار سے اللہ راضی ہوتا ہے اور آخرت میں اس کو جنت دیتا ہے۔

(۲) روزہ رکھنے سے دل میں نور اور اللہ کا ڈر پیدا ہوتا ہے جو سب سے بڑی نعمت ہے۔

(۳) روزہ رکھنے سے بھوک پیاس برداشت کرنے کی عادت پڑتی ہے اور آدمی کو طبیعت پر قابو ہو جاتا ہے۔

(۴) روزہ میں آدمی حلال چیزوں سے پرہیز کرنا سیکھ لیتا ہے جس کی وجہ سے حرام چیزوں سے پرہیز آسان ہو جاتا ہے۔

(۵) روزہ سے تندرستی بڑھتی ہے اور بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔

(۶) روزہ کی بھوک پیاس سے دولت مندوں کو فقیروں کی بھوک پیاس کی تکلیف کا اندازہ ہوتا ہے اور ان کی مدد کرنے کا خیال پیدا ہوتا ہے۔

روزہ رکھنے والے کو صبح صادق سے پہلے سحری کھانا اور دن ڈوبتے ہی افطار

کرنا سنت ہے۔

روزہ کن چیزوں سے ٹوٹتا ہے

قصداً کھانے یا پینے یا صحبت یا قے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور قضا اور کفارہ لازم آتا ہے۔ اگر بھول کر کچھ کھا یا پی لیا، یا خود قے آگئی تو نہیں ٹوٹتا ہے۔

روزہ میں مسواک کرنا۔ تیل، خوشبو یا سرمہ لگانا۔ گرمی کی وجہ سے سر، سینہ یا پاؤں پر پانی گرانا، نہایت ضرورت سے کھانے کا نمک چکھنا، اس طرح کہ حلق سے نیچے نہ اُترنے پائے۔ جائز ہے۔

روزہ کی قضا

جو لوگ رمضان میں بیمار یا سفر میں ہوں ان کو اختیار ہے کہ روزے نہ رکھیں۔ جب اچھے ہو جائیں یا سفر ختم کر چکیں تو دوسرے رمضان تک سال بھر میں جب چاہیں، اتنے روزے رکھ لیں جتنے چھوٹ گئے ہوں۔

عورتیں جب تک پاک نہ ہوں روزے نہ رکھیں۔ جو روزے چھوٹ جائیں ان کی گنتی سال بھر کے دوسرے دنوں میں پوری کریں۔

بالکل کمزور بڈھے یا ایسے لوگ جو ہمیشہ بیمار رہتے ہیں اگر روزہ نہ رکھ سکیں اور قضا رکھنے کی قوت ہونے کی اُمید نہ ہو تو اُن کے اوپر قضا نہیں۔ ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو پونے دو کیلو گندم دے دینا کافی ہے، اگر دینے کی سکت ہو۔

نفلی روزے

ہمارے رسول پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رمضان کے روزوں کے علاوہ اور بھی بہت سے روزے رکھتے تھے. جو فرض نہیں ہیں، مگر ان کے رکھنے کا بڑا ثواب ہے۔ ان میں سے شوال کے مہینے کے چھ روزے ہیں اور عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ کا روزہ جس دن کے حج ہوتا ہے اور عاشورہ یعنی دس محرم کا روزہ جس دن کہ فرعون اور اس کا لشکر غرق ہوا تھا اور حضرت موسیٰؑ نے مع اپنی قوم کے نجات پائی تھی۔ اس کے ساتھ ایک روزہ اور یعنی نو کو یا گیارہ کو ملا کر رکھنا چاہیئے۔

عیدین اور قربانی کے دنوں میں روزہ رکھنا منع ہے اور جو لوگ حج میں شریک ہوں ان کے لئے عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھنا بہتر ہے۔

نماز تراویح

رمضان کے مہینہ میں عشاء کے بعد نماز تراویح کا پڑھنا مردوں اور عورتوں سب کے لئے سنّت مؤکدہ ہے۔ جس کی بڑی فضیلت اور خیر و برکت ہے۔ اولیٰ اور افضل یہ ہے کہ نماز تراویح کو جماعت کے ساتھ ادا کیا جائے۔ جماعت سے نماز تراویح کا ادا کرنا سنّت علی الکفایہ ہے۔ پس اگر کسی جگہ تراویح کی جماعت نہ ہو تو محلّہ گاؤں کے تمام مسلمان گنہگار ہوں گے۔ نماز تراویح کے بعد نماز وتر بھی جماعت کے ساتھ ادا کی جائے۔ چند عورتیں گھروں میں جمع ہو کر کسی مرد کو امام بنالیں۔ اس طرح انھیں بھی جماعت کا ثواب ملے گا۔ امام مقتدی عورتوں کا محرم ہو یا پھر پردہ کا پورا انتظام ہو جائے۔

نماز تراویح میں پورے مہینہ میں کم از کم ایک مرتبہ قرآن ختم کرنا سنّت ہے۔

نماز تراویح کی بیس رکعتیں اس طرح ادا کی جائیں کہ دو دو رکعتوں کی نیت کرے

اور ہر دو رکعت پر سلام پھیرے اور ہر ترویحہ یعنی چار رکعت کے بعد تھوڑی دیر بیٹھنا مستحب اور بہتر ہے۔ اس بیٹھنے میں آہستہ آہستہ تسبیحات اور دعائیں اور استغفار پڑھتا رہے۔ نماز تراویح کا وقت عشاء کی نماز کے بعد سے طلوع فجر تک ہے۔

اعتکاف

رمضان کے مہینے میں عبادتوں کا ثواب بہت بڑھ جاتا ہے اس لئے اس میں جہاں تک ہو سکے عبادت اور قرآن کریم کی تلاوت کرنی چاہئے۔ اس مہینے کی آخری دس راتوں میں سے کوئی طاق رات شب قدر ہوتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اس میں عبادت کر لینے سے ہزاروں مہینوں کا ثواب ملتا ہے۔ ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس رات کے لئے رمضان کے آخری دس دن مسجد ہی میں گزارتے تھے اور عبادت میں لگے رہتے تھے، اسی کو اعتکاف کہتے ہیں۔ جو کوئی اعتکاف میں بیٹھے اس کو بلاضرورت مسجد سے باہر نہیں نکلنا چاہیئے۔ یہ اعتکاف سنت مؤکدہ کفایہ ہے۔

صدقۂ فطر

جو روزہ دار نصاب کا مالک ہو اس کو چاہیئے کہ صدقۂ فطر انگریزی تول سے ایک سیر[ع] چھ چھٹانگ گیہوں یا اس کا دوگنا جو یا اس کی قیمت یا اس قیمت کا کوئی غلہ نکالے۔ اللہ کے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے اصحاب کے زمانہ میں صدقۂ فطر جمع کر کے صرف ہوتا تھا اس لئے بہتر ہے کہ رمضان کے آخر میں ورنہ عید کے روز سویرے ہر محلہ اور گاؤں میں امیر شریعت کے مقررہ شخص کی نگرانی میں جہاں کوئی نہ ہو وہاں کسی

ع بعض علماء احتیاطاً "ایک سیر تیرہ چھٹانک" کہتے ہیں۔

نیک شخص کی نگرانی میں مسجد میں یا کسی جگہ جمع کیا جائے اور مسلمان فقیر اور مساکین کو کم از کم ایک فطرہ دیا جائے۔ اس سے زیادہ دینا بھی جائز ہے۔ اس صدقہ سے روزوں میں چھوٹی چھوٹی خرابیاں ہوتی ہیں وہ معاف ہو جاتی ہیں اور کوئی مسلمان عید کے دن بھوکا نہیں رہتا ہے۔

قربانی کا بیان

عیدالضحیٰ میں ان لوگوں پر جن پر صدقۂ فطر واجب ہے قربانی کرنا واجب ہے۔ جن لوگوں پر قربانی واجب نہیں ہے وہ بھی اگر قربانی کریں گے تو ان کو بہت ثواب ہوگا۔

بقرعید کی دسویں تاریخ سے لے کر بارہویں تاریخ کی شام تک قربانی کرنے کا وقت ہے۔ اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے بکری، بکرا، بھیڑ، دنبہ ایک آدمی کی طرف سے اونٹ اور گائے، بیل، بھینس، بھینسا کی قربانی میں سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں۔ قربانی کے لئے تفصیلی مسئلہ اپنے یہاں کے کسی عالم سے دریافت کر لو یا کسی بڑی کتاب میں دیکھ لو۔

جانوروں کے ذبح کرنے کا یہ طریقہ ہے کہ گردن کے سامنے اور دونوں طرف کی وہ رگ جسے شہ رگ کہتے ہیں، کٹ جائے اور ذبح کرنے والے چاہے ایک ہوں یا دو بِسْمِ اللّٰهِ اَللّٰهُ اَكْبَرُ کہہ کر ذبح کریں اور ذبح کرنے کے درمیان میں سوائے بسم اللہ اللہ اکبر کے اور کچھ نہ بولیں ورنہ ذبیحہ حرام اور مکروہ ہو جائے گا۔ جب ذبح ہو جائے تو جانور کو تڑپنے کے لئے چھوڑ دیا جائے۔ ذبیحہ کے لئے چھری تیز ہونی چاہئے۔ کند چھری سے ذبح کرنا منع ہے۔



حج کہتے ہیں بیت اللہ کی زیارت کرنے اور نویں ذی الحجہ کو میدان عرفات میں حاضر ہونے اور اس کے متعلق جو فرائض ہیں ان کے بجا لانے کو۔

حج ۹ھ میں فرض ہوا ہر مسلمان پر جو سفر کی طاقت اور اس قدر مال رکھتا ہو کہ اس کے مکہ آنے جانے اور واپسی تک اس کے اہل و عیال کے خرچ کے لئے کافی ہو زندگی میں ایک بار حج کرنا فرض ہے۔ بلا عذر حج نہ کرنا سخت گناہ بلکہ خطرہ سوء خاتمہ کا ہے۔

حج میں اللہ نے دین اور دنیا دونوں کے بہت فائدے رکھے ہیں۔

(۱) حج کرنے سے آدمی گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔

(۲) حج میں کعبہ کا طواف اور وہاں کی عبادت نصیب ہوتی ہے جو دنیا کی سب سے پہلی مسجد ہے اور جس کی ایک نماز دوسری مسجدوں کی ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

(۳) حج میں دنیا کے ہر ملک کے مسلمان آکر جمع ہوتے ہیں۔ آپس میں ایک دوسرے سے ہر قسم کی دینی اور دنیاوی علمی اور عقلی فائدے حاصل کر سکتے ہیں۔

(۴) حج جیسا مقدس اجتماع سوائے مسلمانوں کے اور کسی قوم کے پاس نہیں ہے۔ اس کے ذریعہ سے ساری دنیا کے مسلمان ایک ہو سکتے ہیں۔

(۵) حج میں سیر و سیاحت کے علاوہ دوسرے ملکوں کے لوگوں سے مل کر طرح طرح کے تجربے حاصل ہوتے ہیں۔

(۶) حج میں آدمی چاہے تو سامانِ تجارت لے جا کر بہت نفع کما سکتا ہے۔

حج سال بھر میں صرف ایک دن یعنی ۸ ذی الحجہ کو احرام باندھ کر نویں تاریخ کو میدان عرفات میں ہوتا ہے جو مکہ سے ۱۲ میل کے فاصلہ پر ہے۔ اس تاریخ کو جتنے لوگ حج کو جاتے ہیں سب اسی میدان میں پہنچ کر دعا مانگتے ہیں، اس کے بعد باقی ارکان بجا لاتے ہیں۔

حج کرنے والے کو چاہئے کہ وہ حج کے سفر سے پہلے حج کے مسائل جاننے کے لئے حج کے متعلق کوئی کتاب پڑھ لے یا ساتھ رکھ لے۔

جہاد

عام طور سے اسلام کی عبادات کے بیان میں جہاد کا ذکر نہیں آتا ہے، لیکن اعمال اور عبادات میں اس کا بڑا درجہ ہے۔

حق اور سچائی کی بلندی اس کے پھیلانے اور حفاظت میں ہر قسم کی کوشش جو جان و مال سے ہو اس کو "جہاد" کہتے ہیں۔

جان کا جہاد یہ ہے کہ دین اسلام کی ترقی اور سچائی کے پھیلانے اور اس کی حفاظت میں ہر طرح کی جانی تکلیف نڈر ہو کر اٹھائی جائے۔ یہاں تک کہ اپنی جان تک جوکھوں میں ڈال دے۔ آگ میں جلائے جانے، سولی پر لٹکائے جانے تیر اور نیزے میں چھد جانے تلوار سے کٹ جانے، توپ پر اڑائے جانے کا موقع آئے تو نڈر ہو کر برداشت کرے۔

مال کا جہاد یہ ہے کہ دین حق اور سچائی کو کامیاب اور بلند کرنے کے لئے اپنے مال دے ڈالنے کو آدمی ہر وقت تیار رہے۔

غرض یہ ہے کہ ہر نیک کام میں اپنی جان، مال، زبان اور علم اور عقل اور ہر طاقت کو اللہ کی خوشی اور رضامندی کے لئے لگا دینا جہاد ہے۔

عبادتِ باطنی

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل اور جہاد کا بیان تم پڑھ چکے ہو۔ اب یہ بھی جان لو کہ ان فرائض کے بعد قرآن پاک میں سب سے زیادہ جس بات پر زور دیا گیا ہے وہ تقویٰ، اخلاص، توکل، صبر اور شکر ہے۔ اس لئے اپنے تمام کاموں میں اس کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

تقویٰ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ڈر اور خوف دل میں پیدا ہو اور ہر اچھی اور بُری بات کو پہچان کر آدمی اچھی بات کو کرے اور بُری باتوں سے بچے۔

اخلاص یہ ہے کہ ہر کام اور عبادت صرف اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے کرے۔

توکّل یہ ہے کہ ہر نیک کام میں کوشِش کی جو ممکن صورت ہو کرنے کے بعد صرف اللہ پر بھروسہ رکھے۔

صبر یہ ہے کہ حق، سچ اور دین کے کام میں جب کوئی مشکل پیش آجائے تو پریشانی، گھبراہٹ نہ پیدا ہو اور ہر دکھ تکلیف اور مصیبت کو اللہ کی رضا اور خوشی کے لئے سہے اور برداشت کرے۔

شکر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جان، مال، دولت، حکومت، طاقت وغیرہ جو دی ہو اس کو ٹھیک اس کے بتائے ہوئے طریقہ پر صرف کرے۔

سورۃ فاتحہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین ○ الرحمن الرحیم ○ ملک یوم

ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے لائق ہیں جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ روز جزا

الدین ○ ایاک نعبد و ایاک نستعین اھدنا الصراط المستقیم ○

کا مالک ہے۔ اے اللہ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد مانگتے ہیں۔ ہم کو سیدھے راستہ پر چلا۔

صراط الذین انعمت علیھم غیر المغضوب علیھم ولا الضالین

ان لوگوں کے راستے پر جن پر تو نے انعام فرمایا ہے۔ نہ ان کے راستے پر جن پر تیرا غضب نازل ہوا اور نہ گمراہوں کے راستے پر۔

سورۃ عصر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والعصر ○ ان الانسان لفی خسر ○ الا الذین امنوا وعملوا

عصر یعنی زمانہ کی قسم۔ بے شک انسان گھاٹے میں ہے۔ سوائے ان لوگوں کے جو یقین لائے۔

الصلحت وتواصوا بالحق ۵ وتواصوا بالصبر ○

اور کئے اچھے کام اور تاکید کرتے رہے۔ سچے دین کی اور آپس میں تاکید کرتے رہے صبر کی۔

سُورۃ کوثر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّا اَعْطَیْنٰكَ الْكَوْثَرَ ○ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ ○ اِنَّ شَانِئَكَ

(اے نبی) ہم نے تم کو کوثر عطا کیا ہے۔ پس تم اپنے رب کے لئے نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ بیشک تمہارا

هُوَ الْاَبْتَرُ ○

دشمن ہی بے نام و نشان ہو جانے والا ہے۔

سُورۃ اخلاص

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ ۵ وَلَمْ یُوْلَدْ

اے نبی کہدو کہ وہ (یعنی) اللہ یگانہ ہے اور بے نیاز ہے۔ اس سے کوئی پیدا نہیں ہوا۔ اور نہ وہ کسی

وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

سے پیدا ہوا۔ اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

سُورۃ فلق

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَمِنْ شَرِّ

اے نبی دعا میں یوں کہو، کہ میں صبح کے رب کی پناہ لیتا ہوں تمام مخلوق کے شر سے اور اندھیرے

غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ○ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ○ وَمِنْ شَرِّ

کے شر سے جب اندھیرا پھیل جائے اور گرہوں پر دم کرنے والیوں کے شر سے اور حسد کرنے والے کے شر سے

حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○

جب وہ حسد کرنے پر آجائے۔

سُورۃُ النَّاس

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○

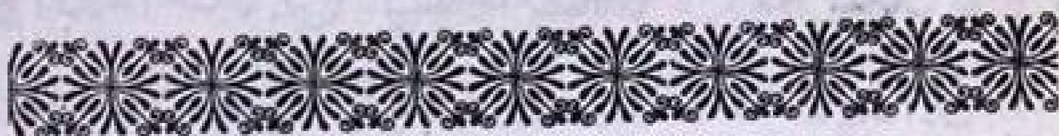
اے نبیؐ دعا، میں یوں کہو کہ میں آدمیوں کے رب کی پناہ لیتا ہوں۔ آدمیوں کے بادشاہ، آدمیوں کے

اِلٰهِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ ○ الْخَنَّاسِ الَّذِیْ

معبود کی پناہ لیتا ہوں۔ اس وسوسہ ڈالنے والے پیچھے ہٹ جانے والے کے شر سے جو لوگوں کے دلوں

یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○ مِنَ الْجِنَّةِ وَ النَّاسِ ○

میں وسوسہ ڈالتا ہے۔ ——— جنوں میں سے ہو یا آدمیوں میں سے!





اخلاق کی کتاب

اخلاق

(۱) حقوق (۲) اخلاق (۳) آداب زندگی (۴) رسوم (۵) جماعتی زندگی۔ امارت وخلافت

عقیدہ، دل سے اُن باتوں کے مان لینے کا نام ہے جو اِسلام کی بنیاد اور جڑ ہیں۔ اور یہ ایمان کی کتاب میں تم پڑھ چکے ہو۔

عبادت۔ جیسا کہ تم "عبادت کی کتاب" میں پڑھ چکے ہو۔ ہر وہ کام ہے۔ جس سے اللہ کی پاکی اور بڑائی کا بیان ہو یا کسی انسان اور حیوان کے فائدے کے لئے ہو۔ اگر وہ کام اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق اور اُس کی محبت اور خوشنودی اور رضامندی کے لئے ہو جس کو عبادت کہتے ہیں۔ اسی میں نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ داخل ہیں۔

اَب ضرورت ہے۔ کہ تم اخلاق کے ان ابواب کو سمجھو اور جانو اور اس پر عمل کرو جس کا تعلق تمھاری زندگی کے رہن سہن اور عام تعلقات سے ہے۔ اور جس پر انسانی زندگی کی اچھائی اور برتری اور اللہ کی خوشنودگی کا مدار ہے۔

اِسلام میں اخلاق کی بڑی اہمیت ہے۔ عبادات میں کبھی اگر غفلت یا بھول ہوئی تو قیامت میں اللہ تعالیٰ چاہیں تو سزا دیں یا معاف کریں۔ لیکن اگر "اخلاق" میں کمی ہے اور جو جس کا حق ہے پورا نہ کیا، یا کسی کا حق نقصان کیا تو جب تک اُس شخص سے معافی نہ ہو جائے قیامت میں اللہ تعالیٰ معاف نہ کریں گے، اس طرح اخلاق کی اہمیت عبادت سے بڑھ جاتی ہے۔ گرچہ عبادت کی عادت کے بغیر اچھے اخلاق اور چلن بھی پیدا نہ ہوں گے۔ یوں سمجھو کہ جو اللہ کا حق پورا نہ کرے گا تو بندہ کا حق کیا ادا کرے گا، جو اپنے خالق (پیدا

کرنے والے) رب (پالنے والے) کا حق نہ ادا کرے گا تو اُس کے بندوں کا حق کیا پورا کرے گا۔

اس لئے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ ساتھ اُس کے بندوں کے ساتھ بھی نیکی اور بھلائی کرتے رہنا چاہئے ورنہ قیامت میں بڑے دُکھ سہنے ہوں گے۔

اسی لئے ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس بھائی نے دوسرے بھائی پر ظلم کیا تو اُس (ظالم بھائی) کو چاہئے کہ اِسی دنیا میں وہ اُس (مظلوم بھائی) سے اُس کو معاف کرالے ورنہ قیامت میں تاوان ادا کرنے کے لئے کسی کے پاس کوئی روپیہ پیسہ نہ ہوگا بلکہ صرف اعمال ہوں گے۔ یعنی وہ نیکیاں اور اچھی باتیں جو دنیا میں ہوں گی اور ظالم کی نیکیاں مظلوم کو مل جائیں گی اور اگر نیکیاں نہ ہوں گی تو مظلوم کی بدیاں ظالم کے عمل کی کتاب میں لکھ دی جائیں گی اور اس طرح ایسے لوگ بھی ہوں گے جو قیامت میں نیکی لیکر جائیں گے اور جس پر ظلم کیا ہوگا اُس مظلوم کو اُن کی نیکیاں مل جائیں گی، اور مظلوم کی برائیاں ظالم کے اعمال نامہ میں لکھ دی جائیں گی، اور اس طرح مظلوم جنت میں چلا جائے گا اور ظالم دوزخ میں۔

رسول اللہ نے اخلاق کی جو تعلیم دی ہے بڑی بڑی کتابوں میں پھیلا کر بتائی گئی ہے۔ لیکن اِس چھوٹی کتاب میں تھوڑا تھوڑا بتلاتے ہیں بڑی بڑی کتاب جب پڑھوگے تو اُس میں بہت تفصیل سے بات معلوم ہوگی۔ ہر آدمی کے ذمہ کچھ حق ہیں جس کی تفصیل یہ ہے۔

اللہ کے حق کے بعد ماں باپ کا حق

سب سے پہلا حق اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کا بتلایا ہے۔ قرآن میں ہے کہ اللہ کو پوجو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک مت بناؤ اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو پھر قرآن میں اللہ نے فرمایا کہ تم اللہ کے سوا کسی کو نہ پوجو اگر اُن میں یعنی ماں باپ سے ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ماں باپ کو اُوف بھی نہ کہو اور نہ ماں باپ پر خفا ہو اور ان سے ادب سے بولو

ع۱ نساء - ۶

اور ان کے لئے اطاعت کا بازو محبت سے جھکا دو (یعنی ان کا ہر حکم پیار اور محبت سے پورا کرو)
اور کہو کہ اے میرے پالنے والے اللہ تو ان پر رحمت یعنی مہربانی فرما جس طرح انھوں نے
بچپن میں مجھے پالا، یہ یاد رکھو کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک شرک یعنی اللہ تعالیٰ کے برابر کسی کو سمجھنا
یا یہ سمجھنا کہ اُس کے سوا کوئی کچھ کرنے کا اختیار رکھتا ہے (جیسا کہ بیوقوف اور جاہل
لوگ پیر پیغمبر آسمان۔ زمین اور مورت، پنڈی، دیوتا۔ قبر۔ کالی۔ تعزیہ۔ جن۔ پری وغیرہ
کے بارے میں یہ سمجھتے ہیں کہ یہی ہماری حاجت پوری کریں گے ایسا سمجھنا بڑا گناہ ہے،
اور اسی کو شرک کہتے ہیں) مرنے کے بعد ایسے لوگوں کا گناہ اللہ تعالیٰ ہرگز معاف
نہیں کریں گے، اور دوزخ کی آگ میں اُن کو جلنا ہوگا۔ پھر بھی اگر کسی کے ماں باپ شرک
کرتے ہوں تو اس حالت میں بھی ان کی خدمت سے باز نہیں آنا چاہئے، ایک جگہ قرآن میں
اللہ تعالیٰ نے کہا کہ ہم نے[۱] آدمی کو جتا دیا کہ اپنے ماں باپ کے ساتھ نیکی کرے۔ میرا اور
اپنے ماں باپ کا احسان مانے (اور یہ یاد رکھے کہ) میرے ہی پاس (مرنیکے بعد) لوٹ کر
آنا ہے (تو اگر) وہ دونوں (یعنی ماں باپ) تجھکو مجبور کریں کہ میرے ساتھ (وہی دیوتا،
پیر۔ پیغمبر) کسی کو شریک کر، یا اللہ کے سوا کسی کی پوجا کر تو یہ کہنا اُن کا مت مان۔ لیکن
دنیا میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا رہ' ایک دفعہ آنحضرت نے فرمایا کہ ماں کے قدم کے
نیچے بہشت ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ ماں کی خدمت اور اُس کو راضی رکھنے والا
بہشت میں جائے گا۔ ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ماں باپ کے لئے
بڑی تاکید کی ہے۔ ایک دفعہ صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ہم لوگوں کے تمام کاموں
میں اللہ کو ہمارا کونسا کام زیادہ پسند آتا ہے، فرمایا وقت پر نماز پڑھنا۔ لوگوں
نے عرض کیا پھر کون کام، فرمایا ماں باپ کے ساتھ نیکی کرنا۔ صحابہ نے پوچھا پھر کون
کام، رسول اللہ نے فرمایا اللہ کی راہ میں جہاد کرنا (یعنی دین کے لئے محنت اٹھانا

---

[۱] لقمان ـ ۲۰

اولاد کے حقوق

اسی طرح الاد کا حق باپ پر ہے کہ اُن کو پالیں۔ پوسیں۔ پڑھائیں لکھائیں۔ دین اور دنیا اور دنیا کی بھلائی کا کام بتائیں۔ قرآن میں اللہ نے حکم دیا کہ اے ایمان والو تم اپنے آپ کو اور اپنے بیوی بچوں کو آگ سے بچاؤ یعنی ان کو نیک راستے پر چلاؤ تاکہ وہ دوزخ کی آگ سے بچ جائیں۔ لوگ لڑکوں کو لڑکیوں سے زیادہ پسند کرتے ہیں، لیکن ایسا کرنے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ جس کسی کو لڑکی ہو اور وہ اُس کے ساتھ محبت اور مہربانی کا سلوک کرے تو وہ دوزخ سے اُس کو بچائے گی (یعنی یہ نیک کام) ایسا ہے کہ جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اُس کے گناہ معاف کر کے دوزخ سے بچالیں گے۔

میاں بیوی کا حق

ماں باپ اور اولاد کے بعد نزدیک کے لوگوں میں میاں اور بیوی ہیں ان کو اللہ تعالیٰ نے آپس میں میل اور محبت سے رہنے کا حکم فرمایا ہے۔

ایک دفعہ حضرت نے فرمایا کہ (آدمی کے لئے)[1] تقویٰ[2] کے بعد نیک بیوی سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں۔ کہ شوہر اُس کو جو کہے وہ مانے، شوہر جب اس کی طرف دیکھے تو اس کو خوش کر دے۔ اگر شوہر اُس کو قسم دے کر کچھ کہے تو اس کی قسم پوری کر دے۔ اور شوہر گھر پر نہ ہو تو اپنے آپ کی اور اس کے مال کی پوری حفاظت کرے۔ مردوں کے لئے کہا کہ تم میں سب سے بہتر وہ ہے جو اپنی بیوی کے لئے سب سے بہتر ہے۔

اہل قرابت کے حقوق

ماں باپ کے بعد اللہ تعالیٰ نے قرابت والوں کا حق بتایا، قرآن میں فرمایا کہ، بے[3] شک اللہ تم کو حکم دیتا ہے انصاف، حسن سلوک (اچھا برتاؤ) اور قرابت والوں کو دینے کا۔ قرآن شریف میں ایک دوسری جگہ فرمایا کہ اللہ کی عبادت کرو اور کسی چیز کو اس کا ساتھی نہ بناؤ (یعنی شرک

---

[1] ابن ماجہ کتاب النکاح [2] تقویٰ کا مطلب اللہ سے ڈرتے رہنا برائی سے بچتے رہنا ہے [3] سورہ نحل۔ ۳۰ ;

نہ کرو) اور ماں باپ اور قرابت والوں کے ساتھ نیکی کرو۔ اس طرح کا حکم قرآن شریف میں بہت آیا ہے اس میں ایک بات اور یاد رکھنا چاہئیے کہ ہمارے رسول نے یہ بھی بتلایا ہے کہ یہ کام، بدلہ کی طرح نہیں کرنا چاہئیے بلکہ اگر قرابت والے بدسلوکی کریں برائی کریں تب بھی ہم کو اُن کے ساتھ بھلائی کرنا چاہیئے۔ اُن کو ان کے بُرے کام کا گناہ ہوگا اور ہم کو ہمارے نیک کام کا ثواب ہوگا اور اللہ راضی رہیں گے۔

ہمسایہ کا حق

اہل قرابت کے بعد پڑوسی کا حق ہے۔ جس میں مسلمان کے ساتھ غیر مسلم کا بھی حق ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم میں[1] کوئی مومن نہ ہوگا۔ جب تک پڑوسی کی جان کے لئے وہی پیار نہ رکھے جو خود اپنی جان کے لئے پیار رکھتا ہے۔ پڑوسی[2] کے ساتھ بُرائی کو دوسروں کے ساتھ برائی سے دس گو نہ زیادہ[3] بُرائی کے برابر کہا۔ اسی کا اثر تھا کہ مذہب اسلام میں نیکی کرنے میں دوست دشمن مسلم اور غیر مسلم کا کوئی خیال نہ تھا۔ پڑوسیوں میں محبت کی ترقی اور دوستی اور تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے رسول اللہ تحفہ اور ہدیہ بھیجنے کی تاکید فرماتے تھے اور لوگوں کو تاکید کرتے کہ معمولی چیز بھی ہدیہ میں آئے تو قبول کرو کہ پڑوسی کا دل چھوٹا نہ ہو ایک دفعہ آپ نے فرمایا کہ مومن وہ نہیں ہے جو خود پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی بھوکا رہے۔ اسی تعلیم کا اثر تھا کہ ایک صحابی[4] عبد اللہ ابن عمر نے ایک دفعہ ایک بکری ذبح کی اُن کے پڑوس میں ایک غیر مسلم بھی رہتا تھا۔ اُنھوں نے گھر والوں سے دریافت کیا کہ تم نے میرے غیر مسلم پڑوسی کو بھی بھیجا! کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کہتے سُنا ہے کہ مجھے جبرئیل ہمسایہ کے ساتھ نیکی کرنے کی تاکید فرماتے رہے۔ یہاں تک کہ میں نے سمجھا کہ وہ پڑوسی کو ترکہ کا حق دار بنا دیں گے۔

یتیم کا حق

یتیم کے لئے قرآن میں بہت جگہ اور بڑی تاکید ہے اور اسی لئے رسول اللہ نے ان کی حفاظت نگرانی۔ دیکھ بھال کا بہت ثواب بتلایا۔

---

[1] صحیح مسلم کتاب الایمان [2] صحیح بخاری [3] ابو داؤد [4] جبرئیل اس فرشتہ کا نام ہے جو پیغمبروں کے پاس وحی لاتے تھے۔

اسی تعلیم کا اثر تھا کہ صحابہ دل اور جان سے یتیموں کی خدمت اور دیکھ بھال کرتے ، ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ اپنے گھرانے۔ خاندان اور انصار وغیرہ کی یتیم لڑکیوں کو اپنے گھر لے جا کر ان کے ساتھ حسن سلوک کرتیں حضرت عبد اللہ ابن عمرؓ صحابی کا یہ حال تھا کہ وہ کسی یتیم بچہ کو ساتھ لئے بغیر کھانا نہیں کھاتے تھے۔ اللہ نے یتیموں کی نگرانی اسلامی حکومت کا فرض قرار دیا۔

(قرآن و حدیث)

بیوہ کا حق

یتیموں کے بعد اسلام نے بیوہ اور بے یار و مددگار اور رانڈ، عورتوں کے لئے تاکید کی اور فرمایا[۱] کہ غریب، بیوہ اور مسکین کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا (جو ان کی بھلائی کی کوشش میں دوڑے) ایسا ہے جیسے اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا اور اس آدمی کے برابر ہے جو دن بھر نفل روزہ اور رات بھر نفل نماز پڑھا کرے۔

کسی حاجتمند کی حاجت پوری کرنا

اتنا ہی نہیں ہر حاجتمند چاہے وہ کوئی ہو مسلم غیر مسلم کی قید نہیں، قرآن نے اُس کی حاجت پوری کرنے اور اس کے لئے نیکی کرنے کی بڑی تاکید کی ہے اور کچھ نہ کر سکے تو نیکی کی سفارش ہی کرے۔ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ[۲] جو نیک بات کی سفارش کرے گا تو اس کے ثواب میں اُس کا بھی حصہ ہوگا۔ اور جو بُری بات کی سفارش کرے گا تو اس کے گناہ میں بھی حصہ پائے گا اور قرآن میں ہے کہ نیکی اور پرہیزگاری کے کاموں میں ایک دوسرے کی مدد کیا کرو اور زیادتی اور گناہ کے کاموں میں ایک دوسرے کے مددگار نہ ہو۔

یہاں تک کہ جب کوئی حاجت والا آنحضرت کے پاس آتا تو آپ صحابہ کو فرماتے کہ میں تو اس کی حاجت پوری ہی کروں گا۔ لیکن تم سفارش کرو تو تمھیں بھی ثواب ملے گا۔ (حدیث)

---

[۱] بخاری شریف کتاب الآداب [۲] نساء - ۱۱

یہ بھی فرمایا کہ بھولے بھٹکے ہوئے کو اور کسی اندھے کو راستہ بتانا بھی صدقہ ہے (یعنی نیکی ہے) یہ بھی فرمایا کہ جو شخص راستہ سے کوئی کانٹا ہٹا دے (یعنی تکلیف کی چیز جدا کر دے) تو اللہ تعالیٰ اس کے کام کی قدر کرتا ہے اور اس کا گناہ معاف کرتا ہے۔

بیمار کے حقوق اور اُس کی عیادت

بیمار کا مزاج پوچھنا اور اس کو تسلی تشفی دینا اُسکی ہر طرح کی خدمت اور مدد کرنا اسلام میں بڑی عبادت اور بڑے ثواب کا کام ہے اِس کو عیادت کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیماریوں کے ساتھ خود بھی بڑی مہربانی کی ہے، ہر وہ فرض جس کو بیمار ادا نہ کر سکتا ہو اُس میں بڑی آسانی کر دی۔ پانی نقصان کرے تو تیمم کی اجازت دیدی اور وضو معاف کر دیا۔ نماز میں بھی رعایت کی کھڑے ہو کر نہ پڑھ سکے تو بیٹھ کر پڑھے۔ اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر اگر لیٹ کر بھی حرکت نہ کر سکے تو سر کے اشارہ سے پڑھے۔ روزہ بھی اس کو توڑنے اور رمضان کے علاوہ صحت اور تندرستی کے بعد رکھنے کی اجازت دی۔ حج کی ادائیگی میں رعایت کی۔ اور رسول اللہ نے فرمایا کہ مومن کو جو تکلیف دنیا میں پہنچتی ہے وہ اُس کے گناہ کا کفارہ بنجاتی ہے۔ اور فرمایا کہ اگر بیمار تکلیف پر صبر کرے تو آخرت کے سخت عذاب سے بچانے کیلئے بیماری اس کے گناہوں کا بدلہ بن جاتی ہے، اور وہ شخص گناہ سے پاک صاف ہو جاتا ہے۔ آنحضرت نے بیمار کو دیکھنے کی دعا، بتلائی اور دعا، کرنے کا ثواب بتلایا آنحضرت نے فرمایا جو کوئی صبح کو بیمار کی عیادت کرتا ہے تو شام تک فرشتے اُس کی بخشائش اور مغفرت کی دعا، مانگتے ہیں۔ جو شام کو عیادت کرتا ہے تو اس کی مغفرت کی دعا، صبح تک کرتے رہتے ہیں۔ رفیدہ ایک صحابیہ تھیں جو ثواب کی خاطر زخمیوں کا علاج اور ان کی خدمت کیا کرتی تھیں اور مسجد نبوی میں اُن کا بھی خیمہ رہتا تھا کہ میدانِ جہاد سے لڑائی کے جو زخمی آتے اُن کی مرہم پٹی کرتیں۔ لڑائیوں

ہ بخاری

میں بھی ایسی مسلمان بیبیاں فوج کے ساتھ رہتیں جو بیماروں کی عیادت (یعنی دیکھ بھال اور خدمت، نگرانی، تشفی کیا کرتیں) رسول اللہ نے عام طور پر مسلمانوں کو یہ حکم دیا کہ بھوکے کو کھلاؤ قیدی کو چھڑاؤ اور بیمار کی عیادت کرو[1]۔

غلاموں کے حقوق

اُس زمانہ میں جب آدمی آدمی کو اپنی خدمت کے لئے غلام بنالیتے تھے اور غلاموں پر دنیا میں بڑا بڑا ظلم ہوتا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کے حق مقرر فرمائے اور ان کو اولاد اور گھر کے لوگوں کی طرح رکھنے کی بڑی سخت تاکید فرمائی۔ غلاموں کے آزاد کرانے کو بڑا ثواب کا کام بتلایا اور مسلمانوں کو ترغیب دی کہ غلاموں کو آزاد کریں اور آزاد کرائیں۔

یہاں تک کہ مسلمانوں میں آزاد اور غلام کا فرق ہی نہ رہا۔ اللہ کا شکر ہے کہ دنیا میں اب غلامی کی رسم جاتی رہی، لیکن آج بھی دنیا کے کتنے آزاد انسان ہیں جن کو امریکہ افریقہ اور دوسری جگہوں میں ایسا کر کے رکھا گیا ہے جو قدیم غلامی سے کم نہیں۔

مہمانوں کے حقوق

مہمانوں کی خاطر آجکل جاتی رہی۔ مہمانوں کو سلام کرنا، اُن کی خاطر کرنا اُن کے کھانے اور آرام کا انتظام کرنا اور ہر طرح کی خاطر داری کی اسلام میں بڑی تاکید ہے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ جو شخص قیامت کے دن پر ایمان لایا اُس کو چاہئیے کہ مہمان کا جائزہ عزت کے دے"۔ صحابہ نے دریافت کیا کہ یا رسول اللہ "جائزہ" کیا ہے فرمایا کہ" ایک دن اور ایک رات خوب خاطر کرنا اور مہمانی تین دن کی ہے۔ اس کے آگے مہمان پر صدقہ یعنی خیرات ہوگا یہ بھی فرمایا کہ جو شخص خدا اور قیامت کے دن پر ایمان لایا ہے اُس کو چاہئیے کہ مہمان کی عزت کرے اور اُس کو چاہئیے کہ قرابت کے تعلقات کو جوڑے رکھے، لیکن کسی کے یہاں بے وجہ مفت کھانا اِنسانی اور اسلامی غیرت کے خلاف ہے، اور میزبان کی تکلیف کا باعث بھی ہے جہاں میزبان کو مہمان کی خاطر، تواضع اور

---

[1] بخاری

تعظیم و تکریم کی ہدایت کی وہاں مہمان کو بھی بتایا کہ دوسرے پر بے وجہ بوجھ نہ پڑ جائے چنانچہ ایک حدیث میں اس کو صاف کہا کہ مہمان کو کسی کے یہاں تین دن سے زیادہ نہیں ٹھہرنا چاہیے۔ کیونکہ اس سے گھر والے یعنی میزبان کو تکلیف ہوگی، اور اس پر بوجھ پڑے گا۔ اس کے علاوہ تین دن سے زیادہ کی مہمانی صدقہ ہو جائے گی جس کو خود کوئی غیرت والا آدمی پسند نہ کرے گا۔

مسلمانوں کے آپس کا حق

مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ نے صفت بتائی کہ وہ[1] ایک دوسرے کے ساتھ رحم اور شفقت رکھتے ہیں آپس میں[2] ایک دوسرے کے ساتھ جُھک کر ملتے ہیں۔ اور مسلمانوں کے ساتھ نرمی کرتے ہیں ایک مسلمان کو دوسرے مسلمان کی پیٹھ پیچھے بُرائی کرنے کو سخت منع کیا اور قرآن شریف میں اللہ نے فرمایا کیا تم میں[3] سے کوئی پسند کریگا کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے، یعنی غیبت کو مردہ مسلمان کے گوشت کھانے کے برابر بُرا تبلایا رسول اللہ نے فرمایا کہ سارے مسلمان مل کر ایک آدمی کی طرح ہیں کہ اگر اس کی آنکھ بھی دکھے تو سارے بدن کو دُکھ ہوتا ہے۔ جیسے اگر کسی کے سر میں درد ہو تو پورے جسم و جان میں تکلیف ہوتی ہے۔ رسولؐ نے فرمایا کہ تم اپنے بھائی مسلمان کی مدد کرو چاہے وہ ظالم ہو یا مظلوم، صحابہ نے عرض کیا یا رسول اللہ جو مظلوم ہو اُس کی مدد تو سمجھ میں آئی ظالم بھائی کی (ظلم میں) کیسے مدد کی جائے؟ فرمایا کہ اُس کو ظلم سے روکو اور ظلم مت کرنے دو۔

قرآن میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا[5] کہ اگر مسلمانوں کے دو گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو اُن میں صلح کرا دو، پھر اگر کوئی فریق ظلم ہی پر آمادہ رہے تو سب مسلمان مظلوم کی طرف ہو کر ظالم کو مجبور کر کے انصاف سے صلح کرا دیں، اور فرمایا کہ اللہ

---

[1] فتح ۴ [2] مائدہ [3] حجرات ۲ [4] بخاری [5] حجرات

انصاف کرنیوالوں کو دوست رکھتا ہے' اور مسلمان تو آپس میں بھائی ہیں تو بھائیوں میں (جھگڑا چکادو) اور صلح کرادو آپس میں صلح صفائی قائم رکھنے کے لئے رسول اللہ نے یہ ترکیب بھی بتائی کہ آپس میں نیک اور دین دار عقلمند کو اپنا سردار بنالیں۔ اور اگر اپنے جھگڑے کو آپس میں نہ چکا سکیں تو اس کو امیر شریعت (یعنی دینی سردار) کے پاس یا اس کے مقرر کئے ہوئے قاضی کے پاس جھگڑا اور مقدمہ لیجائیں اور اللہ و رسول کے حکم کے مطابق اُس کے فیصلہ کو مان لیں۔ ایسے ہی حاکم کو خلیفہ یا امیر کہتے ہیں۔ مسلمانوں پر اللہ نے ضروری قرار دیا ہے کہ سردار کا حکم مانیں۔ رسول اللہ نے فرمایا کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے تو وہ نہ اُس پر ظلم کرے نہ اس کو دُشمن کے حوالہ کرے (کہ وہ اُس پر ظلم کرے رسول اللہ نے فرمایا کہ ہر مسلمان مسلمان کا بھائی ہے نہ وہ اُس پر ظلم کرے نہ اس کو بے یار و مددگار چھوڑے. نہ اس کی حقارت کرے۔ مسلمان اور مسلمان کی جان کا ہر حصہ دوسرے مسلمان پر حرام ہے۔ مسلمان کا خون، مسلمان کا مال۔ مسلمان کی عزت' آبرو کو نقصان نہ پہنچائے ایک حدیث میں ہے جو مسلمان کسی مسلمان کی دنیا کی تکلیفوں میں سے کوئی تکلیف دور کر دے گا تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اُس کی تکلیفوں میں سے کسی تکلیف کو دور کرے گا۔ جو کسی غریب اور تنگ دست پر آسانی کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس پر آسانی کرے گا۔ جو کسی مسلمان کا پردہ رکھے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا اور آخرت میں اُس کا پردہ رکھے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی مدد میں رہتا ہے جتنک وہ بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔

آپ نے آخری حج کے موقع پر جو خطبہ (وعظ) فرمایا اُس میں بڑی تاکید سے فرمایا دیکھو میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو، ایک موقعہ پر فرمایا کہ جو ہم (مسلمانوں) پر ہتھیار اُٹھائے وہ ہم میں سے نہیں قرآن میں

۱؎ توبہ ۲؎ صحیح ۳؎ بخاری

اللہ تعالیٰ نے فرمایا[1] جو مسلمان کسی مسلمان کو قتل کرے گا تو اس کے بدلہ میں دوزخ میں پڑا رہے گا۔ اللہ کی خفگی اور غصہ میں پڑے گا۔ اور اللہ نے اس کے لئے بڑا عذاب تیار کیا ہے۔

غرض کہ آپس میں میل اور محبت۔ صلح صفائی اور بھائی چارہ اور دوستی قائم رکھنے کی قرآن میں بڑی تاکید ہے۔

ایک حدیث میں ہے آپس[2] میں کینہ نہ رکھو۔ حسد نہ کرو ایک دوسرے کو پیٹھ پیچھے بُرا نہ کہو۔ اے اللہ کے بندو بھائی بھائی ہو جاؤ اور فرمایا کسی مسلمان کو حلال نہیں کہ وہ اپنے بھائی سے تین دن سے زیادہ بولنا، سلام و کلام چھوڑے (یعنی اگر جھگڑا ہو جائے تو تین دن سے زیادہ نہ بڑھنے دے اور آپس میں مل جائے رسول اللہ نے فرمایا مسلمان[3] پر اس کے بھائی کے پانچ حق ہیں:۔ سلام کا جواب دینا۔ چھینک پر الحمد للہ کہے تو یرحمکم اللہ (اللہ تم پر رحمت کرے) کہنا۔ دعوت کرے تو قبول کرنا۔ بیمار ہو تو عیادت کرنا۔ مرجائے تو (جنازہ کی نماز پڑھنا، اور جنازہ کے ساتھ چلنا۔ (صحیح مسلم) غرض یہ کہ آپ نے یہاں تک فرمایا کہ ہر مسلمان ایک دوسرے مسلمان کے ساتھ ایسی محبت کرے جیسی وہ اپنے ساتھ کرتا ہے ان کا نفع اپنا نفع اس کا نقصان اپنا نقصان سمجھے۔

انسانی برادری کے حقوق

اتنا ہی نہیں بلکہ ہر آدمی کا آدمی ہونے کی وجہ سے بھی ایک حق ہے۔ اللہ[4] تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا کہ کسی قوم کی عداوت میں ایسا نہ ہو کہ تم عدل و انصاف نہ کرو ہر حال میں انصاف کرو کہ یہ بات تقویٰ (یعنی نیکی اور بھلائی) سے نزدیک ہے ایسے لوگوں کو جو شرک اور بت پرستی چھوڑ کر ایک اللہ کو ماننے لگے یعنی مسلمان ہو گئے اور انھوں نے اپنے مشرک عزیزوں کی مدد کرنا اور روپیہ، پیسہ دینا چھوڑ دیا تو اللہ تعالیٰ نے اس سے

---

[1] نساء، ۱۳ [2] بخاری [3] صحیح مسلم [4] بقرہ ۱۰

منع کیا اور کہا اُن کو ہدایت پر لانا تمھارے بس میں نہیں۔ جو بُری راہ یعنی کفر اور شرک پر رہے گا۔ اللہ اُس کو اُس کے گناہ کا بدلہ دے گا۔ تم اُن کے ساتھ نیکی کرنا نہ چھوڑو۔ اللہ تم کو نیک بدلہ دے گا رسول اللہ نے فرمایا[1] کہ ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو۔ نہ ایک دوسرے پر حسد کرو، نہ ایک دوسرے سے منہ پھیرو، اور اللہ کے بندو، آپس میں بھائی بھائی بن جاؤ۔ ایک موقع پر فرمایا جو رحم نہیں کرتا اُس پر رحم نہیں کیا جاتا ایک موقع پر فرمایا تم زمین والوں پر رحم کرو تو آسمان والا تم پر رحم فرمائے گا۔ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ فرمایا، جہاں بھی ہو اللہ کا ہر وقت خیال رکھو، بُرائی ہو جائے تو اُس کے بعد فوراً بھلائی کرو (یعنی توبہ کرو اور بُرائی سے باز آؤ اور بُرائی کے بدلہ ——— بھلائی کرو اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق، یعنی اچھے اخلاق سے پیش آؤ۔ ایک صحابی فرماتے ہیں حضور نے ایک دفعہ پانچ اچھی باتیں مجھ کو گنائیں اُس میں ایک یہ تھی کہ تم لوگوں کے لئے وہی چاہو جو تم اپنے لئے چاہتے ہو تو تم (پکے) مسلمان بن جاؤ گے۔ خود رسول اللہ نے ایک یہودی خاندان کو صدقہ دیا ام المومنین حضرت صفیہؓ نے اپنے یہودی رشتہ داروں کو ۳۰ ہزار مالیت کا صدقہ دیا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں حضرت عمرؓ نے اپنے مشرک بھائی کو تحفہ بھیجا اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے بعضوں کو اُن کے مشرک والدین کی صلہ رحمی (یعنی خدمت کرنے) کی اجازت دی۔

رسول اللہ نے فرمایا کہ تم میں سے کوئی اُس وقت تک پورا مومن نہیں ہوگا جبتک وہ دوسرے آدمیوں کے لئے بھی وہی پسند نہ کرے، جو اپنے لئے پسند کرتا ہے اور جبتک وہ آدمی کو صرف اللہ کے لئے پیار نہ کرے (یعنی آدمیوں کے ساتھ بھلائی کرنا نفس کی خواہش، یا کسی دنیا کی غرض سے نہ ہو، بلکہ صرف اللہ کے حکم کی تعمیل، اور اللہ کی رضامندی کے لئے ہو)

---

[1] بخاری۔ سیرۃ النبی جلد ۶ ص ۲۳۸

جانوروں کے حقوق

اسلام میں صرف آدمیوں ہی کا حق مقرر نہیں کیا گیا، بلکہ جانوروں کا بھی حق ہم پر مقرر کیا گیا۔ کھانے[1] کے لئے اندھا دھند جانوروں کو مار کر گرانے۔ صرف اپنی بڑائی کے لئے بہت سے جانوروں کو ذبح کرنے، جانوروں کو مرنے کے لئے باندھ کر چھوڑنے۔ جانوروں کو باندھ کر اُس پر نشانہ کی مشق کرنے۔ زندہ جانور کے جسم کے کسی حصّہ کا گوشت یا کسی عضو کو کاٹنے کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سخت منع فرمایا۔ اتنا[2] ہی نہیں بلکہ بلا ضرورت کسی جانور کے قتل کو بھی، بہت بڑا گناہ فرمایا۔ ایک حدیث میں ہے کہ کسی گوریّا یا اُس سے بھی کسی چھوٹے جاندار کو حق کے بغیر ذبح کیا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی کرنی ہوگی اور اس کی پوچھ ہوگی۔ صحابہؓ نے پوچھا یا رسول اللہ اس کا حق کیا ہے۔ فرمایا کہ اُس کو کھانے کیلئے ذبح کرے یہ نہیں کہ سر کاٹ کر پھینک دے یعنی بے ضرورت مار ڈالے اِس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ جن جانوروں کا گوشت کھایا نہیں جاتا اور وہ درندہ (یعنی نقصان پہنچانے والے بھی نہیں) اُن کا مارنا جائز نہیں، جو جاندار کہ کوئی نقصان نہیں پہنچاتے یا اُن سے آدمی کو کوئی فائدہ پہنچتا ہے ان کا مارنا بھی جائز نہیں، چنانچہ آنحضرت نے خاص طور پر چیونٹی۔ شہد کی مکھی۔ ہدہد اور صرو کے مارنے کی ممانعت فرمائی۔ جو جانور ضرورتاً مارے یا ذبح کئے جاتے ہیں اُن کے مارنے۔ یا ذبح کرنے میں بھی ہر طرح کی نرمی کا حکم دیا اور فرمایا[3] کہ اللہ نے ہر چیز پر اِحسان کرنا فرض کیا ہے۔ اس لئے جب تم لوگ کسی جانور کو مارو تو اچھے طریقہ سے مارو اور ذبح کرو تو اچھے طریقہ سے ذبح کرو، تم میں ہر شخص اپنی چُھری کو تیز کرے اور اپنے جانور کو آرام پہنچائے۔ ایک[4] صحابی نے کہا، میں بکری کو ذبح کرتا ہوں تو مجھے رحم آتا ہے کہ بکری کو ذبح کروں۔ تو رسول اللہ نے جواب میں فرمایا کہ اگر تم بکری پر رحم کرتے ہو تو اللہ تم پر رحم کرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دانت سے کاٹ کر، ناخن سے خراش

---

[1] بخاری [2] مستدرک [3] مسلم [4] نسائی

دیکر، جانوروں کے ذبح کرنے کو منع فرمایا کیونکہ اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے۔

کنکر پتھر یا غلیل چلانے کی بھی ممانعت فرمائی اور فرمایا کہ اس سے نہ شکار ہو سکتا ہے نہ دشمن شکست کھا سکتا ہے۔ بلکہ اس سے دانت ٹوٹ سکتا ہے۔ اور آنکھ پھوٹ سکتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ بلا ضرورت کسی کو جسمانی صدمہ پہونچانا جائز نہیں۔

آپ نے ایک عورت کے بارے میں فرمایا کہ اُس پر صرف اس لئے عذاب ہوا کہ اس نے ایک بلی کو باندھ دیا اور اس کو کھانا پانی کچھ نہ دیا، آخر وہ اسی طرح بندھی بندھی مر گئی۔

لوگ جانوروں کی تکلیف کا خیال نہیں کرتے۔ رسول اللہؐ نے فرمایا کہ تم لوگ جانوروں کے ساتھ جو بدسلوکیاں کیا کرتے ہو، اگر خدا ان کو معاف کر دے تو سمجھو کہ اس نے تمھارے بہت گناہ معاف کر دئے۔

ایک سفر میں آپ نے دیکھا کہ ایک چولہا ایسی جگہ جلایا گیا ہے جہاں زمین یا درخت پر چیونٹیوں کا سوراخ تھا۔ دریافت کرنے پر ایک صاحب نے کہا یا رسول اللہ میں نے کیا ہے۔ آپ نے فرمایا بجھاؤ بجھاؤ (غرض یہ تھی کہ چیونٹیوں کو تکلیف نہ ہو یا جل نہ جائے) ایک سفر میں صحابہ کرامؓ چڑیا کے دو بچے پکڑ لائے چڑیا مارے محبت کے اُس کے پاس منڈلانے لگی۔ آنحضرتؐ نے دیکھا تو دریافت کیا کہ اِس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے بے قرار کیا ہے، اور فرمایا اُس کے بچوں کو چھوڑ دو۔ چیونٹیوں کے ایک گھر کو بھی جلایا گیا تھا دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ خود صحابہ نے ایسا کیا ہے تو آپ کو دُکھ ہوا اور فرمایا کہ آگ کی سزا دینا صرف اللہ ہی کے لئے سزاوار ہے۔

ایک صحابی نے آپ سے دریافت کیا کہ میں نے خاص اپنے اونٹوں کیلئے جو حوض بنایا ہے ان پر بھولے بھٹکے اونٹ بھی آجاتے ہیں۔ اگر میں ان کو پانی پلادوں تو کیا مجھ کو اس پر ثواب ملے گا؟ حضورؐ نے فرمایا ہر پیاسے یا ہر جاندار کے ساتھ نیکی اور سلوک پر ثواب ملتا ہے۔

(۱) غرض یہ کہ جو جانور جس غرض سے پیدا کیا گیا ہے اُس سے وہی کام لینا چاہیئے۔ (۲) ہر حال میں اُن کے آرام کا خیال رکھنا چاہیئے۔ (۳) جانوروں کو منہ پر مارنے یا اُس پر داغ دینے سے ممانعت فرمائی (۴) جانوروں کو آپس لڑانے سے منع فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔

نباتات کے حقوق جانوروں کی پرورش اور دیکھ بھال ہی کو نہیں بلکہ نباتات کی خدمت اور پرورش کو بھی ثواب کا کام بتایا اور فرمایا کہ جو مسلمان درخت لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے اور اُس کو چڑیا یا جانور، یا انسان کھاتا ہے۔ تو یہ ایک صدقہ یعنی ثواب کا کام ہے۔ اسی لئے درختوں کو پھل کے زمانہ میں کاٹنے کو بھی منع فرمایا کہ یہ اُس کے پھل کو برباد کرنا ہے۔

دوسرا باب

(اچھے اور بُرے اخلاق)

حقوق کے ادا کرنے کی طاقت اور قوت دِل میں اُس وقت تک پیدا نہ ہو گی جب تک اچھی باتوں کو قبول اور بری باتوں کو چھوڑا نہ جائے۔

اچھی اور بُری باتوں کو بڑی بڑی کتابوں میں بہت کھول کر بیان کیا گیا ہے۔ بڑی بڑی کتابیں جب پڑھوگے تو معلوم ہوں گی۔ ابھی موٹی موٹی اچھی باتوں کو کچھ سمجھ لو۔ اِن برائیوں کو چھوڑنے، اور سچائیوں کو قبول کرنے کی ہدایت ہمارے رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے کی ہے۔ جب بولو سچ بولو۔ جھوٹی قسم کھانا وعدہ کے خلاف کرنا، چوری کرنا۔ کسی چیز کو بغیر پوچھے لینا۔ کسی کی چیز لے کر یا کسی سے وعدہ کر کے مُکر جانا۔ کسی کو دھوکہ دینا اِدھر کی بات اُدھر لگانا، جس کو چغلی کہتے ہیں، پیٹھ پیچھے کسی کی بُرائی کرنا چاہے وہ بات سچ ہی کیوں نہ ہو جس کو غیبت کہتے ہیں، کسی پر تہمت رکھنا، اور بہتان باندھنا، سامنے کچھ اور پیچھے کچھ اور کہنا، بے وجہ بدگمانی کرنا، خوشامد اور جھوٹی تعریف کرنا، ناپ تول میں کمی بیشی کرنا کہ لینے کے وقت زیادہ لینا اور دینے کے وقت کم دینا، رشوت لینا یا دینا، سود لینا یا دینا کسی کی عزت دولت یا حسن دیکھ کر جلنا اور حسد کرنا۔ گالی بکنا۔ غرور کرنا گناہ ہے

ہر نیک کام اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے کرنا چاہیے۔ ایسا نہ کرکے لوگوں کے دکھاوے کو نیک کام کرنا جس کو 'ریا' کہتے ہیں۔ خود بینی اور خودنمائی یعنی اترانا اور اپنے کو ایسا دکھانا جیسا نہ ہو۔ کسی سے بغض اور کینہ رکھنا، یعنی اُس کی بربادی اور بڑائی چھن جانیکی خواہش کرنا، شراب اور نشہ لانے والی چیزیں پینا جس کو اللہ نے حرام کیا ہے۔ غصہ کرنا گالی، اور فحش اور بے شرمی کی بات زبان پر لانا یا کرنا چاہے مذاق ہی سے ہو یہ سب باتیں بڑے گناہ کی ہیں۔ اِن باتوں کے کرنے والے کو دنیا میں بھی لوگ بُرا کہتے ہیں اور مرنے کے بعد اللہ میاں دوزخ میں جگہ دیں گے جہاں بڑی بڑی تکلیفیں ہوں گی اور بڑا دکھ ہو گا۔

اسی طرح سچ بولنا۔ اَچھے کام کرنا۔ سخی ہونا۔ اللہ نے جو علم دولت طاقت دیا ہو اُس سے اپنے اور پرائے کو فائدہ پہونچانا۔ عزت اور آبرو اور شرم وحیا سے رہنا۔ دیانت دار رہنا۔ کوئی امانت رکھے تو اُس کی امانت ٹھیک ٹھیک اُس کو پہونچانا۔ کوئی مشورہ لے تو سچا مشورہ دینا، ہر کام، اور ہر بات انصاف سے کرنا، اللہ کی مخلوق پر رحم کرنا۔ سچّا وعدہ کرنا لوگوں کے ساتھ احسان کرنا۔ قصوروں کو معاف کرنا لوگوں کی برائیوں سے درگذر کرنا۔ بُرا کرنے والے کے ساتھ بھی بھلا کرنا۔ لوگوں کی بُرائی بدگوئی اور سختی اور غصّہ کو سہہ لینا اور معاملات اور کاموں میں سخت گیری کے بدلے نرمی اور سہولت یعنی رِفق و ملاطفت برتنا، لوگوں میں تواضع اور خاکساری کے ساتھ رہنا یعنی ملنساری اور جھک کر رہنا۔ لوگوں سے بے رخی نہ کرنا۔ اترا کر نہ چلنا۔ میٹھی بول اور اچھی زبان رکھنا۔ ایثار کرنا، یعنی خود دکھ اٹھا کر دوسروں کا بھلا کرنا اور آرام پہنچانا ہر کام میں بیچ کی راہ اختیار کرنا فضول خرچی نہ کرنا، متانت اور خود داری رکھنا اور ہش ہش نہ کرنا۔ متانت اور خودداری سے چلنا پھرنا بات چیت کرنا۔ نیک آدمیوں کا طور طریقہ رکھنا مشکل اور مصیبت کے وقت اللہ پر بھروسہ رکھنا، ہمیشہ سچائی پر جمے رہنا اور حق اور سچ سے منہ نہ

موڑنا اللہ کے نزدیک پسندیدہ کام ہے۔ دنیا میں بھی ایسے شخص کو لوگ اچھا کہتے ہیں۔ اس کی عزت کرتے ہیں۔ اُس سے محبت رکھتے ہیں اور مرنے کے بعد اللہ تعالیٰ ایسے نیک کام کرنے والے کو جنت میں بھیجیں گے جہاں اچھے اچھے مکان ہرے بھرے باغ جو سدا بہار ہوں گے اور اُن کے نیچے نہریں بہہ رہی ہوں گی۔ ہر طرح کا پھل، کھانا جیسا جی چاہے اور جس وقت جی چاہے ملے گا۔ اور ہر طرح کا آرام ملے گا۔ اور پھر یہ کہ جنت میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے کو جگہ ملے گی۔ جہاں سے نہ نکلنا ہوگا اور نہ پھر کوئی تکلیف ہوگی۔

تیسرا باب

زندگی کے آداب

طہارت یا پاکی

ایسی زندگی اختیار کرنا جس سے دوسروں کو آرام ہو اور اپنے جان اور دل میں خوشی اور راحت ہو۔ دیکھنے والے اچھا سمجھیں اور جانور اور آدمی کا فرق معلوم ہو۔ پاکی ناپاکی میں تمیز ہو جائے اسی کو آداب کہتے ہیں۔ ہمارے رسول حضرت محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو آداب سکھائے ہیں وہ بڑے اچھے ہیں۔ تھوڑا انھیں بھی جان لو۔

طہارت کے آداب کپڑے اور جسم کو ہر طرح کی ناپاکی سے پاک رکھنا چاہیئے۔ مثلاً گائے، بیل، گھوڑے، بھیڑ، بکریاں، دنبے، اُونٹ اور دوسرے جانوروں کے گوبر، لید، مینگنی کپڑوں میں لگ جائے تو دھوکر پاک کر لینا چاہیئے۔

نماز سے پہلے وضو کر لینا چاہیئے کہ بے وضو نماز نہ ہو گی جمعہ کے دن نماز سے پہلے نہانے کی ترغیب رسول اللہ نے دی کہ لوگ پاک صاف، اور نہا دھو کر جمعہ میں شریک ہوں۔ تاکہ پاکی اور صفائی سے دل میں خوشی اور فرحت ہو۔ جسم اور کپڑے، کی گندگی اور بدبو سے اپنے کو اور دوسروں کو تکلیف نہ ہو۔ اسی لئے جمعہ کے دن جو نماز جمعہ کی وجہ سے اکٹھے ہونے کا دن ہے۔ ہر مسلمان

پر نہانے کپڑے بدلنے عطر لگانے سر میں بال ہو تو تیل اور کنگھی کرنے کو مستحسن اور بہتر فرمایا یہاں تک کہ بعض علماء کی رائے ہے کہ جمعہ کے دن نہانا واجب ہے اور نہ نہانے والا گناہ گار ہے۔ آدمی کے جسم سے جوان ہونے پر کسی کسی وقت ایک طرح کی ناپاکی نکلتی ہے جس کو جنابت کہتے ہیں، جنابت کی حالت میں، جب تک غسل نہ کرے نماز پڑھنا۔ قرآن مجید چھونا، مسجد میں جانا منع ہے لیکن مصافحہ کرنا۔ معانقہ کرنا، یا کسی چیز یا آدمی کو چھونا منع نہیں ہے۔

پانی نہ ملنے کی صورت میں پاک ہونے کے لئے تیمم کی اجازت اس وقت تک دی گئی جب تک پانی نہ مل جائے یا جبتک پانی نقصان کرے۔

طہارت کی پابندی اور دلوں میں صفائی اور پاکی کا خیال پیدا کرنے کیلئے مختلف تہذیب بتائی گئی۔ آنحضرت نے فرمایا جب کوئی شخص سو کر اُٹھے تو جبتک تین بار ہاتھ نہ دھوئے پانی کے برتن میں ہاتھ نہ ڈالے۔

دانتوں کی صفائی کی بڑی تاکید فرمائی۔ کہ دانت کی گندگی سے بہت سی بیماریاں پیدا ہوتی ہیں۔ اور فرمایا کہ میری امت پر بھاری نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے وقت مسواک یعنی دانت صاف کرنے کا حکم دیتا۔ ایک دفعہ کچھ مسلمان آئے تو دانت صاف نہ ہونے کی وجہ سے زرد تھے تو آپ نے فرمایا کہ تمھارے دانت زرد کیوں ہیں مسواک کیا کرو۔

راستوں اور درختوں کے سایہ میں پیشاب پاخانہ کو منع فرمایا کہ اس سے لوگوں کو تکلیف نہ ہو۔ ٹھہرے ہوے پانی میں پیشاب کرکے پھر اس میں نہانے کو منع فرمایا اور اِس کو گناہ کی بات فرمایا۔ ایسے ہی جب آدمی ناپاکی کی حالت میں۔ ہو تو ٹھہرے ہوئے پانی میں اندر جاکر غسل کو منع کیا اور بتایا کہ اُس سے پانی باہر لے کر غسل کرنا چاہیے، ورنہ سب پانی ناپاک ہوجائے گا۔ جیسے حوض، یا ٹپ میں پانی ہو تو اُس کے اندر بیٹھ کر ناپاک آدمی کو غسل نہ کرنا چاہیے بلکہ پانی باہر نکال کر غسل کرنا چاہیئے۔ اس سے خود بھی پاکی رہے گی اور اس پانی سے دوسروں کو گھن نہ پیدا ہوگی۔ عام طور سے کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنا چاہئے کیونکہ ڈر ہے کہ اس طرح

پیشاب کے چھینٹے جسم پر نہ پڑ جائیں اور اس سے بے ستری بھی ہو سکتی ہے۔ تہذیب اور وقار کے بھی خلاف ہے۔ لیکن اگر یہ سب ڈر نہ ہو یا زمین بیٹھنے کے قابل نہ ہو تو ایسا کرنا جائز ہے۔ پیشاب احتیاط سے نرم زمین پر کرنا چاہیئے۔ ورنہ پیشاب کے چھینٹے اڑ کر جسم پر پڑ سکتے ہیں۔ غسل خانہ میں زمین پر پیشاب نہیں کرنا چاہیئے۔ کیونکہ اس طرح نہانے کے وقت گندگی بدن اور پانی کو ناپاک کرے گی۔ یہی لحاظ اور احتیاط کنوئیں میں بھی کرنا چاہیئے۔ ہمارے دیس میں بعض لوگ میلے اور گندے کپڑے کو بالٹی یا کونڈی میں ڈال کر دھوتے ہیں یا غسل کرتے ہوئے اس طرح پانی بھرتے ہیں کہ ان کے ناپاک جسم اور کپڑوں سے پانی کے قطرے کنوئیں میں ٹپک جاتے ہیں۔ اس سے بھی بچنا چاہیئے کہ اس سے دوسروں کو گھن ہوتی ہے اور پانی بھی ناپاک ہوتا ہے۔ پیشاب پائخانہ کے بعد استنجا کرنا چاہیئے ڈھیلے یا کسی اور پاک اور جاذب چیز سے صفائی کے بعد پانی سے دھونا زیادہ اچھا ہے، استنجا (یعنی پیشاب پائخانہ کی صفائی) بائیں ہاتھ سے کی جائے داہنا ہاتھ نہ لگایا جائے۔ پائخانہ سے آکر پانی کے علاوہ مٹی سے بھی ہاتھ دھونا چاہیئے۔ رسول اللہ نے ایک شخص کے بال اُلجھے اور بکھرے ہوئے دیکھا تو بال درست کرنے کا اشارہ فرمایا۔ ایک شخص کو گندے اور میلے کپڑے پہنے دیکھا تو (اس پر افسوس کے ساتھ فرمایا کہ اس کو پانی نہیں ملتا تھا جس سے وہ اپنے کپڑے دھو لیتا۔ حیض کی حالت میں جبتک عورتیں نہا دھو کر پاک نہ ہو لیں اُن کے شوہروں کو پاس جانے سے تو منع فرمایا لیکن اس بارے میں جو غلطیاں تھیں انھیں دور کر دیا اور اس حال میں بھی عورتوں کو تمام کام کرنے کی ہدایت کی، خود اُم المومنین حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ وہ اس حال میں آنحضرت کے بالوں میں کنگھی کرتیں، سر دھوتیں۔ ہر چیز چھوتیں اور گھر کے سارے کام کرتیں۔

لہ مسلم کتاب الطہارت

ایک عوت نے حضرت اُم سلمہ سے دریافت کیا کہ میں عورت ہوں اور میرے دامن لمبے ہوتے ہیں اور میں گندے مقامات میں چلتی ہوں۔ یعنی زمین میں گھسٹنے کی وجہ سے ممکن ہے کہ دامن میں نجاست لگ جاتی ہو۔ بولیں، رسول اللہ نے فرمایا کہ اس کے بعد سوکھی زمین کی رگڑ سے عورتوں کا دامن پاک ہوجاتا ہے۔

کھانے پینے کے آدابُ

کھانے سے پہلے اور کھانے کے بعد ہاتھ دھولینا چاہیئے مسلمان کا ہر کام اللہ کے نام سے شروع ہونا چاہیے اِس لئے کھانے سے پہلے بِسمِ اللہ کہنا چاہیے۔ اگر بھول جائے تو جب یاد آئے "بِسمِ اللہ اولہ وآخرہ" کہہ لے (شروع بھی اللہ کے نام سے اور ختم بھی اللہ کے نام پر) کھانے پر جو بزرگ شخص ہو جبتک وہ نہ شروع کرے کھانے میں ہاتھ نہ ڈالنا چاہیے۔

نجاست دُور کرنے یا اِسی طرح کے دوسرے کاموں میں داہنے ہاتھ کو نہ لگانا چاہیے۔ ورنہ ہر کام داہنے ہاتھ سے کرنا چاہیئے اور کھانا بھی داہنے ہاتھ سے کھانا چاہیے۔ ہر چیز داہنی طرف سے تقسیم کرنی چاہیئے۔

ایک بار آنحضرت کے سامنے دودھ پیش کیا گیا مجلس میں داہنے طرف بدو بیٹھا تھا اور بائیں طرف حضرت ابو بکرؓ، آپ نے دودھ پی کر بدو کے طرف پیالہ بڑھایا اور فرمایا کہ ترتیب میں داہنے جانب کا لحاظ ضروری ہے۔

کھانا برتن کے کنارہ سے کھانا چاہیئے۔ کھجور۔ انگور یا اور ایسی چیز ایک ایک کھانا چاہیئے۔ ایک سے زیادہ کھانے کی ضرورت ہو اور دوسرے لوگ کھانے میں شریک ہوں تو اُن سے پوچھ لینا چاہیئے۔ کھانے میں عیب نہ نکالنا چاہیئے۔ اِتفاق سے بدمزہ پکا ہو یا مرغوب نہ ہو ایسے موقع پر اگر خواہش ہو تو کھالینا چاہیئے ورنہ چھوڑ دینا چاہیئے۔ ایک ساتھ مِل کر کھانے کو آنحضرتؐ نے پسند فرمایا ہے۔

اور برکت کا سبب تبلایا ہے اس لئے بہتر ہے کہ کھانا سب لوگ ایک ساتھ کھائیں الگ الگ نہ کھائیں۔ اگر ایک ہی برتن میں ساتھ ہوں تو اپنے سامنے ہاتھ ڈالنا چاہیئے۔ کھانا ٹیک لگائے بیٹھ کر یا منہ کے بل سو کر نہیں کھانا چاہیئے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تین طرح کھانا کھاتے یا تو ایک پیر کھڑا کر کے دوسرے پیر کو گرا کر اُسی پر بیٹھ کر۔ یا دوزانوں بیٹھ کر، اور اگر جگہ کم ہو تو اُکڑو بیٹھ کر۔ ایسے ہی کھاتے وقت بیٹھنا چاہیئے کھانا کھانے کے بعد برتن کو انگلیوں سے اور انگلیوں کو منہ سے اچھی طرح صاف کر لینا چاہیئے۔ اور اِس کے بعد ہاتھ دھو کر رومال سے پوچھنا چاہیئے۔ پانی ٹھہر ٹھہر کر دو تین سانس میں پینا چاہیئے۔ اور پانی کے برتن میں سانس نہیں لینا چاہیئے۔ پانی بے ضرورت کھڑے ہو کر نہیں پینا چاہیئے۔ البتہ کبھی کبھی پی لے تو مضائقہ نہیں مگر اس کی عادت نہ کرنی چاہیئے، ہاں زمزم کا پانی کھڑے ہو کر پینا مسنون[1] ہے ٹونٹی میں منہ لگا کر یا مشک میں منہ لگا کر نہ پینا چاہیئے۔ کھانے کے برتنوں کو ڈھانک کر رکھنا چاہیئے۔ کھانے کے بعد اللہ کا شکر ادا کرنا چاہیئے۔ سب سے مختصر دعا یہ ہے جو حدیثوں میں آئی ہے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ اَطْعَمَنَا وَ سَقَانَا وَجَعَلَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ یعنی اللہ کا شکر ہے جس نے کھلایا پلایا اور مسلمان بنایا۔

مجلس کے آداب

بہت سے آدمی جب اکٹھے کسی وجہ سے جمع ہوں تو اس وقت جماعت میں تہذیب اور وقار کی کیفیت پیدا ہو آپس میں برابری اور پریم اور محبت بڑھے، لوگوں کو آرام ہو اس کے لئے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے

---

[1] مسنون کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کو۔

جو ادب بتائے وہ یہ ہیں۔ جہاں جگہ ملے بیٹھ جائے۔ یہ نہیں کہ لوگوں کو پھاندتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کرے۔ اسی لئے جمعہ کی نماز میں تہذیب بتایا کہ جیسے جیسے آتے جائیں ایک کے بعد دوسرے بیٹھتے جائیں۔ کسی کو اٹھا کر اُس کی جگہ نہ بیٹھیں اگر کوئی شخص اپنی جگہ سے اُٹھ کر کسی ضرورت سے جائے تو پلٹ کر آنے کے بعد وہ جگہ اُسی کی ہے اگر دو شخص ساتھ مل کر بیٹھے ہوں تو اُن کی اجازت کے بغیر ان کے بیچ میں نہ بیٹھے اگر کچھ لوگ حلقہ باندھ کر بیٹھے ہوں تو اُس حلقہ کے بیچ میں نہ بیٹھے۔ ایک شخص بیٹھے اور لوگ اُس کے سامنے غلاموں کے طرح کھڑے رہیں جیسے بادشاہوں اور امیروں کے سامنے رہتے ہیں یہ بھی منع ہے۔ ایسی تعظیم اللہ ہی کے لئے زیبا ہے۔ راستہ میں جہاں سے ہر اچھے بُرے آتے جاتے ہیں بیٹھنا اور آنے جانے والوں کو تکنا بُری بات ہے اگر کسی مجبوری یا ضرورت سے بیٹھنا پڑے تو ہمارے رسول نے فرمایا کہ چند بات کی پابندی کرو۔ یہ کہ نگاہ نیچی رکھو۔ راستہ پر جو تکلیف کی چیز ہو اُس کو ہٹاؤ۔ راستہ والوں کے سلام کا جواب دو۔ لوگوں کو ٹھیک بات بتاؤ۔ بُری بات سے روکو۔ راستہ بھولے ہوئے کو راستہ بتاؤ کوئی مصیبت یا تکلیف میں ہو تو اس کی مدد کرو۔ ساتھ بیٹھنے اور دوستی کرنے میں اچھوں کو چنو۔ آنحضرتؐ نے فرمایا کہ اچھے ساتھی کی مثال مُشک بیچنے والے کی ہے کہ یا اس کو خریدو گے یا خوشبو پاؤ گے۔ اور بُرے ساتھی کی مثال لوہار کی بھٹی کی دی کہ بدن یا کپڑا جلے گا یا دھوئیں کی کالک اور بدبو لگے گی۔

مجلس میں جو صدر کی جگہ ہو اُس پر خود سے نہ بیٹھے جبتک کہ بٹھایا نہ جائے۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ صدر کی جگہ نہیں تو جتنا ہو سکے اُس سے نزدیک ہی بیٹھنے کی لوگ کوشش کرتے ہیں اور اِس طرح وہاں پر جگہ تنگ ہو جاتی ہے ——

قرآن میں آیا ہے کہ —— جب[1] تم سے کہا جائے کہ مجلسوں میں

[1] سورۃ مجادلہ ۶

پھیلاؤ (کشادگی) پیدا کرو تو پھیل جاؤ اور جگہ میں کشادگی کردو ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ اللہ اُن کے رتبہ کو اونچا کرے گا (مجادلہ ۶) جماعت میں بیٹھ کر آپس میں کانا پھوسی کرنے کو اللہ نے شیطان کا کام بتلایا اور اگر کسی جگہ کوئی راز کی بات ہوتی ہو تو اُس کو بے جگہ ہرگز بیان نہ کرنا چاہئے یہ بری بات ہے۔

ملاقات کے آداب

یاد رکھو اسلام میں ملنا جلنا بھی ایک ثواب کا کام ہے اگر ثواب سمجھ کر اور اللہ کی رضامندی اور خوشنودی کے لئے کیا جائے۔ دوستوں سے ملاقات کے وقت چہرہ ہنس مکھ رکھنا چاہئے۔ آنحضرت نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کے نزدیک مسکرانا بھی صدقہ ہے۔ ملنے کے وقت اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہنا چاہئے۔ چھوٹے بڑے کو بڑے چھوٹے کو سب سے پہلے یہی دعا دیں، حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے آنحضرت سے کہا میں نے دیکھا کہ لوگ اپنے رئیسوں کو سجدہ کرتے ہیں تو آپ اس سے زیادہ مستحق ہیں کہ ہم لوگ آپ کو سجدہ کریں تو آپ نے اِس کی اجازت نہیں دی۔ ایک شخص نے کہا یارسول اللہ جب ہم میں کوئی اپنے بھائی یا دوست سے ملتا ہے تو کیا اس کیلئے جُھک جائے۔ فرمایا نہیں۔ اُس نے کہا اس کا ہاتھ پکڑے اور اس سے مصافحہ کرے فرمایا ہاں۔ یہ یاد رکھو کہ سلام کرنے کے لئے چاہے آدمی شناسا ہو یا انجان ہو مرد ہو یا عورت ہو جوان ہو یا بچّہ ہو سب کو سلام کرنا چاہئے۔ ہاں یہ ادب تبلایا ہے کہ چھوٹا بڑے کو چلنے والا بیٹھنے والے کو سلام کرے —— سواری پر سوار پیدل چلنے والے کو سلام کرے۔ جب ایک جماعت ہو تو جماعت میں ایک شخص کا سلام سب کی طرف سے ہے ہر شخص کو ہر شخص سے سلام کرنے کی ضرورت نہیں آنحضرت نے گھر میں داخل ہوتے وقت بیوی اور بچوں کو سلام کرنے کا حکم دیا اور اِس کو برکت کا سبب فرمایا۔ مجلس سے اُٹھ جانے وقت بھی لوگوں کو سلام کرنا

چاہئے۔ ایک بار ایک شخص آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا کہا السلام علیکم آنحضرت نے فرمایا اس کو دس نیکیاں ملیں۔ دوسرا آدمی آیا تو اُس نے کہا السلام علیکم ورحمۃ اللہ آپ نے فرمایا کہ اُس کو بیس نیکیاں ملیں۔ تیسرا آدمی آیا تو اُس نے کہا کہ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ آپ نے فرمایا اس کو تیس نیکیاں ملیں۔

جس[1] شخص کو سلام کیا جائے اس کا فرض یہ ہے کہ سلام کا جواب اسی طریقہ یا اُس سے بہتر طریقہ سے دے جیسے کوئی کہے السلام علیکم تو اس کے جواب میں کہو وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ تو تیس نیکیاں لکھی جائیں گی۔ ملاقات کے وقت محبت وخوشی ظاہر کرنے کا دوسرا ذریعہ مصافحہ ہے۔ جو سلام کے بعد کرنے کی تعلیم آپ نے دی۔ مصافحہ کا صحیح طریقہ دونوں ہاتھوں کا ہلانا ہے ایک مرد دوسرے مرد سے جب ملتا ہے تو اظہار محبت کا ایک طریقہ گلے ملنا بھی ہے جس کو معانقہ کہتے ہیں۔ یہ اس طرح ملتے ہیں کہ سر آدمی کے بائیں طرف ہو اور قلب سے قلب مل جائے۔ آج کل دو دفعہ یا تین دفعہ لوگ گلے ملتے ہیں یہ غلط ہے۔ کسی پیارے اور بزرگ شخص کو آتے دیکھ کر محبت اور چاہت یا عقیدت سے کھڑے ہو جانا منع نہیں ہے۔ کسی بزرگ یا دوست کو پیشوائی کر کے لے آنا بھی منع نہیں ہے۔ کسی بزرگ کے ہاتھوں کو برکت حاصل کرنے اور تعظیم کے لئے بوسہ دینا جائز ہے۔

اپنے اور کسی دوسرے کے گھر میں جانیکے آداب

جب کسی کے گھر جائے تو بے اجازت گھر میں نہ جائے اجازت لینے کا طریقہ یہ ہے کہ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ کہہ کے پوچھے ”میں آسکتا ہوں“ تین بار تک سلام کرے اگر کوئی جواب نہ ملے یا کہا جائے کہ اس وقت لوٹ جاؤ تو لوٹ آنا چاہئے (اور اس بات کا بُرا نہ ماننا چاہئے) اگر کسی کو کسی گھر کے آدمی کے ذریعہ بلایا گیا ہو تو اس کے ساتھ

---

[1] نساء - ۱۱

جاتے میں اجازت کی ضرورت نہیں۔ اگر کوئی گھر کے دالان میں بیٹھا ہو یا مکان کے سامنے سائبان یا صحن میں ہو اور اُس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ ہو تو اُس وقت بھی اجازت لینا ضروری نہیں۔

دکانوں اور دوسرے پبلک مقامات میں اجازت لینا غیر ضروری ہے۔ مسجد میں داخل ہونے کا اَدب یہ ہے کہ جب دَاخل ہو تو داہنا پیر مسجد میں پہلے داخل کرے اور السلام علیکم کہے اور نکلے تو بایاں پیر نکالے اجازت کی ضرورت نہیں اپنے گھروں میں بھی سلام کر کے اور پکار کر جانا چاہیئے۔

کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جن سے پردہ کرنا ضروری نہیں۔ جیسے چھوٹے بچے یا لونڈی غلام۔ اُن کے لئے قرآن نے یہ ادب مقرر کیا ہے کہ گھر کے لڑکے (یا لونڈی غلام) جو ابھی بالغ نہیں ہوئے ہیں وہ تین وقت جو پردہ کے ہیں اجازت لے کر گھر میں آئیں نماز صبح سے پہلے۔ دوپہر کو (سونے کے معمول کے مطابق) کپڑے جب اتار دئے جاتے ہیں۔

نماز عشاء کے بعد اس کے علاوہ وقت میں جو کام کاج کا وقت ہے آجا سکتے ہیں اور جب بچے بالغ ہو جائیں تو بڑے اور بالغ آدمیوں کے گھر میں آنے جانے کا جو قاعدہ ہے اس کے مطابق اِجازت لے کر آجا سکتے ہیں۔

یہ اِجازت کا بیان اپنے گھروں کے اُن مردوں کے لئے ہے جو محرم ہوں۔ غیر محرم مردوں سے یا اَجنبی مردوں سے ملنے کی اجازت اِسلام میں نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی مجبوری سے ملنا ہو تو ان کے شوہروں کی اجازت سے پردہ کے پیچھے مِلا جا سکتا ہے لیکن گفتگو میں نرمی اور لوچ نہ ہونا چاہیئے اور یہ بھی یاد رکھیں کہ شوہروں کو اپنی عورت کے سوا کسی عورت سے تنہائی میں مِلنا نہیں چاہیئے۔

باتچیت کے آداب

بات چیت کرنے میں ہمارے رسول نے یہ ادب بتلایا کہ بات چیت نرمی سے

کریں، سختی سے نہ کریں۔ لوگوں سے اچھی بات کہیں۔ بری بات نہ کہیں۔ کسی پر طعن نہ کریں۔ کسی کی حقارت نہ کریں۔ کسی کی خفت اور سبکی نہ کریں، جب بات کریں نیکی اور بھلائی کی بات کریں۔ تکلیف اور مصیبت میں لوگوں کی دِلجوئی کریں۔ آہستہ آہستہ بولیں اور بات نیچی آواز سے کریں۔ زور سے اور چیخ کر نہ کریں۔ فضول باتوں سے پرہیز کریں۔ اگر کوئی اور ناسمجھی کی بات کرے تو اُس سے کنارہ ہو جائیں اور جھگڑا نہ کریں۔

باہر نکلنے اور چلنے پھرنے کے آدابُ

ہمارے رسولؐ نے یہ ادب تبلایا ہے کہ ہلکے ہلکے متانت سے چلنا چاہیئے، اکڑ کر یا غرور سے چلنا بُری بات ہے چلنے میں نظر نیچی رکھنی چاہیئے اور بُرے منظر یا عورتوں کو گھورنا یا دیکھنا ادب کے خلاف ہے۔ اگر میسر ہو تو پاؤں کے بچاؤ اور آرام اور پاکی کے لئے اکثر جوتا پہن کر چلنا اچھا ہے۔

عورتوں کے لئے خاص آدابُ

عورتیں ضرورت سے جب گھر سے باہر نکلیں تو بڑی چادر یا بُرقعہ سے اپنا سارا جسم سر سے پاؤں تک چھپا لیں جس میں سر کے بال بھی ہوں۔ جس سے ان کے بدن کا اصل کپڑا اور زیب و زینت کی سب چیزیں چھُپ جائیں۔ چادر یا نقاب کا کچھ حصّہ منہ پر بھی آجائے۔ نگاہیں چلنے میں شرم سے نیچی جھکی رہیں۔ ایسے زیور جو بجنے والے ہوں اُن کو یا تو پہننا نہیں چاہیئے یا اگر پہنے ہوئے ہوں تو بہت آہستہ آہستہ پیر رکھے تاکہ آواز نہ پیدا ہو۔

سینٹ یا تیل خوشبودار لگا کر باہر نکلنا نہیں چاہیئے۔ عورتوں کو ایسا عطر لگانا چاہیئے جس کی بو پھیلنے والی نہ ہو۔ راستے کے بیچ سے نہ چلنا چاہیئے بلکہ ایک طرف

کنارے سے چلے۔

ملازمت پیشہ عورتوں کے آداب

مزدور عورتوں کے آداب کسی کتاب میں تم کو ایک جگہ نہیں ملیں گے۔ اسلامی اصول کا تقاضہ یہ ہے کہ مسلمان عورتوں کو کام کی اس طرح تقسیم کرنی چاہیے کہ مرد باہر کام کریں اور عورتیں گھر میں کام کریں۔ کام چاہے گھر کا ہو یا مزدوری کا لیکن جہاں کہیں لاچاری ہو اور باہر نکل کر مزدوری پر مجبور ہوں تو نیچے لکھے ہوئے آداب کو یاد رکھنا چاہیے۔

ایسی کوئی مزدوری نہیں کرنا چاہیے جہاں کسی وقت بھی مردوں سے تنہائی ہو، کئی کئی عورتوں کو مل کر کام کرنا چاہیے۔ جسم کا کم سے کم حصہ کھلے، خاص کر سر کے بال سینہ اور پیٹ کا حصہ ہر حال میں چھپا رہنا چاہیے گردن سے لے کر ٹخنہ تک تو ضرور چھپا رکھنا چاہیے اور اس سے کم لباس کسی حال میں نہ رہنا چاہیے۔ مردوں کے ساتھ بات چیت میں نرمی اور لوچ نہ ہونا چاہیے۔

لباس کے آداب

اسلام میں لباس ایک ضروری چیز ہے۔ یہاں تک کہ بلا مجبوری لباس کے بغیر نماز صحیح نہیں ہو سکتی۔

مردوں کے لئے ناف سے لے کر گھٹنہ تک کا حصہ اور آزاد عورتوں کیلئے سر کے بالوں سے لے کر ٹخنوں اور کلائی تک کا حصہ چھپانا چاہیے (چہرہ۔ قدم اور ہتھیلی ضرورتاً کھولی جا سکتی ہے) تنہائی میں بھی ننگے ہونے سے آنحضرت نے منع فرمایا ہے، لباس کا مقصد حیا، شرم اور زینت دونوں ہے اور کپڑا ایسا ہو، جس میں دونوں بات کا لحاظ ہو۔ مردوں کے لئے بغیر مجبوری ریشمی کپڑا پہننا منع ہے۔ پائجامہ

یا تہبند ٹخنے سے اونچا رہنا چاہئے۔ البتہ عورتوں کا دامن یا گھیر ٹخنہ سے نیچے تک رہنا چاہیے۔ مردوں کے لئے عورتوں کا لباس اور عورتوں کے لئے مردوں کا لباس پہننا منع ہے۔ ایسا لباس جس کا مقصد دکھاوا اور دوسروں سے اونچا بننے کی ہوس ہو۔ پہننا ٹھیک نہیں۔ مرد ہو یا عورت ایسے باریک اور پتلے کپڑے نہ پہنیں جس سے وہ جسم دکھائی دے جو چھپا رہنا چاہیئے۔ عورتوں کو اس کا بہت لحاظ رکھنا چاہیئے۔ ایسا کپڑا پہننا جس سے جس سے ستر پوشی نہ ہو یعنی جتنا بھر بدن چھپنا چاہیئے اتنا نہ چھپے گناہ کی بات ہے۔

حضرت عائشہ کی بڑی بہن حضرت اسماءؓ کو آنحضرت نے فرمایا کہ جب عورت جوان ہو جائے تو چہرہ اور ہتھیلیوں کے سوا کھولنا نہیں چاہیئے۔ مردوں کے لئے ایک رنگ لال کپڑے کے پہننے کو آنحضرت منع فرماتے تھے۔ آنحضرت نے زرد رنگ کا لباس پہنا ہے۔ البتہ زعفرانی لباس پہننا درست نہیں، رنگ یا خوشبو کے لئے کُسُم یا زعفران کا دھبہ جسم پر دینا بھی مردوں کو درست نہیں۔ مردوں کیلئے سفید رنگ کا لباس اچھا ہے۔ آستین والے کپڑے پہنے تو پہلے داہنے ہاتھ میں پہنا چاہیئے۔

نیا لباس پہنتے وقت آنحضرتؐ یہ دعا پڑھتے تھے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ کَسَانِیْ ھٰذَا وَرَزَقَنِیْہِ مِنْ غَیْرِ حَوْلٍ مِّنِّیْ وَقُوَّۃٍ (اس اللہ کی تعریف جس نے مجھکو پہنایا محض اپنے فضل سے بغیر اپنی طاقت اور قوت کے)

سونے کے آداب

سونے کا ادب یہ ہے سویرے سونا اور صبح تڑکے اُٹھنا چاہیئے۔ نماز عشا پڑھ کر سو جائے تاکہ صبح تڑکے آنکھ کھل جائے۔ اگر رات کی نماز (تہجد) بھی آدمی پڑھے تو نیند کی کمی نہ رہ جائے۔ سونے سے پہلے بستر کو جھاڑ لینا چاہیئے اور داہنی کروٹ لیٹنا چاہیئے۔ جس چھت پر منڈیر یا جالی نہ ہو اس پر نہیں سونا چاہیئے۔ پاکی کی حالت

یں سونا چاہئے اور سونے سے پہلے وضو کر لینا اچھا ہے۔ پیٹ کے بل نہیں سونا چاہئے۔ اگر تہبند باندھے ہو تو ایک پاؤں کو اٹھا کر اس پر دوسرا پاؤں کو رکھ کر نہیں لیٹنا چاہئے۔ کہ اس سے بے ستری کا ڈر ہے۔ اگر بے ستری کا ڈر نہ ہو تو پیر پر پیر رکھنے میں کوئی حرج نہیں ایک بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود اس طرح لیٹتے تھے۔ سونے سے پہلے گھر کا دروازہ بند کر لینا چاہئے کھانے پینے کے برتن کو ڈھانک دینا چاہئے۔ روشنی بجھا دینی چاہئے۔ دیا سلائی پاس رکھنی چاہئے۔ سونے اور سو کر اُٹھتے وقت کوئی مسنون دعا پڑھنی چاہئے سب سے مختصر دعا یہ ہے:۔ اَللّٰھُمَّ بِاسْمِكَ اَحْیٰ وَاَمُوْتُ۔ ترجمہ: اے اللہ میں تیرے نام سے مرتا اور جیتا ہوں اور جاگتے وقت کہے الحمد للہ الذی احیانا بعد ما اماتنا والیہ النشور ترجمہ: اس کی حمد ہے جس نے مرنے کے بعد پھر مجھے جلایا اور جس کی طرف اٹھ کر جانا ہے۔

سفر کے آداب

سفر کے وقت مسافر کو رخصت کرنا چاہئے اور اس کو نیک دُعا دینی چاہئے اور کوئی مسنون دعا یاد ہو تو پڑھنا بہتر ہے۔ ایک مسنون دعا یہ ہے۔

اَسْتَوْدِعُ اللّٰہَ دِیْنَکُمْ وَاَمَانَتَکُمْ وَخَوَاتِمَ اَعْمَالِکُمْ

یعنی تمہارے دین۔ امانت اور خاتمہ عمل کو اللہ کے سپرد کرتا ہوں۔

سفر کا وقت ایسا مقرر کرنا چاہئے جس میں کم سے کم تکلیف ہو اور وقت ضائع نہ ہو حتی الوسع تنہا سفر نہ کرنا چاہئے۔ تین آدمی ایک ساتھ سفر کریں تو ایک کو اُن میں اپنا امیر چُن لینا چاہئے۔ اور اُس کے حکم کو ماننا چاہئے۔ امیر کو اپنے ساتھیوں کے آرام کا ہر وقت خیال رکھنا چاہئے۔ اجنبی آدمیوں پر اعتماد نہ کرنا چاہئے۔ اور انجان آدمی کے ہاتھ سے پانی، بیڑی۔ سگریٹ یا کھانا نہ لینا چاہئے۔ بلکہ گھر والوں کو تیاری کا موقع دینا چاہئے۔ کوئی معزز یا محبوب شخص سفر سے واپس آئے تو استقبال کرنا چاہئے۔

سفر میں سواری کے جانوروں کے آسائش و آرام کا خیال رکھنا چاہیے۔ رات کو راستے سے الگ ہو کر قیام کرنا چاہیے۔ سفر کی ضرورت پوری ہو جائے تو فوراً واپس ہو جانا چاہیے۔

مسرّت (یعنی خوشی) کے آداب

آدمی کو بہت سی چیزوں پر مسرت و خوشی حاصل ہوتی ہے اور خوشی کے زندگی میں سیکڑوں مواقع آتے ہیں۔ لیکن اسلام کا اُصول یہ ہے کہ ہر کام میں بیچ کی راہ اختیار کی جائے۔ خوشی یا غم میں حد سے آگے نہ بڑھیں اسی لئے اسلام کے اصول یہ ہیں کہ اترانا۔ غرور کرنا۔ بیہودہ کھیل و نمائش میں لگنا منع ہے۔ جب کوئی خوشی ہو تو اللہ کا شکر ادا کرنا، شکرانے کی نماز پڑھنا۔ آپس میں مبارکباد دینا۔ خیر خیرات کرنا کھلانا پلانا چاہیے۔

غم کے آداب

غم میں صبر کرنا چاہیے۔ چیخنا۔ چلاّنا۔ رونا۔ بچھڑنا اسلام میں جائز نہیں، ایک عورت اپنے بچے کی موت پر بے صبری سے رو رہی تھی، آپ نے سمجھایا مگر وہ نہ مانی جب اس کو معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے تو معافی مانگنے آئی اور صبر کا کلمہ آپ کے سامنے ادا کیا۔ آپ نے فرمایا صبر تکلیف اور صدمہ کے شروع ہی میں کرنا چاہیے۔

مسلمانوں میں دستور ہے کہ جب کوئی غم کی خبر سنتے ہیں تو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ کہتے ہیں۔

غم کے وقت ہمیشہ تقدیر کا عقیدہ رکھ کر صبر کرنا چاہیے کہ اللہ نے کہا کہ تمہارے ہاتھ سے جو جاتا رہے اس کا غم نہ کرو۔

متفرق آداب

جمائی آئے تو روکنا چاہیے۔ اور ہا۔ ہا نہیں کرنا چاہیے رُک نہ سکے تو منہ پر ہاتھ رکھ لینا چاہیے۔ چھینک آئے تو منہ اور ناک کو کپڑے سے ڈھانک لینا چاہیے اور اس طرح سے چھینک والا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہے اور سُننے والا یَرْحَمُکَ اللّٰہ انگڑائی لینے سے مجمع میں پرہیز کرنا چاہیے۔ ڈکار کو بھی روکنا چاہیے اور اگر اس کی بیماری ہو تو علاج کرنا چاہیے اِسی طرح ہوا پیٹ میں بھر جائے تو ہر آدمی کے سامنے ہوا چھوڑنا بے ادبی ہے۔ کنارہ جا کر ہوا چھوڑنا چاہیے، لوگوں کے سامنے قہقہہ مار کر ہنسنا بھی نہیں چاہیے۔

اِسلامی تہوار

اِسلام میں خوشی کے بس دو تہوار ہیں۔ جو اللہ نے مقرر کیے ہیں۔ ایک عید اور دوسرے بقر عید۔ ان تہواروں میں غسل کرنا، اچھے کپڑے پہننا، عطر لگانا دوستوں کو کھلانا پلانا آپس میں مبارک باد دینا اور عید بقر عید میں جو نماز مقرر ہے اس کا پڑھنا، بس یہی ادب ہے۔ اس کے علاوہ ہر قسم کی بیہودہ باتوں، فحش کھیلوں سے بچنا چاہیے۔ ہاں بچیوں اور عورتوں کا خوشی میں اچھی نظم پڑھنا یا گانا جائز ہے۔

عید کے دن اور بقر عید کے دن اور بقر عید کے بعد تین دن روزہ رکھنا حرام ہے۔ یہ تہوار کے دن ہیں۔ ان دنوں میں ہر مسلمان اللہ تعالیٰ کا مہمان ہوتا ہے۔ اور یہ بہت بڑی خوشی کی بات ہے۔

چوتھا باب

زندگی کے ضروری مراسم

بچے کی پیدائش کے رسوم

لڑکے کے پیدا ہونے کے وقت لڑکے کو نہلا دُھلا کر داہنے کان میں اذان اور
بائیں کان میں تکبیر کہہ دی جائے اور اگر کوئی دیندار بزرگ گاؤں میں ہو تو اس سے
تھوڑا چھوہارا چبوا کر بچے کے تالو میں لگایا جائے۔

عقیقے کی رسم

بچے کے پیدا ہونے کے ساتویں دن بچے کا نام رکھے۔ سر کے بال منڈوائے
بچے کی طرف سے قربانی کرے۔ سر کے بال کے برابر چاندی یا سونا تول کر خیرات کردے،
جی چاہے تو بچے کے سر پر زعفران لگا دے بچے کے نام سے جو قربانی کی جائے اس کا
گوشت چاہے کچا تقسیم کرے چاہے پکا ہوا کرے۔ چاہے دعوت کرکے کھلادے
سبھی ٹھیک ہے۔ لڑکے کی طرف سے دو بکری یا بھیڑ اور لڑکی کی طرف سے
ایک۔ یا قربانی کے اونٹ گائے بھینس میں بچے کے لئے حصہ لے سب جائز ہے،
اگر غربت کی وجہ سے لڑکے کی طرف سے ایک ہی بکری یا ایک ہی حصہ لے تو

کوئی حرج نہیں اور اگر بالکل نہ کرے تو بھی کوئی حرج نہیں ختنہ بھی بچے کی پیدائش کے دس بیس دن کے اندر کر دیا جائے تو زخم بڑی آسانی سے سوکھ جاتا ہے۔ اس کا خیال رکھنا چاہئے کہ ختنہ بہرحال جتنے بچپن میں ہو بہتر ہے۔ ختنہ میں بلاوا دینا اور اس کے ساتھ طرح طرح کے رسوم پیدا ہو گئے ہیں اس کی مذہب میں کوئی اصل نہیں ہے۔

شادی بیاہ کے رسوم

اسلام میں نکاح یعنی شادی بیاہ کے موقع پر دف بجا کر اعلان کرنا، بچوں یا عورتوں کا اچھے اشعار پڑھنا اور گیت گانا جائز ہے۔ دولہا دولہن کو عرب میں دعا دینے کا یہ طریقہ تھا۔ آرام سے رہو، بیٹیا ہو۔ آنحضرت نے اس کی جگہ یہ دعا بتائی بَارَكَ اللهُ لَكَ وَعَلَيْكَ وَجَمَعَ بَيْنَكُمَا فِي خَيْرٍ (ترجمہ) تمہارے لئے اللہ مبارک کرے تم پر برکت اتارے اور تم دونوں کو نیکی اور بھلائی پر جمع کرے۔ عزیزوں اور دوستوں کی دعوت کرنا جس کو "ولیمہ" کہتے ہیں سنت ہے۔ آنحضرت نے فرمایا کہ اور کچھ نہیں تو بکری ذبح کر کے کھلائے۔ لڑکی کے والدین اپنی بچی کو ضرورت کا جہیز دیں اور اپنی اولاد کے لئے دعا کریں۔

غم کے رُسُوم

موت

غم کا سب سے بڑا موقع موت ہے۔ ایسے موقع پر اپنے بھائی کو تسلی دینا، تشفی دینا صبر کی رغبت دلانا چاہئے مُردے کو کفنانا۔ نماز جنازہ پڑھنی، قبرستان تک ساتھ جانا اور مردے کا دفنانا یہ ہر مسلمان پر اپنے بھائی کے لئے فرض کفایہ ہے[1]۔

[1] فرض کفایہ وہ فعل ہے جس کو جماعت میں سے ایک دو آدمی نے کر لیا تو پوری جماعت کے لوگ اس سے بری ہو گئے اور

اِسی کے ساتھ پڑوس کے لئے یہ مناسب ہے کہ اپنے بھائی کے غم کے موقع پر دو ایک وقت اُسے کھلا پلا دے کہ غم میں کھانے پکانے کا ہوش نہیں رہتا۔ بین کرنا۔ چھاتی اور سر پیٹنا۔ چیخنا۔ چلاّنا۔ بہ سخت منع ہے۔ بغیر شور یا ہنگامہ کے رونا یا آنکھ سے آنسو گرنا منع نہیں۔ جنازے کے ساتھ آگ اور راکھ کا لے جانا جیسا کہ ہندوستان کے ہندوؤں میں رواج ہے صرف یہی نہیں کہ اسلامی رسم نہیں ہے بلکہ سخت منع اور گناہ ہے۔

تعزیت یعنی مرنے کے بعد صبر اور تسلی دینے کے لئے مرنے والے کے گھر والوں کے پاس جانا مستحب[۵] ہے۔ مرنے کے وقت سے تین روز تک تعزیت کیلئے جانا جائز ہے۔ اس کے بعد مکروہ ہے۔ لیکن ایسی صورت میں کہ تعزیت کرنے والا یا جس کے پاس تعزیت کے لئے جانا ہو۔ وہ موجود نہ ہو، تو تین دن کے بعد بھی تعزیت جائز ہے۔

---

۴ اگر کسی نے نہیں کیا تو سب کے سب گناہگار ہوں گے

۵ مستحب۔ وہ فعل ہے جس کے کرنے سے ثواب اور نہ کرنے سے کوئی عذاب نہ ہو۔

پانچواں باب

جماعتی زندگی کے اہم کام

امر بالمعروف ونہی عن المنکر

اسلام میں ہر مسلمان پر یہ بات ضروری کر دی گئی ہے کہ تمام آدمیوں کی بھلائی کی کوشش کرتا رہے۔ اس اخلاقی فرض کا نام اسلام کی بولی میں امر بالمعروف ونہی عن المنکر (یعنی اچھی باتوں کا بتانا اور بری باتوں سے روکنا ہے) اللہ تعالیٰ کا قانون یہ رہا ہے کہ دنیا کی ہدایت اور بھلائی اور سیدھا راستہ دکھانے کو اللہ کے رسول اور نبی آتے تھے لیکن اب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو قرآن دے کر یہ حکم دیا کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کے آخری رسول ہیں۔ ان کے بعد نہ کوئی رسول ہوا ہے اور نہ قیامت تک ہو گا اس لئے اللہ تعالیٰ نے مسلمان قوم اور جماعت کا یہ فرض بتا دیا کہ اب یہ کام یعنی اچھی بات بتانا اور بُری بات سے روکنا مسلمان قوم کا فرض ہے۔ اگر وہ اِس کو نہیں کریں گے تو اللہ تعالیٰ کے عذاب میں دُنیا اور آخرت دونوں جگہ پڑیں گے اور عذاب کے وقت دعا بھی کریں گے تو قبول نہ ہو گی۔ اور اگر اس کام کو کرتے رہے تو قیامت کے دن نبی صدیق اور شہید اور اس اُمت یعنی جماعت مسلم کے اولیاء اللہ اور نیک لوگوں کے ساتھ رہنے کو جنت میں جگہ ملے گی اِس لئے ہر مسلمان کو چاہئے کہ جہاں تک ہو سکے اس کوشِش میں لگا رہے اور اس راہ کی ہر تکلیف کو سہے کہ نیک کام کی راہ میں بڑے بڑے نبی۔ صدیق۔ شہید لوگوں نے تکلیف اٹھا کر اللہ کے یہاں بڑا

درجہ پایا ہے۔ باقی اس کام کے کرنے کا کچھ ادب ہے وہ تھوڑا بتا دیتے ہیں۔

۱۔ لوگوں کو نیک بات بتاتے رہیں اور خود بھی نیک بات پر عمل کریں نہیں تو کہنے کا اثر نہیں ہو گا۔

۲۔ اس کام کو کسی بدلہ یا دنیا کے نفع کے خیال سے نہیں کرنا چاہئے بلکہ صرف اللہ کا حکم سمجھ کر لوگوں کی بھلائی کے لئے، اور یہ سمجھ کر مسلمان قوم کو اللہ نے اسی کام کے لئے بنایا ہے، کرنا چاہیئے۔

۳۔ سمجھانے میں نرمی سہولت آہستگی۔ محبّت۔ پیار۔ میٹھے بول اور عقلمندی سے کام لینا چاہئے۔

۴۔ سب سے پہلے اللہ کی یکتائی اس کا ایک ہونا یعنی توحید بتانا چاہئے۔

۵۔ پھر حضرت محمد صلی اللہ کی رسالت بتائے۔

۶۔ پھر اللہ کی عبادت۔

۷۔ جنت۔ دوزخ۔ عذاب۔ ثواب بتائے۔ اس کے بعد دین کی دوسری باتیں۔ لوگوں تک خود جائے اور اس کا انتظار نہ کرے لوگ جب سیکھنے اور پوچھنے کے لئے آئیں تب ہی بتائیں۔ خود بھی دین سیکھنے کے لئے جاننے والوں کے پاس جائے اور سیکھ کر پھر لوگوں کو بتائے۔

۸۔ دین صرف کتابوں سے نہ سیکھے بلکہ اچھے لوگوں کی صحبت میں رہے اور ان کے پاس رہ کر سیکھے۔

یہ چند باتیں بتا دیں۔ جب بڑی کتابیں پڑھو گے یا بزرگوں کے پاس بیٹھو گے تو پھر کام کا پورا پورا طریقہ معلوم ہو گا۔

اِمارت اور خلافت

اِسلام کی ہر عبادت میں جماعتی رنگ ہے فرض نماز جماعت سے پڑھنے کی تاکید ہے۔ روزہ کے لئے ایک مہینہ خاص کر دیا ہے کہ سب مسلمان مل کر اس مہینہ میں روزہ رکھیں۔ حج کا ایک وقت مقرر کر دیا کہ سب مل کر گویا ایک ساتھ حج کریں۔ زکوٰۃ بھی امیر کے ذریعہ ادا کرنے کو بتایا کہ ایک جگہ جمع ہو اور پھر خرچ ہو۔ غرض یہ کہ جماعت اور یکتائی کا خاص خیال رکھا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ہر کام میں نظم اور یکتائی کے لئے یہ حکم دیا کہ مسلمانوں کا ایک دینی سردار ہونا چاہئے۔ جس کے واسطہ سے سب مسلمان ملے رہیں اور ٹولی ٹولی بٹ کر کمزور نہ ہو جائیں۔ مسلمانوں کا فرض قرار دیا کہ دین دار مسلمانوں میں سے جو دین دار اور سمجھ دار ہو اس کو اپنا امیر اور خلیفہ بنائیں۔ اس دینی سردار کا فرض یہ ہے کہ دین کے ہر کام کی حفاظت کرے۔ اللہ نے لوگوں کے لئے جو راستہ اور طریقہ اپنے رسول کے ذریعہ سے مقرر کیا ہے اس پر لوگوں کو چلائے اور ہر اچھی بات کا راستہ دکھائے اور بری بات سے روکے۔ مسلمانوں کا فرض یہ بتایا کہ امیر کا ہر حکم مانیں۔ یاد رکھو امیر کا چناؤ بھی دین دار اور سمجھ دار مسلمانوں کا فرض اللہ نے بتایا ہے۔ اگر امیر دین کے راستہ سے پھر جائے یا معلوم ہو کہ اس کام کی یعنی دین چلانے کی اور حفاظت کی صلاحیت نہیں ہے۔ تو مسلمانوں کا فرض ہے کہ اُس کو ہٹا کر دوسرا امیر بنالیں۔ جہاں مسلمان حاکم ہیں وہاں ان کا فرض ہے کہ اللہ نے انصاف، بھلائی اور نیکی کا جو طریقہ لوگوں کے لئے بتایا ہے اس کو اپنی پوری طاقت سے چلائیں اور اُن کی حکومت کا اصول نیکی اور انصاف

کا دنیا میں قائم کرنا ہو۔ اللہ کی عبادت کا نظم قائم کریں۔ تاکہ ہر مذہب اور قوم اپنے اپنے طریقہ سے اللہ کی عبادت کر سکے۔ اور مسلمانوں کے لئے ان کے طریقہ پر خود نظم کریں۔ زکوٰۃ کا نظم قائم کریں۔ ہر بھلے اور نیک کام کو چلائیں۔ اور ہر بُرائی اور بدی کو اپنی ریاست سے مٹائیں۔ ہر قوم کے تکئے۔ خانقاہ عبادت خانے اور مسجدوں کی حفاظت کریں۔ اور اگر کوئی پاپی ان کو نقصان پہنچانا چاہے تو اس کو روکیں۔ نیکی کے بچاؤ کے لئے لڑائی کرنی ہو تو لڑائی بھی کریں۔ اسی لڑائی کو جو اللہ کے دین (طریقہ) کو قائم کرنے اور بچانے کے لئے کی جائے۔ دینی جنگ یا جہاد کہتے ہیں جہاں کہیں مسلمان حاکم نہ ہوں وہاں کے امیر کا جو مسلمانوں پر ہو یہ فرض ہے کہ مسلمانوں کو دین کی راہ پر نصیحت کے ذریعہ چلاتا رہے اور مسلمانوں کے ذریعہ سے ساری دنیا کو بھلائی اور نیکی کے راہ کی طرف بلاتا رہے۔ لوگوں پر ہر بری راہ کی بُرائی جتاتا رہے، اقامت دین یعنی دین کو قائم کرنے کی ہر کوشش میں بقدر استطاعت لگا رہے مسلمانوں پر فرض ہے کہ اسکے ہر نیک حکم کو مانیں۔ نہیں تو اللہ کے یہاں گناہگار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ دین اور دنیا دونوں جگہ رُسوا کریں گے۔ اور مسلمان قوم کو ان کی اس بے حکمی کی سزا دیں گے۔ جو مسلمان اس نیک راہ میں بادھا ڈالے اور جماعت کو بگاڑے مسلمانوں میں جُدا جدا ٹولی بنانے کی کوشش کرے ایسے مسلمان کی بات نہ ماننا چاہیئے اور اُس سے علحدہ ہو جانا چاہیئے۔

رشحہ قلم مولانا طہٰ کمال ندوی استاد مدرسہ شمس الھدیٰ پٹنہ

سپاہی دن کو وہ راتوں کو شب بیدار عابد تھا

الٰہی آج یہ کیسی خبر اخبار میں دیکھی
حیات نو یہ کس کی موت کے اسرار میں دیکھی

جہاں سے اٹھ گیا کیا رہنما بزم امارت کا
وہ قاضی جو بڑا مشہور تھا شاطر سیاست کا

ذکی ہوشیار دانشور مقرر بھی مفکر بھی
سخی جواد مخلص مرد میداں بھی مدبر بھی

سیاسی محفلوں کی اس نے رہنمائی کی
امارت کے لئے تا زندگی عقدہ کشائی کی

جوانی سے رہا وہ صحبت اعیان ملت میں
کلید عقل تھا صوبہ کی تحریک خلافت میں

رہا وہ دست و بازو کانگریسی رہنماؤں کا
معاون کشتی ملت کے سارے ناخداؤں کا

نہیں موجود گو ظاہر میں وہ احمد حسین آدل
مگر ہیں اس کے سارے کارنامے شمع محفل

خدا بخشے بڑا بے باک ہمتور مجاہد تھا
سپاہی دن کو وہ راتوں کو شب بیدار عابد تھا

کمال بے نوا کیا مرثیہ لکھے گا بھائی کا
سلیقہ جب نہیں اہل سخن کی ہم نوائی کا

ضمیمہ ①

مولانا حفظ الرحمان صاحب کا خط

قاضی صاحب کے نام



نمبر ____ مورخہ ____ [illegible]

مکرم و محترم [illegible]

[illegible] مکتوب گرامی [illegible] جواباً [illegible]

[illegible] مذہب و ملت [illegible]

[illegible] جمعیۃ علماء کی ایک

[illegible] مولانا آزاد

صدر اور نائب صدر [illegible] کی خدمت میں [illegible]

اگر جمعیۃ علماء بہار [illegible] اس سلسلہ میں [illegible]

پہنچے ملے تو مفید ہوگا۔ آپ کا مخلص

(مولانا) محمد حفظ الرحمٰن

[illegible]

ضمیمہ (۲)

ڈاکٹر سید محمود کا خط

قاضی صاحب کے نام

MINISTER OF DEVELOPMENT
& TRANSPORT, BIHAR.



بمقام موضع بھیکان پورہ
~~PATNA.~~

مورخہ ۱۹ دسمبر ۱۹۵۰ء

۸۰۶

برادرم السلام علیکم،

آپ کا خط مورخہ ۱۱ دسمبر مجھے یہاں ملا۔ میں چند دن سے یہاں ہوں اور ابھی چند دن رہونگا۔ میری مشغولیت سے آپ واقف ہیں۔ میں نے کئی بار ارادہ کیا کہ میں پھلواری جاؤں مگر آپ سے ملوں مگر موقع نہ ملسکا۔ آپ نے ہی ادھر کا آنا جانا چھوڑ دیا ہے۔ آپ نے سنا ہوگا کہ دونوں وقف بورڈوں کے خلاف سخت شکایتیں آرہی ہیں۔ معلوم ہوا ہے کہ ممبروں میں سوائے آپ کے اور کوئی صاحب خاص دلچسپی نہیں لیتے۔ صرف آپ البتہ علاوہ میٹنگوں کے بھی آفس میں جاتے رہتے ہیں۔ میں کسی قدر بورڈوں کے کاموں سے مایوس ہورہا ہوں۔ ابھی تک سوائے پانچ نئی مدوں میں روپیہ وصول کرنے اور کوئی کام نہیں ہوا ہے۔ ۲۸ جنوری ۱۹۵۰ء کی تجویزیں جو آپ کے بورڈ نے پاس کی وہ میرے پاس اب تک نہیں پہنچی ہیں۔ میرے پٹنہ واپسی پر آپ مجھ سے ملیں تو اسکے متعلق زبانی باتیں ہونگی۔ خط وکتابت سے مسائل طے نہیں ہوا کرتا۔ امید ہے کہ آپ بخیریت ہونگے۔

میں آپ کا خط اور بورڈ کی تجویز سکریٹری ڈیولپمنٹ کے نام سے بھیجتا ہوں۔

خاکسار
سید محمود

قاضی احمد حسین صاحب
امارت شرعیہ، پھلواری شریف
پٹنہ

ضمیمہ (۳)

امارت شرعیہ کے نظام کو وسیع کرنے سے متعلق

امیر جماعت اہل حدیث مولانا عبد الخبیر صاحب (صادق پور) کی تحریر

[illegible]

[illegible]

[illegible]

۱۵ ستمبر ۵۵ء

[illegible]

ضمیمہ (۳)

امارت شرعیہ کی مجلس شوریٰ میں

شرکت سے متعلق امیر اہل حدیث کا مکتوب

مؤلف کتاب کے نام

صادق پور پٹنہ ۷
۱۴ جنوری ۵۵ء ۴۸۶

بعالی خدمت جناب مولانا محمد عثمان غنی صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

نوازش نامہ مورخہ ۱۱ر جنوری ملا ۔ جناب کی اس کاوش کا شکریہ ۔ ہم نے آپ سے زبانی معلوم کیا ہے کہ مجلس شوریٰ میں طلب کرنے پر ہم شرکت کی کوشش کریں گے ۔ مگر قابل گذارش یہ چیز ہے کہ میری ایک [illegible] قابل قدر [illegible] ہے ۔ بتاریخ ۲۱ر جنوری روز شنبہ کہ اس [illegible] افتتاح ہو رہا ہوگا ۔ اللہ تعالیٰ سے دعا کیجئے [illegible] کامیاب ہو [illegible] ۔ آپ کی کاوش کا شکریہ [illegible] جناب شاہ حبیب الحق صاحب [illegible] ادا کر دیا لیکن اس معاملہ میں [illegible] سجادہ نشین خانقاہ [illegible] اس سے ہم نے ایک نتیجہ اخذ کیا تھا ۔ اس گفتگو کا [illegible] جناب قاضی صاحب موصوف کی گفتگو کے نتیجہ میں [illegible] معلوم ہوتا ہے ۔ جناب شاہ قمر الدین صاحب اور جناب مولانا قاضی صاحب سے میرا سلام فرما دیں فقط والسلام

عبد الجبیر غفی عنہ
۵۵/۱/۱۶

ضمیمہ (۵)

منصب نظامت

کے لئے قاضی صاحب کے نام حضرت مولانا شاہ محمد محی الدین

پھلواروی کا پروانہ تقرری

۷۸۶

عزیز سعید قاضی احمد صاحب سلمہ الصمد تعالیٰ — سلام مسنون و دعائے خیر بعد =

گزارش یہ ہے کہ منصب نیابت کی وجہ سے مولانا عبد الصمد صاحب کو اکثر سفر رہا کرتا ہے

اور اسمیں کبھی زیادہ مدت صرف ہو جاتی ہے۔ مولانا عثمان غنی صاحب پر افتا اور نقیب کے

ترتیب انجام متعلق ہے کہ دوسرے کسی کام کا بار ان پر نہیں رکھا جا سکتا =

اسلئے میں نظامت دفتر امارت شرعیہ کی خدمت پر آپکو مامور کرتا ہوں =

کل تاریخ ۲۴ جمادی الاولیٰ روز چہار شنبہ ۶۲ھ سے اس خدمت کو آپ باضابطہ طور پر انجام دیجئے

کیونکہ ۲۵ جمادی الاولیٰ کو مولانا عبد الصمد صاحب سفر میں چلے جائیں گے =

محمد محی الدین پھلواروی

۲۳ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۲ھ

ضمیمہ (۶)

ناظم امارت شرعیہ جناب قاضی احمد حسین صاحب کو بیت المال

کی نظامت بھی سپرد کی گئی اور مولانا شاہ عون احمد صاحب کو

نائب ناظم بیت المال بنایا گیا (مولانا شاہ قمر الدین صاحب امیر شریعت کی تحریر)

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔

اللھم صل علی سیدنا محمد الامام الحسن المعاملۃ وعلی آلہ وصحبہ وسلم

امابعد

حضرت مولانا نور الحسن صاحب ناظم بیت المال المرکزیہ امارت شرعیہ نے ۳ رمضان روز یکشنبہ ۱۳۷۵ھ کو رحلت فرمایا انا للہ وانا الیہ راجعون۔ برد اللہ مضجعہ۔ مولانا مرحوم کے کاموں میں ہمیشہ سے جناب قاضی احمد حسین صاحب دام مجدہ معاون رہے اور کچھ روز مستقل بیت المال کے ناظم بھی تھے خصوصاً آخر عہد میں کل کام نظامت بیت المال کا مولانا مرحوم کے ساتھ انجام دیتے رہے اور طبعاً بھی ایسے کاموں کی بہت اچھی صلاحیت رکھتے ہیں ادارہ امارت میں کوئی رکن ایسا نہیں ہے جس کو مستقلاً یہ عہدہ سپرد کیا جائے اور باہر سے کسی کو لانیکی بجٹ میں گنجائش نہیں ہے۔

اسلئے اب بالاستقلال عہدہ نظامت بیت المال جناب قاضی احمد حسین صاحب کو تفویض کیا گیا۔ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِينٌ أَمِينٌ ۔ جناب قاضی احمد حسین صاحب کے عدم موجودگی مثلاً سفر وغیرہ کی مدت میں مولوی عون احمد سلمہ اللہ تعالیٰ حسب ہدایت ممدوح الصدر کاموں کو انجام دیتے رہینگے یہ دونوں حضرات قوانین ضوابط ادارہ امارت شرعیہ منضبط حضرت مولانا محمد سجاد صاحب نائب امیر الشریعت نور اللہ مرقدہ جو لبق سے دستور العمل چلا آرہے اسپر کاربند رہینگے۔ تمام ملازمین پہلے سے زیادہ جوش عقیدت کیساتھ امارت شرعیہ کے احکام پر عمل درآمد کریں اور نہایت محبت وخلوص کے ساتھ احکام نظامت پر عامل رہیں اور کوشش میں رہیں کہ بیت المال کے مدات کی آمدنی بڑھتی رہے اللہ تعالیٰ سعی مشکور فرمائے وذلك علی اللہ یسیر ۔ رمضان شریف اور دیگر موانعات کے سبب سے مجلس شوریٰ منعقد ہونے کی بعد رفع موانع

ضمیمہ (۷)

علالت کی بنیاد پر قاضی صاحب کا استعفاء نامنظور کیا گیا اور نائب امیر شریعت کو نظامت کی خدمت سپرد کی گئی

(امیر شریعت مولانا شاہ قمر الدین صاحبؒ کا حکم نامہ)

باسمہ تعالیٰ

(۱) حسب تجویز مجلس شوریٰ منعقدہ ۸ ذوالقعدہ یوم چہار شنبہ ۶۶ھ جس کے الفاظ یہ ہیں۔

دفتری حالات کے پیش نظر مجلس شوریٰ دفتر کی اصلاح کیلئے حضرت امیر شریعت کو اختیار دیتی ہے۔ کہ وہ نظم دفتر میں ہر طرح کی مناسب تبدیلی و اضافہ کریں۔ حضرت امیر شریعت جو تبدیلی و اضافہ کرینگے۔ وہ مجلس شوریٰ کو تسلیم ہوگا۔ اور اس کے لئے مجلس شوریٰ سے پھر منظوری کی ضرورت نہ ہوگی۔

دفتری نظم میں ضروری تغیر و تبدیل میری طرف منتقل ہو گیا ہے۔ اس لئے حالات کا تقاضا یہ ہے۔ کہ ضروری اصلاحات کا نفاذ کر دیا جائے۔

(۲) ضرورت تھی کہ یہ کام ۶۶ھ کے آخر ماہ ذی الحجہ میں انجام پا جاتا۔ مگر عمل میں نہ آسکا اس لئے اب جب کہ نیا سال شروع ہو گیا ہے۔ حسب ذیل تغیر و تبدیل دفتر امارت میں ضروری سمجھ کر نافذ کیا۔ محرم ۶۷ھ سے اس پر عمل ہو۔

(الف) پیہم علالت اور ناسازی طبع کی بنا پر قاضی سید احمد صاحب نظامت کے کاموں سے اب تک معذور ہیں۔ اور مولانا عثمان غنی صاحب پر دفتر کے دوسرے کاموں کا بہت زیادہ بار پہلے ہی سے ہے۔ اس لئے تا صحت امارت شرعیہ کی اس خدمت کو نائب امیر شریعت کے سپرد کیا گیا۔ وہ نیابت و نظامت دونوں خدمتوں کو انجام دیں۔

(ب) مولانا سید محمد عثمان غنی صاحب چونکہ دفتر امارت شرعیہ کے دوسرے کاموں کو
بھی ضرورۃً انجام دیتے ہیں۔ اس لئے استفتاء کے جوابات کا کام صحیح طور پر انجام
نہیں پاتا ہے۔ اور شکایت ہوتی ہے۔ اس لئے عموم روان سے یہ طے کیا۔ کہ مولانا
سید محمد عثمان غنی صاحب صرف افتاء کا کام بحیثیت مفتی کے انجام دینگے۔ اور
اس کے سوا دفتر امارت شرعیہ کی کوئی دوسری خدمت سے انکا تعلق نہیں ہوگا۔
(ج) مولوی صغیر الحق صاحب ناظم اب ضعیف ہو گئے ہیں۔ اور کاموں کی کثرت
بھی ہے۔ اس لئے جیسا چاہئے ویسا کام انجام نہیں ہو رہا ہے۔ اس لئے ایک [illegible] کا
دفتر میں اضافہ مناسب سمجھا [illegible] مولانا [illegible] کو مورخہ [illegible] سے
مقرر کیا [illegible]
(د) دفتر امارت شرعیہ کیلئے ایک انگریزی دان کیلئے ناظم صاحب اعلان
کریں۔ اور جہاں تک جلد ممکن ہو۔ تقرری عمل میں لائیں۔
(ہ) مبلغین کا اضافہ کیا جائے۔ تاکہ صوبہ میں تبلیغ و تنظیم کا کام بحسن
وجوہ انجام پائے۔ فقط

محمد قمر الدین

۱۳ محرم ۶۷